مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

(از علمائے اوائل قرن ششم)

احتجاج طبرسی

حصہ سوئم/ چہارم

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیت

لاہور پاکستان

احتجاج طبرسی

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

(از علمائے اوائل قرن ششم)

حصہ (سوم۔ چہارم)

مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیتؑ

لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ---------------- احتجاج طبرسی

مولف ---------------- ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی
(از علمائے اوائل قرن ششم)

مترجم ---------------- جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

حصہ ---------------- سوئم، چہارم

طبعہ اول ---------------- ۲۰۰۹ء

تعداد ---------------- ۱۰۰۰

ناشر ---------------- ادارہ تحفظ حسینیتؑ لاہور پاکستان

ملنے کا پتہ

تمام شیعہ بک سٹال پر دستیاب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

۱	اپنی رائے	۵
۲	امام حسن علیہ السلام کا جواب	۷
۳	امام حسن علیہ السلام ابن علی کے فخر و مباہات کا واقعہ	۲۹
۴	امام حسن ابن علی علیہ السلام کا معاویہ سے احتجاج	۳۵
۵	امام حسن علیہ السلام کا صلح معاویہ کے منکرین سے احتجاج	۴۲
۶	امام حسین علیہ السلام کا احتجاج امامت کے بارے میں	۴۷
۷	امام حسین علیہ السلام کا احتجاج	۵۰
۸	امام حسین علیہ السلام کا احتجاج	۵۵
۹	امام حسین علیہ السلام کا احتجاج	۵۹
۱۰	کربلا میں اہل کوفہ سے امام حسین علیہ السلام کا احتجاج	۶۱
۱۱	اہل کوفہ سے فاطمہ صغریٰ کا احتجاج	۶۵
۱۲	اہل کوفہ کے سامنے حضرت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا خطبہ	۶۸
۱۳	اہل کوفہ سے امام زین العابدین کا علیہ السلام احتجاج	۷۱
۱۴	شامی سے امام زین العابدین کا علیہ السلام احتجاج	۷۳
۱۵	احتجاج حضرت زینبؑ بنت امام علی علیہ السلام	۷۵
۱۶	امام زین العابدین علیہ السلام کا احتجاج یزید ملعون سے	۸۰
۱۷	مختلف علم دین کے بارے میں امام زین العابدینؑ کا احتجاج	۸۲

۱۸ امام محمد باقر علیہ السلام کا احتجاج ۶۹
۱۹ احتجاج امام جعفر صادق علیہ السلام ۱۱۲
۲۰ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا احتجاج ۱۹۱
۲۱ امام رضا علیہ السلام کا احتجاج ۲۰۵
۲۲ دوسرے اہل مذاہب سے امام رضاؑ کا احتجاج ۲۳۶
۲۳ امام رضا علیہ السلام کا احتجاج ۲۶۲
۲۴ امام محمد تقی علیہ السلام کا احتجاج ۲۷۸
۲۵ امام محمد تقی ہادی علیہ السلام کا احتجاج ۲۸۹
۲۶ امام حسن عسکریؑ کا احتجاج ۳۰۰
۲۷ امام حجۃ ابن الحسن صاحب الزماںؑ کا احتجاج ۳۰۹
۲۸ زمانہ غیبت کے ممدوح سفراء ۳۲۹
۲۹ مسائل فقہ وغیرہ کے بارے میں امام زمانؑ کے فرمودات "توقیعات" ۳۳۱
۳۰ شیخ مفید کا احتجاج ۳۵۵
۳۱ سید مرتضی علم الہدیٰ کا احتجاج ۳۹۵
۳۲ سید مرتضی کا احتجاج ۳۶۳

﴿یہ کتاب اہل بیتؑ اور ان علماء کے نام
جنھوں نے یتیمان آل محمد علیہم السلام کی کفالت فرمائی﴾

اپنی رائے

دنیا کے لوگ تین قسموں میں بٹے ہوئے ہیں، پہلی قسم اہل دین اور خدا پرست کی ہے دوسری قسم بے دینوں اور تیسری قسم ان دونوں کے درمیان حیران و پریشان رہنے والوں کی ہے۔ جہاں تک اہل دین کا ذکر ہے تو اب دین پر یقین نہ رکھنے والوں کو بھی اس بات کا باور ہو چکا ہے کہ انسان کو دین پر اعتقاد ہی راحت و سکون پہنچا سکتا ہے۔ یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ مختلف ادیان میں اسلام بہترین اور پسندیدہ راستہ ہے کیونکہ علم و منطق اور برہان کا راستہ ہے۔ اسلام میں اوائل اور عہد مرسل اعظمؐ سے ہی چند نظریہ سامنے آئے، اگرچہ اس سے قبل بھی نمائندہ الٰہی کی مخالفت ہوئی تھی جس کو قرآن نے نقل کیا ہے۔ رسول اسلام کے زمانہ سے کچھ زیادہ ہی اختلافات نے سر اٹھایا، خاص طور سے گروہ منافقین جس میں حرب، ابوجہل، ابوسفیان اسی طرح خاندان امیہ اور بنی عباس کے عہد اقتدار میں بغض و کینہ، عداوت اور بغاوت کو بڑھاوا ملا۔ رسول اللہ کی اولاد پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے، رو گیا کہ کفار و مشرکین کو اسلام کی مسلسل بڑھتی پہنچتی قدرت کا اندازہ ہوتا گیا اسی وجہ سے منافقین کے ساتھ ہوتے گئے۔ انہی تین گروہ نے اصل ولایت خدا، رسالت رسولؐ اور اطاعت ائمہ ہدیٰ کے مفاہیم اور اعتبار کو ہی بدلنے کی ٹھان لی اور اپنی ناکام کوشش میں مصروف رہے، جس کے نتیجہ میں مخالفت عداوت قتل اور دہشت کا بازار گرم رہا۔ عوام الناس پر حکومت و سلطنت کے لئے منافقت نے کیا کچھ نہیں کیا! خاص طور سے اس مشرکانہ اور ظالمانہ تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے تین ذرائع ابلاغ سے فائدہ اٹھایا:

(۱) میڈیا اور غلط تبلیغ کے ذریعہ عقائد میں شک و شبہات ایجاد کیا گیا، جیسے خدا کے متعلق جبر کا قائل ہو جانا، جس کے نتیجہ میں فرقہ جبریہ ظاہر ہوا (۲) مختلف قبائل کا وجود، چونکہ اس وقت لوگ قبائلی زندگی گزار رہے تھے اور ہر قبیلہ کا جداگانہ سردار ہوتا تھا جن کے ذریعہ سے سارے قبیلہ اور قریہ کو اپنا حامی بنایا اور انھیں وافر عطیات اور انعامات دیکر ان کا استحصال کیا (۳) بیت المال کا غلط اور بے جا استعمال کیا گیا۔

اہل حق کیلئے تمام راہوں کو مسدود کر دیا گیا تا کہ حق اور خدا پرست افراد دین کا دفاع نہ کر سکیں یا ہر طرح سے ان

کی طاقت کو کمزور بنایا گیا پھر بھی اہل حق، اہل علم و منطق قرآنی اصول کے مطابق حق کا دفاع کرتے رہے لیکن اہل باطل ہمیشہ انھیں جھٹلاتے رہے لہذا خداوند متعال نے احقاق حق اور ابطال باطل کی خاطر ہر زمانہ میں ضرورت کے مطابق اپنے نبیوں کو معجزہ دیا۔ نبیوں اماموں کے علاوہ ان کے نمائندوں، ولیوں، دانشوروں نے مناظروں، مباحثوں، تبلیغات، خدمات کے ذریعے اپنا وظیفہ انجام دیا۔

منجملہ نامور عالم "علامہ شیخ طبرسی" نے گراں بہا خدمت انجام دی کہ گذشتہ مناظروں سے جمع آوری کرنے کے بعد اس کو کتابی شکل دی اور اس کا نام ہی "احتجاج" رکھ دیا۔ اس کتاب میں علامہ طبرسی نے کفار و مشرکین اور منافقین کے اعتراضات کا مدلل، متقن اور مستند جواب نقل فرمایا ہے۔

احتجاج نامی کتاب میں انھیں دلائل و براہین کو مرقوم فرمایا ہے جو ہر زمانے میں مخالفوں کا مدلل متقن اور مسکت جواب بن گیا تھا۔ حسن اتفاق کہ اس کتاب و جناب حجۃ الاسلام مولانا اشفاق حسین صاحب نے ترجمہ کرکے اردو داں حضرات کے لئے اس کی افادیت کو عام کر دیا ہے۔ اب احتجاج کی دوسری جلد بھی آپ کے سامنے ہے۔ خاص طور سے ذاکرین کیلئے سامعین کے مزاج کے مطابق مجالس میں بہت معاون اور مددگار ثابت ہوگی۔

مجھے بھی اول سے آخر تک نظر ثانی کی سعادت ہوئی۔ مولانا موصوف کئی دہائیوں سے علمی دینی خدمت میں مصروف ہیں۔ ادارہ بقیۃ اللہ کے نگراں بھی ہیں۔ بحمد اللہ مخلصانہ ادارہ کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ بیسیوں سال سے شیعہ جامع مسجد کرلا ممبئی، شیعہ جامع مسجد کانو در گجرات میں امام جمعہ اور دیگر شرعی و سماجی ذمہ داریوں کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور مومنین بھی مولانا کی خدمات سے خوش ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالی بحق محمد و آلہ الطاہرین مولانا موصوف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ ہمیں بھی تعلیمات اہل بیت علیہ لسلام کے نشر و ابلاغ کی توفیق عطا فرمائے اور قارئین کو علوم و معارف جیسی کتابیں پڑھنے پڑھانے نیز اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ والسلام

زاہد علی جلال پوری

رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

امام حسنؑ کا جواب

امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے حضور میں امام حسن مجتبیٰؑ کا جناب خضر کے سوالوں کا جواب:

امام جوادؑ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنینؑ اپنے فرزند امام حسنؑ اور جناب سلمان فارسی ساتھ تھے درانحالیکہ سلمان کے شانے پر تکیہ کئے ہوئے، مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ اچانک خوبصورت چہرہ والا ایک شخص بہترین لباس میں ملبوس آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا

اے امیر المومنین۔! میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ نے جواب دیا تو میں سمجھوں گا کہ لوگوں نے آپ سے متعلق ایسے عمل کا ارتکاب کیا ہے کہ میں حکم کروں گا کہ وہ لوگ دنیا و آخرت میں امان نہیں پائیں گے اور اگر جواب نہ دے سکے تو سمجھوں گا کہ آپ ان کے برابر ہیں؟

حضرت نے فرمایا: جو چاہو پوچھو۔

سوال کیا: جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کہاں جاتی ہیں؟

انسان کیسے یاد کرتا ہے اور کیسے فراموش کرتا ہے؟

بچے کیوں اپنے چچا اور ماموں کے مشابہ ہوتے ہیں؟

حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کی طرف رخ کرکے فرمایا: اے ابو محمد ان کا جواب دو!

امام مجتبیٰؑ: انسان کی روح کے بارے میں کہ وقت خواب کہاں جاتی ہے، فرماتے ہیں. جان لو کہ انسان کی روح ریح سے مرتبط ہے اور ریح ہوا ہے، جب تک کہ صاحب روح کو بیدار کرنے کیلئے حرکت نہ دی جائے، اگر خداوند عالم اجازت دیتا ہے کہ صاحب روح کو واپس ہو جائے تو وہی روح ریح کو جذب کرتی ہے اور وہ ریح ہوا کو اور روح واپس ہو کر اس کے بدن میں مستقر ہو جاتی ہے اور اگر خدا روح کو واپسی کی اجازت نہیں دیتا تو ہوا ریح کو جذب کرتی ہے اور ریح اس روح کو اپنی جانب کھینچتی ہے اور قیامت تک صاحب روح کے بدن میں واپس نہیں ہوتی۔

یاد کرنے اور بھول جانے کا جواب یہ ہے کہ قلب انسان ایک چھوٹے سے صندوق اور ڈبیہ میں ہے اور اس صندوق پر پردہ ڈالا ہوا ہے اگر آدمی مکمل صلوات پڑھے تو وہ پردہ صندوق سے ہٹ جاتا ہے اور قلب روشن ہو جاتا ہے اور بھولا ہوا یاد آتا ہے اور اگر محمد و آل محمد پر صلوات نہ پڑھے یا ناقص پڑھے تو وہ پردہ اس صندوق پر چپکا رہتا ہے اور قلب تاریکی میں ڈوب جاتا ہے اور آدمی کو جو یاد ہو وہ بھول جاتا ہے۔

بچہ اپنے چچا و ماموں کے شبیہ کیوں ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مرد اپنی زوجہ سے سکون قلب اور اطمینان بدن کے ساتھ مجامعت کرتا ہے تو نطفہ رحم مادر میں ساکن ہو جاتا ہے اور بچہ اپنے ماں باپ کی ہمشکل ہوتا ہے اور اگر بے سکونی قلب، رگوں کی اضطرابی اور جسم کی بے چینی کے ساتھ مجامعت کرتا ہے تو نطفہ مضطرب ہوتا ہے اور رگوں میں ساکن ہو جاتا ہے اگر وہ چچا کی شبہ رگ ہو تو اس کی شبیہ ہوتا ہے اور اگر ماموں کی ہوں تو اس کے شبیہ ہو جاتا ہے۔

اس سائل نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں ہمیشہ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ہمیشہ اس کا اقرار کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں (اشارہ کیا امیر المومنین- کی جانب) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول خدا کے وصی و جانشین ہیں اور ہمیشہ اس کا معتقد تھا، پھر امام حسن- کی طرف اشارہ کر کے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے باپ کے وصی و جانشین ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حسین ابن علیؑ آپ کے بعد اپنے بابا کے جانشین ہوں گے، میں گواہی دیتا ہوں علی ابن الحسین جانشین امام حسین- ہیں، ان کے بعد محمد ابن علی قائم مقام علی ابن حسین ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد حضرت جعفر ابن محمد جانشین محمد ابن علی ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ موسیٰ ابن جعفر جانشین جعفر ابن محمد ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد علی ابن موسیٰ جانشین موسیٰ ابن جعفر ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد ان کے جانشین محمد ابن علی ہیں۔ ان کے بعد کے جانشین علی ابن محمد ہیں۔ ان کے بعد کے جانشین حسن ابن علی ہیں، میں گواہی دیتا ہوں ان کی اولاد سے ایک ایسے فرد جس کا نام و کنیت زبان پر لانا تب تک منع ہے جب تک کہ وہ ظاہر نہ ہو جائے اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پُر کر دیں گے جس طرح کہ ظلم و جور سے پُر ہو گی،

والسلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ و برکاتہ پھر وہ اٹھا اور چلا گیا۔

حضرت علی نے امام حسن سے فرمایا:

اے ابو محمد! ان کے پیچھے جاؤ دیکھو کہاں گئے، وہ پیچھے دوڑے کچھ پتہ نہ چلا اور کہا کہ انھوں نے مسجد سے قدم باہر نکالا پھر نہیں معلوم کہاں چلے گئے، میں نے بابا کی خدمت میں واپس آ کر بیان کر دیا۔

حضرت علی نے فرمایا:

اے ابو محمد! کیا تم نے پہچانا وہ کون تھا؟ میں نے کہا اللہ، رسول اور امیر المومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔

انھوں نے فرمایا: وہ حضرت خضر نبی تھے۔

روم سے بھیجے ہوئے سوالات اور امام حسن کی بات جسے امیر شام نے امام علی کے پاس بھیجا تھا۔

محمد ابن قیس سے نقل ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا:

ایک روز امیر المومنینؑ مسجد کے صحن میں تھے اور لوگ ان کو ہر طرف سے گھرے ہوئے تھے ان میں سے کچھ لوگ فتویٰ پوچھتے اور کچھ لوگ مدد کی درخواست کرتے ناگاہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنینؑ! آپ پر میرا سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم پر بھی سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو، تم کون ہو؟

اس نے کہا میں آپ کی رعیت اور آپ کے اہل شہر سے ہوں۔

امیر المومنینؑ! تو میری رعیت اور میرے اہل شہر سے نہیں ہے اگر تم نے ایک دن بھی مجھے سلام کیا ہوتا تو تمہارا چہرہ مجھ سے پوشیدہ نہ رہتا۔

مرد شامی: اے امیر المومنینؑ! مجھے امان دیجئے۔

امیر المومنینؑ: جب سے تم میرے شہر میں داخل ہوئے ہو کیا تم نے کوئی کام کیا ہے؟

مرد شامی: نہیں۔

امیر المومنینؑ: شاید تو جنگجو ہے؟

مرد شامی: ہاں

امیر المومنینؑ: آتش جنگ میں یہ تردد کوئی مانع نہیں رکھتا؟

مرد شامی: مجھے معاویہ نے مخفی صورت میں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ شاہ روم کے بھیجے ہوئے جوابات آپ سے حاصل کروں۔ بادشاہ نے اس سے کہا اگر تو حقیقت میں محمد عربی کے بعد مقام خلافت کے لائق ہے تو میرے

سوالوں کے جواب دے اس صورت میں تمہاری پیروی کرتے ہوئے تمہارے لئے انعام وہدیہ بھیجوں لیکن افسوس معاویہ کے پاس اس کے جواب نہ تھے اور اس نے شرمندہ ہو کر مجھے آپ کی طرف بھیجا تاکہ اس کا جواب لے جاؤں۔

امیرالمومنینؑ: خداوند ہندہ جگر خوار کے بیٹے کو قتل کرے۔ کس چیز نے اسے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو اتنا گمراہ اور اندھا بنا دیا ہے۔ خدا خود میرے اور اس امت کے درمیان فیصلہ کرے کہ جس نے مجھ سے قطع رحم کیا، میرے وقت برباد کئے، میرے حق کو غصب کئے اور عظیم مقام کو پست کر کے سب میری مخالفت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے، امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب محمد حنفیہ کو حاضر کرو، سب آئیں۔

امیرالمومنینؑ: اے شامی دونوں اولاد رسول خدا ہیں اور یہ محمد میرا بیٹا ہے ان میں سے جس سے چاہو پوچھ لو۔

مردشامی: میں سر میں زیادہ بال والے یعنی امام حسنؑ سے پوچھتا ہوں۔

امام حسنؑ: جو تو چاہے پوچھ لے۔

مردشامی: حق و باطل کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟

زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ قوس وقزح کیا ہے؟ جس چشمہ میں ارواح مشرکین ڈالی جاتی ہیں اسکا نام کیا ہے؟ خنثہ کیا ہے؟ اس اشیاء کے نام جو ایک دوسرے سے سخت تر ہیں وہ کیا ہیں؟

امام حسنؑ: حق و باطل کے درمیان کا فاصلہ چار انگشت ہے جو تو نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا وہ حق ہے اور جو اپنے دونوں کانوں سے سنا اس کا زیادہ حصہ باطل ہے۔

شامی: آپ نے سچ فرمایا۔

امام حسنؑ: زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ نگاہ کا اٹھنا اور مظلوم مضطر کی فریاد (دعا) ہے، اس کے علاوہ کوئی جواب دے تو اس کی تکذیب کر۔

شامی: اے فرزند رسول خدا! آپ نے سچ فرمایا۔

امام حسنؑ: مشرق و مغرب کے درمیان کا فاصلہ طلوع سے غروب تک سورج کا ایک دن کا راستہ ہے۔

مردشامی: سچ فرمایا۔

قوس وقزح کیا ہے؟

امام حسنؑ: تجھ پر افسوس! قوس قزح مت کہو کیوں کہ قزح ایک شیطان کا نام ہے اور وہ قوس اللہ ہے اور وہ علامت خیر اور غرق سے امان کا سبب ہے۔

ارواح مشرکین کی قیام گاہ کے چشمہ کا نام برہوت ہے۔ ارواح مومنین کی پناہ گاہ در سلمیٰ ہے اور خنثہ وہ ہے جس کا مرد عورت ہونا معلوم نہ ہو، لہٰذا وقت بلوغ تک انتظار کرنا چاہئے اگر محتلم ہو تو مرد ہے اور اگر حائض ہو اور سینہ ابھر جائے تو عورت ہے اس کے علاوہ اس سے کہا جائے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر جائے تو مرد ہے اور اگر اونٹ کے پیشاب کی طرح پیچھے جائے تو وہ عورت ہے۔

وہ دس اشیاء جو ہر ایک دوسرے سے سخت تر ہے۔ سب سے سخت چیز خدا نے پتھر کو پیدا کیا اس سے سخت لوہا ہے کہ اس سے پتھر توڑا جاتا ہے اس سے زیادہ سخت آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اس سے زیادہ سخت پانی ہے کہ آگ کو بجھا دیتا ہے اس سے زیادہ سخت بادل ہے جو اسے اٹھائے ہوئے ہے اس سے زیادہ ہوا ہے جو بادلوں کو جا بجا کرتی رہتی ہے اس ہوا سے زیادہ سخت وہ فرشتہ ہے جو اسے بھیجتا ہے اس فرشتہ سے زیادہ سخت ملک الموت ہے اس سے زیادہ سخت موت ہے جو اس کو بھی مردہ بنا دے گی اور اس سے زیادہ سخت امر خدا ہے جو موت کو بھی موت دے گا۔

شامی: میں گواہی دیتا ہوں کہ حقا آپ ہی فرزند رسول خدا ہیں اور امام علیؑ معاویہ سے زیادہ خلافت کے سزاوار ہیں پھر یہ جوابات لکھ کر معاویہ کے پاس بھیجا اور اس نے بھی حاکم روم کو ارسال کیا۔

حاکم روم نے معاویہ کو جواب دیا اے معاویہ! تو نے مجھ سے غیر کی زبان سے کیوں بات کی اور جواب دوسرے سے کیوں پوچھا۔ حضرت مسیح کی قسم یہ جواب تیرے نہیں ہیں اور سوائے معدن نبوت اور موضع رسالت کے نہیں ہو سکتا میں تجھے ایک درہم بھی نہیں دوں گا۔

امام حسنؑ کا احتجاج معاویہ کے حضور ان لوگوں سے جو امامؑ اور آپ کے والد بزرگوار کی فضیلت کے منکر تھے۔

شعبی ابو مخنف اور یزید ابن ابو حنیف مصری سے نقل ہے کہ انھوں نے کہا کہ تاریخ اسلام کا کوئی دن بھی ایسا اجتماعی مناظرہ، منازعہ اور مبالغہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جس دن عمرو ابن عثمان ابن عفان عمرو ابن عاص عتبہ ابن ابوسفیان ولید ابن عقبہ ابن ابی محیط اور مغیرہ ابن شعبہ نے معاویہ ابن ابوسفیان کے پاس جمع ہو کر ایک امر پر

اتفاق کیا، عمرو عاص نے معاویہ سے کہا: کیا یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ کوئی حسن ابن علی کے پاس بلانے کیلئے بھیجیں؟ انھوں نے اپنے باپ کی روش و سیرت کو زندہ کر رکھا ہے اور سب ان کی باتوں کو سنتے ہیں۔ اس کے ہر حکم کی اطاعت اور ہر قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر یہ عمل ایسے ہی جاری رہا تو تمہارا انجام اس سے برا ہوگا۔ اگر ان کو بلاؤ تو معاذ اللہ ہم ان کو اور ان کے باپ کو دکھائیں اور دونوں پر سب وشتم کریں اور دونوں کی بے عزتی کریں اور منزلت کم کر دیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں تاکہ تمہارے سامنے اس کی تصدیق ہو جائے۔

معاویہ نے ان لوگوں سے کہا: مجھے خوف یہ ہے کہ کہیں امام حسنؑ تمہاری گردنوں میں ایسا قلادہ نہ ڈال دیں جس سے دم مرگ اس کا ننگ و عار تمہاری گریبان کو جکڑے رہے۔ خدا کی قسم میں ہمیشہ اس سے سامنا کرنے اور ان کی ہیبت سے بچتا اور ڈرتا ہوں اگر میں ان کے پاس بھیجوں تو میں تمہارے اور ان کے درمیان عدل و انصاف کی رعایت کروں گا۔

عمرو عاص: کیا تو ڈرتا ہے کہ ان کا باطل ہمارے حق پر اور ان کا مرض ہماری صحت پر فوقیت لے جائے گا؟

معاویہ: نہیں۔

عمرو عاص: اسی وقت بلواؤ۔

عتبہ ابن ابی سفیان: میں اس رائے میں صلاح و صواب نہیں دیکھتا، بخدا قسم! جو کچھ تمہارے پاس ہے اس سے زیادہ ان سے روبرو ہونے کی تم لوگ قدرت نہیں رکھتے اور وہ بھی اپنی لیاقت و صلاحیت سے زیادہ تم سے مقابلہ کریں گے کیوں کہ وہ اس خاندان سے ہیں جو مبارزہ و مقابلہ میں شدید اور تیز ہوش ہیں۔

پس سب نے ایک کو امام حسنؑ کے پاس بھیجا۔ جب ایلچی نے پہنچ کر ان سے کہا کہ معاویہ نے آپ کو بلایا ہے۔

امامؑ نے کہا: اس کے پاس کون کون ہے؟ اس نے ایک ایک کا نام لیکر شمار کرا دیا۔

امام حسنؑ: کیا ہوا کہ ان کے سروں پر چھت نہیں گری اور وہاں پر عذاب نازل نہ ہوا جہاں اس کا گمان بھی نہیں کرتے؟

فرمایا: اے کنیز! میرا لباس دو اور کہا:

"اللّٰھم انّی ادرء بک فی نحورھم واعوذبک من شرورھم واستعین بک علیھم فاکفنیھم بما شئت وانی شئت من حولک وقوتک یا ارحم الراحمین"

پھر ایلچی سے کہا یہ سب کلمات فرج تھے۔

جب امامؑ مجلس معاویہ میں داخل ہوئے معاویہ اٹھا ان کا استقبال کیا، مرحبا کہا اور مصافحہ کیا۔

امامؑ: یہ تحیت وسلام اور مصافحہ امن وامان کی علامت ہے؟

معاویہ نے کہا ہاں اس گروہ نے بغیر میری اجازت کے آپ کے پاس بھیجا کہ آپ ان کے افتراء کو سنئے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور آپ کے بابا نے ان کو قتل کیا، ان کے کلام کو سن کر ان کے سوال کے مطابق جواب دیجئے میری حاضری ان کے جواب میں آپ کیلئے رکاوٹ نہ بنے۔

امام حسنؑ: سبحان اللہ! یہ گھر تو تیرا گھر ہے، اس میں سب کچھ تیری اجازت سے ہے خدا قسم! اگر میں وہ جواب دوں جو یہ لوگ چاہتے ہیں تو مجھے تیرے پاس فحش کہنے سے شرم آتی ہے۔ اگر تجھ پر غالب ہو جاؤں تو تیری کمزوری و ناتوانی پر حیا آتی ہے ان دو میں سے تم کو کون سا قبول ہے اور کس سے معذور ہو؟

یہ جان لو کہ اگر میں تمہارے اس اجتماع سے باخبر ہوتا تو اتنے ہی بنی ہاشم کو لے کر آتا میرے تنہا ہونے کے باوجود تم سب کے سب مجھ سے بہت خوف زدہ ہو کیوں کہ خداوند آئندہ و حال میں میرا ولی و سرپرست ہے پس ان کو بات شروع کرنے کی اجازت دے اور میں بھی سن رہا ہوں۔

"ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

عمرو ابن عثمان ابن عفان نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ آج کیطرح قتل عثمان ابن عفان کے بعد نبی عبدالمطلب کی کوئی فرد زمین پر رہ گئی ہو۔ حالانکہ وہ ان کے بھانجے تھے اور ان کی منزلت اسلام میں سب سے برتر تھی شرف میں رسول خدا سے مختص تھے کرامت خدا پر افسوس! کہ ان لوگوں نے ان کا خون کینہ و فتنہ گری وحسد اور اہل نہ ہونے کے باوجود بھی طلب کی وجہ سے بہایا حالانکہ خدا اور رسول و اسلام کے نزدیک ان کی سابقہ منزلت و مقام کسی سے پوشیدہ نہیں ان کی خواری و بے گناہی پر افسوس! امام حسنؑ اور تمام بنی عبدالمطلب روئے زمین پر زندہ ہوں اور عثمان اپنے خون میں رنگین دفن ہو جائیں اور ساتھ ہی جنگ بدر کے مقتولین بنی امیہ کے انیس (۱۹) بزرگوں کے خون کے دعویدار ہیں پھر عمرو عاص نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا:

اے ابوتراب کے بیٹے! ہم نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ ہم سب اقرار کریں کہ (معاذ اللہ) آپ کے باپ علی ابن ابیطالبؑ نے ابوبکر صدیق کو مسموم کیا قتل عمر فاروق میں شریک رہے اور عثمان ذوالنورین کو مظلوم قتل کیا، اور

ایسے مقام ومنصب کا دعویٰ کیا جوان کا حق نہیں تھا اور وہ اس میں گر پڑے جسے انہوں نے فتنہ کہا اور جس کی برائی کی۔

پھر اس نے کہا: تم اے بنی عبدالمطلب! خدا نے تم کو حکومت نہیں دی کہ تم اس امر کے مرتکب ہو جو تمہارے لئے جایز نہیں ہے، پھر اے حسن ابن علیؑ تم امیر المومنین بننا چاہتے ہو حالانکہ تمہارے پاس عقل وفکر نہیں ہے ہم نے صرف تم کو گالیاں سنانے کیلئے بلایا ہے۔

تم ہم میں کوئی عیب نکالنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہماری تکذیب کرنے کی اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہارے ساتھ جھوٹ بولا اور باطل میں زیادتی سے کام لیا اور خلاف حق تم پر دعویٰ کیا ہے تو (ہمت ہو تو) بیان کرو یہ جان لو کہ تم اور تمہارے باپ بدترین خلائق ہو، خدا نے ان کو قتل کر کے ہمارے شر کو دور کر دیا اور تم اب ہمارے اختیار میں ہو، ہم تمہارے قتل پر مختار ہیں اس کے بارے میں خدا کے نزدیک گنہگار نہیں اور بندوں کے نزدیک کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

اس کے بعد عتبہ ابن ابوسفیان کی تقریر شروع کی اس کی پہلی بات تھی کہ اے حسنؑ تمہارے باپ قریش کے بدترین شخص تھے، قطع رحم کرنے والے اور اپنوں کا خون بہانے والے تھے اور تم بھی قاتلین عثمان میں سے ہو حق یہی ہے کہ ہم تم کو قتل کر دیں، کتاب خدا کے مذکورہ حق قصاص کی بناء پر اس پر عمل کرتے ہوئے ہم تم کو بطور قصاص قتل کریں۔ خدا نے تمہارے باپ کو قتل کر کے ان کے شر سے ہمیں بچا لیا اب تم خلافت کی امید رکھتے ہو تم اس میدان کے نہیں ہو اور دوسرے سے افضل بھی نہیں ہو۔ اس کے بعد ولید ابن عقبہ نے داد سخن دی:

اے گروہ بنی ہاشم! تم وہی لوگ ہو کہ پہلے عثمان پر الزام لگایا اور لوگوں کو ان کے خلاف اکسایا اور پھر ان کو قتل کر دیا حکومت کی لالچ قتل قطع رحم وہلاکت امت اور خون بہانا بہت کچھ صرف حصول خلافت کی خاطر تھا تم نے ان کا خون بے قیمت دینا اور اس کی محبت میں بہایا حالانکہ عثمان تمہارے بہترین ماموں تھے اور تمہارے گھرانے کے بہترین داماد تھے تم ہی لوگوں نے سب سے پہلے ان سے حسد کیا اور ان پر طعن تشنیع کی پھر ان کو قتل کرا دیا اب دیکھو خدا تم کو کیا دکھلاتا ہے؟

پھر مغیرہ ابن شعبہ نے حضرت امیر المومنین کی شان میں انتہائی گستاخی کرتے ہوئے کہا:

عثمان مظلوم مارے گئے اور اس سے بری الذمہ ہونے کا تمہارے باپ کے پاس کوئی عذر نہیں ہے گناہ گار کوئی بہانہ وعذر نہیں رکھتا۔ اے حسن ہم سمجھے ہیں کہ تمہارے باپ نے عثمان کے فائدہ کیلئے بہت کچھ کیا مگر ان کے قتل

سے راضی نہ تھے، خدا قسم! ان کے پاس تو لمبی تلوار اور گویا زبان تھی زندوں کو قتل کرتے اور مردوں کو معیوب بناتے۔ بنو امیہ بنی ہاشم کے حق میں اور بنی ہاشم بنو امیہ کے حق میں بہتر تھے، معاویہ تمہارے حق میں تمہارے باپ سے بہتر ہے تمہارے باپ رسول اللہ کی زندگی میں خود رسول ہی کے دشمن تھے اور ان کی موت سے پہلے ان سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور قتل کرنے کا ارادہ بھی رکھتے۔ رسول اکرمؐ کو اس کا علم ہو گیا پھر ابوبکر کی بیعت سے کراہت کا اظہار کیا تاکہ اس کی تلافی ہو جائے پھر ابوبکر کے قتل کی سازش کی یہاں تک کہ ان کو زہر پلا دیا، اس کے بعد عمر سے اختلاف کیا اور ان کی گردن مارنا چاہتے تھے اور کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو بھی قتل کیا اور عثمان کی مخالفت کرتے کرتے ان کو بھی قتل کر دیا، ان تمام قتل میں وہ شریک تھے ان تمام چیزوں کے ساتھ خدا کے نزدیک تمہارے باپ کا کیا مقام اور مرتبہ ہے؟

اے حسنؑ! خداوند متعال نے قرآن میں مقتولین کے اولیاء کو اختیار دیا ہے اور ناحق مقتولین کا ولی وارث معاویہ ہے اور حق یہ ہے کہ تم کو اور تمہارے بھائی کو قتل کریں۔ خدا قسم! خون علیؑ خون عثمان سے بالاتر نہیں ہے اور تم بنی عبدالمطلب کو جان لینا چاہئے کہ خداوند عالم نے حکومت ونبوت کو جمع کرنے کا ارادہ نہیں کیا ہے پھر وہ خاموش ہو گیا۔

امام حسن مجتبیٰؑ نے سخن کا آغاز کیا اور فرمایا:

اس خدا کی حمد وثنا ہے جس نے ہمارے اول کے ذریعہ تمہارے اول کو اور ہمارے آخر کے ذریعہ تمہارے آخر کو راہ ہدایت دکھلائی۔ میرے جد محمد مصطفیٰؐ اور ان کی آل پاک پر خدا کی رحمت ہو۔ اے لوگو! میری باتوں کو غور سے سنو اور اپنی فکر وعقل کو عاریۃً میرے حوالے کر دو۔

اے معاویہ! ابتدا تجھ سے کرتا ہوں۔

پھر معاویہ سے فرمایا: خدا کی قسم، اے ازرق! یہ سب گالیاں تو نے ہی مجھے دی ہیں یہ سب ناسزا اس گروہ کی طرف سے نہیں تھا تیرے علاوہ مجھے کسی نے بھی گالیاں نہیں دیں اور یہ سب جوان کی طرف سے تھا یہ سب تیری اس کج فکری وسرکشی اور حسد کی وجہ سے ہے جو ہم سے اور محمد مصطفیٰؐ سے قدیم وجدید بغض وعداوت رکھتا ہے، اے ازرق! یہ بھی جان لے کہ اگر یہ گروہ مسجد نبوی میں مہاجرین وانصار کی حاضری میں میرے سامنے ہوتا تو زبان پہ کوئی جملہ نہ لاتا اور اس طرح سے میرے مقابلہ کی ہمت نہ کرتا۔

اے میرے خلاف متحد ہونے والو! خوب غور سے سنو اور تم جس حق سے واقف ہو، اسے چھپانا نہیں اور میرے کسی باطل کی تصدیق نہیں کرنا۔

اے معاویہ! بات تم سے شروع کرتا ہوں مگر تم جس کے لائق ہو اس سے کم ہی کہوں گا۔

تم کو خدا کی قسم! تم نے جس کو دشنام دیا ہے کیا جانتے ہو کہ وہ کون ہے؟ وہ وہی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دونوں قبلہ کیجانب نماز پڑھی اور تو نے خود وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تو اس وقت گمراہ تھے اور لات وعزیٰ کی پرستش کر رہے تھے؟ وہ وہی ہے جس نے دو بیعت میں شرکت کی بیعت رضوان، بیعت فتح اور اے معاویہ! تو پہلی بیعت کے وقت کافر تھا اور دوسری بیعت کے وقت عہد شکن و ناکثین میں تھا۔

پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم! کیا تم جانتے ہو کہ جو کچھ میں نے کہا وہ حق ہے، جب روز بدر امام علیؑ کا تمہارا سامنا ہوا تو رسول خدا ﷺ و مومنین کا پرچم امام علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور مشرکین کا پرچم تیرے ہاتھ میں تھا اور تو لات وعزیٰ کا پرستار تھا اور رسول خدا ﷺ سے جنگ واجب وفرض سمجھتا تھا روز احد جب ان کا اور تمہارا آمنا سامنا ہوا تو علیؑ لشکر اسلام، رسول کے علمدار تھے اور تو کافرین ومشرکین کا علمدار تھا اور جنگ خندق میں بھی کچھ ایسا ہی تھا؟ ان تمام موارد میں اللہ نے اپنی حجت کو غالب کیا اور اپنی دعوت کو آشکار کیا اور اپنے میدان کو کامیاب بنایا اور اپنے پرچم کی مدد کی، ان تمام مواقع پر پیغمبر اسلام ﷺ کا ان سے راضی ہونا اور تجھ سے ناراض وناخوش ہونا ان کے چہرہ مبارک سے ظاہر تھا۔

پھر تم سب کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم لوگوں کو یاد ہے کہ جب رسول خدا نے قبیلہ بنی قریظہ وبنی نضیر کا خیبر میں محاصرہ کیا تو عمر ابن خطاب کو مہاجرین کے علم کے ساتھ اور سعد بن معاذ کو انصار کا پرچم دے کر میدان میں بھیجا؟

لیکن سعد ابن معاذ زخمی ہوئے اور انھیں اٹھا کر لایا گیا اور عمر ابن خطاب نے فرار کیا وہ ڈرتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو ڈراتے بھی رہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کل علم اسے دوں گا جو مرد ہوگا اللہ اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ اللہ ورسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے، وہ کرار وغیر فرار ہے اور وہ اس وقت تک واپس نہ ہوگا جب تک کہ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔

اس وقت ابوبکر وعمر اور دوسرے مہاجرین وانصار منتظر تھے کہ علم ان کو مل جائے اور امام علیؑ درد چشم میں مبتلا تھے، رسول خدا ﷺ نے ان کو بلایا اور لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا ان کو شفا مل گئی، پھر علم ان کے حوالہ کیا اور

وہ بغیر علم جھکائے ہوئے خدا کے لطف واحسان کے ساتھ فاتح واپس ہوئے۔

اے معاویہ تو! اس دن مکہ میں دشمن خدا ورسول تھا۔ کیا جو شخص خیر خواہ خدا ورسول ہو وہ ان دونوں کے دشمن کے برابر ہو جائے گا؟

پھر خدا قسم! اس کے بعد بھی تو دل سے اسلام نہیں لایا لیکن تیری زبان خائف ہے اور تو وہ باتیں کرتا ہے جو تیرے دل میں نہیں ہے تم کو خدا کی قسم! تم جانتے ہو نہ کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو غزوہ تبوک میں بغیر کسی ناراضگی وناخوشی کے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور منافقین نے اس پر نکتہ چینی کی تو انھوں نے رسول سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے مدینہ میں نہ چھوڑیئے کیوں کہ آج تک میں کسی جنگ سے غائب نہیں رہا رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تم میرے اہل میں سے میرے لئے ایسے ہی وصی وخلیفہ ہو جیسے کہ ہارون موسیٰ کیلئے تھے پھر آپ نے امام علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اے لوگو! جس جس نے میری ولایت کو قبول کیا اس نے خدا کی ولایت کو قبول کی اور جس نے امام علیؑ کی ولایت قبول کی اس نے میری ولایت قبول کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے امام علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے امام علیؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔

پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم جانتے ہو نہ کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ تم اس کے بعد گمراہ نہیں ہوگے، کتاب خدا اور میری عترت میرے اہل بیت، تم قرآن کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانو، اس کے محکمات پر عمل کرو اور اس کے متشابہات پر ایمان رکھو اور کہو کہ قرآن میں خدا کی جانب سے نازل کی ہوئی تمام چیزوں پر ہم ایمان رکھتے ہیں، میری عترت اور میرے اہل بیت کو دوست رکھو، ان کے دوستوں سے دوستی کرو اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرو اور وہ ہمیشہ باہم رہیں گے یہاں تک روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہو جائیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کو منبر پر بلایا اور ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا اس کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا، خدایا!

جو اس سے دشمنی کرے اس کو دنیا میں پناہ دینا۔ اس کی روح آسمان پر نہ پلٹانا بلکہ اس کو جہنم کے سب سے نیچے

درجہ میں جگہ دینا۔

تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم روز قیامت لوگوں کو میرے حوض سے اس طرح ہنکاؤ گے جس طرح اپنے اونٹوں کے درمیان سے دوسرے اونٹوں کو ہنکاتے ہیں؟ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ حضرت علی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے وقت ان کے پاس آئے تو رسول نے گریہ کیا اور انھوں نے گریہ کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا:

میرے گریہ کا سبب یہ ہے کہ میری امت کے بہت سے لوگوں کے قلوب تمہاری بغض وعداوت سے بھرے ہوئے ہیں لیکن میری وفات تک اسے ظاہر نہیں کریں گے؟

تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ کیا رسول خدا نے ہنگام وفات جب کہ ان کے اہل بیت ان کے اطراف جمع تھے نہیں فرمایا کہ خداوندا! یہی لوگ میری عترت اور میرے اہل بیت ہیں؟ ان کے دوستوں سے دوستی فرما اور ان کے دشمنوں پر ان کی نصرت فرما، اور یہ بھی فرمایا! میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس میں داخل ہوا نجات پا گیا جس نے اس سے مخالفت کی غرق ہو گیا۔

تم کو خدا کی قسم! کیا جانتے نہیں ہو کہ رسول اللہ کی حیات اور ان کے زمانہ میں اصحاب حضرت علی کو ان کی ولایت کے ساتھ سلام کرتے تھے؟ تم کو خدا کی قسم! تم جانتے نہیں ہو کہ درمیان صحابہ امام علی کی پہلی ذات ہے جس نے اپنے اوپر تمام شہوات کو حرام کیا۔ یہاں تک یہ آیات نازل ہوئیں، اے صاحبان ایمان! جن پاکیزہ چیزوں کو خدا نے حلال قرار دیا تم اسے حرام نہ کرو اور حد سے نہ گذرو کہ خدا حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور خدا کا دیا ہوا حلال و پاکیزہ رزق کھاؤ اور جس خدا پر ایمان لائے ہو اس سے ڈرتے رہو۔ (مائدہ ۸۶، ۸۷،) ان کے پاس علم منایا و علم قضایا اور فصل خطاب اور رسوخ فی العلم ہے اور وہی نزول قرآن کے محل کو جاننے والے ہیں۔ علی اس گروہ سے ہیں جن کی تعداد دس سے کم ہے، خدا نے ان کے ایمان سے اپنے پیغمبر کو باخبر کیا اور تمہارا شمار اس گروہ میں ہے جنھیں پیغمبر نے اپنی زبان سے ملعون کہا ہے۔ میں تمہارے خلاف گواہی دیتا ہوں کہ تم سب خود زبان پیغمبر سے ملعون قرار دیئے گئے ہو۔

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اے معاویہ! کیا تجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو تجھے بلانے کیلئے بھیجا اور تین بار اس نے آ کر یہی کہا کہ تم کھانا کھا رہے ہو، اس وقت آپ نے فرمایا:

خدایا اس کو شکم سیر نہ کرنا تاکہ اس کا شکم تا روز قیامت شہوات شکم کو پر کرنے کے درپے رہے۔

پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو نہ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ حق ہے۔

اے معاویہ: تجھے یاد ہے کہ روز جنگ احزاب وا ونٹ پر تیرا باپ سوار تھا اس کی رسی تیرے ہاتھ میں تھی تو کھینچ رہا تھا اور یہاں بیٹھا ہوا تیرا بھائی اسے پیچھے سے ہانک رہا تھا، اس وقت رسول خدا نے فرمایا: لعنت خدا ہو شتر سوار پر اور اس کے کھینچنے والوں پر اور اس کو پیچھے سے ہنکانے والوں پر۔

اے معاویہ! کیا تو وہی اونٹ کھینچنے والا نہیں ہے اور بیٹھا ہوا تیرا بھائی اس کا ہنکانے والا نہیں ہے۔

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو نہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات موقعوں پر تیرے باپ ابوسفیان پر لعنت کی ہے۔

مقام اول: جب آنحضرت نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور ابوسفیان نے شام سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں حضور کو دیکھ کر ان سے بے ادبی کی اور ان کو ڈرایا دھمکایا اور قتل کرنے کا ارادہ کیا اور خدا نے اس کے شر سے آپ کو بچا لیا۔

دوم: روز عیر ابوسفیان آنحضرت سے اپنے قافلہ کو لے کر بھاگ گیا۔

سوم: روز احد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں۔ ابوسفیان نے کہا، بت عزیٰ ہمارا ہے تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ اس کلام سے خدا فرشتے اور انبیا، اور مومنین نے اس پر لعنت کی۔

روز چہارم: روز حنین (از لحاظ تاریخ احزاب ہونا چاہئے) ابوسفیان دگروہ قریش اور قبیلہ ہوازن اور قبیلہ غطفان سے عیینہ بن حصین سب جمع ہوئے خدا نے ان سب پر اپنا غضب نازل کیا اور ان کو کوئی نہ مل سکا لہذا وہ سب واپس ہو گئے، خداوند نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کے دو سوروں میں ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو کافر کہا ہے اور اے معاویہ! تو اس روز مکہ میں اپنے باپ کے ہم عقیدہ مشرک تھا اور امام علی حضرت رسول خدا کے ساتھ ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اے رسول! یہ لوگ کافر ہو گئے اور تم کو مسجد حرام سے روکا، قربانی کو روکا اور ان کی قربانی کو منیٰ میں نہیں لے جانے دیا۔ پچیس (۲۵) مرتبہ تو نے اور تیرے باپ نے اور قریش نے رسول اللہ کو منع کیا اس دن خدا نے ابوسفیان پر لعنت کی اور ایسی لعنت جو قیامت تک اس کی نسل میں شامل ہے۔

ششم: روز احزاب ابوسفیان بعض قریش اور عینیہ ابن حصین کے ساتھ آیا، رسول خدا ﷺ نے تابع متبوع، لشکر کو آگے لے جانے والے اور پیچھے سے ہانکنے والے سب کو تا روز قیامت اپنی لعنت میں شامل کیا۔

لوگوں نے آنحضرت سے پوچھا: اے رسول خدا ﷺ کیا آپ کی اتباع میں کوئی مومن نہیں تھا؟

آپ نے فرمایا: میری لعنت مومنین تک نہیں پہنچے گی لیکن اس میں کوئی مومن مجیب وناجی نہیں تھا۔

ہفتم: روز ثنیہ تھا ایک دن بارہ لوگوں (منافقین) نے رسول خدا ﷺ کو بہت پریشان وتنگ کیا ان میں سات بنی امیہ سے اور پانچ قریش سے تھے پس خداوند عالم اور اس کے رسول نے مقام ثنیہ سے تمام گذرنے والوں پر لعنت کی، سوائے رسول اکرم ﷺ اور ان کے اونٹ ہانکنے والے اور آگے چلنے والوں پر۔

خدا کی قسم تم کو یاد ہے کہ خلافت عثمان کی بیعت کے وقت ابوسفیان نے مسجد نبی میں داخل ہو کر کہا:

اے برادر زادہ! یہاں پر جاسوس ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: اے بنی امیہ کے جوانوں خلافت کو آپس میں منتقل کرتے رہو، اس ذات کی قسم کہ ابوسفیان کی جان جس کے ہاتھوں میں ہے نہ کوئی جنت ہے نہ کوئی جہنم۔

خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ عثمان کی بیعت کے وقت ابوسفیان نے حسین ابن علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

اے پسر برادر! مجھ کو قبرستان بقیع لے چلو، یہاں تک کہ وسط قبرستان میں پہنچ کر تیرے باپ ابوسفیان نے اصحاب جیسے شہیدوں کو خطاب کرکے با آواز بلند کہا اے اہل قبور! جس چیز کی خاطر تم سے جنگ کر رہے تھے وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اور تم لوگ بوسیدہ ہڈیاں ہو۔ یہ سن کر حسین ابن علی علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند عالم تیرے سفید بالوں اور تیرے چہرہ کو قبیح وزشت بنادے۔ اگر نعمان ابن بشیر ہاتھ تھام کر مدینہ واپس نہ لاتا تو وہ ہلاک ہی ہو جاتا، پس یہ تھا تیرا حال اور یہ تھی تیری داستان۔

اے ومعاویہ! کیا میری کسی ایک بات کا جواب دے سکتا ہے؟

اور تیری لعنت کے موارد میں سے ایک یہ ہے کہ تیرے باپ نے مسلمان ہونے کا قصد کیا اور تو نے قریش کے درمیان معروف ومشہور اشعار بھیج کر اس کو اسلام لانے سے منع کر دیا اور دوسرا دن تھا کہ عمر بن خطاب نے تجھ کو شام کا والی بنایا اور تو نے اس سے خیانت کی اور جب عثمان نے والی بنایا تو تو نے برائی روش اختیار کرتے ہوئے کسی حادثہ اور اس کی موت کا انتظار کرتا رہا، اس کے بعد تو نے خدا اور رسول پر سب سے بڑی جرأت یہ کی تھی کہ امام علی کی

اسلام میں سبقت اور ان کی افضلیت کو جانتے ہوئے بھی ان سے جنگ کی اور تم یہ بھی علم رکھتے ہو کہ خدا وصالحین کے نزدیک اس حکومت کے سب سے زیادہ حق رکھنے والے امام علی ہی ہیں اور تو نے لوگوں کو اندھے کی مانند اپنی طرف کھینچا اور بہت ساری مخلوق کا خون دھوکہ وفریب سے بہایا اور تو نے اس شخص جیسا کام کیا جو نہ معاد وقیامت کا اعتقاد رکھتا ہو اور نہ عذاب سے ڈرتا ہو، جب تیری موت آئے گی تو تیرا ٹھکانہ بہت بری جگہ ہوگا اور امام علی کی قیامگاہ بہترین جگہ ہوگی اور خداوند عالم تیری تاک میں لگا ہوا ہے۔

اے معاویہ! یہ سب کچھ تیرے لئے تھا اور جن تیرے عیوب اور تیری برائیوں سے میں نے صرف نظر کیا ہے وہ صرف بحث کے طولانی ہونے کی وجہ سے ہے (ورنہ میں سب کچھ بتا دیتا)

اور اے عمرو ابن عثمان! تو اپنی حماقت کی وجہ سے اس لائق نہیں ہے کہ تو ان امور کے بارے میں کوئی جستجو وغور وفکر کرسکے تمہاری مثال تو اس مچھر کی سی ہے جس نے درخت خرما سے کہا سنبھلنا میں نیچے آرہا ہوں۔ درخت خرما نے نے جواب دیا مجھے تیرے بیٹھنے کی ہی خبر نہیں تو اترنے سے کیا فرق پڑے گا۔

خدا کی قسم! مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تو مجھ سے ایسی دشمنی کی جرأت کرے گا، جو مجھ پر سخت ہو لیکن تیری بیہودہ گوئی کا جواب ضرور دوں گا، تیرے امام علی پر سب وشتم کرنے سے مراد کیا ان کے حسب میں کوئی نقص ہے؟ یا رسول خدا ﷺ سے دوری کی وجہ سے ہے؟ یا ان سے اسلام میں کوئی برائی پیدا ہوئی ہے؟ یا کسی حکم میں ظلم کیا ہے یا وہ دنیا کی طرف مائل ہو گئے ہیں؟ اگر ان میں تو کچھ بھی کہے تو تو جھوٹا ہے۔ تو نے کہا کہ ہم بنی عبدالمطلب میں سے ۱۹ مقتولین بنی امیہ کے خون کے طالب ہیں، ان سب کو خدا اور اس کے رسول ﷺ نے قتل کیا، مجھے اپنی جان کی قسم! بنی ہاشم کے انیس اشخاص اور اس کے بعد تین اشخاص اور قتل کئے گئے اور بنی امیہ کے انیس افراد اور انیس افراد ایک ہی مقام پر قتل کئے گئے اس کے علاوہ دوسری جگہ پر بھی قتل کئے گئے کہ جن کی تعداد سوائے خدا کوئی نہیں جانتا۔

ایک روز رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

جب وزغ (جیسے افراد جو شر وفساد پھیلانے والے، بہت ڈرپوک اور بزدل) کی تعداد تیس آدمیوں تک پہنچ جائے گی تو بیت المال کو لے کر آپس میں بانٹیں گے، خدا کے بندوں کی آزادی سلب کرلیں گے اور ان کو اپنا غلام بنالیں گے کتاب خدا، دین خدا کو تباہی کی جانب کھینچیں گے، جب ان کی تعداد تین سو دس (۳۱۰) ہو جائے گی تو ان

لوگوں پر لعنت ونفرین واجب ہو جائے گی اور جب ان کی تعداد چار سو پچھتر (۴۷۵) ہو جائے تو ان کی ہلاکت وتباہی خرما کے پکنے سے بھی جلدی ہوگی، سب لوگ اسی گفتگو میں لگے ہوئے تھے کہ حکم ابن ابی العاس آتا ہوا دکھائی پڑا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا آہستہ بات کرو کہ وزغ سن رہا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو اور اپنے بعد حکومت وخلافت پر قبضہ کرنے والوں کو خواب میں دیکھا آپ پر بہت گراں وشاق گذرا، پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا اور قرآن میں درخت ملعونہ یہ سب صرف لوگوں کی آزمائش ہے) ان سب سے مراد بنی امیہ ہیں اور پھر فرمایا (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) میں گواہی دیتا ہوں کہ شہادت امام علیؑ کے بعد تمہاری حکومت وسلطنت ہزار مہینے سے زیادہ نہیں چلے گی کہ جسے خدا نے اپنی کتاب میں معین فرمایا ہے۔

اور اے عمر عاص بد گو لعین ابتر ہے تو صرف ایک کتا ہے تیری ابتدا تیری بدکارہ ماں سے ہوئی تو مشرک بستر پر پیدا ہوا تیری سرپرستی وولایت کیلئے قریش کے کئی لوگوں نے دعویٰ کیا ابوسفیان ابن حرب، ولید ابن مغیرہ عثمان ابن حارث نضر ابن حارث ابن کلدہ، عاص ابن وائل، ہر ایک نے تجھے اپنا بیٹا بتایا۔ آخر میں تیرا باپ جو حسب میں سب زیادہ پست ہے اور منصب میں سب زیادہ خبیث اور ان سب میں سب سے زیادہ بدکار تھا، پھر تو بات کہنے کیلئے کھڑا ہوا اور کہا کہ میں محمد کا دشمن ہوں اور تیرے باپ عاص نے کہا محمد منقطع النسل ہے اور کوئی بیٹا نہیں رکھتا کہ اگر اس وموت آجائے تو اس کی نسل ختم ہو جائے گی۔ اس وقت خدا نے یہ آیت ﴿اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ نازل کی یعنی تمہارا دشمن منقطع النسل ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب تیری ماں فساد کاری کی خاطر عبد قیس کے پاس گئی ہوئی تھی اور جگہ جگہ جاکر جسم فروشی کرتی تھی اور اے عمرو! تو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن رہا ہے اور ان کی تکذیب بھی کرتا رہا ہے، پھر تو جعفر ابن ابیطالب اور ان کے ساتھی بادشاہ نجاشی حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والوں کے قتل کرنے کیلئے کشتی پر سوار ہو کر سب کے ساتھ حبشہ گیا آخرکار مکاری وعیاری وخیال بدنے خود تیرا گریبان پکڑ لیا اور تیر ابنایا ہوا نقشہ الٹا ہو گیا اور تیری امید نابود ہو گئی اور تیری جستجو وتلاش شکست سے دو چار ہو گئی اور تیرا مقصد نقش بر آب ہو کر رہ گیا (اور خداوند عالم نے کافرین کی آواز کو پست کر دیا اور دعوت خدا کی آواز نیز اسلام کے مقام کو بلند کر دیا)

قتل عثمان کے بارے میں تیری گفتگو:

اے بے حیا و بے دین! تو نے اپنے گھر کو جلایا پھر فلسطین بھاگ گیا اور اس فتنہ کے انجام کا منتظر تھا، قتل عثمان کی صرف خبر سن کر تو نے اپنے کو مکمل معاویہ کے حوالہ کر دیا اور اے خبیث! تو نے دوسرے کی دنیا کے لئے اپنے دین کو فروخت کر دیا۔

ہم اپنے بغض کی وجہ سے تمہاری ملامت کا قصد نہیں رکھتے اور اپنی محبت پر تمہاری سرزنش نہیں کرتے کیوں کہ زمانہ جاہلیت واسلام میں تو ہمیشہ بنی ہاشم کا دشمن رہا ہے تو ہی ستر بیت اشعار کے ذریعہ رسول خدا ﷺ کی ہجو کی اور آنحضرت ﷺ نے خدا سے عرض کیا پروردگارا میں اشعار کو اچھا نہیں سمجھتا اور شعر گوئی بھی مجھے زیب نہیں دیتی خداوندا! عمرو عاص کے کہے ہوئے اشعار کی ہر بیت کے عوض پر ہزار مرتبہ لعنت فرما، پھر اے عمرو! وہ شخص جس نے دوسرے کی دنیا کو اپنے دین پر اختیار کر لیا! تو نے نجاشی کے پاس بہت سے ہدایا روانہ کئے اور دوبارہ اس کے پاس جانے کا قصد کیا اور پہلے سفر کی شکست تجھے دوسرے سفر سے نہ روک سکی اور اس سفر میں خائب وخاسر واپس ہوا، تو امام جعفر صادقؑ اور ان کے ساتھیوں اور ان کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا اور جب تو نے اپنی امید و آرزو کو نہ پاسکا تو اپنے ساتھی عمارہ ابن ولید کے پاس آگیا۔

اے ولید بن عقبہ! خدا کی قسم میں بغض امام علیؑ پر تیری سرزنش نہیں کرتا کیوں کہ انھوں نے شراب خواری کی حد جاری کرتے ہوئے تجھے اسی تازیانہ مارا اور روز بدر تیرے باپ کو اسیر کرنے کے بعد اس کی گردن ماری۔ تم انہیں کیسے دشنام دے رہے ہو جس کو خدا نے قرآن کی دس آیتوں میں مومن کہا ہے اور تجھ کو فاسق کے نام سے یاد کیا ہے اور وہ آیت یہ ہے کہ کیا مومن فاسق کی طرح ہے وہ لوگ برابر نہیں ہیں (سورہ سجدہ، آیت/۱۸)

اے صاحبان ایمان اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب جستجو کرو تا کہ نادانستہ کسی کو نقصان نہ پہنچادو اور پھر اپنے کئے ہوئے پر پشیمان ہو (سورہ حجر، آیت/۶) تجھے قریش کے ذکر، یاد سے کیا غرض؟ تو شہر صفوریہ (اردن اور شام کے مضافات) کے عجمی کفار کے ایک شخص کا بیٹا ہے جس کا نام ذکوان تھا۔

تیرا گمان کہ ہم نے عثمان کو قتل کیا بخدا قسم! طلحہ وزبیر اور عائشہ کو امام علیؑ پر یہ تہمت لگانے کی ہمت نہ تھی تیری جرأت کیسے ہوئی میری خواہش یہ ہے کہ تو اپنی ماں سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھ کہ جب اس نے ذکوان کو چھوڑ دیا اور تجھے عقبہ ابن ابی معیط سے ملحق کر دیا، خدا نے تمہارے اور تمہارے ماں باپ کیلئے دنیا وآخرت میں جو ذلت ورسوائی رکھی ہے، اور اس عمل سے اس نے برتری ورفعت کا لباس پہن لیا اور اس کے ساتھ خدا بندوں پر ستم

کرنے والانہیں ہے۔

پھر اے ولید! تو جسے اپنا باپ کہہ رہا ہے سن وسال میں تو اس سے بڑا ہے، اس رسوائی کے ساتھ تو امام علی پر سب وشتم کرنے کیلئے اپنی زبان اور اپنے لبوں کو کیسے کھولتا ہے؟ بہتر یہ ہے کہ تو اپنے باپ سے اپنے نسب کو ثابت کرنے میں مشغول رہے نہ کہ کوئی دوسرا مدعا اور تیری ماں نے تجھ سے بتایا ہے کہ اے میرے فرزند تیرا حقیقی باپ عقبہ ابن ابی معیط سے بھی زیادہ خبیث ہے۔

اور تو اے عتبہ ابن ابوسفیان! کسی حساب وشمار میں ہی نہیں ہے کہ میں تمہارا جواب دوں، صحیح بات تو سمجھتا ہی نہیں کہ میں تجھ سے خطاب وعتاب کروں، نہ تیرے اندر کوئی خیر وخوبی ہے کہ کوئی امید لگائی جائے اور نہ کسی شر کرنے کے لائق ہے کہ اس سے خوف کیا جائے تو نے امام علی کو دشنام دی مگر میں تیری توبیخ وسرزنش کے لئے حاضر نہیں ہوں کیوں کہ تو میرے نزدیک امام علی کے ایک غلام کے برابر بھی نہیں ہے کہ تیری بکواس کا جواب دوں بلکہ خداوند تیری اور تیرے باپ ماں اور بھائی کے تاک میں لگا ہے اور تو اس کی نسل میں سے ہے جن میں خدا نے اس طرح وصف کی ہے محنت کرنے والے تھکے ہوئے دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، انھیں کھولتے ہوئے پانی کے چشمہ سے سیراب کیا جائے گا ان کیلئے کھانا سوائے خاردار جھاڑی کے کچھ نہ ہوگا۔ جو نہ موٹائی پیدا کر سکے اور نہ بھوک کے کام آ سکے (سورہ غاشیہ، آیت ر ۳ تا ۷)

تو مجھے قتل سے ڈرا رہا ہے تو کیوں اس کے قتل پر کمر بستہ نہیں ہوتا جس کو تو نے اپنے بیوی کے بستر پہ پایا حالانکہ وہ اس کے فرج میں تیرا شریک اور تیری فرزندی میں بھی شریک ہو گیا یہاں تک کہ غیر کے بیٹے کو بھی تجھ سے منسوب کر دیا تجھ پر وائے ہو مجھے ڈرانے دھمکانے سے بہتر ہے کہ تو اپنے نفس کو اس سے اپنا حق لینے پر وادار کرتا۔ میں تم سب کو امام علی کو دشنام دینے کی وجہ سے ملامت نہیں کروں گا کیوں کہ انھوں نے میدان جنگ میں تیرے بھائی کو قتل کیا اور اپنے چچا حمزہ کی شرکت میں تیرے دادا کو قتل کیا۔ خداوند عالم نے ان کے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ ان دونوں کو آتش جہنم میں پہنچا دیا اور انھیں دردناک عذاب کا مزہ چکھایا اور رسول خدا ﷺ کے حکم سے تیرے چچا کو شہر بدر کر دیا گیا۔

اور یہ بات کہ میں خلافت کا امیدوار ہوں تو میرے جان کی قسم! اگر ایسا ہی ہو تو میں اس کا سزاوار ہوں اور تو نہ اپنے بھائی کیطرح ہے اور نہ اپنے باپ کا جانشین کیوں کہ تیرا بھائی سب سے زیادہ احکام الٰہی سے سرپیچی کرتا اور

مسلمانوں کے خون بہانے میں زیادہ کوشاں رہتا ہے، جس کی اہلیت بھی نہیں رکھتا اسے چاہتا ہے، لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اور ان کے ساتھ فریب کرتا ہے وہ اللہ سے بھی مکر کرتا ہے اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

تو نے کہا کہ تمہارا باپ قریش کا بدترین شخص قریش کیلئے تھا، خدا قسم! اس نے نہ کسی مرحوم کی تحقیر کی اور نہ کسی مظلوم کو قتل کیا۔

اور تو اے مغیرہ ابن شعبہ! تو دشمن خدا تارک قرآن رسول خدا کی تکذیب کرنے والا اور تو مرتکب زنا ہوا، تمہارے لئے رجم سنگسار واجب ہے اور تیرے اس گناہ پر عادل صالح پرہیزگار لوگوں نے گواہی دی تیری سنگساری میں دیر کر دی گئی اور حق کو باطل سے دفع کیا گیا اور صدق وصداقت کو کذب و دروغ سے رد کیا گیا ہے اور یہ اس خاطر ہے کہ خدا نے تیرے لئے دردناک عذاب مہیا فرمایا ہے، دنیا کی ذلت سے بدتر عذاب آخرت کی رسوائی ہے تو وہی شخص ہے جس نے رسول خدا کی دختر گرامی پر ضرب لگائی یہاں کہ وہ لہولہان ہو گئیں اور شکم کا بچہ ساقط ہو گیا، تیرا یہ عمل رسول خدا کی تذلیل کے مترادف اور ان کے امر کی مخالفت اور ان کی ہتک حرمت تھی حالانکہ رسول خدا نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا: اے فاطمہ! تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ اے مغیرہ! خود خداوند عالم نے تجھ کو جہنم کے راستہ پر چھوڑا اور تو نے جو کچھ اپنی زبان پر جاری کیا ہے اس کا وبال خود تیرے سامنے آئے گا تو نے ان تین باتوں میں سے کس وجہ سے علی-پر سب وشتم کیا؟ کیا ان کے نسب میں کوئی عیب تھا؟ اور کیا وہ رسول خدا سے دور تھے؟ یا اسلام میں ان کی وجہ سے کوئی برائی پیدا ہوئی؟ یا کسی حکم وفیصلہ میں کسی پر ظلم کیا ہے؟ یا دنیا کی طرف مائل ہو گئے؟ اگر ان میں سے کچھ بھی کہا تو جھوٹا ہے اور سب تیری تکذیب کریں گے۔

کیا تیرا گمان ہے کہ امام علی-نے عثمان کو مظلوم قتل کیا؟ خدا قسم! امام علی-اس معاملہ میں ہر ایک ملامت کرنے والے سے زیادہ متقی وپاکیزہ ہیں۔ میری جان کی قسم! اگر علی-نے عثمان کو مظلوم قتل کیا تھا تو قسم خدا کی تو کسی کام کا نہیں تھا کیوں کہ تو نے زندگی میں نہ ان کی مدد کی اور نہ ان کی موت پر تو نے افسوس کیا اور ہمیشہ تیرا ٹھکانہ وہی طائف ہے جہاں سے تو ہمیشہ فساد وفتنہ پیدا کرتا ہے اور جاہلیت کا احیاء کرتا ہے اور اسلام کو کمزور اور نابود کرتا ہے یہاں تک کہ کل جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور حکومت کے بارے میں تیری گفتگو اور جس ملک پر تو نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بارے میں تمہارے دوستوں کا بیان۔

فرعون نے مصر میں چار سو سال حکومت کی اور اس نے دو نبی مرسل موسیٰ وہارون کو اذیت پہنچائی یہ وہی ملک خدا

ہے جسے وہ نیکو کار کو بھی دیتا ہے اور فاجر و فاسق کو بھی۔ ارشاد خداوندی ہے اور میں نہیں جانتا شاید تا عذاب تمہارے واسطے آزمائش ہو یا معین موت تک کا آرام ہو (سورۂ انبیاء، آیت ۱۱۱) اور ہم نے جب بھی کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے ثروت مندوں پر احکام نافذ کر دیئے اور جب انھوں نے ان کی نافرمانی کی تو ہماری بات ثابت ہوگئی اور ہم نے ان کو مکمل طور پر تباہ کر دیا (سورۂ اسراء، آیت ۱۶)

پھر امام حسنؑ اپنے لباس کو جھاڑتے ہوئے اٹھے اور فرمایا: خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے ہیں (سورۂ نور، آیت ۲۹)

خدا کی قسم! اے معاویہ! تو اور تیرے اصحاب اور تیرے دوست سب کے سب اسی گروہ سے ہیں اور پھر خدا نے فرمایا:

پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں اور جو کچھ ان کے خلاف کہا جاتا ہے وہ لوگ اس سے بیزار ہیں اور انھیں کیلئے حقیقی مغفرت اور بہترین روزی ہے (سورۂ نور آیت ۲۶)

یہ گروہ علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے اصحاب اور ان کے شیعوں کا ہے۔

پھر امامؑ نے وہاں سے نکلتے ہوئے فرمایا:

تم جس عمل کے مرتکب ہوئے ہو اس کا وبال چکھو اور خدا نے جو کچھ تیرے لئے اور ان کے لئے مہیا کیا ہے وہ دنیا کی ذلت اور آخرت کا دردناک عذاب ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر اپنے اصحاب سے کہا کہ تم لوگوں نے جو جنایت کی اس کا مزہ چکھو۔

ولید ابن عقبہ نے کہا: خدا قسم! ہم نے وہی مزہ چکھا جو آپ نے چکھا اور اس نے آپ کے علاوہ کس پر جرأت نہیں کی۔ معاویہ نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اس کو نیچا نہیں دکھا سکتے، اگر تم نے پہلے ہی میری بات مان لی ہوتی تو وہ نہ کامیاب ہوتا اور نہ ہم رسوا ہوتے، خدا کی قسم! وہ یہاں سے اٹھے مگر یہ کہ اس نے میرے لئے اس گھر کو تاریک کر دیا اور میں نے بہت کوشش کی کہ یہی حالت اس کی ہو جائے لیکن نہ ہوا، آج کے بعد اے بنی امیہ تمہارے اندر کوئی خوبی باقی نہیں رہی راوی کہتا ہے کہ اس ذلت کی خبر جو امام حسنؑ کی طرف سے معاویہ اس کے اصحاب کو ملی تھی جب مروان ابن حکم کو ملی تو اس نے ان سے جا کر پوچھا کہ کون سی مصیبت و کدورت تم پر امام حسنؑ کی طرف سے نازل ہوئی؟ انھوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ مروان نے کہا ان کو یہاں حاضر کر۔ میں ان کے باپ اور ان

کے تمام اہل بیت کو برا بھلا کہوں گا کہ تمام قریش کے تمام غلام و کنیز جھومنے لگیں گے۔

معاویہ اور سب نے کہا یہ فرصت کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے پائے کیوں کہ سب اس کی بدزبانی و بےہودہ گوئی جانتے تھے۔

مروان نے کہا: اے معاویہ! ان کو دوبارہ بلواؤ۔ اس نے امام حسنؑ کے پاس کسی کو بھیجا جب وہ امامؑ کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا:

یہ طاغوت و شیطان مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ خدا قسم! اگر دوبارہ انھوں نے وہی باتیں کہیں تو ان کی اور ان کے کانوں کو قیامت تک کیلئے عار و ننگ سے پُر کر دوں گا۔

جب امامؑ اس کی مجلس میں دوبارہ پہنچے تو جیسے ان کو وہاں چھوڑ کر گئے تھے سب کو ویسے ہی پایا، صرف مروان کا اضافہ ہوا تھا۔

امام حسنؑ آگے بڑھے اور تخت پر معاویہ و عمرو عاص کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر معاویہ سے پوچھا تو نے دوبارہ کیوں بلایا؟

معاویہ: مجھے کوئی غرض نہیں ہے، اس مروان نے بلوایا ہے۔

مروان نے ان سے کہا: اے حسنؑ کیا آپ نے قریش کے لوگوں کو دشنام نہیں دی ہے؟

امامؑ: تیرا مقصد کیا ہے؟

مروان: خدا قسم! تجھے تیرے باپ و تیرے گھر والوں کو ایسی گالی دوں گا کہ قریش کے تمام غلام و کنیز خوش ہو جائیں گے۔

امام حسنؑ! اے مروان! میں تو تجھے اور تیرے باپ کو کچھ نہیں کہتا بلکہ خود خدا نے تجھ کو تیرے باپ کو اور تیرے گھر والوں کو اور تیرے باپ کی صلب سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کو اپنے رسول ﷺ کی زبان سے ملعون قرار دیا ہے۔

خدا قسم! اس بات سے نہ تو انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایک لعنت جو رسول اللہ ﷺ نے تجھ سے اور اس سے قبل تمہارے باپ کیلئے مخصوص کیا ہے مگر افسوس کہ تم اس کا اثر ہونے کے بجائے کہ تو کچھ ڈرتا تیری شیطانی قوت میں اضافہ ہو گیا اور خدا رسول ﷺ نے سچ فرمایا اور قرآن میں شجرہ ملعونہ بھی ایسا ہی ہے اور

ہم لوگوں کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی جاتی ہے (سورہ اسراء، آیت ۶۰)

اے مروان! تو اور تیری نسل بقول خود محمد ﷺ عربی قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ ہے۔

معاویہ نے اٹھ کر امام حسنؑ کے دہن پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا:

اے ابومحمد! آپ ناسزا و ناروا کہنے والے نہ تھے اور نہ ہیں۔

امام حسنؑ لباس جھاڑتے ہوئے اٹھے اور چلے گئے پس ایک ایک کر کے غصہ و حزن وملال اور روسیاہ ہو کر پراگندہ ہو گئے۔

امام حسن ابن علی علیہ السلام کے فخر ومباہات کا واقعہ

امام حسنؑ کا فخر ومباہات معاویہ، مروان، مغیرہ، ولید، عتبہ پر:

جیسا کہ نقل ہوا ہے کہ ایک دن امام حسنؑ معاویہ کے پاس آئے اس کے پاس وہی پورا گروہ موجود تھا پس ہر ایک نے بنی ہاشم پر اپنی فضیلت جتانا اور مباہات کرنا شروع کیا اور بنی ہاشم کے عیوب بیان کئے اور ایسی باتیں کیں جس سے امام ناراحت ہوئے۔ امام نے اسی وقت اپنے لبوں کو کھولا اور فرمایا: ہم عرب کے تمام شعبوں میں سے بہترین شعبہ سے ہیں، ہمارے آباء واجداد عرب کے بزرگ ترین لوگوں میں ہیں فخر وخوش نسبی ہمارے حصہ میں ہے حسب کی سخاوت وبخشش ہمارے لئے ہے ہم اس بہترین درخت سے ہیں جس سے پر برکت شاخیں نکلتی ہیں عمدہ پھل ظاہر ہوتے ہیں جو مضبوط واستوار تن وبدن رکھتا ہے اسلام کی اصل وبنیاد اور نبوت کا علم اور خدائے منان کا احترام واکرم ہمارے بزرگوں کا ہی حصہ ہے جب فخر نے سر بلند کیا تو ہم کو اپنے سر پر بیٹھایا۔ جب ہم سے عزت وشرف کو روکا گیا تو ہم بلند ہوتے گئے بلکہ عزت وشرف نے ہمارے توسط سے ہی عزت وشرف پایا ہے ہم وہ بحرا مواج ہیں جو کمی کو قبول نہیں کرتے اور وہ بلند پہاڑ ہیں جس تک کوئی ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

مروان ابن حکم آپ نے اپنی مدح وتعریف کی اور اپنی ناک کٹائی، افسوس افسوس!

اے حسنؑ! آپ کہاں اور ہمارا فخر وہماری بزرگی کہاں؟ خدا قسم! ہم لوگ بادشاہ وسردار اور دنیا کے عزیز ترین بزرگ ہیں ہم تمہاری عزت کے لئے رکاوٹ نہیں ہیں لیکن تم کہاں اور ہماری عزت وسربلندی کہاں! کوئی بھی فخر ومباہات ہماری عزت وشرافت کو نہیں پاسکتا پھر یہ دو شعر پڑھے، جس کا "ترجمہ":

ہم نے پاکیزہ محترم جانوں کو آرام اور شفا دیدیا تاکہ اس کی عزت آئندہ لوگوں کو پہنچے گی اور
غنیمت کے ساتھ ہماری جانب رجوع کرے گی اور بادشاہوں کے ساتھ ہمارے ہمسایہ ہوگئے۔

پھر مغیرہ ابن شعبہ نے امام حسنؑ کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کو نصیحت کی مگر انھوں نے قبول نہیں کیا، اگر قطع رحم نہ ہوتا تو میں بھی اہل شام سے مل جاتا حالانکہ تمہارے باپ اچھی طرح جانتے تھے میں تمام امور سے واقف وخبردار ہوں قبیلہ قیس کا غوغا وقبیلہ ثقیف کا حکم اور تمام قبائلی حالات کی بنیاد پر ہی ایک تجربہ کار شخص تھا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اے مروان تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیرے اس بے ہودہ کلام سے ڈر جاؤں گا اور کمزور و عاجز ہو جاؤں گا؟ تو مجھے خودستائی کرنے والا کہہ رہا ہے حالانکہ میں فرزند رسول خدا ہوں؟ میں اپنے اوپر نازاں ہوں کیونکہ میں جوانان جنت کا سردار ہوں؟

تجھ پروائے ہو! کون اپنے نفس کی بلندی چاہتا ہے؟ اور اس پر لاف زنی کرتا ہے جو عاجز و ناتوان ہے؟ ہم اہل بیت رحمت و کرامت کے معدن منتخب شدہ لوگوں کے مرتبہ و منزلت ذخیرۂ ایمان کا خزانہ اور اسلام کے نیزے و دین کی تلوار ہیں تیری ماں تیری موت کے غم میں روئے، تو اس سے قبل ساکت و خاموش نہیں ہوگا کہ میں تیری مصیبت سے تیرے سینہ کو چھلنی کر دوں اور ایسا داغ دوں کہ تو ہر نام ونشان سے بے نیاز ہو جائے؟ تو نے حکومت و غنیمت کی نسبت اپنی جانب مرجع و ماوئی کی دی ہے کیا اس سے تیری مراد وہ دن ہے جب تو نے راہ فرار اختیار کی اور خوف کے سبب کسی کو بھی مڑ کر نہیں دیکھا اور اپنے کو سب کی نگاہ میں خوار و ذلیل کر دیا؟ جان لے کہ روز جنگ تیرا مال غنیمت کی خاطر فرار وہ خیانت ہے جو تو نے طلحہ کو قتل کر کے اس کے ساتھ کی ہے خدا تیرے چہرہ کو قبیح و زشت کر دے تو کتنی موٹی گردن اور موٹی چمڑی والا ہے۔

مروان نے یہ سب باتیں سن کر سر جھکا لیا اور مغیرہ مبہوت رہ گیا۔

پھر امام نے مغیرہ کی جانب رخ کر کے فرمایا: اے اعور ثقیف! تجھ سے قریش سے کیا مطلب کہ میں تجھ پر فخر کروں، تجھ پر وائے ہو تو مجھ کو جاہل بنانا چاہتا ہے؟ میں کنیزان خدا کی منتخب اور تمام عورتوں کی سرادر کا بیٹا ہوں، رسول خدا نے ہم کو علم الٰہی کی غذا دی ہے اور ہمیں تاویل قرآن اور مشکلات احکام کو سکھایا ہے عزت غالب و بلند مرتبہ کلمہ اور فخر و خصوصیت سب کچھ ہمارے لئے ہے اور تو اس قوم سے ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان کا کوئی نسب ثابت نہ تھا اور اب اسلام میں بھی ان کا کوئی حصہ نہیں ہے تو ایک بھاگا ہوا غلام ہے کارزار کے شیروں اور زمانہ کے دلیروں کے مقابل کیا فخر و فضیلت ہو سکتی ہے ہم سید و سردار ہیں اور ہم ہی صاحبان رائیت اور علم و عرفان علامت ہیں، ہم ہی اپنی اطراف و جوانب سے عار و ننگ کو دور کرنے والے ہیں میں پاک و پاکیزہ اور نجیب کا فرزند ہو پھر تو نے اپنے زعم میں بہترین نبی کے بہترین وصی کی طرف اشارہ کیا جو تمہارے عجز و مجبوری کو اور تمہارے ظلم و جور کو تمام امت سے زیادہ جاننے والا و سمجھنے والا ہے اور میرا حق ہے کہ جو بغض و حسد علی کی نسبت تیرے سینہ میں ہے اور جو خیانت تیری آنکھوں میں ہے اسے خود تیری ہی طرف پلٹا دوں۔

افسوس! یہ درست نہیں کہ وہ گمراہوں کی مدد کریں تیرا گمان ہے کہ اگر تو میدان صفین میں قیس کی طرفداری اور علم ثقیف کے ساتھ ہوتا تو امام علی کے ساتھ زیادتی کرتا تیری ماں تیرے غم میں روئے یہ سب کیسے؟ کیا تو میدان کارزار میں عاجز و مجبور اور وقت جنگ بھاگنے والوں میں نہیں تھا؟

بخدا قسم! اگر تمام شجاعان عرب امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے خلاف رکاوٹ بن جائیں پھر بھی تو جان لے ان کے لئے کوئی بھی رکاوٹ نہیں بن سکتا اور آخر کار سب کے سب تیرے غم میں نالہ و زاری کریں گے۔

قیس کی بد خلقی و حمایت اور خود قیس سے تمہارا کیا کام و تعلق ہے؟ تو صرف ایک فراری غلام ہے جو اپنے کو ثقیف سے منسوب کرتا ہے تو اپنے کو کسی دوسرے سے جوڑے کہ تو ان لوگوں میں نہیں ہے تو جنگ کے مقابل گھوڑوں کی دیکھ بھال اور گلہ بانی اور جانوروں کے چرانے و نگہبانی سے زیادہ واقف و ماہر ہے۔

رہ گیا غلاموں و نوکروں کا علم سے مطلب کیا ہے؟ پھر تو نے امیر المومنین علی کی ملاقات کی تمنا کی تو جانتا ہے کہ علی ایک شیر دلیر ہیں میدان کے بڑے بڑے بہادران پر حملہ کرنے اور ان پر غالب ہونے کی قدرت نہیں رکھتے، تو بچوؤں کے قصد سوا ے کیا ہوگا۔

تیرا نسب ناشناختہ اور تیری قرابت مجہول ہے تیرا نسب در شتہ الماہی ہے جیسے کہ دریائی حیوانات کا رابطہ جنگلوں کے ہرنوں سے بلکہ تیرا رشتہ اس سے بھی دور ہے۔

جب امام نے فرمایا: بنو امیہ مجھے غلاموں سے بات کرنے اور ان پر فخر کرنے سے معاف رکھیں، تو اس وقت مغیرہ نے امام پر حملہ کرنے کا قصد و ارادہ کر لیا تھا معاویہ نے کہا کہ اے مغیرہ! واپس ہو جا کہ یہ لوگ عبد مناف کے فرزند ہیں دلاوران عرب کو ان سے مقابلہ کی تاب و تواں نہیں ہے اور ان پر کوئی فخر و مباہات نہیں کر سکتا۔ پھر اس نے امام کو قسم دی کہ اب آپ کچھ نہ بولیں امام نے سکونت اختیار کر لیا۔

منقول ہے کہ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ امام حسنؑ سے کہو وہ منبر پر جا کر خطبہ دیں شاید وہ ایسا نہ کر سکیں اور ہم ہی ان کیلئے عیب جوئی و کمزوری کا وسیلہ بنا لیں، معاویہ نے ایسا ہوا اور شام کے بزرگوں اور لوگوں کی ایک جماعت وہاں جمع ہوئی پھر امام نے حمد و ثنائی الٰہی کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جس نے مجھ کو پہچانا میں وہی ہوں جس کو پہچانا جا چکا ہے اور جس نے مجھے نہیں پہچانا وہ جان لے کہ میں علی ابن ابیطالب کا فرزند حسن ہوں، رسول خدا کے پسر عم کا بیٹا ہوں جو سب سے پہلے اسلام لائے میری ماں

فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں اور محمد اللہ کے رسول و نبی رحمت میرے نانا ہیں میں بشیر کا فرزند ہوں میں پیغمبر نذیر کا فرزند ہوں میں سراج منیر کا فرزند ہو، میں اس کا بیٹا ہوں جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں جو تمام جن وانس کے لئے پیغمبر بن کر آیا۔

پھر معاویہ نے کہا اے ابومحمد! تازہ کھجور کے بارے میں بیان کیجئے؟

امام حسن کھجور کو ہوا نمو وترقی دیتی ہے اور گرمی اسے پکاتی ہے اور رات اس کو سرد و تازہ و معطر بناتی ہے۔

پھر امام نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: میں مستجاب الدعوت، شافع روز گار کا فرزند ہوں میں اس کا فرزند ہوں جو قبر سے پہلے اٹھایا جائے گا میں اس کا فرزند ہوں جو باد ر جنت کو کھٹکھٹائیگا تو وہ کھل جائے گا، میں اس کا فرزند ہوں، جس کے ساتھ ملائکہ نے جنگ کی اور غنیمت اس کیلئے ہوئی، ایک مہینہ کی دوری سے اس کو رعب دے کر اس کی مدد کی گئی۔

امام ایسی باتیں مسلسل کرتے رہے یہاں تک معاویہ کیلئے دنیا تیر و تار ہوگئی اور سب نے امام کو پہچان لیا پھر آپ منبر سے نیچے آئے۔

معاویہ! اے حسن! آپ خلافت کی امید رکھتے ہیں لیکن آپ اس کے لائق نہیں ہیں۔

امام حسن: خلیفہ وہ شخص ہے جو سیرت رسول اللہ پر اور اطاعت خدا پر عمل کرے وہ خلیفہ نہیں ہے جو ظلم وجور کے راستہ پر چلے اور نبی کی سنتوں کو معطل کردے اور دنیا کو ماں باپ بنالے لیکن وہ اس حاکم کا کام ہے جو کچھ ہی دن کے لئے حکومت پائے اور جلد ہی اس کی لذات و مزے ختم ہو جائیں اور سختی و مصیبت اس کے گریبان کو پکڑے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے کہ اور میں نہیں جانتا شاید یہ تمہارے لئے آزمائش و امتحان ہو اور وقت مرگ تک ہو۔

امام نے اپنے ہاتھ سے معاویہ کیطرف اشارہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور واپس ہوگئے۔ اس وقت معاویہ نے عمر وعاص سے کہا خدا قسم! اس عمل سے تیرا مقصد صرف مجھ کو ذلیل و رسوا کرنا تھا، خدا قسم! اس سے قبل اہل شام حسب وغیر حسب میں میرے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ حسن ابن علی۔ کو جو کہنا تھا وہ کہا۔

عمر وعاص نے کہا: لوگوں میں حسن ابن علیؑ کی محبوبیت ایسی آشکار و واضح ہے کہ جس کو ختم و بدلا نہیں جاسکتا، اب معاویہ ساکت ہوگیا۔

شعبی سے منقول ہے کہ ایک روز معاویہ وارد مدینہ ہوا اور خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور علی ابن ابیطالب پر حملہ

کیا، اس وقت امام حسنؑ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوگئے اور حمد وثنای الٰہی کے بعد فرمایا (جان لو) کوئی بھی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر اس کے اہل بیت میں سے اس کا وصی و جانشین بنایا گیا، اور کوئی نبی نہیں ہے مگر مجرمین سے اس کا کوئی دشمن ضرور ہوا۔ بیشک علی ابن ابی طالب رسول خداﷺ کے بعد ان کے وصی و جانشین ہیں، میں علیؑ کا فرزند ہوں اور تو ایک صخر کا بیٹا ہے۔ تیرا جد حرب ہے۔ لیکن میرے جد رسول خداﷺ ہیں، تیری ماں ہندہ ہے اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں، میری جدہ خدیجہ الکبری ہیں اور تیری جدہ نثیلہ ہے، پس خداوند تعالی از نظر حسب ہمارے بدترین لوگوں پر اور از نظر کفر ہمارے قدیم ترین لوگوں پر اور ہمارے بدسابقہ لوگوں پر اور ہمارے منافق ترین لوگوں پر لعنت کرے، تمام حاضرین نے ایک ساتھ آمین کہا۔

معاویہ نے یہ حالت دیکھی اور منبر سے نیچے اتر آیا اور ان (امام) کے خطبہ کو قطع کردیا۔

منقول ہے کہ جب معاویہ کوفہ آیا، لوگوں نے اس سے کہا: لوگوں کی نگاہ میں حسن ابن علی۔ کا بہت مرتبہ و مقام ہے، اگر تو ان کو اپنے منبر کے نیچے خطبہ دینے کا حکم دے تو یہ عمل ان کیلئے غم وملال کا سبب ہوگا اور جب تقریر کرنے سے عاجز ہوں گے تو لوگوں کی نگاہوں سے گر جائیں گے، معاویہ نے مخالفت کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور قبول کرنا پڑا پھر اس نے امام کو پائین منبر کھڑے ہوکر خطبہ کا حکم دیا، اور آپ نے حمد وثنای خدا سے خطبہ شروع کیا اور پھر فرمایا:

امابعد! اے لوگو! اگر تم کسی ایسے کو تلاش کرو جس کے جد نبی اکرم ہوں تو میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی کو بھی نہیں پاؤ گے جس کے جد نبی اکرم ہوں، رسول خدا کی جگہ منبر پر بیٹھے ہوئے معاویہ کیطرف اشارہ کرتے امامؑ نے فرمایا کہ ہم نے اس طاغیہ (سرکش) سے ہاتھ ملایا اور اس سے صلح کو قبول کرلیا اور خون مسلمین کے بہانے کے بجائے اس کے بچانے کو مقدم رکھا اور اس کو برتر سمجھا اور معاویہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میں نہیں جانتا شاید تمہاری آزمائش ہو اور دنیا کی لذتیں موت ہی تک ہیں بس معاویہ نے کہا: اس کلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟

امام حسنؑ: وہی جو خدا کا ارادہ ہے۔

معاویہ کھڑا ہوا اور اس نے ایک کفر دوست خطبہ دیا اور اس میں امیر المومنین کو دشنام دیا۔

اس وقت امام حسنؑ نے فرمایا: اے ہند جگر خوار کے بیٹے۔ تیرے جیسا امام علیؑ کو دشنام دیتا ہے؟ حالانکہ رسول خداﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام علیؑ کو گالیاں دیں اس نے مجھ کو گالیاں دیں اور جس نے مجھ کو گالیاں دیں اس نے خدا کو گالیاں دیں اور جو خدا پر سب وشتم کیلئے زبان کھولے اسے خدا ہمیشہ دوزخ میں رکھے گا

اور اس کیلئے ہمیشہ عذاب رہے گا۔

پھر امامؑ منبر سے اترے اور گھر میں چلے گئے پھر اس کے بعد کبھی اس (معاویہ) نے اس مسجد میں قدم نہیں رکھا۔

امام حسن ابن علی علیہ السلام کا معاویہ سے احتجاج

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مقام امامت کیلئے کون سزاوار تھا:

(اس سے پہلے معاویہ سے امامت کے بارے میں عبداللہ ابن جعفر طیار و عبداللہ نے احتجاج کیا تھا)

سلیم ابن قیس نے عبداللہ ابن جعفر سے روایت کی ہے کہ ایک دن مجھ سے معاویہ نے کہا تم امام حسن و امام حسینؑ کی کتنی تکریم و تعظیم کرتے ہو؟ وہ دونوں نہ تو تم سے اور نہ ان کے باپ تمہارے باپ سے برتر ہیں۔ اگر فاطمہؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ تمہاری ماں اسما بنت عمیس فاطمہ سے کمتر نہیں ہے۔

جناب عبداللہ کہتے ہیں کہ اس کی اس بات سے مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں برداشت نہیں کر سکا اور کہا کہ درحقیقت تجھے امام حسنؑ امام حسینؑ اور ان کے والدین کی معرفت بہت کم ہے۔ خدا کی قسم وہ دونوں مجھ سے بہتر اور ان کے باپ میرے ماں باپ سے بہتر و برتر ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان سب کے بارے میں بہت سی باتیں سنی ہیں درانحالیکہ اس وقت میں بچہ تھا مگر سب مجھے یاد ہے اور میرے دل میں سب محفوظ ہیں۔

معاویہ نے کہا جو تم نے سنا بیان کرو خدا قسم! تم دروغگو نہیں ہو اس وقت وہاں سوائے معاویہ امام حسنؑ امام حسینؑ اور ابن عباس و ان کے بھائی فضل کے کوئی بھی موجود نہ تھا۔

عبداللہ: جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ اس سے زیادہ بزرگ و بلند ہیں۔

معاویہ: اگر وہ کوہ احد وحراء سے زیادہ بلند ہوں اور اہل شام میں سے کوئی بھی نہ ہو میرے لئے کچھ فرق نہیں ہے اور جب خداوند عالم نے تمہارے سید و سردار کو قتل کیا اور تمہاری جمع کو پراگندہ کر دیا اور حکومت اس کے اہل و معدن تک پہنچ گئی۔ اب تمہاری باتوں کی کوئی اہمیت نہیں اور تمہارا دعویٰ مجھے کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں ہے۔ عبداللہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمام اہل ایمان پر ان کے نفس سے زیادہ اولیت رکھتا ہوں، پس اے میرے بھائی علیؑ! تم بھی ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولیت رکھتے ہو اور امام علیؑ گھر میں ان حضرت کے سامنے تھے اور امام حسنؑ امام حسینؑ عمر ابن ام سلمہ، اسامہ ابن زید، فاطمہ، ام ایمن، ابوذر، مقداد اور زبیر ابن عوام بھی وہاں موجود تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ بازوئے امام علیؑ پر رکھا اور تین مرتبہ اس جملہ کی تکرار کی اور پھر ان کے بعد گیارہ اماموں کے امامت کی وضاحت وصراحت کی۔

فرمایا: میری امت میں بارہ گمراہیوں کے امام ہوں گے وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور گمراہ کرنے والے بھی ہوں گے ان میں سے دس بنی امیہ میں سے ہوں گے اور دو قریش سے ہوں گے اور ان تمام دس افراد کا گناہ بھی انہیں دو کے کاندھے پر ہوگا نبی اکرم نے ان دو کے نام بتائے اور پھر ان دس لوگوں کے نام بھی الگ الگ بیان کیئے۔

معاویہ: ان کا نام بتایئے۔

عبداللہ: فلاں فلاں، فلاں، صاحب سلسلۂ اور اولاد ابوسفیان سے اس کا بیٹا اور حکم ابن ابی عاص کے بیٹوں سے سات شخص کہ ان کا پہلا مروان ہے۔

معاویہ: اگر ایسا ہی ہے تو میں ہلاک وتباہ ہوگیا اور مجھ سے پہلے تینوں افراد اور ان کے طرفدار سب کے سب نابود ہوئے اور اس بات سے مہاجرین وانصار وتابعین میں تمام صحابہ ہلاک وتباہ ہوئے، سوائے آپ اہل بیتؑ کے اور آپ کے شیعوں ومحبوں کے سب ہلاک ہوئے۔

عبداللہ: بخدا قسم! جو کچھ میں نے کہا وہ حق ہے اور اسی طرح میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے۔

معاویہ نے امام حسنؑ وامام حسینؑ اور جناب ابن عباس سے مخاطب ہو کر کہا: عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں؟

یہ شہادت امیر المومنینؑ کے بعد معاویہ کا مدینہ میں پہلا سفر تھا جناب ابن عباس نے معاویہ سے کہا جن لوگوں کا نام عبداللہ نے لیا انھیں طلب کرو، پس اس نے کسی کے ذریعہ عمر ابن ام سلمہ اور اسامہ کو بلایا۔ سب نے عبداللہ کی حقانیت کی بالاتفاق گواہی دی کہ جو کچھ انھوں نے رسول ﷺ اکرم سے سنا ہم نے بھی سنا ہے۔

پھر معاویہ نے امام حسنؑ وامام حسینؑ ابن عباس فضل عمر واسامہ کی جانب رخ کر کے کہا کہ تم سب کا بھی نظریہ یہ ہے جو فرزند جعفر طیار نے کہا ہے؟

سب نے مل کر کہا: ہاں!

معاویہ نے کہا اے فرزند عبدالمطلب! تمہاری باتوں میں یہ سب ایک امر حکومت کا دعوی ہے اور در حقیقت تم قوی اور محکم دلیل سے احتجاج کرتے ہو۔ تم ایسے امر کا ارادہ رکھتے ہو اور اس کو پوشیدہ رکھتے ہو حالانکہ تمام لوگ اس سے غافل و بے بصیرت ہیں۔ اگر تمہارا کہا درست اور سچا ہو تو یقینا سوائے اہل بیت وان کے طرفداروں کے

تمام امت ہلاک، دین سے مرتد، منکر خدا ورسول ہیں اور ان لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

ابن عباس نے معاویہ سے کہا: خداوند فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں شکرگزار بہت کم ہیں (سورہ سبا، آیت ۱۳)

ان کی تعداد بہت قلیل ومختصر ہے (سورہ ص، آیت ۲۴) اور اے معاویہ! تو ہمارے امور پر تعجب کیوں کر رہا ہے، تو بنی اسرائیل پر تعجب کر جب جادوگروں نے فرعون سے کہا (تجھے ہمارے بارے میں جو فیصلہ کرنا ہے، فیصلہ کرلے) (سورہ طہ، آیت ۷۲) پھر جناب موسیٰ ان سب کو اور بنی اسرائیل میں سے اپنے طرفداروں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ دریا نے ان کا راستہ روک لیا، یہاں بھی ان کو عجائبات دکھائی پڑے، یہ سب لوگ جناب موسیٰ کی تصدیق کرنے والے اور ان کے دین اور توریت کے اعتراف کرنے والے تھے، پھر وہ لوگ بتوں کے پاس سے گذرے جن کی عبادت ہو رہی تھی، انھوں نے کہا:

اے موسیٰ! ان کی طرح ہمارے لئے خدا قرار دیجئے، یہ لوگ جاہل قوم تھے) (سورہ اعراف، آیت ۱۳۸) پھر جناب ہارون کے علاوہ سب گوسالہ کی پوجا کرنے لگے اور کہا: یہ تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا ہے، اس کے بعد جناب موسیٰ نے ان سے کہا: تم زمین مقدس میں داخل ہو جاؤ (سورہ مائدہ، آیت ۲۱)

ان کا جواب وہی تھا جس کی حکایت خدا نے قرآن میں کی ہے اور جناب موسیٰ نے کہا:

خدایا میں اپنے اور بھائی کے علاوہ کسی کا ذمہ دار نہیں ہوں میرے اور اس قوم فاسق کے درمیان جدائی ڈال دے (سورہ مائدہ، آیت ۲۵)

اس امت کے امور بنی اسرائیل کے امور سے عجیب تر نہیں ہیں۔ اس کے امت کے پاس ایسے افراد تھے جن کی وہ غلامی کرتے اور ان کو اپنا سردار بناتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے اور جو رسول اللہ کے ساتھ ہمیشہ رہے اور ان کے نزدیک ان کی بہت منزلت تھی اور وہ ایسے اصہار تھے جو دین محمد وقرآن کے معترف تھے مگر کبر وحسد نے انھیں اپنے ولی وامام کی مخالفت پر آمادہ کیا جیسے کہ قوم موسیٰ نے گوسالہ کا مجسمہ کا بنا کر اس کی عبادت کی اور اس کا سجدہ کیا اور اسے رب العالمین قبول کرلیا۔ سوائے جناب ہارون کے سب نے اس کا ارتکاب کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ایسا ماجرا ہوا کہ ان کے اہل بیت سے ہمارے رفیق ومالک علی ابن ابی طالبؑ جو رسول اکرم کیلئے ویسے ہی تھے جیسے کہ جناب ہارون جناب موسیٰ کے لئے اور ایک ہی

مختصر سی تعداد سلمان وابوذر ومقداد وزبیر سب ان کے دین وان کی امامت پر باقی وثابت قدم رہے مگر پھر زبیر نے ساتھ چھوڑ دیا۔

اے معاویہ! تو خدا کے ائمہ کے الگ الگ نام لینے پر تعجب کر رہا ہے۔ (تو تعجب کر رہا ہے کہ خداوند ائمہ کے الگ الگ نام بیان کیے) حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے غدیر خم میں ان تمام کے تمام ناموں کی تصریح کر دی تھی، اور ان کو تمام امت پر حجت قرار دیا اور ان کی اطاعت فرض کر دی اور انھوں نے فرمایا ان میں سب پہلے علی ابن ابیطالب - ہیں اور تمام مومنین ومومنات کے ولی ہیں اور وہی ان کے درمیان ان کے وصی وجانشین ہوں گے اور رسول خدا نے جنگ موتہ میں لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا تمہارے امیر وسردار جعفر ہیں اگر وہ شہید ہو گئے تو زید اور ان کے بعد عبداللہ ابن رواحہ ہیں سب شہید ہو گئے اس حال میں بھی تو یہ سمجھتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے امت کو خلیفہ کے بغیر چھوڑ دیا اور اپنے بعد کیلئے کسی کو معین نہیں کیا تا کہ لوگ اپنا امیر منتخب کر لیں، یہ تو ایسے ہی ہے کہ گویا ان کی رائے ونظریہ رسول خدا ﷺ کی رائے ونظریہ سے بہتر ودرست تر ہے؟ امت نے خطا وغلطی نہیں کی مگر اسی میں جو ان کے لئے پہلے بیان ہو چکا تھا اور رسول خدا نے ان کو نابینا اور شک وشبہ میں نہیں چھوڑا ہے۔

اور جن چار لوگوں نے امیر المومنین کے خلاف مظاہرہ کر کے اس قول کے ذریعہ رسول خدا کی جانب جھوٹ کی نسبت دی کہ خداوند ہم اہل بیت میں نبوت وخلافت کو جمع نہیں کرے گا اس تہمت، افتراء، جھوٹی گواہی اور مکاری نے پوری امت کو شبہ میں ڈال دیا۔

معاویہ: اے حسنؑ! آپ کیا کہتے ہیں؟

امام حسنؑ: میں نے تیری اور ابن عباس کی گفتگو سنی تیری بے حیائی اور خدا کے متعلق تیری جرأت پر تعجب ہے جو تو نے کہا، خدا نے تمہارے سرکش اور طاغی کو قتل کیا اور امر حکومت کو اپنے معدن کی طرف پھیر دیا۔ ہمارے ہوتے ہوئے تجھ جیسا معدن خلافت ہے؟

تجھ پر اور تجھ سے پہلے ان تینوں پر عذاب ہے جو اس مسند پر بیٹھے تھے اور اس بری سنت کو تمہارے لئے بطور تحفہ چھوڑا۔ اب میں وہ بات کہنے جا رہا ہوں تو اس کے لائق نہیں ہے لیکن صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہاں بیٹھے ہوئے فرزند عبدالمطلب سنیں۔

بیشک رسول گرامی کے زمانہ میں لوگ بہت سے امور جو رضائے حق تھا ان امور خیر میں شرکت کیا اور ان کے درمیان کوئی اختلاف وتنازع اور جدائی نہیں تھی، ان میں ایک کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دوسرے "محمد رسول اللہ وعبدہ" نماز پنجگانہ، زکات واجب، ماہ رمضان کا روزہ، حج بیت اللہ اور بہت سے اطاعت خداوندی کے امور کہ جن کا شمار صرف خدا ہی جانتا ہے۔ تحریم زنا، شراب، چوری، جھوٹ، قطع رحم، خیانت اور بہت سے معصیت خدا کے امور جن کی تعداد خدا ہی جانتا ہے، ان سب پر اجماع ہے۔

انھوں نے جن سنتوں میں اختلاف کیا اور ان کے بارے میں ایک دوسرے سے جنگ کی اور مختلف گروہ میں تقسیم ہو گئے کہ ہر ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگا اور ایک دوسرے سے تبرا وبیزاری کرنے لگے وہ کلمہ ولایت ہے اسی کیلئے وہ جنگ کرنے لگے کہ ہم ولایت وخلافت میں اولویت رکھتے ہیں اور اس کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ ہاں صرف ایک فرقہ نے کتاب خدا کا اتباع اور سنت پیمبر کی پیروی کی یہی جو بھی اہل قبلہ کے غیر اختلافی مسئلہ پر عمل کرے اور اختلافی موارد کو خدا پر چھوڑ دے وہ سالم ہو گیا اور دوزخ سے نجات حاصل کر لیا اور داخل جنت ہو گیا اور خدا جس کو توفیق دے کر اس پر احسان کرے اور اپنی حجت اس پر تمام کر دے اور اپنے پسندیدہ بندہ کے دل کو بارہ اماموں کی ولایت کی معرفت سے اور خزانہ علم سے منور کر دے وہ بندہ عند اللہ سعید وخوشبخت ہے اور اس کے اولیاء میں سے ہے اور خود رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو حق کو پہچان لے لیں اگر اس نے بیان کر دیا تو اس نے غنیمت پائی اور اگر خاموش رہ گیا تو اس کی جان سلامت ہے۔

ہم اہل بیتؑ کا نظریہ ہے کہ بیشک تمام ائمہ ہم میں سے ہیں اور خلافت سوائے ہمارے خاندان کے کسی کے لائق ہی نہیں ہے خداوند تعالی نے بدون شک وشبہ کتاب وسنت میں خلافت کے ہمارے اہل ہونے کی تصریح کی ہے۔ علم ہمارے پاس ہے اور صرف ہم ہی اس کے اہل ہیں اس کا مجموعہ ہمارے پاس موجود وثابت ودرخشاں ہے اور جو کچھ ہمارے پاس ہے قیامت تک اس میں کچھ زیادتی نہیں ہو گی یہاں تک کہ خراش لگانے کی دیت بھی ہمارے پاس محفوظ ومکتوب ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا اور علی ابن ابیطالب - نے اپنی تحریر میں لکھا تھا۔

کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ وہ خلافت کیلئے ہم سے بہتر اور شائستہ تر ہیں اے ہندہ کے بیٹے! تو نے بھی اس کا دعوی

کیا اور تو مانتا ہے کہ عمر ابن خطاب نے میرے بابا علی کے پاس پیغام بھجوایا کہ میں قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں لہذا آپ کے پاس جو بھی مکتوبات قرآن ہیں اس کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ انھوں نے آ کر فرمایا خدا کی قسم! اگر میں ایسا کروں تو قرآن کے تیرے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے تو میری گردن مار دے گا۔

عمر نے کہا: کیوں؟ حضرت نے فرمایا: کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ﴾ اس سے مراد میں ہوں نہ کہ تو اور تیرے ساتھی عمر نے غضبناک ہو کر کہا: اے پسر ابو طالب! تم یہ سوچ رہے ہو کہ تمہارے علاوہ اور کوئی علم نہیں رکھتا؟ جو بھی کچھ قرأت قرآن جانتا ہو وہ میرے پاس لائے۔ اس طرح جو بھی اپنے سینہ میں کچھ قرآن رکھتا ہے اور ایک آدمی بھی اس کی گواہی دیتا اس کو لکھا جاتا ورنہ قبول نہ کرتے۔ پھر ان لوگوں نے مشہور کر دیا کہ قرآن کا زیادہ حصہ ضایع و برد بار ہو گیا۔ خدا قسم انہوں نے جھوٹ بولا اور سارا قرآن اہل قرآن کے پاس محفوظ ہے۔ پھر عمر بن خطاب نے اپنے قاضیوں و والیوں کو حکم دیا کہ اپنے نظریات میں اجتہاد کر کے جو حق ہے وہی رائے و فتوی دیں۔ اس کے بعد سے خود عمر اور ان کے کچھ والی اس عظیم اور بڑے کام میں لگ گئے اور میرے والد تھے جنھوں نے اتمام حجت کی خاطر اس راہ کی مشکلات عظیم سے ان کو نجات دی۔ بعض قاضیوں و والیوں نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے نظریات بیان کئے اور عمر ابن خطاب نے بھی اس کی تصدیق کی کیوں کہ خدائے متعال نے ان کو علم و حکمت اور فصل نہیں دیا ہے اور ہمارے مخالفین جو کہ اہل قبلہ بھی تھے، سب نے قبول کر لیا کہ وہ معدن خلافت و علم ہیں نہ کہ ہم اہل بیت پیغمبر! پس ہمارے حق کے منکرین و ظالمین اور ہم پر سوا ہو جانے والوں نے لوگوں کیلئے ہمارے خلاف بہت سی سنتوں کو تراش لیا جیسے لوگ اس سے ہمارے خلاف احتجاج کریں۔ ہم ان سب کے خلاف خدا سے مدد کے طلب گار ہیں "حسبنا الله و نعم الوكيل"

یقیناً لوگوں کے تین گروہ ہیں:

اول: وہ مومن جو ہمارے حق کو پہچانتا ہے اور ہماری ولایت و امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ پس وہ نجات یافتہ ہے اور وہ اللہ کا محب و ولی ہے۔

دوم: شخص ناصبی جو ہم سے عداوت رکھتا ہے اور ہم سے تبرا کرتا ہے اور ہم پر لعن کرتا ہے ہمارے خون بہانے کو حلال جانتا ہے ہمارے حق کا منکر ہے ہم سے برأت کو اپنے دین کا جز و حصہ مانتا ہے پس وہ کافر مشرک فاسق ہے

اس نے بغیر جانے ہوئے کفر و شرک کیا جیسے کہ بہت سے لوگ بدون علم دشمنی رکھتے ہوئے اللہ کو (معاذ اللہ) دشنام دیتے ہیں ایسے لوگ شرک خدا میں مبتلا ہیں۔

سوم: وہ لوگ جنھوں نے اجماعی موارد کو قبول کیا اور موارد مشکلہ خدا کے حوالہ کر دیا اور ہماری ولایت کے ساتھ ہیں لیکن وہ نہ ہماری اقتدا کرتے ہیں نہ دشمنی اور ہمارے حق سے بھی بے خبر ہیں ہم کو ان کیلئے مغفرت اور جنت کی امید ہے اور ایسا شخص ضعیف مسلمان ہے۔

جب معاویہ نے یہ کلام سنا تو ان میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا سوائے امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام اور ابن عباس کہ انھیں دس دس لاکھ درہم پرداخت کیا۔

امام حسن علیہ السلام کا صلح معاویہ کے منکرین سے احتجاج

سلیم ابن قیس سے نقل ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام معاویہ اور لوگوں کے مجمع میں منبر پر گئے اور بعد حمد وثنای الہی فرمایا:

اے لوگو! معاویہ کا گمان ہے کہ میں اس کو خلافت کا اہل سمجھتا ہوں اور اپنے کو نہیں، اس نے جھوٹ بولا ہے، میں بر بناء نص قرآن وتصریح نبی اکرم خلافت کے لئے تمام لوگوں سے بہتر وشائستہ تر ہوں۔ خدا قسم! اگر لوگ میری بیعت کرتے اور میری اطاعت کرتے ہوئے میری مدد کرتے تو آسمان وزمین اپنی بارش وبرکات سے انھیں بہرہ مند کر دیتے۔ اور اے معاویہ! تو ہرگز ہرگز اس کی لالچ نہ کرتا درانحالیکہ رسول خدا نے فرمایا ہے: (جب امت اپنے امور اس شخص کے حوالہ کر دے جس سے زیادہ جاننے والے ان کے درمیان موجود ہوں تو ہمیشہ ان کے امور زوال کیجانب جائیں گے۔ یہاں تک کی گوسالہ پرستی کے مذہب وآئین پر چلے جائیں گے۔

بنی اسرائیل جناب ہارون کے کو چھوڑ کر گوسالہ پرستی کرنے لگے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ہارون خلیفہ حضرت موسیٰ ہیں اس امت نے بھی امام علی کو ترک کر دیا حالانکہ انھوں نے خود رسول خدا کو امام علی سے فرماتے سنا تھا: تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے، سوائے نبوت کے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

رسول خدا خود اپنی قوم کو چھوڑ کر غار میں چلے گئے حالانکہ وہ ان لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دے رہے تھے اگر ان کے اعوان وانصار ہوتے تو کبھی غار میں نہ جاتے (اسی طرح) میں بھی اگر اپنے مددگار پاتا تو ہرگز تجھ سے صلح نہ کرتا۔

جب ہارون کو ان کی قوم نے کمزور بنا کر قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیتی تو خداوند عالم نے ان کے عمل سکوت وخاموشی کو جائز ودرست قرار دیا اور ان کا کوئی یاور ومددگار نہ تھا اسی طرح جب رسول اکرم کا کوئی مددگار نہ تھا تو خدا نے انھیں غار میں جانے کا اختیار دیدیا۔ بس اسی طرح میرے اور میرے بابا کیلئے بھی ہے کہ جب امت نے ہم کو

تنہا چھوڑ دیا اور دوسروں سے بیعت کر لی اور ہم نے کوئی مددگار نہ پایا تو خدا کیطرف سے ہمارے لئے بھی جائز ہے۔ یقیناً یہ سنت اور مثالیں مو بہ مو تکرار ہوتی رہیں گی۔

اے لوگو! اگر تم دنیا کے مشرق ومغرب میں اولاد نبی اکرم کو تلاش کرو گے تو میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی کو بھی نہیں پاؤ گے جو فرزند رسول ہو۔

اسناد مذکور سے نقل ہے کہ جب امام حسن نے معاویہ سے صلح کی تو لوگ حضرت کے پاس آئے اور آپ کو ملامت کرتے ہوئے کچھ کہا اس درمیان امام نے فرمایا:

تم سب پر وائے ہو! تم نہیں جان سکے کہ میں نے کیا کیا، خدا کی قسم! میں نے وہ کام کیا ہے جو ہمارے شیعوں کے لئے ہر اس شے سے بہتر وبرتر ہے جس پر سورج طلوع وغروب کرتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا واجب الاطاعت امام ہوں۔

کیا تم بھول گئے کہ رسول خدا نے فرمایا: میں دو سردار جوانان جنت میں سے ایک ہوں؟

سب نے کہا: ہاں

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ جب حضرت خضر نے کشتی میں سوراخ کیا اور دیوار کو درست کیا اور چھوٹے بچہ کو قتل کر دیا یہ سارے کام جناب موسیٰ پر گراں وسخت گذرے کیوں کہ ان کی حکمت ان پر آشکار وظاہر نہیں تھی لیکن خداوند عالم کے نزدیک حکمت ودرستگی سے سرشار تھی؟ کیا تم کو علم نہیں ہے ہم میں سے ہر ایک بیعت اس کے زمانہ کے طاغوت کی گردن پر ہے سوائے حضرات قائم؟

انھیں کے پیچھے جناب عیسیٰ نماز پڑھیں گے کیوں کہ خدا اس کی ولادت کو مخفی رکھے گا اور اس کی شخصیت کو غائب رکھے گا تا کہ وقتی طور اس کی گردن پر کسی کی بیعت نہ رہے

اور وہ میرے بھائی حسین کی اولاد سے نواں فرزند ہوگا زمانہ غیبت میں خداوند اس کی عمر کو طولانی کریگا اور پھر چالیس سال سے کم عمر جوان کی شکل وصورت میں اسے اپنی قدرت سے ظاہر کرے گا یہ اس لئے ہے تا کہ لوگ جان لیں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔

زید ابن وہب سے منقول ہے کہ جب امام حسن مدائن میں مجروح ہوئے اور زخم کی تکلیف سے رنجیدہ اور تکلیف میں تھے میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا اے فرزند رسول خدا! آپ حالات واوضاع کو کیسا پا رہے ہیں

کیوں کہ لوگ حیران و پریشان ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: معاویہ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہے وہ لوگ اپنے کو میرا شیعہ و پیرو مانتے ہیں حالانکہ میرے قتل پر کمر بستہ ہیں اور میرے اموال وسامان کو تاراج کر رہے ہیں، خدا قسم اگر میں معاویہ سے اپنے خون کی حفاظت اور اپنے خاندان کی امان کا عہد و پیمان کرلوں تو میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ یہ ظاہری شیعہ میرے خون کو بہائیں اور میرے اہل بیت اور میرے بعض تابعین تباہ و برباد ہوں، خدا قسم! اگر میں معاویہ سے جنگ کروں تو یہی لوگ مجھے گرفتار کر کے اس کے سپرد کردیں گے۔

خدا قسم! اگر میں عزت و آبرو کے ساتھ اس سے صلح و مصالحت کرلوں تو میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھ کو اسیر کر کے قتل کردے یا میرے اوپر منت احسان رکھ دے جو ہمیشہ کے لئے بنی ہاشم کا ننگ و عار ہو جائے اور معاویہ اور اس کی نسل ہمیشہ ہمارے زندہ و مردہ پر احسان جتاتی رہے۔

زید: میں نے عرض کیا: فرزند رسول خدا!

کیا آپ اپنے شیعوں کو بغیر چرواہے کے گلہ کی طرح چھوڑ دینا چاہتے ہیں؟

امام حسنؑ: اے برادر جہنی! کیا کروں؟ خدا قسم! میں اس بات سے باخبر ہوں جو اس کے با اعتماد شخص سے مجھ تک پہنچی ہے، ایک دن امیر المومنینؑ نے مجھ کو خوشحال دیکھ کر فرمایا: اے حسنؑ! تم خوش ہو؟ اس وقت کیا حال ہوگا جب اپنے باپ کو مقتول دیکھو گے؟ یا بنی امیہ کو حکومت پر دیکھو گے؟ اور ان کا امیر وہ شخص ہوگا جو بہت زیادہ کھانے والا ہوگا، کبھی شکم سیر نہیں ہوگا اور اس حال میں مرے گا کہ نہ زمین میں اس کا کوئی مددگار ہوگا نہ آسمان میں۔ بدعت و گمراہی کے راستہ پر چلے گا حق و حقانیت اور سنت رسول اکرم ﷺ کو نابود کرے گا تمام اموال اپنے طرفداروں میں تقسیم کریگا اور مستحقین سے روکے گا اس کی حکومت میں اہل ایمان ذلیل و خوار اور فاسق قدرتمند طاقتور ہوں گے، مال و ثروت اپنے دوستوں میں پھرائے گا اور خدا کے بندوں کو غلام بنائے گا اس کی زمانہ حکومت میں حق و حقانیت پوشیدہ رہے گی اور باطل ظاہر رہے گا اور صالحین پر لعنت ہوگی اور جو بھی حق کے لئے اس کی مخالفت کریگا اسے قتل کردیگا اور اپنے طرفداروں کی باطل پر حمایت و تائید کرے گا۔

اسی طرح رہیگا یہاں تک کہ خداوند عالم آخری زمانہ اور سخت و دشوار وقت اور اکثر لوگوں کے جہل کے ہنگام میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جس کی اپنے فرشتوں کے ذریعہ تائید کرے گا اور ان کے انصار کے توسط حفاظت کرے

گا اور اپنی آیات و معجزات کے وسیلہ سے اس کی مدد کرے گا اور اسے اہل زمین پر ایسے غالب کرے گا کہ سب اس کے مطیع ہوں گے خواہ اختیار سے خواہ کراہت سے وہ زمین کو قسط و عدل اور نور و برہان سے پر کرے گا یہاں تک کہ تمام زمین اس کی مطیع ہوں گی تمام کافرین اس پر ایمان لائے گے اور برکار بدکردار لوگ صالح ہو جائیں گے تمام درندے اس کی حکومت میں آرام اور صلح کے ساتھ رہیں گے زمین اپنے تمام پودوں کو ظاہر کردے گی اور آسمان تمام برکتوں کو نازل کردے گا اور اپنے تمام خزانوں کو بھی آشکار کردے گا چالیس سال کیلئے تمام عالم پر حاکم ہوگا. وہ خوش بخت ہے جو اس کے زمانہ کو پالے اور اس کی باتوں کو سنے۔

اسناد مذکورہ کے ساتھ مروی ہے کہ ایک شخص امام حسن۔ کے پاس آیا اور کہا: اے فرزند رسول خدا! آپ نے ہماری گردنوں کو جھکا دیا اور ہم شیعوں کو ایسی غلامی میں ڈال دیا کہ آپ کیلئے کوئی بھی باقی نہ رہا۔

حضرت کس وجہ سے۔

مرد شیعہ: اس لئے کہ آپ نے حکومت اس طاغی و باغی کے حوالہ کردی ہے۔

حضرت: خدا قسم! میں نے حکومت اس کی خاطر اس لئے چھوڑ دی کہ میں نے کسی کو اپنا یار و مددگار نہیں پایا، ورنہ اس سے شب و روز جنگ کرتا رہتا یہاں تک خدا میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرتا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا اور آزمایا ان میں کوئی خیر و خوبی نہیں پائی یہ لوگ وفا سے خالی و دور ہیں اور قول و فعل میں عہد شکن ہیں ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں مگر ان کی تلوار ہمارے خلاف کھنچی ہوئی ہیں۔

مرد شیعہ: اسی طرح بات کر رہے تھے کہ آپ کے دہن سے خون نکل پڑا برتن طلب کیا اور آپ کے معدہ سے اتنا خون باہر آیا وہ برتن لبریز ہوگیا۔

مرد شیعہ: میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول! میں کس مصیبت میں دیکھ رہا ہوں؟

حضرت: اس طاغی و باغی نے کسی کو مجھے زہر دینے پر مامور کیا اور اس نے میرے جگر پر اثر کیا اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دل کے ٹکرے ٹکرے باہر آرہے ہیں۔

مرد شیعہ: کیا آپ اس کا علاج نہیں کریں گے؟

حضرت: انھوں نے مجھ کو یہ زہر دو مرتبہ کھلایا میں نے اس کا علاج کیا لیکن اب اس کی کوئی دوا نہیں۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے بادشاہ روم کو خط لکھ کر قتل کرنے والے زہر ہلاہل کی درخواست کی، اس نے جواب دیا کہ

ہمارے دین میں کسی ایسے کے قتل میں مدد کرنا جائز نہیں ہے جو ہماری جان کا دشمن نہ ہو۔

معاویہ نے دوسرے خط میں اس کو لکھا کہ وہی ایسے شخص کا فرزند ہے جس نے زمین میں تباہی اور شورش برپا کی اور وہاں سے نکل گیا اور یہ اپنے باپ کی حکومت کا طلبگار ہے، میں کسی شخص کو اس کے زہر کھلانے پر مامور کرنا چاہتا ہوں تا کہ تمام بندگان خدا آسودہ ہو جائیں اور اس سے تمام شہروں کو آرام مل جائے گا۔ اس خط کے ساتھ بہت ہدایا و تحائف بھی ارسال کئے پس جو زہر مجھے دیا گیا وہ بادشاہ روم میں بہت سے شرائط کے ساتھ اس کے پاس بھیج دیا وہ میرے آس پاس آیا اور میں نے اسے پی لیا

منقول ہے کہ وہ زہر معاویہ نے حضرت کی زوجہ بنت اشعث کو دیا اور اس سے کہا کہ تم یہ زہر اس کو کھلا دو جب وہ مر جائیں گے تو تجھے اپنے بیٹے یزید کی زوجہ بنا دوں گا۔ اور جب زہر اس نے دیا اور حضرت شہید ہو گئے وہ جلدی سے معاویہ کے پاس گئی اور کہا مجھے یزید کی زوجہ بناؤ۔

معاویہ نے کہا: یہاں سے بھاگ جا جو عورت حسن ابن علیؑ کے لائق نہ ہو وہ میرے بیٹے یزید کی زوجہ کے لائق بھی نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا احتجاج امامت کے بارے میں

منقول ہے کہ ایک روز عمر ابن خطاب نے منبر رسول ﷺ پر خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ میں تمام اہل ایمان کے نفسوں سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں۔ امام حسین مسجد کے ایک گوشہ میں تھے یہ بات سن کر با آواز بلند فرمایا:

اے کاذب! منبر سے نیچے اتر! یہ رسول اللہ ﷺ کا منبر ہے جو میرے جد ہیں، تیرے نہیں۔

عمر نے کہا میری جان کی قسم یہ منبر تمہارے باپ کا ہے میرے باپ کا نہیں، یہ بات آپ کے بابا علی ابن ابیطالبؑ نے آپ کو سکھائی؟

امام حسینؑ: اگر میں نے اپنے بابا کی اطاعت کی ہے میری جان کی قسم! وہ ہادی ہیں اور میں ان کا پیرو ہوں، وہ لوگوں کی گردن پر بیعت کے سبب عہد رسول کا حق رکھتے ہیں۔ جس بیعت کی خاطر جبرئیل خدا کی جانب سے نازل ہوئے، جس کا منکر قرآن کا انکار کرنے کے برابر ہوگا۔ تمام لوگوں نے اسے دل سے مانا اور زبانوں سے تردید کی۔ ہم اہل بیت کے حق کے منکرین پر تف ہو، رسول اللہ غیظ و غضب اور شدت جو عذاب کے برابر ہے، ان لوگوں سے ملاقات کریں گے۔

عمر ابن خطاب: اے حسین ابن علیؑ! جو بھی آپ کے باپ کے حق کا انکار کرے اس پر لعنت، لوگوں نے مجھے حکومت تک پہنچایا میں نے قبول کر لیا اگر آپ کے بابا کو حکومت دیتے تو میں ان کی اطاعت کرتا۔

امام حسینؑ نے اس سے فرمایا: کبھی لوگوں نے رسول کے بغیر کسی دلیل کے اور آل محمد کی بغیر کسی رضایت کے ابو بکر سے پہلے تم کو اپنا امیر بنایا ہے؟ کیا تیری رضایت رسول ﷺ کی رضایت ہے؟ یا ان کے اہل بیت کی رضا و خوشنودی ان کے غیظ و غضب کا سبب ہے؟ اگر زبان کیلئے گفتگو ہوتی جیسا کہ اس کی تصدیق طویل ہے تو کبھی غلطی سے بھی تو آل محمد کی گردن پر سوار نہ ہوتا اور ان کے منبر پر چڑھ کر ان کے بارے میں نازل شدہ قرآن سے انھیں کے خلاف حکم لگا رہا ہے جبکہ تو نہ اس کتاب کے مشکلات کو جانتا ہے اور نہ اس کی تاویل سے باخبر ہے۔ تیرے

نزدیک خطا کار اور حق پرست دونوں برابر ہیں۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ تجھے تیری جزا اور تیرا بدلہ دے اور جو تازہ بدعت تو نے جاری کی ہے اس کی تم سے بازپرس کرے۔

راوی: عمر نہایت غیظ وغضب میں منبر سے نیچے اترے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ امیر المومنینؑ کے دروازہ پر پہنچے اور اجازت لے کر داخل خانہ ہوئے اور کہا اے ابوالحسنؑ آج آپ کے بیٹے کی طرف سے میرے سر پر کیا مصیبت آئی کہ مسجد رسول خدا میں میرے خلاف آواز بلند کی اور اہل مدینہ کو میرے خلاف اکسایا۔

امام مجتبیٰؑ نے اس سے فرمایا: فرزند نبی خدا حسینؑ نے کیا کوئی ناروا اور غلط بات کہی یا اہل مدینہ کے پست لوگوں کو کیسے اُکسایا؟

خدا کی قسم! تو نے یہ مقام نہیں پایا مگر انہیں پست لوگوں کی حمایت سے، پس اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جو ان کو اکسائے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا: اے ابومحمد! ٹھہرو ٹھہرو تم نہ جلدی غصہ ہونے والے ہو نہ پست نژاد اور نہ تمہارے جسم میں نااہلوں کی کوئی رگ موجود ہے، میری باتوں کو سنو اور جلدی نہ کرو۔

عمر نے امام علی سے کہا اے ابوالحسن! ان دونوں کو صرف خلافت کی ہوس ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: یہ دونوں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ نسبت میں قریب ہیں جو کہ خلافت کا دعویٰ کریں۔

اے فرزند خطاب! ان دونوں کے حق کا واسطہ ان کی رضا وخوشنودی حاصل کر تا کہ ان دو کے بعد آنے والے بھی تجھ سے راضی رہیں۔

عمر نے کہا: ان کی رضایت کے حصول سے آپ کا مقصد کیا ہے؟

امیر المومنینؑ: اس کا مقصد یہ ہے کہ خطاؤں اور غلطیوں سے باز آ جاؤ اور توبہ کے ذریعہ گناہوں سے پرہیز کرو۔

عمر نے کہا: اے ابوالحسن! اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ سلاطین کے چکر میں نہ پڑیں جو زمین کے حکام ہیں۔

امیر المومنینؑ: مجھے ان کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے جو اہل معصیت ہوں اور جن سے خطا ولغزش کا خوف ہے لیکن جن کے بابا اور ادب سکھانے والے رسول خدا ہوں ان کے مقام تک تربیت میں کوئی دوسرا انہیں پہنچ سکتا۔

اے پسر خطاب! ان دونوں کی خوشنودی حاصل کرو۔

راوی: عمر وہاں سے باہر نکلے اور راستہ میں عثمان ابن عفان، عبدالرحمٰن ابن عوف سے ملاقات ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے کہا:

اے ابا حفص! تم نے کیا کیا کہ تمہارے درمیان بحث اتنی طولانی ہوگئی؟ عمر نے کہا: کیا فرزند ابوطالب اور ان کے بیٹوں کے سامنے کوئی دلیل و برہان کام آسکتی ہے؟ عثمان نے کہا: اے عمر! یہ لوگ عبد مناف کے فرزند ہیں جو تمام موارد میں چاق وچوبند ہیں اور باقی تمام لوگ نحیف ولاغر ہیں۔

عمر نے کہا: تم جس حماقت پر نازاں ہو میں اسے کسی خاطر میں نہیں لاتا۔

عثمان نے جواب میں عمر کا گریبان پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا اور پیچھے دھکا دیا اور پھر کہا کہ گویا تو میری باتوں کو قبول نہیں کرتا، عبدالرحمٰن ابن عوف نے مداخلت کر کے دونوں کو جدا کیا اور لوگ بھی متفرق ہوگئے۔

امام حسین علیہ السلام کا احتجاج

امام علیؑ اور آپ کی اولاد کے فضائل ومناقب امام حسینؑ کی زبانی:

(جب معاویہ نے امیر المومنینؑ پر لعنت اور ان کے شیعوں کے فضائل بیان کرنے والوں کے قتل کا حکم صادر کیا)

سلیم ابن قیس سے منقول ہے کہ معاویہ اپنی خلافت کے زمانہ میں بقصد حج مدینہ آیا اہل مدینہ نے اس کا استقبال کیا لیکن مجمع میں سوائے قریش کے کسی (انصار) کو نہیں دیکھا جب وہ نیچے اترا تو اس نے کہا:

انصار کو کیا ہو گیا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے استقبال کی خاطر نہیں آیا؟ ایک شخص نے کہا:

وہ سب محتاج ہیں ان کے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔

معاویہ نے کہا: ان کے نخلستانوں کے اونٹ کہاں ہیں؟

قیس ابن سعد ابن عبادہ جو سردار انصار اور ان کے سردار کے بیٹے تھے، نے طعنہ دیتے ہوئے کہا: انھوں نے اپنے اونٹوں کو جنگ بدر اور احد اور دوسری جنگوں میں رکاب رسول اللہ ﷺ میں قربان کر دیا اور ان دنوں میں جب اسلام کی خاطر تجھے اور تیرے باپ کو ضربہ لگاتی کہ تمہاری خواہش کے خلاف امر خدا ظاہر ہوا، معاویہ خاموش رہا اور قیس نے بات جاری رکھی، تو جان لے کہ رسول خدا ﷺ نے ہم سے عہد لیا کہ ان کے بعد ہمارا سابقہ ایک حق کش سے پڑے گا۔

معاویہ: انہوں نے تم کو کیا حکم دیا؟ قیس: ہم صبر کریں یہاں تک کہ ان سے ملحق ہو جائیں۔

معاویہ: پھر صبر کرو تا کہ ان سے ملحق ہو جاؤ، پھر معاویہ قریش کے ایک گروہ کے پاس سے گذرا، اس کو دیکھ کر سب کھڑے ہو گئے سوائے ابن عباس کے۔

معاویہ: اے ابن عباس! اپنے ہمراہوں کے ساتھ تمہارے کھڑے نہ ہونے کا صرف ایک ہی سبب ہے کہ میں جنگ صفین میں تم سے لڑا تھا۔ تم اس کو چھوڑ دو کیوں کہ میرا پسر عم عثمان مظلوم قتل ہوا تھا۔

ابن عباس! عمر ابن خطاب بھی مظلومانہ قتل ہوئے اس کیلئے تو نے کیوں قیام نہیں کیا؟

معاویہ: عمر کو ایک کافر نے قتل کیا تھا۔

ابن عباس: عثمان کو کس نے قتل کیا؟

معاویہ: مسلمانوں نے۔

ابن عباس: تیری دلیل کو باطل کرنے کیلئے یہ بہترین جواب ہے۔

معاویہ: میں نے تمام دنیا میں علی اور آل علی کے فضائل کے بیان کو منع کر دیا ہے، لہذا اپنی زبان روک لو۔

ابن عباس: اے معاویہ! کیا تو ہم کو قرآن پڑھنے سے بھی منع کرتا ہے؟

معاویہ: نہیں۔

ابن عباس: تو اس کی تاویل سے منع کر رہا ہے؟

معاویہ: ہاں!

ابن عباس: ہم قرآن پڑھیں مگر خدا کی مراد کا سوال نہ کریں؟ ہم پر کون زیادہ واجب ہے قرآن کا پڑھنا یا اس پر عمل کرنا؟

معاویہ: اس پر عمل کرنا۔

ابن عباس: جب خدا کی مراد ہی معلوم نہ ہو تو آیت پر عمل کیسے ہوگا؟

معاویہ: اس کی تاویل اس سے پوچھو جو تمہارے واہل بیت کی طرح تاویل نہیں کرتا۔

ابن عباس: خداوند نے اس قرآن کو فقط اہل بیت پر نازل کیا ہے، تو انتظار کر رہا ہے اس کی تاویل آل ابوسفیان سے پوچھوں؟

معاویہ: قرأت قرآن کرو اس کی تاویل کرو لیکن خدا نے جو کچھ تمہارے بارے میں نازل کیا اسے بیان نہ کرو بلکہ اس کے علاوہ بیان کرو۔

ابن عباس: خداوند قرآن میں فرماتا ہے کہ وہ لوگ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور خدا اسے مکمل کر کے رہے گا چاہے کافرین کو برا ہی کیوں نہ لگے (سورہ توبہ، آیت ۳۲)

تم مجبور ہو تو اس کے بعد سے مخفیانہ کرو، پھر وہ اپنے گھر گیا اور ان کیلئے ایک لاکھ درہم بھیجا۔

معاویہ کے منادی نے ندا دی کہ آج کے بعد سے علی ابن ابیطالبؑ اور ان کے فضائل ومناقب کی روایات بیان کرنا ممنوع ہے اور ہم ذمہ دار نہیں کوفہ کے لوگ اس ممنوعیت سے زیادہ پریشان ومصیبت میں تھے کیوں وہ لوگوں کو خوب پہچانتا تھا یہ جہاں بھی شیعوں کو پاتا قتل کرتا، اس نے ان کو ڈرایا، ان کے ہاتھ و پیر قطع کئے، ان کو کھجور کے درختوں پر سولی دی، ان کی آنکھوں کو پھوڑ ڈالا، انھیں جلا وطن کیا، ان کو وہاں سے بھگایا، یہاں تک کہ عراق مشہور شیعوں سے خالی ہو گیا، باقی بچے ہوئے مقتول تھے یا مصلوب، ومقید تھے یا فراری۔

معاویہ نے اپنے تمام شہروں کے گورنر کو لکھا کہ علی وآل علیؑ کے کسی شیعہ کی بھی گواہی قبول نہ کرو، عثمان کے شیعوں اور اس کے دوستوں واہل بیت واس کے اہل ولایت کی پشت پناہی کرو مرد جوان کے فضائل ومناقب کے بیان کرنے والوں کو اپنی مجلسوں میں جگہ دو، انھیں اپنا مقرب بارگاہ بناؤ اور ان کا اکرام کرو، ان کے فضائل بیان کرنے والوں کے نام، ان کے اور ان کے قبائل کے نام کو یادداشت کرو، ان لوگوں نے یہی کیا یہاں تک کہ مناقب عثمان کی روایت بہت ہو گئیں ان روایات کو انھوں نے اس کیلئے بطور ہدیہ ولباس وزمین قرار دیا کہ جو عربوں اور موالیوں کیطرف سے اس کو دیا جاتا ہے، ایسے افراد بھی شہروں میں بہت زیادہ ہو گئے، لوگ اموال دنیا میں لگ گئے اور اسے وسعت دینے لگے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو عثمان کے بارے میں فضائل ومناقب بیان کر کے اپنا نام مقربین میں نہ لکھاتا اور انعام نہ لیتا، لوگ مدت تک اسی طرح کرتے رہے پھر معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ عثمان کے بارے میں احادیث زیادہ ہو گئی، اب لوگوں کو معاویہ کے فضائل کی روایات بیان کرنے کو کہو، یہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وخوش کرنے والی ہے اور اس گھر کے والوں کی حجت کے مقابلہ میں زیادہ محکم ومضبوط ہو۔

پس اس کے ہر گورنر وقاضی نے اس کے متن نامہ کو پڑھ کر لوگوں کو سنایا، لوگوں نے بھی ہر دیہات ومسجد کے منبروں پر معاویہ کی فضیلتوں کو گڑھنا شروع کیا اور یہ احادیث مدارس کے مدرسین کے حوالہ کی گئیں کہ بچوں کو ایسے ہی تعلیم قرآن دیں۔ یہاں تک کہ لڑکیوں، عورتوں اور ان کے نوکروں نے بھی ان احادیث کو یاد کرلیا اسی طرح لوگوں کے وقت گذرے۔

زیاد ابن ابیہ نے حضرمیین کے بارے میں معاویہ کے پاس لکھا کہ یہ لوگ دین علی وان کے مسلک کے معتقد ہیں۔

معاویہ نے لکھا: علیؑ کے تمام طرفداروں اور معتقدوں کو قتل کردے اس نے بھی انہیں تہ تیغ کیا اور پھر مثلہ کیا۔ معاویہ نے اپنے تمام شہروں میں لکھا کہ جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ علیؑ کا دوست ہے اس کا نام دیوان حقوق وحکومت سے محو کردو۔ جو بھی علیؑ کے شیعوں سے متہم ہو بغیر گواہ اس کو قتل کردو۔

اس کے بعد علیؑ کے شیعوں کو صرف الزام وگمان وشبہ کی بنیاد پر قتل کیا یہاں تک کہ اگر کسی کی زبان سے غلطی سے بھی جملہ نکل جاتا اس کی گردن بھی ماردیتے۔ اگر کوئی زندیق وکفر میں مشہور ہوتا اس کا احترام ہوتا اور اس سے کوئی حرض نہ ہوتا اور شیعہ کہیں بھی خصوصاً کوفہ وبصرہ میں محفوظ نہ تھے، انتہا یہاں تک ہوگئی کہ اگر کوئی رازدارانہ بات کرنا چاہتا تو وہ اپنے خادم وغلام سے ڈرتا تھا اور قسم اور سخت عہد وپیمان کے بعد کسی حدیث کو بیان کرتے۔

یہ مسئلہ روز بروز بڑھتا رہا اور بہت سے بچوں نے اسی ماحول میں پرورش پائی۔

جو لوگ سب سے زیادہ اس فتنہ میں مبتلا ہوئے وہ ریاکار قاری تھے جو ظاہر میں خضوع وخشوع وتقوٰی کا اظہار کرتے اور وہ لوگ تکذیب کرتے اور جعلی احادیث بیان کرتے تاکہ ولی عہدوں کے قریب ہو سکیں اور ان کی نشستوں میں شریک ہو سکیں اور اموال ان کے گھروں تک پہنچ سکیں اور زمینوں کو حاصل کرسکیں۔ نتیجہ میں یہ جعلی احادیث وروایات ان لوگوں تک پہنچی جو ان کے مفاہیم ومطالب کو حق سمجھتے چنانچہ وہ ان کی روایت کرتے اسے مانتے یاد کرتے اور دوسروں کو سکھاتے اس کے مطابق اظہار محبت کرتے اور جو بھی اسکو جعلی کہہ کر رد کردیتا یا ان میں شک وشبہ ظاہر کرتا اس سے بغض وکینہ رکھتے۔

بات یہاں تک پہنچی کہ ان کے تمام گروہ نے اسی پر اجماع کرلیا اور وہ احادیث ان متدین وصالحین کے ہاتھوں میں آ گئی جو جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور جھوٹوں سے بغض رکھتے تھے انھوں نے ان جعلی احادیث کو مطالب حق کے عنوان سے قبول کرلیا حالانکہ اگر انہیں ان کے جعلی ہونے کا علم ہوتا یقیناً ان سے اعراض کر کے ان سب کو ٹھکرا دیتے اور ان احادیث کے مخالفین سے بغض کینہ نہ رکھتے پس اس وقت ان کے نزدیک حق باطل میں اور باطل حق میں تبدیل ہو گیا اور سچ جھوٹ اور جھوٹ سچ بن گیا۔

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد یہ سب بلاوفتنہ زیادہ ہو گئے اور اولیاء خدا کا خاتمہ ہو گیا سوائے ان کے جو اپنی جان سے خوف زدہ تھے اور باقی لوگ مقتول تھے یا مصلوب جلاوطن تھے یا فراری۔ ہلاکت معاویہ کے دوسال بعد امام حسین بقصد حج خانہ خدا تشریف لے گئے ان کے ہمراہ عبداللہ ابن جعفر وابن عباس بھی تھے، وہاں بنی ہاشم کے

تمام مردوں عورتوں، موالی اور شیعوں کو جمع کیا، خواہ وہ افراد جنھوں نے حج انجام دیا ہو یا نہ دیا ہو اور ان کے اور ان کے اہلبیت کے طرفداروں کا ایک گروہ بھی تھا، اصحاب رسول ان کی اولاد ان کی اور تابعین اور جو انصار کے صلاح عبادت میں مشہور تھے میدان منیٰ میں ایک ہزار سے زیادہ لوگوں کو جمع کیا کہ ان کی اکثریت تابعین و فرزندان صحابہ کی تھی۔

امام حسینؑ ان کے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے بعد از حمد و ثنائے الٰہی فرمایا:

امابعد! اس طاغی و باغی نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے روا رکھا اسے تم سب نے دیکھا اور جانتے ہو، تم حاضر تھے، میں تم لوگوں سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر سچ کہوں تو تصدیق کرنا اگر جھوٹ بولوں تو تکذیب کرنا، تم میری باتوں کو سنو اور اپنے سینوں میں چھپا لو اپنے شہروں اور قبیلوں میں واپس جا کر یہ تمام باتیں اپنے قابل اطمینان واعتماد افراد کو بتا دینا کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ حق ضائع و برباد نہ ہو جائے، خداوند عالم اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

امام حسینؑ نے ان آیات کی تلاوت کی اور اس کی تفسیر بیان کی جو اللہ نے قرآن میں نازل کیا ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ نے احادیث ان کے بابا ان کی مادر گرامی اور ان کے اہل بیت کے بارے میں بیان کی تھی سب بیان کیا، آخر میں سب صحابہ نے کہا، خدا کی قسم! ایسا ہی ہے ہم نے سنا اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور تابعین نے کہا ہمارے مورد اطمینان واعتماد افراد نے ہم سے ایسا بیان کیا ہے۔

پھر فرمایا: تم سب کو خدا کی قسم! جب تم واپس جانا تو ان باتوں کو اپنے قابل اطمینان واعتماد افراد سے ضرور بیان کرنا، پھر آپ بیٹھ گئے اور لوگ منتشر ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کا احتجاج

(امام علیؑ کے کچھ شیعوں کے قتل پر معاویہ کی توبیخ و سرزنش میں امام حسینؑ کا احتجاج اور مقتولین پر رحمت و مغفرت کا اظہار)

صالح ابن کیسان سے منقول ہے کہ جس سال معاویہ نے اپنے ہاتھوں کو حجر ابن عدی اور ان ساتھیوں کے قتل سے آلودہ کیا اسی سال حج بیت اللہ کی خاطر مکہ گیا وہاں اس کی ملاقات امام حسینؑ سے ہوئی۔

معاویہ نے کہا: ابو عبداللہ! کیا آپ تک خبر پہنچی کہ میں نے حجر ابن عدی اور ان کے ساتھیوں اور آپ کے اور آپ کے بابا کے شیعوں کے ساتھ کیا کیا؟

امام حسینؑ: ان کے ساتھ کیا کیا؟

معاویہ: ہم نے ان سب کو قتل کر کے کفن پہنایا اور ان سب پر نماز پڑھی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے معاویہ! وہ قوم تمہاری دشمن ہو گئی۔ جان لے! اگر ہم تیرے دوستوں کو قتل کرتے تو نہ ہم ان کو کفن دیتے نہ ان پر نماز پڑھتے اور نہ ہی ان کو دفن کرتے۔ امام علیؑ کے بارے میں تیری افتراء بدگوئی اور ہماری نسبت تیرا بغض اور عداوت، بنی ہاشم کی نسبت تیرے عیوب اور اعتراض کی باتیں یہ خبریں ہم کو ملی ہیں پس اگر تو نے ایسا کیا ہے تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ اور اپنے نفس کو حق و باطل کا میزان قرار دے کر اس سے پوچھ، اگر تجھ میں بزرگترین عیوب نہ ہوں تو تجھ میں چھوٹے عیب بھی ہیں اس صورت میں میں نے تم پر ظلم کیا ہوگا، اے معاویہ! فکر کر اور بغیر اپنے ہدف کے دوسری جگہ پر تیر نہ چلا اور مقام قریب سے ہماری دشمنی نہ کر خدا کی قسم! تو نے ہم میں سے ایسے شخص کی اطاعت کی جو پرانا مسلمان نہیں اور اس کا نفاق بھی تازہ و جدید نہیں ہے وہ کسی طرح بھی تیری فکر میں نہیں ہے پس تو اپنی فکر میں رہو اور اس کو چھوڑ دے یعنی عمرو ابن عاص۔

امام حسینؑ نے معاویہ کے خط کے جواب میں بطور احتجاج فرمایا:

امابعد! تیرا خط پہنچا: تو نے کہا ہے کہ میری (امام حسینؑ) کچھ باتیں تجھ تک پہنچی ہیں کہ میں (معاویہ) اس سے بے نیاز ہوں اور تو نے سمجھ لیا کہ مجھے اس سے کوئی رغبت نہیں ہے حالانکہ میں اس کے بغیر بھی تجھ پر برتری رکھتا ہو

اور جو کچھ میری طرف سے تجھ کو معلوم ہوا وہ سب بیہودہ بیکار و سخن چین لوگوں نے تیار کیا ہے اور وہ احتجاج واتحاد کو توڑنے والے لوگ ہیں، انھوں نے جھوٹ بولا ہے وہ بدگوئی و سخن چینی کرنے والے ہیں میں تجھ سے جنگ ومخالفت کا قصد نہیں رکھتا، اگرچہ اس عمل کے ترک میں خوف زدہ ہوں، میں گمان نہیں رکھتا کہ خدا میرے اس عمل سے راضی ہوگا اور تیرے ظالم مددگاروں جو ظالمین کے گروہ میں شامل ہو کر اولیاء شیطان ہو گئے ہیں میرے بارے میں خدا میرا عذر قبول کرے گیا، تو میرے برادر کندی حجر ابن عدی اور ان کے صالح مطیع وعابد ساتھیوں کا قاتل نہیں ہے؟

وہ لوگ ظلم وستم کے منکر تھے؟ اور بدعت ومنکرات کو برا سمجھنے والے نہیں تھے؟ کتاب خدا کو مقدم کرنے والے نہیں تھے؟ راہ خدا میں کسی ملامت کرنے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے؟ تو نے ان کو امان محکم وعہد وپیان مضبوط کے بعد تہ تیغ کر دیا حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی مسئلہ نہیں تھا اور نہ ایسا حسد وکینہ جو تو اپنے سینہ میں رکھتے ہو۔ کیا تو صحابی رسول اللہ ﷺ عمرو ابن حمق کا قاتل نہیں ہے، جن کو کثرت عبادت نے متغیر کر دیا تھا اور اس کے رنگ کو زرد کر دیا تھا اور جسم کو لاغر بنا دیا تھا وہ یہی الٰہی عہد اور خدائی امان کے بعد اگر تو نے ایسی امان پرندوں کو بھی دی ہوتی تو وہ پہاڑ کی بلندی سے نیچے اتر آتے پھر تو نے گستاخی اور خدا سے بے شرمی سے عہد وپیان کو معمولی سمجھ کر ان بزرگوار کو قتل کر دیا، کیا وہ نہیں ہے کہ جس نے زیاد کو جو کہ ثقیف کے ایک غلام کے بستر پر پیدا ہوا تھا اپنا بھائی بنالیا حالانکہ رسول خدا کا فرمان ہے کہ (لڑکا صاحب فراش سے متعلق ہوگا زانی کے حصہ میں سوائے پتھر کچھ نہ ہوگا) تو نے اپنے اس عمل سے سنت رسول کو عمداً ترک کیا اور بغیر ہدایت خدا اپنے نفس کی پیروی کی پھر تو نے اسے کوفہ وبصرہ کا حاکم بنا دیا تاکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ، پیر کو قطع کرکے اور ان کی آنکھوں کو نکال کے انھیں کھجور کے درخت پر لٹکا دے یہ ایسا ہے کہ تو اس امت میں سے نہیں ہے اور یہ لوگ بھی تم میں سے نہیں ہیں کیا تو وہ نہیں ہے کہ جب زیاد نے تجھ سے حضرمیین کے بارے میں پوچھا کہ یہ لوگ امام علی علیہ السلام کے دین ومسلک پر ہیں، میں کیا کروں تو نے کہا کہ سب کو قتل کر دو اور اس نے سب کو قتل کرکے مثلہ کیا۔ خدا کی قسم امام علی علیہ السلام اور ان کے بیٹے کا دین ہے۔ جس نے تجھ پر اور تیرے باپ پر ضرب کاری لگائی ہے اور یہی دین تمہارا پشت وپناہ ہے۔ جس نے تم کو اس جگہ پر بٹھایا ہے ورنہ تیرا اور تیرے باپ کا سب سے بڑا شرف اونٹوں پر بیٹھ کر گرمیوں اور سردیوں میں سفر کرنا ہوتا خدا نے ہمارے ذریعہ تم پر احسان کیا اور اسے تمہارے کاندھوں پر رکھا ہے۔

تو نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ اپنا اور اپنے دین اور امت محمد کا لحاظ کیجئے سب سے بڑا فتنہ تمہاری حکومت ہے اور میری نگاہ میں خود میرے لئے اور میری اولاد اور میرے نانا کی امت کیلئے تجھ سے جہاد کرنے سے افضل کچھ بھی نہیں ہے، اگر میں اسے انجام دوں تو میرا مقصد اس سے صرف تقرب خدا ہے اور اگر اسے ترک کروں تو اس کی وجہ سے بارگاہ خدا میں استغفار کرتا ہوں اور اسی سے اپنے امور میں، ہدایت کی توفیق مانگتا ہوں۔

اے معاویہ! تو نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر میں اپ کا انکار کروں تو آپ بھی میرا انکار کریں گے اور میں آپ کے ساتھ دھوکہ کروں تو آپ بھی میرے ساتھ حیلہ کریں گے، جب سے تو پیدا ہوا ہے سوائے صالحین سے حیلہ وبہانہ کے تیرا کام ہی کیا رہا ہے؟ اگر تو میرے ساتھ دھوکا وحیلہ کرنا چاہے تو کر کے دیکھ، مجھے امید ہے تیرا دھوکا وحیلہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور خود اپنے سے زیادہ کسی دوسرے کیلئے نقصان دہ وضرر رساں بھی نہیں ہوگا کیوں کہ تو اپنے دشمن پر حیلہ ودھوکہ سے ضرب لگاتا ہے لیکن آخر میں خود تیری ہی رسوائی وبدنامی کا موجب بنتا ہے کہ تو اس گروہ کے قتل سے مثلہ کرنے کا مرتکب ہوا ہے کہ تو نے ان سے عہد وپیان باندھنے کے بعد بھی ان کو صرف اس لئے قتل کیا کہ وہ ہم اہل بیت کے مناقب کا ذکر کرتے اور ہمارے حق کو بزرگ شمار کرتے تھے کہ جس حق سے تو مطلع اور باخبر ہے اور تو نے ان کو اس خوف ودہشت سے قتل کر دیا کہ کہیں وہ لوگ تیرے مرنے سے قبل ہی اپنا کام نہ کر جائیں یا وہ لوگ اسے درک وحصول سے پہلے ہی نہ مر جائیں۔

اے معاویہ! اپنے کو قصاص وحساب کیلئے تیار کر لے اور جان لے کہ خدا کے پاس ایسی کتاب ہے کہ جس میں تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو جمع کر رکھا گیا ہے اور خدا تیرے ان اعمال سے کوئی رضایت نہیں رکھتا کہ تو نے صرف شک وشبہہ کی وجہ سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ تہمت سے اس کے اولیاء ودوستوں کو قتل کیا اور ان کو دار ہجرت سے دیار وحشت وتنہائی میں جلاوطن کر دیا اور اپنے بیٹے کی بیعت پر لوگوں کو مجبور کیا جو شراب پی کر جوا کھیلتا ہے تو نے ان اعمال سے صرف اپنے کو نقصان پہنچایا اور اپنے دین کو فروخت کیا اور اپنی رعایا کے بارے میں دھوکہ میں مبتلا ہو گیا ہے اور اپنی امامت میں خیانت کیا اور سفیہ جاہل کی باتوں سے پرہیزگار حلیم وصاحب ورع کو ڈرایا دھمکایا۔ والسلام

راوی: جب معاویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھا تو کہا: ان کے دل میں میری بہ نسبت جو کینہ تھا میں اس سے بے خبر تھا۔

اس کے بیٹے یزید اور عبداللہ ابن ابی عمر ابن حفص نے اس سے کہا، ان کو ایسا دندان شکن جواب لکھو کہ وہ ذلیل و

خوار ہو جائیں اور ان کے باپ کو افعال و اعمال زشت سے یاد کرو۔

معاویہ: کیا تم دونوں نہیں جانتے کہ اگر میں حق و انصاف کے ساتھ ان کے باپ کو بھلا برا کہنا چاہوں تو نہیں کر سکتا، میرے جیسے کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ باطل و غلط اور لوگوں کے نہ جاننے والی باتوں سے عیب جوئی کرے، اگر تو خود کسی کی عیب گوئی اس بات سے کرے جس کو لوگ نہیں جانتے تو اس کے ذریعہ اس کے صاحب کو نہ کوئی برا سمجھے گا اور نہ ہی کوئی توجہ کرے گا، میں امام حسینؑ کی بدگوئی، رسوائی کا قصد نہیں رکھتا تھا اور میں نے ان کیلئے عیب کی کوئی جگہ بھی نہیں پائی، میری غلطی صرف ان کو ڈرانا دھمکانا تھا اور ان کو سمجھانا تھا، میں اس سے باز آیا۔

راوی: اس کے بعد معاویہ نے کبھی بھی ان کو ناراحت کرنے والا خط نہیں لکھا اور اپنے ہدایا و تحائف میں کمی نہیں کی اور ہر سال ایک ملیون درہم امام حسینؑ کو بھیجتا تھا یہ ان ہدایا و سامان کے علاوہ تھا جو تمام جگہوں سے ان کو ارسال کیا جاتا تھا۔

امام حسین علیہ السلام کا احتجاج

امامت کے بارے میں معاویہ وغیرہ سے امام حسینؑ کا احتجاج:

موسیٰ ابن عقبہ سے منقول ہے کہ معاویہ کو خبر لگی کہ لوگوں کی آنکھیں حسینؑ کی جانب لگی ہوئی ہیں، تو اس نے ایک نشست منعقد کر کے ان کو خطبہ کی دعوت دے تاکہ ان کی لکنت زبان اور عدم قدرت سب پر ظاہر ہو جائے۔

معاویہ نے کہا ایسی بدگمانی ہمیں حسنؑ کیلئے بھی تھی لیکن ہماری مراد پانی پر نقش ثابت ہوئی اور وہ روز بروز لوگوں کی نگاہ میں بزرگ ہوتے گئے اور ہم ذلیل و رسوا ہو گئے۔

راوی: لوگوں نے اتنا اصرار کیا کہ اسے کہنا پڑا کہ اے حسین ابن علیؑ! منبر پر جا کر خطبہ انشاء فرمائیں۔

آپ منبر پر تشریف لے گئے حمد و ثنای الٰہی، پیغمبر اسلام ﷺ پر صلوات و درود کے بعد اس شخص کا جواب دیتے ہوئے فرمایا جس نے پوچھا تھا کہ یہ خطبہ دینے والا کون ہے؟

ہم خدا کے حزب اور دیگر جماعت پر غالب ہیں، ہم عترت رسول خدا کے مقربین ہیں اور ان کے اہل بیت طیب و طاہر ہیں، ہم ان دو گرانقدر چیزوں میں سے ایک ہیں جسے رسول خدا نے قرآن کے ساتھ چھوڑا ہے جس میں ہر چیز کی تفصیل ہے، اس میں کہیں سے باطل کو راستہ نہیں مل سکتا ہے، قرآن وہ ہے جس کی تفسیر ہمارے ذمہ کی گئی ہے، اس کی تاویل ہم کو عاجز نہیں کرتی بلکہ ہم اس کے حقائق سے متصل ہیں۔

پس تم ہماری اطاعت کرو ہماری اطاعت واجب ہے کیوں کہ ہماری اطاعت خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ پس اگر کسی شے کے بارے میں تنازع یا اختلاف ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹا دو (سورۂ نساء، آیت/۵۹)

یہ بھی فرمایا: اگر وہ لوگ رسول اور صاحبان امر کی جانب پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے علاوہ سب شیطان کی اتباع کر لیتے (سورۂ نساء، آیت/۸۳)

میں تم کو شیطان کی آوازوں کے سننے سے ڈراتا ہوں کیوں کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے: درایں صورت اس کے

دوستوں میں سے ہو جاؤ گے جن کیلئے اللہ نے فرمایا ہے: آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا مددگار ہوں اس کے بعد جب دونوں گروہ آمنے سامنے آ گیا تو بھاگ نکلا اور کہا میں تم لوگوں سے بری ہوں (سورہ انفال، آیت/۴۸) پس تم لوگ تلوار کی ضرب اور نیزوں کے دھنسے اور ستونوں کے سنگریزے، لکڑیوں اور تیروں کے نشانہ کی جگہ میں رہ گئے، پھر اس دن جو نفس پہلے سے ایمان نہیں لا پایا اس نے ایمان لانے کے بعد کوئی بھلائی نہیں اس کے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

معاویہ: اے ابا عبداللہ! کافی ہے آپ نے اپنی بات پہنچا دی۔

محمد بن سائب سے منقول ہے کہ ایک روز مروان ابن حکم نے امام حسینؑ نے کہا:

اگر فاطمہ بنت رسول کا فخر نہ ہوتا تو تم لوگ ہم پر کس چیز سے فخر اور ناز کرتے؟

پس امام حسینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور مروان کا گریبان پکڑ کر اس کا گلا دبایا اور اس کے عمامہ کو اتار کر دور پھینک دیا اور اتنی دیر تک وہ بے ہوش ہوگیا، پھر اس کو چھوڑ کر قریش کی جانب رخ کر کے فرمایا:

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر میری باتیں درست ہوں تو تصدیق کرنا کیا روئے زمین پر کسی دو فرد کو پہچانتے ہو جو مجھ سے اور میرے بھائی سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب ہو؟ یا رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹے میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی دوسرے کو جانتے ہو؟ سب نے کہا: ہم نہیں جانتے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں روئے زمین پر سوائے اس مروان اور اس کے باپ کے کسی فرد کو بھی ملعون و فرزند ملعون نہیں جانتا کہ دونوں کو رسول خدا نے اپنے پاس سے نکال دیا ہو۔

تمام شرق و غرب عالم میں جو شخص اپنے کو اسلام سے نسبت دیتا ہے اس مروان سے بڑا خدا اور رسول ﷺ و اہل بیت کا دشمن کوئی نہیں ہے، میرے قول کے صحت کی علامت یہ ہے کہ جب تو غصہ کرے تو تیری ردا کاندھے سے گر پڑی۔

کربلا میں اہل کوفہ سے امام حسینؑ کا احتجاج

مصعب ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب دشمنوں نے امام حسینؑ کا محاصرہ کر لیا تو حضرت گھوڑے پر سوار ہو کر قریب آئے اور انھیں خاموش ہونے کو کہا اس کے بعد حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور اس طرح ہوئے:

اے جماعت! تمہارے لئے ہلاکت ہو، تم نے مجھ کو اتنے جوش اور ولولہ کے ساتھ بلایا تاکہ تمہاری فریاد کو پہنچوں اور ہم تمہاری دعوت پر جلد سے جلد آئے، پھر ہمارے ہی سروں پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے ہو اور ہمارے دشمنوں کے بجائے ہمیں پر آتش جلا دی، تم میدان جنگ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے ہی دشمن کے یار و مددگار ہو گئے حالانکہ انھوں نے تمہارے ساتھ نہ عدل و انصاف سے کام لیا نہ ان سے خیر کی امید رکھتے ہو۔ تم پر وائے ہو! جب تلواریں نیاموں میں اور قلوب آرام و سکون میں اور افکار ناپختگی میں تھے تب تم نے ہم کو کیوں نہ چھوڑ دیا لیکن تم لوگ مکھیوں کی مانند فتنہ کیطرف بھاگے اور پروانوں کی مانند ایک دوسرے پر گر رہے تھے، تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو!

اے کنیز کے غلاموں! احزاب میں باقی بچے لوگو!، کتاب خدا کے چھوڑ دینے والو! تحریف کرنے والو! تم نے کلمات کو معانی سے الگ کر لیا اور ہماری سنتوں کو مٹانے والو! امام۔کی نافرمانی کرنے والو! ان نفسوں نے ان کیلئے جو پہلے سے بھیجا ہے وہ کتنا برا ہے کہ اللہ ان پر غضب ناک و ناراض ہے اور وہ لوگ عذاب خدا میں ہمیشہ رہیں گے۔ تم ان کی مدد کر رہے ہو اور ہم کو تنہا چھوڑ رہے ہو؟

ہاں، خدا کی قسم! بے وفائی و پیمان شکنی تمہاری دیرینہ عادت ہے، تمہاری جڑیں غدر و دھوکہ سے ملی ہوئی ہیں اور تمہاری شاخوں نے اسی پر پرورش پائی ہے، تم ان کے وہ پلید ترین اور خراب ترین میوے ہو جو مالک کے گلے میں اٹکے ہوئے اور غاصب کیلئے خوش ذائقہ ہو۔

آگاہ رہو کہ اللہ کی لعنت ان ظالمین عہد شکن پر ہے جو زیادہ تاکید کے بعد بھی عہد و پیمان توڑ ڈالتے ہیں حالانکہ خدا نے تم کو خود تمہارا ضامن اور وکیل قرار دیا ہے۔

اس بے باپ کے بیٹے نے جس کو بنی امیہ نے اپنے سے ملحق کر لیا اور بے باپ کے اس کا بیٹا بنا لیا، مجھے دو چیزوں کے درمیان کھڑا کر دیا ہے تلوار کھینچ لوں یا کہ ذلت برداشت کروں۔ اگر ہم ذلت اختیار کریں تو ہمارے

کافرین کی نسل کے عبید اللہ کیلئے یہ لوگ میرے خون بہانے میں خدا سے بھی نہیں ڈرے۔

عمر ابن سعد نے لشکر کثیر کے ساتھ مجھے اپنے تیروں کی آماجگاہ بنالیا۔

اس قتل کیلئے دو ستارہ قطبی کے نور سے میرا فخر و میری بزرگی کے علاوہ اور کوئی مسئلہ وسبب نہیں ہے۔

ایک ستارہ علی ہیں جو بعد نبی اکرم سب سے بہتر و برتر ہیں کہ اس نبی کے والدین قریشی ہیں۔

میرے ماں باپ خدا کے برگزیدہ تھے اور میں دو برگزیدہ کا فرزند ہوں۔

وہ چاندی جو سونے سے خالص ہو اور میں وہ چاندی ہوں جو دو سونوں کا بیٹا ہے۔

کون ہے جس کے پاس میرے جیسے نانا یا بابا ہوں کہ میں ان دو رہبروں کا بیٹا ہوں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ میری ماں ہیں اور میرے بابا جنگ بدر و حنین میں کفر کو توڑنے والے ہیں۔

دین کی رسی امام علی مرتضیٰؑ ہیں وہی لشکروں کو بھگانے والے اور دونوں قبلہ کی جانب نماز پڑھنے والے ہیں۔

انھوں نے ہی روز احد ایسا حملہ کیا کہ دو لشکر کے قبضہ کے ساتھ حسد و کینہ کو دور کردیا۔

پھر کارزار احزاب و فتح مکہ میں کافرین کے لشکر کیلئے موت کا پیغام بن کے رہے۔

اس امت بد نے عترت رسول خداﷺ کے حق میں اللہ کی راہ میں کس عمل کا ارتکاب کیا۔

نبی مصطفیٰ کی بہترین عترت اور دلاور و بہادر علیؑ کی نسل روز جنگ میں۔

امام علیؑ نے نوجوانی میں اللہ کی پرستش کی اور قریش بت پرستی کررہے تھے۔

انھوں نے ابتدا ہی سے بتوں سے دشمنی و کینہ رکھا اور قریش کے ساتھ ایک لحہ بھی ان کا سجدہ نہیں کیا۔

ان بہادروں کو میدان بدر احزاب و حنین میں اپنی تلوار سے زخمی کیا۔

پھر امام حسینؑ دشمنوں کے سامنے آکر کھڑے ہوئے حالانکہ ان کے ہاتھ میں برہنہ شمشیر تھی زندگی سے ناامید تھے اور موت کیلئے آمادہ ہوکر فرمارہے تھے کہ میں بنی ہاشم کے پاک و امام طاہر علیؑ کا فرزند ہوں یہی فخر و مباہات میرے لئے کافی ہے۔

لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگ و برتر رسول خداﷺ میرے جد ہیں اور ہم مخلوق کے درمیان اللہ کے درمیان اللہ کے روشن چراغ ہیں۔

میری ماں فاطمہ بنت احمد مصطفیٰﷺ کی نسل سے ہیں اور میرے چچا جعفر ذوالجناحین مشہور ہیں۔

لئے ہیہات و افسوس ہو! خدا اور رسول اور مومنین ہمارے لئے زبوں حالی و ذلت ہے جسکو ہم پسند نہیں کرتے اور پاک و پاکیزہ گودیاں اور پرحمیت و غیرت مند قتل ہو جائیں لیکن ایسے کم مایہ لوگوں کی اطاعت کبھی نہیں کرتے ہیں، میں اس مختصر جماعت کے ساتھ تم سے کارزار کروں گا اگرچہ مددگاروں نے مجھے چھوڑ دیا ہے پھر امامؑ نے ایک شاعر (ظاہراً وہ فروہ بن مسیک) کا اشعار پڑھا۔

اگر ہم کامیاب ہوں تو دیر ہوئی ہم کامیاب ہو چکے تھے اور اگر ہم مغلوب ہوں پھر بھی ہم مغلوب نہیں ہوئے ہیں۔

ڈر جانا ہماری عادت نہیں لیکن (زندگی کی کوشش کرتے ہیں اور دشمن کے قتل کی) کیوں کہ ہمارا قتل کرنا دوسروں کی حکومت کے ساتھ ہے۔

اگر بادشاہ جاوداں تھے تو ہم بھی جاوداں رہیں گے اگر بزرگ رہے ہوں تو ہم بھی رہیں گے۔

جو ہمارے غم سے خوش ہوتے ہیں ان سے کہہ دو کہ ہوشیار رہیں کہ جہاں ہم پہنچے ہیں وہ بھی پہنچیں گے۔

منقول ہے کہ جب امام حسین- کے تمام اصحاب و اقربادار شہید ہوگئے سوائے علی ابن الحسین زین العابدینؑ اور فرزند شیر خوار عبد اللہ علی اصغر کے کوئی باقی نہ بچا اور امام تنہا ہوئے تو آپ نے خیمہ کے دروازہ پر آکر فرمایا:

اس بچہ کو مجھے دو تا کہ اس کو وداع کروں، آپ نے لے کر بوسہ لینے لگے اور فرمایا:

اے میرے لال! اس قوم پر وائے ہو جو رسول خدا سے مخاصمہ اختلاف کریں۔

کہا گیا ہے کہ ناگہاں ایک تیر آیا اس بچہ کے سینہ پر لگا اور وہ شہید ہوگیا۔ امام گھوڑے سے اترے شمشیر سے قبر کھودی اور خون آلود لاشہ دفن کردیا، یہ اشعار پڑھتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔

ترجمہ: سب کافر ہوگئے اور ثواب خداوند کو چھوڑ کر انھوں نے جن وانس کے رب سے بھی چشم پوشی کرلی۔

انہوں نے ماضی میں امام علیؑ اور ان کے فرزند امام حسنؑ جو ماں باپ کی جانب سے کریم تھے، اس کو بھی قتل کیا ہے۔

سب نے ناراض ہوکر کہا اب حسینؑ پر حملہ کر کے ان کا خون بہادو۔

ان رذیل و ذلیل لوگوں پر وائے ہو کہ جنھوں نے سب کو مالک حرمین کے خلاف جمع کیا۔

پھر سب نے تیار ہوکر ایک سفارش کی کہ ہم ملحدین کے رضا و خوشنودی کی احتیاج رکھتے ہیں۔

ہمارے درمیان کتاب خدا صدق وسچائی کے ساتھ نازل ہوئی اور ہمارے درمیان ہدایت وحی کے ساتھ یاد کی جاتی ہے۔

ہم تمام لوگوں کی خاطر خدا کی امان ہیں اور ظاہر و پوشیدہ لوگوں کے درمیان ہم اسے بیان کرتے ہیں۔

ہم حوض کوثر کے والی و مالک ہیں جام رسول اپنے دوستوں کو پلاتے ہیں اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔

لوگوں میں ہمارے پیروکار بہترین شیعہ ہیں اور ہم سے دشمنی وکینہ رکھنے والے روز قیامت زیان وخسارہ میں ہیں۔

اہل کوفہ سے فاطمہ صغریٰ کا احتجاج

زید ابن موسیٰ ابن جعفر نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے جب فاطمہ صغریٰ نے کربلا کی واپسی پر شہر کوفہ میں خطبہ ارشاد فرمایا:

تمام حمد وتعریف اللہ کیلئے ہے اور میں تمام ریتوں، سنگریزوں اور عرش سے تحت الثریٰ کے عدد کے برابر اللہ کی حمد کرتی ہوں، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہ لاشریک ہے اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں اور ان کی اولاد کو فرات کے کنارہ ذبح کردیا گیا بغیر اس کے کہ انھوں نے کسی کو قتل کیا ہو کہ وہ اس کا قصاص چاہتے ہوں۔

اے خدا! تجھ پر بہتان باندھنے سے اور تیرے رسول پر نازل کی ہوئی باتوں کے خلاف بولنے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں، تیرے رسول نے اپنے وصی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کیلئے عہد وپیان لیا لیکن لوگوں نے ان کے حق کو غصب کرلیا اور انھیں بے گناہ قتل کردیا پھر ان کے بیٹے کو کل وہی خدا کے گھروں میں سے ایک گھر میں شہید کردیا، یہ زبانی مسلمانوں کا ایک گروہ نہیں ہیں ہم جب تک وہ حضرت زندہ تھے ان کو پانی نہیں دیا اور وقت موت بھی انھوں نے ان کی پیاس نہیں بجھائی یہاں تک کہ تو نے ان کو اپنی بارگاہ میں بلالیا ہم وہ بہترین عادت، پاک سرشت معروف و مشہور فضائل اور روشن ور کردار کے مالک تھے، کسی ملامت کرنے والے کی ملاقات میں نہ گرفتار ہوئے اور نہ ہی اس سے ڈرے۔

اے میرے رب! تو نے بچپن سے ان کو راہ اسلام دکھائی اور بزرگی میں ان کو مناقب سے نوازا اور ہمیشہ تیرے ساتھ رسول کے لئے سچے قلب کے ساتھ رہے یہاں تک تو نے اپنے جوار میں انھیں بلالیا دنیا سے بے رغبت اور قطعاً اس کے حریص نہ تھے بلکہ تیری رضا کی خاطر آخرت کی جانب راغب تھے اس نے تیری راہ میں زحمت برداشت کی تو نے اس کو پسند فرما کر منتخب کیا اور صراط مستقیم پر گامزن کیا۔

اما بعد: اے اہل کوفہ، اے دھوکہ باز بے وفا وخود خواہ لوگو! ہم اس خاندان کے افراد ہیں کہ خدا نے ہماری آزمائش تمہارے ذریعہ کی اور تمہارا امتحان ہمارے وسیلہ سے لیا، ہم امتحان میں کامیاب ہوئے اور اس نے علم وفہم کو ہمارے لئے قرار دیا ہم خدا کے علم کے رازدار ہیں اور اس کے علم اور اس کی حکمت کے حافظ ہیں ہم ہی زمین

میں معین کی ہوئی اس کی حجت ہیں۔

اس نے ہم کو اپنی بزرگی سے نوازا اور اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ تمام مخلوق پر ہم کو فضیلت عطا کی لیکن تم لوگوں نے ہماری تکذیب کی اور ہماری ناشکری کی ہمارے قتل کو حلال سمجھ لیا ہمارے اموال کو تاراج کیا گویا ہم ترک و کابل کی اولاد ہیں۔ اسی طرح تم نے کل ہمارے جد امام علیؑ کو قتل کیا اور گذشتہ حسد و کینہ کے سبب تمہاری تلواروں سے ہمارے خون ٹپک رہے ہیں اس سے تمہاری آنکھیں روشن ہوئیں اور تمہارے قلوب شاد و مسرور۔ تم نے خدا کے ساتھ جرأت و دلیری دکھائی اور اس کے ساتھ مکر کیا، خدا بہترین تدبیر کرنے والا ہے، ہمارے خون بہا کر اور اموال کو غارت کر کے خوش نہ ہونا کیوں کہ جو مصائب ہم تک پہنچے وہ ایک کتاب میں ثبت ہو چکے ہیں اور یہ خدا کیلئے بہت آسان ہے یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جو مل جائے اس پر غرور نہ کرو کہ اللہ اکڑنے والے مغرور افراد کو پسند نہیں کرتا تمہارے لئے ہلاکت ہو لعنت و عذاب کے منتظر رہو گویا ابھی آنے والا ہے اور آسمان سے پے در پے لعنت و عذاب برسے گا اور تم کو ہلاک کر دے گا اور وہ تم کو اس جان میں تمہارے اعمال میں گرفتار کر دے گا اور پھر ہم پر کیے ہوئے ظلم و ستم کے بدلے تم قیامت میں ہمیشہ کے لئے دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے اور ظالمین پر اللہ کی لعنت ہو۔

تم پر وائے ہو! کیا تم جانتے ہو کہ کس ہاتھ نے ہم پر ظلم کیا اور کس کو ہم سے لڑنے کی رغبت ہوئی اور کون سے قدم نے جنگ کی آواز سے ہماری طرف آئے؟ تمہارے قلب و جگر سخت اور پتھر ہو گئے ہیں، تمہارے دل آنکھ و کان پر مہر لگ چکی ہے، شیطان نے تمہاری برائیوں کو تمہاری نگاہ میں آراستہ کر رکھا ہے اور موت کو دور کر رکھا ہے، اور تمہاری آنکھوں پر پردہ لٹکا دیا ہے کہ تم راہ راست کو نہیں پہنچتے، اے اہل کوفہ! تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو! تمہارے دلوں میں رسول اللہ کا بغض و کینہ ہے، تم ان سے خون کے بدلے چاہتے ہو پھر تم ان کے بھائی علی ابن ابیطالب ہمارے جد سے بے وفائی کی اور ان کے بیٹوں سے بھی بے وفائی کی جو عترت پیغمبر اسلام ﷺ جو منتخب شدہ ہیں، تم میں سے ایک شخص ان سب پر نازل ہو کر کہتا ہے کہ ہم نے تلواروں اور ہندوستانی نیزوں سے امام علیؑ اور ان کے فرزندوں کو قتل کیا۔

ترک کے اسیروں کی مانند کی عورتوں کو اسیر کیا اور جیسی چاہی ویسی ان کو ضرب لگائی۔

پھر فرمایا: اے شاعر! تیرے منہ میں خاک و سنگ تو اس قوم کو قتل کر کے ناز کر رہا ہے۔ جس کو خدا نے پاک و پاکیزہ بنایا اور تمام گندگیوں کو ان سے دور رکھا ہے اب اس کے بعد تو غصہ میں جلتا بھنتا رہا اور اپنے باپ کے مانند تو بھی کتوں کیطرح دم دبا کر زمین پر بیٹھ جا، کل ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے پہلے سے بھیج دیا ہے اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو بخشا ہے اس سے رشک کرے گا۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے اور جس کیلئے خدا نے نور نہیں قرار دیا پھر اس کیلئے کوئی نور نہیں ہے۔

راوی: نے کہا پس گریہ کی آواز بلند ہوئی اور لوگوں نے کہا:

اے طیب و طاہر کی بیٹی! بس کافی ہے آپ نے ہمارے دلوں کو جلا ڈالا ہمارے سینوں کو کباب کر دیا اور ہمارے اندر آگ لگا دی۔

پس شہزادی فاطمہ صغریٰ خاموش ہو گئیں، ان پر ان کے بابا اور ان کے جد پر سلام۔

اہل کوفہ کے سامنے حضرت زینب بنت علی ابن ابیطالب علیہا السلام کا خطبہ

حذیم بن شریک اسدی سے روایت کی گئی ہے:

جب حضرت زین العابدین علیہ السلام کو مخدرات عصمت کے ساتھ کوفہ لایا گیا۔ امام مریض تھے اور کوفہ کی عورتیں گریبان چاک رو رہی تھیں اور ان کے ساتھ مرد بھی گریہ کناں تھے۔

امام علیہ السلام نے بہت نحیف و کمزور لہجہ میں کہا: یہ لوگ ہم پر گریہ کر رہے ہیں تو نے ہم کو قتل کیا ہے؟

اس وقت زینب دختر امام علی علیہ السلام نے لوگوں کی جانب خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

حذیم کہتے ہیں میں نے کسی بھی پردہ نشین عورت کو ان سے زیادہ صاحب نطق نہیں دیکھا گویا وہ امام علی علیہ السلام کی زبان سے بات کر رہی تھیں، جب لوگوں سے سکوت کا اشارہ کیا تو لوگوں کی سانسیں رک گئیں اور نفس رک گئے پھر آپ نے حمد و ثنای الہی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام اور درود کے بعد فرمایا:

امابعد! اے کوفہ کے لوگو، اے دغا باز و دھوکہ باز و بے غیرت! تمہارے اشک خشک نہ ہوں اور تمہارے نالہ و فریاد کم نہ ہوں، تمہاری مثال اس عورت کی ہے جس نے اپنے دھاگہ کو مضبوط کاتنے کے بعد پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، تم نے قسموں کو اپنے ہاتھوں سے توڑا، خودستائی و فخر کرتے ہو دشمن دروغ گو، کنیزوں کی مانند چاپلوسی کرنے اور دشمنوں کی طرح سخن چینی کرنے والو، کوڑے پر اگے ہوئے پودے کی مانند اور قبر پر لگائی مٹی کے علاوہ تمہارے پاس کیا ہے؟

تم نے اپنے لئے بہت برا تحفہ بھیجا ہے خدا تم پر غضبناک ہے اور تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے۔

تم میرے بھائی کیلئے رو رہے ہو، ہاں گریہ کرو تم کو رونا ہی چاہئے، زیادہ روؤ کم ہنسو کہ اس کی ذلت نے تم کو گرفتار کر لیا اور اس کی ایسی رسوائی تم کو ملی ہے کہ تم کبھی اپنے سے اسے نہیں دھو سکتے اور اس ننگ و عار کو کیسے دھوؤ گے کہ تم نے خاتم انبیاء کے فرزند ار جمند معارف رسالت اور جوانان جنت کے سردار کو قتل کیا ہے جو میدان جنگ میں تمہاری پناہ گاہ اور اکیلا تمہارا ایک گروہ تھا، صلح کے وقت تمہارے دلوں کیلئے

آرام اور تمہارے زخموں کا مرہم تھا اور سختیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھا، جنگوں میں وہی تمہارا مرجع تھا، جو تم نے اپنے لئے پہلے سے بھیجا وہ بہت برا ہے روز بعثت کیلئے جن گناہوں کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہو وہ بھی بہت برا ہے تمہاری نابودی ہے، تم ناکام، سرنگوں، تمہاری کوششوں کا انجام ناامیدی ہو، ہاتھوں کو قطع کر لیا گیا۔ سودا گھاٹے کا رہا اور تم نے خدا کا غضب خدا اپنے لئے خرید لیا اور ذلت و خواری تمہاری خاطر حتمی و ضروری ہوگئی۔

کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول خدا کے جگر کو شگافتہ کر دیا اور عہد و پیمان کو توڑ ڈالا اور کون سی پردہ داری کو پردہ سے باہر لائے اور کس کی ہتک حرمت کی اور کون سا خون بہایا؟ تم نے بہت برا کام کیا، قریب ہے کہ اس کے ہولناک غم سے آسمان پھٹ جائے اور زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔

یہ ایک دشوار و بزرگ اور بڑی کج و پیچیدہ و منحوس مصیبت ہے کہ جس کی راہ چارہ بند ہو چکی ہے، اس کی عظمت سے آسمان کے خون برسنے سے تم کو تعجب ہو رہا ہے، جان لو کہ عذاب آخرت اس سے زیادہ ذلیل و خوار کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ لہذا عذاب کی تاخیر اور مصلحت تم کو گستاخ نہ بنا دے کہ خداوند متعال شتاب و جلد بازی نہیں کرتا۔ وہ ہماری اور تمہاری تاک میں لگا ہے پھر یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: اس وقت تم کیا کہو گے جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے پوچھیں گے کہ یہ تم لوگوں نے کون سا کام کیا۔

میرے خاندان اور بیٹوں اور عزیزوں میں کچھ اسیر ہیں اور کچھ خون میں غلطان ہیں۔

میں تمہارا خیر خواہ تھا کیا، اس کا بدلہ یہی ہے کہ تم میرے بعد میرے گھر والوں کے ساتھ برائی کرو۔

مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ نازل ہو جائے جس نے قوم ارم کو ہلاک کیا تھا پھر انھوں نے ان سے اپنا رخ پھیر لیا۔

راوی: حذیم نے کہا: میں نے لوگوں کو حیران و پریشان دیکھا اور ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہے تھے میرے پاس ایک بوڑھا شخص گریہ کناں تھا کہ جس کی داڑھی اشکوں سے تر تھی اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے کہہ رہا تھا میرے باپ فدا ہوں تمہارے ضعیف بہترین ضعیف و بزرگ ہیں تمہاری عورتیں بہترین عورتیں ہیں، تمہارے جوان بہترین جوان ہیں، تمہاری نسل کریم و بزرگ ہے تمہارا فضل فضل عظیم ہے پھر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اے پھوپھی اماں! خاموش ہو جائیں باقی رہنے والوں کو گذر جانے والوں سے عبرت لینا چاہئے اور آپ بحمد اللہ عالمہ غیر معلمہ اور فاہمہ غیر معلمہ ہیں۔ گریہ و فریاد چلے جانے والوں کو پلٹاتا نہیں ہے، پس وہ شہزادی ساکت ہو گئیں۔

اہل کوفہ سے امام زین العابدین علیہ السلام کا احتجاج

حذیم ابن شریک نے کہا کہ امام جب خیمہ سے باہر آئے تو لوگوں کو خاموش کر کے کھڑے ہوئے اور حمد خدا کی اس کی تعریف بیان کی اور نبی اکرم پر درود پڑھ کر فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا وہ جان لے میں امام حسینؑ کا فرزند ہوں، جس امام حسینؑ کو فرات کے کنارہ قتل کر دیا گیا بغیر اس کے کہ کسی خون کے طلبگار ہوں اور قصاص چاہتے ہوں میں اس کا فرزند ہوں ان لوگوں نے جس کی حرمت پائمال کر دی اور اس کے مال کو تاراج کر دیا اور اس کے گھر والوں کو اسیر کر لیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کو گھیر کر قتل کر دیا اور یہی فخر کافی ہے۔

اے لوگو! تم کو خدا کی قسم کیا جانتے ہو کہ تم نے میرے بابا کو خط لکھا اور ان کو فریب دیا، اور ان کے ساتھ عہد و پیان کیا اور پھر انھیں سے جنگ کیا اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا؟

تمہاری ہلاکت ہو! تم نے پہلے سے اپنے لئے کتنا برا توشہ بھیجا ہے اور تمہاری رائے کا برا ہو کس آنکھ سے پیغمبر اسلام پر نظر ڈالو گے جب وہ کہیں کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا اور میری حرمت کو پائمال کیا پس تم میری امت سے نہیں ہو؟

راوی: لوگوں کی صدائے گریہ بلند ہو گئی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم ہلاک ہوئے تم نے نہیں سمجھا، پس امام سجادؑ نے فرمایا: اللہ اس پر رحمت کرے جو میری نصیحت قبول کرے اور صرف خدا ﷺ و رسول ان کے اہل بیتؑ کے لئے میری وصیت کی حفاظت کرے کیوں کہ ہمارے لئے رسول خدا ﷺ بہترین نمونہ ہے سب نے کہا اے فرزند رسول خدا! ہم آپ کے فرمانبردار ہیں آپ کے عہد کے وفادار ہیں، ہمارے دل آپ کی جانب ہیں آپ ہمارے دلوں میں ہیں خداوند آپ پر رحمت نازل کرے آپ حکم فرمائیں جو آپ سے جنگ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے، جو آپ سے صلح کریں ہم اس سے صلح کریں گے جس نے آپ پر اور ہم پر ظلم کیا ہم اس سے آپ کے خون کا قصاص لیں گے۔

امام سجادؑ نے فرمایا: افسوس افسوس! اے بے وفا مکارو! تمہارے اور تمہارے نفسوں کے درمیان شہوت حائل ہیں تمہاری خواہش ہے کہ جیسی ہمارے آباء و اجداد کی نصرت و امداد کی ویسی ہی نصرت ہماری کرو، ہرگز ایسا نہیں

ہوگا، میدان منیٰ میں لے جائے جانے والے اونٹوں کے پروردگار کی قسم! کل میرے بابا اور خاندان کے قتل سے زخم جو میرے دل پر لگا تھا وہ ابھی نہ اچھا ہوا ہے اور نہ بھرا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داغ بھولا نہیں ہوں اور میرے بابا اور ان کے فرزندوں اور اپنے دادا کے فرزندوں کے داغ نے میرے بالوں کو سفید کر دیا ہے۔ ان کی تلخی اب بھی میرے حلقوں میں موجود ہے ان کے درد وغم میرے سینہ میں باقی ہیں اور میری خواہش یہ ہے کہ تم لوگ نہ ہمارے موافق ہو اور نہ مخالف، اس وقت اشعار پڑھے۔

ترجمہ: بابا حسینؑ کی شہادت پر تعجب نہیں کیوں کہ ان کے بابا ان سے بہتر و برتر تھے وہ بھی قتل ہوئے۔

اے اہل کوفہ! جو مصائب حسینؑ پر پڑے اس سے خوشحال نہ ہو اگر چہ وہ بہت بڑے ہیں جو فرات کے کنارے قتل ہوئے اس پر میری جان فدا ہو جس نے ان کو قتل کیا اس کی سزا دوزخ ہے۔

شامی سے امام زین العابدینؑ کا احتجاج

دیلم ابن عمر سے منقول ہے کہ جب اسیران آل محمد کو شام لایا گیا، میں وہاں موجود تھا انھیں اس مسجد کے دروازہ پر روکا گیا جہاں ہمیشہ قیدی روکے جاتے تھے ان میں امام سجادؑ بھی تھے ایک شامی ضعیف مرد نے آ کر ان سے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو قتل کیا اور ہلاک کیا اور فتنہ کی سینگ کو قطع کیا اور اس مرد نے برا کہنے سے کچھ نہ چھوڑا جب اس کی بات ختم ہوئی تو امام نے اس سے کہا میں تمہاری باتیں خاموشی سے سنتا رہا لہٰذا جیسے میں تیرے لئے خاموش رہا تو بھی خاموش سن، شامی بوڑھے شخص نے کہا: بیان کرو۔

امام سجادؑ-: کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟

مرد شامی: ہاں

امام سجادؑ: کیا تو نے آیت مودت ﴿قُل لاَ اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجرًا اِلاَّ المَودَةَ فِی القُربیٰ﴾ بھی پڑھی ہے؟

مرد شامی: ہاں

امام سجادؑ: ہم رسول خدا کے قریبی ہیں جس کی مودت خدا نے مانگی ہے۔ کیا تو نے بنی اسرائیل میں اس کو پڑھا جو ہم سے مخصوص ہے مسلمانوں سے نہیں؟

مرد شامی: نہیں

امام سجادؑ: ہم وہی لوگ ہیں خدا نے جن کے حق کے دینے کا اپنے نبی کو حکم دیا ہے۔

مرد شامی: واقعاً آپ وہی لوگ ہیں؟

امام سجادؑ: ہاں ہم وہی لوگ ہیں۔

کیا تو نے اس آیت کی تلاوت کی ہے؟ ﴿وَاعلَمُوا اِنَّمَا غَنِمتُم مِن شَیءٍ فَاِنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِی القُربیٰ﴾

مرد شامی: ہاں

امام سجادؑ: ہم ہی ذوی القربیٰ ہیں۔ کیا تو نے قرآن کے سورۂ احزاب میں اس کو پڑھا جو صرف ہم سے مخصوص ہے دوسرے مسلمانوں سے نہیں؟

مرد شامی: نہیں

امام سجادؑ: کیا تو نے آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ ﴿اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ وَاَهلَ البیتِ وَ یُطَهِّرَکُم تَطهِیرًا﴾

مرد شامی نے اپنا ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیا تین مرتبہ کہا:

خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، بارالٰہا! میں آل محمدؐ کی عداوت سے توبہ کرتا ہوں اور اہل بیت محمدؐ کے قاتلین سے اظہار بیزاری کرتا ہوں، ابھی تک میں تلاوت قرآن کرتا تھا مگر ان مطالب کی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔

احتجاج حضرت زینب بنت امام علی علیہ السلام

جب یزید ملعون امام حسینؑ کے لبوں پر پتھر مار رہا تھا:

بنی ہاشم کے بزرگوں میں سے ایک بچے بزرگ اور دوسروں سے بھی منقول ہے کہ جب امام سجادؑ اور ان کے اہل حرم یزید کے پاس وارد ہوئے اور سر امام حسینؑ ایک طشت میں یزید کے سامنے رکھا تو وہ ملعون اپنی چھڑی حسینؑ کے دانتوں پر مارتا اور یہ اشعار پڑھتا۔ جس کا ترجمہ:

بنی ہاشم نے حکومت کا ایک کھیل کھیلا ہے، نہ آسمان سے کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔

کاش میرے بدر کے مقتولین ہوتے اور نیزہ مارنے سے قبیلہ خزرج کا گریہ کرنا دیکھتے۔

خوشی سے فریاد کرتے ہوئے کہتے اے یزید! تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

ہم نے ان کو جنگ بدر کی سزا دیدی اور ان کو بدر کے مانند کر دیا اور سب بدلہ برابر ہو گیا۔

میں خندق میں سے نہیں ہوں کہ احمد کے بغض وکینہ کا بدلہ ان کی اولاد سے نہ لوں۔

روای: حضرت زینبؑ نے جب یہ منظر دیکھا تو دلوں کو پارہ پارہ کر دینے والی دردناک آواز سے فریاد کی:

یا حسینا! اے حبیب خدا! اے مکہ ومنیٰ کے فرزند، سردار نساء عالمین فاطمہ زہراؑ کے فرزند، اے فرزند محمد مصطفیٰ ﷺ!

راوی: خدا کی قسم! اس مجلس کا ہر شخص رونے لگا اور یزید ملعون خاموش بیٹھا تھا، اس وقت حضرت زینبؑ کھڑی ہوئیں اور خطبہ پڑھنا شروع کیا اور کمالات محمد مصطفیٰ ﷺ کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ہم خدا کی رضایت و خوشنودی کیلئے صبر کر رہے ہیں ایسا خوف ودہشت کے سبب نہیں۔

راوی: زینبؑ وہی جن کے بابا علی مرتضیٰؑ اور ماں فاطمہؑ، رسول خدا ﷺ کی بیٹی ہیں، کھڑی ہوئیں اور فرمایا:

اس خدا کی حمد ہے جو تمام عالم کا رب ہے اور میرے نانا سید المرسلین پر درود ہو، خدائے سبحان نے سچ فرمایا ہے:

برائی کرنے والوں کا انجام برا ہے کہ انھوں نے آیات خدا کی تکذیب کی اور ان کا مذاق اڑایا۔

اے یزید! کیا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ تو نے ہم کو غلاموں کی مانند ادھر ادھر پھرا رہا ہے۔ ہم خدا کے نزدیک ذلیل و خوار ہیں اور تو اس کی نگاہ میں بزرگ وبلند ہے اور تیرا ہم کو اسیر کرنا خدا کے نزدیک تیری عزت ہے اپنے نتھنوں کو

پھلا کر غرور کر رہا ہے اور خود پر نازاں ہے، خرم وشاد ہو جا کہ دنیا نے تیرے اوپر اپنی کمند ڈال دی ہے اور تیرے لئے خود کو آراستہ کرلیا ہے، ہماری ملک بادشاہت نے تیرا راستہ صاف کر دیا ہے، ہمارا حکم تیرے لئے خالص ہو گیا ہے جاہلانہ قدم ذرا آہستہ اٹھا! کیا تو نے اللہ کا قول بھلا دیا۔ کافر گمان نہ کریں کہ ان کو مہلت دی ہے تو ان کیلئے خیر ہو گی، ایسا نہیں ہے بلکہ انھیں مہلت دی ہے کہ وہ زیادہ گناہ کریں اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اے اس شخص کے بیٹے کہ ہمارے جد نے جس کو اسیر کر کے آزاد کر دیا!

کیا یہی انصاف ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پشت پردہ بٹھائے اور رسول خدا کی بیٹیوں کو اسیر کر کے کشاں کشاں پھرائے تو ان کو بے پردہ کرے اور ان کے چہروں کو بے نقاب، دشمن ان کو شہر بہ شہر لے جائیں، اپنے او رغیروں کی آنکھیں ان کو دیکھیں، ذلیل وشریف ان کے چہروں پر نگاہ ڈالیں، ان کے مردوں میں سے کوئی پرستار باقی رہا نہ یاور، نہ محافظ و نہ مددگار، تیری یہ ساری گستاخی خدا اور رسول کے انکار اولاد اور قرآن کے رد کے مترادف ہے۔

کوئی تعجب خیز بات نہیں اور تیرے جیسے سے ان اعمال کا ہونا تعجب آور نہیں، اس سے کس طرح سے دل سوزی و غمگساری کی امید کی جاسکتی ہے جس کے دین نے شہداء کے جگر کو چبایا ہو اور اس کا گوشت شہداء کے خون سے رنگین ہوا ہو اور سردار انبیاء پر جنگ تھوپی ہو اور مختلف گروہوں کو جمع کر کے اعلان جنگ کیا ہو اور رسول خدا ﷺ پر تلواریں کھینچی ہوں؟ وہی خدا اور رسول کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ سخت منکر ہو اور سب سے زیادہ خدا سے اظہار دشمنی کرتا ہو، کفر وطغیان وسرکشی کا سردار اور خدا کے سامنے سب سے بڑا مستکبر ہو۔

آگاہ رہو! یہ سب اس کفر وکینہ کا ثمرہ ہے جو بدر کے مقتولین کیلئے سینوں میں غرور تھا تو ہمارے خاندان کی دشمنی میں جلدی کیوں نہ کرے وہ ہماری جانب بغض وکینہ کی آنکھوں سے کیوں نہ دیکھے، اس نے اپنا کفر رسول خدا ﷺ کے ذریعہ ظاہر کیا اور سخن اپنی زبان پر لایا۔ اولاد رسول کے قتل اور ان کی اسیری پر بغیر حزن وغم کے خوش ہو رہا ہے، وہ سب کیوں نہ کہیں کہ اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہ ہو۔

بوسہ گاہ رسول خدا دندان ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام پر اپنے عصا سے مار رہا ہے اور خوش حالی اس کے چہرے سے چمک رہی ہے۔

میری جان کی قسم! تو نے جوانان جنت کے سردار سید عرب کے فرزند، آل عبدالمطلب کے سورج کا خون بہا کر اپنے سلف کافرین سے تقرب حاصل کیا پھر فریاد کر رہا ہے، خدا کی قسم! اگر وہ تیرے حضور ہوتے تو ان کو آواز دیتا، غم

مت کرو، بہت جلد تو ان کے پاس جائے گا اور آرزو کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ شل ہوتے اور کاش میرے ماں باپ نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا، یہ وہ وقت ہوگا جب تو غضب الٰہی کیطرف جائے گا اور تیرے دشمن ومخالف رسول ﷺ ہوں گے۔

خدایا ہماری فریادرسی فرما، ان ستمگروں سے ہمارا انتقام لے، ان لوگوں پر اپنا غضب اور عذاب نازل کر جنھوں نے ہمارا خون بہایا، ہمارے عہد وپیمان کو توڑا، ہمارے حامیوں کو قتل کیا، اور ہماری ہتک حرمت کی۔

اے یزید! تو نے جو چاہا تھا کرلیا، بخدا تو نے صرف اپنی کھال شگافتہ کی، اور اپنے گوشت کو پارہ پارہ کیا، تو بہت جلد رسول اکرم ﷺ کے پاس ان کی ذریت کے خون اور ان کی ہتک حرمت اور ان کی عترت کے خون اور گوشت کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ایسی جگہ وارد ہوگا جہاں خداوند عالم ان کے بکھرے افراد کو جمع کرے گا اور ان کے ظالمین سے انتقام لے گا اور ان کی فریادرسی کرے گا، ان کے قتل سے خوش نہ ہوتا اور گمان نہ کر کہ جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ہیں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے روزی پا رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انھیں دیا وہ خوشحال وشادمان ہیں، تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ خدا تیرا ولی وحاکم ہے اور رسول اللہ دشمن و حریف اور جبرئیل مددگار۔

جس نے تمہارے لئے راستہ ہموار کیا اور تجھ کو مسلمان کی گردن پر مسلط کیا عنقریب وہ جان لے گا کہ ستمگاروں کا انجام بہت برا ہے اور وہ جان لے گا کہ تم میں سے کس کا مقام سب سے بدتر ہے اور کس کی راہ سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے۔

اگر زمانہ کے مصائب نے مجھ پر یہ جنایت کی (اور مجھ کو اسیری میں یہاں تک پہنچا دیا) اور تجھ سے گفتگو کرنے پر مجبور ہو گئی پھر بھی تجھے پست وذلیل ہی سمجھتی ہوں اور تیری خوب سرزنش کرتی ہوں (یہ تیری شوکت وحکومت میرے خوف ووحشت کا سبب نہیں ہے اور یہ جزع وفزع وبے تابی تیری ہیبت کی وجہ سے نہیں ہے) تو نے میرے بھائی اور خاندان کی مصیبت میں مسلمانوں کی آنکھوں کو گریاں کر دیا اور ان کے سینوں کو بھون ڈالا، اس معاملہ میں تیرے یار ومددگار بہت سنگ دل ہیں، تو نے سرکش نفوس اور غضب خدا ولعنت رسول سے بھرے اجسام اور اس گروہ پر تکیہ کر کے قدم اٹھایا، شیطان نے جہاں اپنا آشیانہ بنا رکھا ہے اور انڈے رکھتا ہے۔

تعجب ہے اور بہت زیادہ تعجب ہے کہ متقین واولاد انبیاء اور نسل اوصیاء، خبیث طلقاء اور فاجر وفاسق کی نسل کے

ہاتھوں قتل ہوں اور شہید کئے جائیں، ہمارے خون تمہارے پنجوں سے ٹپک رہے ہیں اور ہمارے گوشت تمہارے دہنوں سے باہر آرہے ہیں، زمین پر پڑے ہوئے ان پاک وطاہر بدنوں سے بھیڑیئے سرکشی کررہے ہیں اور سیال ان کو مٹی میں غلطی کررہے ہیں، اگر آج تو نے اپنے گمان میں غنیمت حاصل کرلی اور فائدہ پالیا ہے تو بہت جلد نقصان اٹھائے گا، اس وقت تو وہی پائے گا جو پہلے بھیج دے گا اور خداوند بندوں پر ستم نہیں کرتا۔

ہم خدا ہی سے شکایت کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں، جو مکر کرنا چاہے کرے، جو کوشش کرنا چاہے کرے، خدا کی قسم! تو ہمارا ذکر ذہنوں اور یادوں سے محو نہیں کرسکتا، اور خدا کی بھیجی ہوئی وحی دور نہیں کرسکتا، ہماری انتہا کو پانہیں سکتا، اور ظلم وستم کی رسوائی کو اپنے سے کم نہیں کرسکتا، تیری رائے بالکل کمزور ہے تیری حکومت کے ایام بہت کم ہیں، جس دن منادی ندا دے گا کہ ظالم اور سرکشی کرنے والوں پر لعنت وعذاب ہے۔ اس دن تمہارے لوگ حیران وپریشان ہوں گے۔

حمد وشکر ہے اس اللہ کا جس نے اپنے اولیاء کیلئے سعادت وخوشبختی کا حکم کیا، اور اپنے اصفیاء کیلئے ان کی مراد پانے کا قصد کیا اور انھیں اپنی رحمت، رضا ومغفرت کی جانب منتقل کیا، ان کے ذریعہ سوائے تیرے کوئی مشقت وعذاب میں گرفتار نہیں ہوا اور تیرے علاوہ کوئی آزمایا نہیں گیا۔ خدا سے درخواست ہے کہ ان کیلئے بہترین جانشین قرار دے اور بہترین بازگشت مہیا فرمائے، بیشک وہی رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

ان سب کے جواب میں یزید لعین نے کہا:

یہ فریاد عورتوں ہی کیلئے زیبا ہے، نوحہ کرنے والوں کیلئے دوسروں کی موت آسان بنا دیتی ہے۔

پھر ان کو واپس لے جانے کا حکم دیا۔

منقول ہے کہ امام حسینؑ کی دختر گرامی حضرت فاطمہ کبریٰؑ تمام اہل حرم کے ساتھ بیٹھی ہوئیں تھیں، ایک لال چہرہ والے شامی نے یزید ملعون کے سامنے آکر کہا:

اے امیر مومنین! یہ لڑکی مجھے بخش دے، آپ نے حضرت زینبؑ کے دامن کو تھام کر فرمایا:

میں یتیم ہوئی تو کیا کنیز بھی ہوجاؤں؟

حضرت زینب: نے مرد شامی سے کہا: تم نے جھوٹ بولا اور تو نے کمینہ پن دکھایا ہے، خدا کی قسم! یہ کام نہ تو کرسکتا ہے اور نہ وہ (یزید) کرسکتا ہے۔

یزید غصہ ہو کر کہا: یہ علاقہ میری قدرت میں ہے جو میں چاہوں کروں۔

حضرت زینبؑ: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ نے یہ تمہارے اختیار میں نہیں دیا ہے، مگر یہ کہ میرے دین سے خارج ہوجا اور دوسرا دین اختیار کرلے۔

یزید ملعون: صرف تیرے باپ اور بھائی تھے جو دین سے خارج ہوئے۔

حضرت زینبؑ: فی الحال تو حاکم ہے تو بلاوجہ ناروا دشنام دے رہا ہے اور اپنی طاقت کی وجہ سے بول رہا ہے۔

اس جواب سے گویا یزید کو شرم آگئی اور خاموش ہوگیا اور شامی بھی اپنی بات سے باز آیا۔

یزید نے کہا: دور ہوجاؤ، خدا تجھے موت دے اور زمین سے اٹھالے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا احتجاج یزید ملعون سے

مؤثق اور سچے راویوں نے نقل کیا ہے کہ جب امام سجادؑ کو امام حسینؑ کے اہل حرم کے اسیروں کے ساتھ یزید ملعون کے پاس لے گئے تو یزید نے امام سجادؑ سے کہا:

اے علیؑ! خدا کی حمد کہ اس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔

امام سجادؑ: لوگوں نے میرے بابا کو قتل کیا۔

یزید: خدا کا شکر کہ ان کے قتل سے میرے دل کو راحت مل گئی۔

امام سجادؑ: میرے بابا کے قاتلوں پر خدا کی لعنت ہو۔

یزید: اے علی ابن الحسینؑ! بہتر ہے کہ آپ منبر پر جا کر اپنے بابا کے فتنہ اور خدا کی ہم کو دی ہوئی فتح سے لوگوں کو باخبر کریں۔

امام سجادؑ: میں نہیں سمجھا کہ اس سے مقصد کیا ہے؟

پھر منبر پر جا کر آپ نے حمد و تعریف الٰہی اور محمد رسول خدا پر صلوات کے بعد فرمایا:

جو مجھے پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا میں اس کو پہچنواتا ہوں، میں مکہ و منی کا فرزند ہوں، صفا و مروہ کا فرزند ہوں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو ملکوت اعلی تک گیا اور سدرۃ المنتہٰی سے آگے بڑھ کر قاب قوسین او ادنیٰ کی منزل تک پہنچا۔

ان کلمات کو سن کر اہل شام میں گریہ و فغاں کا ایسا جوش و جذبہ بپا ہوا کہ یزید کی جان خطرہ میں پڑ گئی۔ اس نے مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیدیا، اللہ اکبر کی آواز سن کر امام منبر پر خاموش ہو گئے۔ جب اس نے "أشهد أن محمد رسول الله" کہا، امام روئے اور یزید کیطرف رخ کر کے فرمایا: اے یزید! اذان میں میرے بابا کا نام لیا جا رہا ہے یا تیرے بابا کا؟

یزید: آپ کے بابا کا نام، اچھا منبر سے نیچے آئیے، امام اتر آئے اور گوشہ مسجد میں جا کر بیٹھ گئے وہاں ایک صحابی رسول نے آ کر پوچھا:

اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے رات کیسی گذاری؟

امام سجادؑ: تمہارے درمیان ایسے ہی جیسے کہ آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل تھے۔ ان کے بچوں کو قتل کرنے اور ان کو عورتوں کو کنیز بناتے اور اس مصیبت میں ایک بہت بڑا امتحان و بڑی آزمائش تھی کہ خدا نے تم کو اس سے آزمایا۔

اپنی منزل کی جانب جاتے ہوئے یزید ملعون نے سید سجادؑ کو بلایا اور ان سے کہا:

اے علی ابن الحسینؑ! میرے بیٹے خالد سے کشتی لڑو گے؟

حضرت نے فرمایا: اس سے کیا فائدہ ملے گا، ایک چھری مجھے دیدے اور ایک اپنے بیٹے کو دیدے تاکہ طاقتور کمزور کو قتل کر دے۔

یزید نے اپنے بیٹے کو اپنے سینہ سے چپکا لیا پھر کہا:

شعر: میں اس مزاج سے اخزام کی جانب سے خوب واقف ہوں کہ شیر کے بچہ کو جہاں ہے وہیں رہنے دینا چاہئے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علی ابن ابیطالبؑ کے فرزند ہیں۔

پھر امام سجادؑ نے اس سے کہا:

میں نے سنا ہے کہ تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، اگر درست ہے تو ایک شخص کو ان اہل حرم کے ساتھ کر دے جو ان کو بسلامت حرم رسول خدا تک پہنچا دے۔

یزید ملعون نے ان سے کہا: سوائے آپ کے کوئی بھی اس امر پر مامور نہیں ہوگا، خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے، خدا کی قسم میں نے اس کو آپ کے بابا کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا، اگر میں خود اس کے ساتھ ہوتا تو میں ان کو قتل نہ کرتا، پھر اس نے بہت سے ہدایا و تحائف کے ساتھ ان کو اور اہل حرم کو مدینہ بھیج دیا۔

مختلف علم دین کے بارے میں امام زین العابدینؑ کا احتجاج

بصرہ کا رہنے والا ایک شخص امامؑ کے پاس آیا اور کہا:

اے علی ابن الحسینؑ! آپ کے جد امام علیؑ نے اہل ایمان کو قتل کیا یہ سن کر امامؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور ہاتھ کی ہتھیلی میں جمع ہو گئے آپ نے انھیں ریت پر پھینک کر فرمایا:

اے بصری بھائی! بخدا ایسا نہیں ہے، امام علیؑ نے کسی مومن کو نہیں قتل کیا اور کسی مسلمان کا خون نہیں بہایا، وہ لوگ مسلمان نہیں تھے بلکہ ظاہر میں مسلمان تھے اور دل سے کافر تھے، جب وہ اپنے کفر پر کوئی یار و مددگار پاتے وہ اس کو ظاہر کر دیتے اور اہل خبرہ اور حافظان آل محمد خوب واقف ہیں کہ اصحاب جمل وصفین ونہروان پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے، پس وہ شخص رسوا و ذلیل ہو جو خدا اور رسول پر افترا پردازی کرے۔

اہل کوفہ کے ایک بزرگ نے کہا: اے علی ابن الحسینؑ! آپ کے جد کہتے تھے کہ میرے بھائیوں نے مجھ پر ظلم و ستم کیا۔

امام سجادؑ: کیا تو نے اس آیت کی تلاوت نہیں کی "ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا" (سورہ اعراف، آیت/۶۵)

قوم عاد بھی انھیں بھائی کی مانند ہے جس کا ذکر امیر المومنینؑ کے کلام میں ہے۔ خدا نے حضرت ہود اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اور قوم عاد کو ہوائے عقیم سے ہلاک کیا۔

اسناد گذشتہ میں امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ جب آپ سے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بندر کی صورت میں مسخ ہو گئے تھے تو آپ نے آخر میں فرمایا:

خدا نے ان لوگوں کو اس لئے مسخ کیا کہ یہ لوگ سنیچر کے دن مچھلی کا شکار کرتے تھے، تم یہ سوچ رہے ہو کہ جن لوگوں نے اولاد پیغمبر کو قتل کیا اور ان کی حرمت کو پائمال کی خدا نے ان کے ساتھ کیا؟ اگر چہ اللہ نے انھیں دنیا میں مسخ نہیں کیا لیکن اس نے ان لوگوں کیلئے آخرت میں مسخ کے چند برابر سخت ترین عذاب آمادہ کر رکھا ہے۔

ایک نے پوچھا: اے فرزند رسول خدا ہم نے یہ حدیث سنی تھی کہ بعض ناصبی ہم سے کہتے ہیں کہ اگر قتل حسینؑ باطل وغلط تھا وہ قتل روز شنبہ مچھلی کے شکار سے عظیم تر و سخت تر تھا تو کیا خداوند عالم کو ان مچھلی کے شکاریوں سے زیادہ ان کے قاتلین پر خشم وغضب نہیں کرنا چاہئے؟

امام سجادؑ: ان ناصبیوں سے کہہ دو: کہ کیا ابلیس کا گناہ ان لوگوں سے بڑا نہیں ہے جو اس کا شکار ہو کر کافر ہو گئے اور پھر خدا نے قوم نوح فرعون ونمرود کے مثل ان کو ہلاک کیا لیکن ابلیس کو ہلاک نہیں کیا وہ ہلاکت میں اولویت نہیں رکھتا، پس خدا نے کیوں ابلیس کے گمراہ کرنے کی وجہ معاصی و گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کو نابود کیا لیکن ان تمام برائیوں و دھوکہ بازی کے باوجود ابلیس کو مہلت دی؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا پروردگار اپنی تدبیر و حکمت کے ساتھ حکیم ہے کہ کس شخص کو ہلاک کرے اور کس کو باقی رکھے؟ اسی طرح اس نے شنبہ کے شکاریوں اور امام حسینؑ کے قاتلوں کے بارے میں بھی حکیمانہ حکم فرمایا ہے، حساب و کتاب، سوال و جواب بندوں سے مختص ہے کہ ان سے پوچھا جائے گا نہ حضرت حق تعالیٰ سے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے بابا نے یہ حدیث دوبارہ بیان کی تو اسی نشست سے ایک فرد نے پوچھا:

اے فرزند رسول خدا! خداوند عالم اس گمراہ کی نسل کو ان کے آباء واجداد کے معاصی و گناہوں کی وجہ سے کیسے عذاب و عتاب اور سرزنش کرے گا؟ جب کہ اس نے خود فرمایا ہے کہ "کوئی شخص دوسرے شخص کا بار و بوجھ نہیں اٹھائے گا" (سورہ انعام، آیت/۱۶۴)

امام سجادؑ: بیشک قرآن عربی لغت میں نازل ہوا اور وہ اہل زبان کو ان کی لغت میں مخاطب کرتا ہے، قبیلہ تمیم نے ایک شہر کو غارت کیا اور سب کو قتل کیا تھا، اس قبیلہ کا شخص کہتا ہے کہ تم نے فلاں شہر کو غارت کر دیا اور فلاں کام انجام دیا لیکن ایک عرب اس طرح کہتا ہے کہ ہم نے فلاں قبیلہ کے ساتھ فلاں کام کیا اور لفظ غارت کا استعمال نہیں، ہم نے فلاں شہر کو نابود کر دیا اور اپنے کو اس کام میں شریک بھی نہیں سمجھتے، ان کا مقصد طعنہ وملامت ہے اور فخر کرنا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ ان کی قوم تھی۔

ان آیات میں بھی خدا کا مقصد گذشتہ لوگوں کی سرزنش کرنا ہے اور آج کے کردار پر فخر ومباہات کرنے والوں کی توبیخ و تادیب کرنا ہے کیوں کہ قرآن انھیں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور یہ اس خاطر تھا کہ بعد والے لوگ گذشتہ

کے کردار سے راضی وخوش تھے اور اسے ان کیلئے درست و جائز سمجھتے ،لہذا ان کیلئے کہا جاسکتا ہے کہ تم لوگوں نے کیا، تم ان کے اعمال زشت سے راضی ہوئے۔

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ اہل کوفہ کا ایک قاضی امام سجاد- کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

خدا مجھے آپ پر فدا کرے! مجھے قرآن کی اس آیت کے بارے میں بتائیے "وجعلنا بینهم و بین تا آخر" اور ہم نے اہل سبا اور شام کی ان بستیوں کے درمیان جن میں برکت عطا کی تھیں اور چند بستیاں (ہمراہ) آباد کی تھیں جو باہم نمایاں تھیں اور ہم نے ان میں آمد و رفت کی راہ مقرر کی تھی ان میں راتوں کو دنوں کو جب چاہو بے کھٹکے چلو پھرو (سورہ سبا، آیت ۱۸)

امام سجادؑ: اس کے بارے میں اہل عراق کیا کہتے ہیں؟

قاضی: لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ ہے۔

امام سجادؑ: اس سے مراد صرف لوگ ہیں؟

قاضی: یہ قرآن میں کہاں ہے؟

امام سجادؑ: کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ "وَكَاَيِّن مِّن قَرْيَةٍ تا آخر، اور بہت سی بستی والوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسول کے حکم سے سرکشی کی" (سورہ طلاق، آیت ۸) وَتِلْكَ الْقُرٰى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا، ان بستی والوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا (سورہ کہف، آیت ۵۹)

آپ اس بستی کے لوگوں سے دریافت کر لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی جن کے ساتھ ہم آئے ہیں (سورہ یوسف، آیت ۸۲) یہ بتاؤ کہ سوال قریہ و آبادی سے ہوتا ہے یا لوگوں سے اور قافلہ سے؟ (ان آیات میں صرف لفظ قریہ کا استعمال ہوا ہے)

راوی: کہتا ہے کہ امامؑ نے اس کے علاوہ دوسری آیات کی بھی تلاوت کی۔

سائل قاضی نے پوچھا: پس یہ لوگ کون ہیں؟

امام سجادؑ: وہ لوگ ہم ہیں کیا تو نے یہ آیت نہیں سنی کہ خدا نے فرمایا:

وہ لوگ شب و روز بے خوف و خطر آتے جاتے ہیں (سورہ سبا، آیت ۱۸)

پھر فرمایا کہ آمنین سے مراد انحراف و شک و شبہ ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ امام زین العابدینؑ حسن بصری کے پاس سے اس وقت گذرے جب وہ میدان منیٰ میں لوگوں کو موعظہ کر رہے تھے۔ امام نے کھڑے ہو کر اس سے کہا: رک جاؤ تا کہ میں تم سے تیری موجودہ حالت کے بارے میں پوچھوں، اس وقت تو جس حال میں ہے اگر کل تجھ کو موت آ جائے تو کیا یہ شے (رضائے خدا) کیلئے جو تیرے اور خدا کے درمیان ہے راضی وخوش ہے؟

حسن بصری: نہیں۔

امام سجادؑ: کیا تیرا قصد ہے کہ تو اپنی اس حالت کو اس حالت میں بدل دے جس سے تو راضی وخوش ہے؟

حسن بصری نے سر جھکا لیا، کچھ دیر بعد کہا: اگر ہاں کہوں تو میں نے صحیح نہیں کہا ہے۔

امام سجادؑ: محمد عربی کے بعد تجھے کسی نبی کی امید ہے کہ تیرا سابقہ ان کے ساتھ ہو؟

حسن بصری: نہیں۔

امام سجادؑ: کیا اس دنیا کے علاوہ کوئی جگہ ہے کہ تجھے وہاں واپس کر دیا جائے تا کہ وہاں جا کر عمل کرے؟

حسن بصری: نہیں۔

امام سجادؑ: کیا تو کسی عقل مند کو جانتا ہے جو اپنی اس حالت پر راضی ہو؟ جس حال میں تو ہے کہ اپنے اور خدا کے درمیان کی وضعیت و حالت سے راضی نہیں ہے تبدیلی و منتقلی کی حالت میں بھی سچا نہیں اور محمد عربی کے بعد کسی پیغمبر کا امیدوار بھی نہیں اور اس دنیا کے علاوہ عمل کرنے کی کوئی جگہ بھی مہیا نہیں۔

اس حالت میں لوگوں کو نصیحت کر رہا ہے؟

بروایتی دیگر: تو پھر تو لوگوں کو عمل سے کیوں روکے ہوئے ہے اور ان کو موعظہ کر رہا ہے۔

روای: کہتا ہے کہ جب امام چلے گئے حسن بصری نے پوچھا وہ کون تھا؟ لوگوں نے کہا: علی ابن الحسین زین العابدینؑ تھے۔

حسن بصری، یہی خاندان علم و دانش ہیں۔ اس کے بعد حسن بصری کو کبھی نصیحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے: میں نے امام سجادؑ سے سنا کہ قریش کا ایک شخص حدیث بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کی تو انھوں نے حضرت حوا سے صحبت کی۔ اس سے قبل کبھی ایسا نہیں کیا تھا، یہ قبولیت توبہ کے بعد تھی حضرت آدم خانۂ خدا اور اس کے اطراف کی تعظیم کرتے، جب ہمبستری کا

ارادہ ہوتا دونوں حرم سے باہر نکل جاتے اور خارج حرم یہ عمل انجام دیتے پھر دونوں غسل کرتے یہ صرف حرم خدا کے احترام کے سبب تھا پھر صحن حرم میں واپس آ جاتے۔

آدم و حوا سے بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک مرتبہ میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے، سب سے پہلے بیٹے جناب ہابیل تھے ان کے ساتھ ایک بہن پیدا ہوئی جس کا نام "اقلیما" تھا دوبارہ قابیل پیدا ہوئے اس کے ساتھ ایک لڑکی "لوزا" پیدا ہوئی جو بیٹیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی، جب یہ سب حد بلوغ کو پہنچے تو حضرت آدم نے سب کو بلایا، اور ان سے کہا:

میں چاہتا ہوں کہ ہابیل کا نکاح لوزا سے کر دوں اور قابیل کا نکاح اقلیما سے کر دوں۔

قابیل نے کہا کہ میں اس سے راضی نہیں ہوں، کیا آپ ہابیل کی بدصورت بہن کا عقد میرے ساتھ اور میری خوبصورت بہن کا عقد ہابیل کے ساتھ کریں گے؟

حضرت آدم نے کہا: پس قرعہ اندازی کر دیتا ہوں، اور جو جس کا حصہ سے ہوگا اس کی تزویج اس کے ساتھ ہو جائے گی، دونوں راضی ہو گئے پھر قرعہ کشی ہوئی۔ پس ہابیل کے حصہ میں قابیل کی بہن لوزا اور قابیل کی بہن اقلیما آئیں، پس اسی قرعہ کی بنیاد پر دونوں کی تزویج ہوئی۔ اس کے بعد اللہ نے بہن سے عقد کو ممنوع و حرام قرار دیا۔

مرد قریشی نے امام سے پوچھا: کیا وہ دونوں صاحب اولاد بھی ہوئے؟

امام سجادؑ: ہاں۔

پھر فرمایا: اس مطلب کا انکار نہ کرو، یہ وہ قوانین ہیں جو پہلے ہی جاری ہو چکے ہیں، کیا خدا نے حوا کو حضرت آدم سے نہیں پیدا کیا پھر انہیں سے ان کا عقد کر دیا، یہ بھی ان قوانین میں سے ایک قانون ہے، اس کے بعد خدا نے اس عمل کو حرام کر دیا۔

ایک روز عباد بصری سے راہ مکہ میں امام سجادؑ سے ملاقات ہوگئی اس نے امام سے کہا:

اے علی ابن الحسینؑ! سختیوں و مشکلات والے جہاد کو چھوڑ کر آسانی و آرام والے حج کو چلے آئے؟ حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ بیشک اللہ نے مومنین کے جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہو جاتے ہیں، یہ وعدہ برحق توریت، انجیل و قرآن ہر جگہ ذکر ہوا ہے

اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہوگا تو اب تم اپنی خرید و فروخت پر خوشیاں مناؤ جو تم نے خدا سے کی ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے (سورہ توبہ، آیت ١١١)

امام نے فرمایا: جب تم ان صفات سے متصف لوگوں کو پاؤ تو ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنا حج کے انجام دینے سے بہتر ہے۔

امام سجادؑ سے نبیذ (شراب) کے بارے میں سوال کیا گیا امام نے فرمایا: ایک گروہ اسے پیتا ہے اور صالحین اس کو حرام جانتے ہیں لہذا خواہش پرستوں کا گواہی قبول نہ کرنا بہتر، چہ جائیکہ اہل شہادت و ریاضت۔

عبداللہ ابن سنان سے منقول ہے کی حضرت امام صادقؑ نے فرمایا:

ایک شخص نے امام زین العابدینؑ سے کہا فلاں شخص آپ کو گمراہی و بدعت سے منسوب کرتا ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا: تو نے اس کی گفتگو یہاں نقل کر کے اس مرد کے حق مجلس کی رعایت نہیں کی اور میرے حق کی بھی رعایت نہیں کی کیوں کہ تو نے نہ مجھ سے وہ بات بتائی کی جس سے میں بے خبر تھا، بیشک موت ہم سب کو اپنی گرفت میں لے لے گی اور قبر سے نکل کر ہم سب جمع ہوں گے ہماری منزل اور قیام گاہ قیامت ہوگی اور خدا ہمارے درمیان حکم کرنے والا ہوگا خبردار غیبت سے بچو کیوں کہ غیبت جہنم کے کتوں کی غذا ہے۔

جان لو جو لوگوں کی زیادہ عیب جوئی کرتا ہے، اتنی ہی مقدار میں اس کو ضرر پہنچے گا جس مقدار میں اس نے عیب جوئی کی ہے۔

ایک شخص نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا خاموشی بہتر ہے یا بات کرنا؟ دونوں میں آفات اور مصائب ہیں اگر دونوں آفت اور بلا سے محفوظ ہوں تو سکون اور خاموشی سے بہتر کلام کرنا ہے۔

اس نے پوچھا اے فرزند رسول خدا ایسا کیوں ہے؟ امام نے فرمایا:

اس لئے کی خدا نے انبیا اور اوصیا کو خاموش اور سکوت کیلئے نہیں مبعوث کیا ہے بلکہ کلام و گفتگو کیلئے جنت اور نعمات جنت سکوت کی جزا نہیں ہیں، ولایت خدا سکوت سے واجب نہیں ہوتی، آتش جہنم سے سکوت نہیں بچا سکتا، غضب الٰہی سکوت سے ختم نہیں ہوسکتا۔

سب کچھ فقط کلام سے ہوتا ہے، میں چاند کو سورج کے برابر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو صرف کلام پر سکوت کی فضیلت کو بیان کرتا ہے مگر سکوت پر کلام کی فضیلت کو نہیں

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے، جناب محمد ابن حنیفہ نے کسی کو امام سجادؑ کے پاس بھیجا اور خلوت میں ان سے کہا، اے پسر برادر آپ خود جانتے ہیں کہ رسول خدا نے اپنے بعد وصایت اور امامت علی ابن ابی طالبؑ کے سپرد کی ان کے بعد حسن ابن علی-ان کے بعد حسین ابن علیؑ۔ آپ کے بابا شہید ہو گئے، وصیت نہیں کی، میں آپ کے چچا اور آپ کے والد کا بھائی ہوں میں اس وقت بوڑھا اور مسن ہوں، میں آپ کی جوانی میں اس مقام کا زیادہ اہل ہوں، لہٰذا اس معاملہ میں مجھ سے اختلاف مت کیجئے۔

امام سجادؑ نے ان سے فرمایا: اے چچا خدا سے خوف کیجئے اور جس کے آپ حقدار نہیں، اس کا دعویٰ مت کیجئے، بیشک خدا نے عہد کیا ہے امامت و وصایت صرف نسل امام حسینؑ میں رہے۔ اگر آپ نہیں مانتے تو حجر الاسود کے پاس چلیں اور اس سے فیصلہ کرائیں۔

امام باقرؑ فرماتے ہیں: چونکہ ان دونوں کی گفتگو مکہ میں تھی لہٰذا حجر الاسود کے پاس گئے۔

امام سجادؑ نے محمد ابن حنیفہ سے کہا پہلے آپ درگاہ خدا میں فریاد اور دعا کیجئے اور حجر الاسود کو بلایئے کہ وہ آپ سے بات کرے پھر میں سوال کروں گا۔

محمد حنیفہ نے فریاد اور دعا کی لیکن حجر الاسود سے کوئی جواب نہیں آیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا: اے چچا بیشک اگر آپ وصی اور امام ہوتے تو حتماً آپ کو جواب دیتا۔

محمد حنیفہ نے کہا اب آپ سوال کیجئے امام- نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھائے پھر حجر الاسود سے خطاب کیا تجھے اس خدا کی قسم جس نے تجھ میں تمام انبیاء و اوصیاء اور تمام لوگوں کا عہد و میثاق رکھا ہے، فصیح عربی میں بتایا کہ حسین ابن علیؑ کے بعد وصی کون ہے؟

پس حجر الاسود میں اتنی جنبش ہوئی کہ قریب تھا اپنی جگہ سے اکھڑ جائے پھر خدا نے اس کو فصیح عربی میں گویا کیا اور اس نے کہا:

خداوندا! یقیناً حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ کے بعد وصایت و امامت ان کے فرزند علی ابن الحسین ابن علیؑ اور فرزند فاطمہ زہراؑ بنت رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے۔

اب محمد حنیفہ اپنے دعویٰ سے پھرے اور ان کی امامت کے معتقد ہو گئے۔

ثابت بنانی کہتے ہیں کہ ہم عباد بصری کے ساتھ بصورت قافلہ جس میں ایوب بجستانی صالح میری، عتبہ غلام،

حبیب فارسی، مالک ابن دینار حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے، جب ہم مکہ پہنچے، وہاں پانی کی کمی دیکھی اور بارش کی قلت پیاس سے لوگوں کو پریشان دیکھا، ہم کو دیکھ کر تمام اہل مکہ و تمام حجاج نے ہم سے نماز باران پڑھنے کیلئے کہا، ہم داخل حرم ہوئے اور بہت ہی خضوع و خشوع کے ساتھ طواف بجالائے اور خدا سے بارش کی دعا کی لیکن دعا قبول نہیں ہوئی، اسی وقت ہم نے ایک جوان کو اپنی جانب متوجہ پایا جو سرتاپا حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا اور اندوہ و غم نے اسے بے قرار رکھا تھا، پہلے اس نے طواف کیا پھر ہماری جانب رخ کر کے فرمایا:

اے مالک ابن دینار، ثابت بنانی، ایوب بجستانی، صالح میری، عتبہ غلام، حبیب فارسی، اے سعد، عمر، صالح اعمٰی، اے رابعہ، اے سعدانہ اور اے جعفر ابن سلیمان!! سب نے باہم کہا لبیک و سعدیک اے جوان!

جوان نے فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی خدائے رحمٰن کا محبوب بندہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: ہمارا وظیفہ دعا کرنا ہے مگر اجابت و قبولیت اس کے اختیار میں ہے۔

جوان تم لوگ مکہ سے نکل جاؤ! اگر تم میں سے کوئی محبوب خدا ہوتا تو حتماً قبول کر لیتا۔

پھر وہ کعبہ کے پاس گیا اور اس نے سر کو سجدہ میں رکھ دیا۔

راوی: میں نے سنا کہ وہ سجدہ میں کہہ رہا ہے کہ اے میرے آقا و مولا! تجھے مجھ سے تیری محبت و دوستی کی قسم! ان لوگوں کو اپنی بارش سے سیراب فرما دے۔

ابھی اس جوان کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ شدید بارش شروع ہو گئی۔

راوی: میں نے کہا: اے جوان! تو نے کہاں سے سمجھا کہ تو خدا کا محبوب ہے؟

امام سجادؑ: اگر میں محبوب خدا نہ ہوتا تو وہ مجھے اپنی زیارت کیلئے نہ بلاتا چونکہ اس نے مجھے دعوت حقیقی دی لہٰذا میں سمجھ گیا وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے، پس میں نے اس کو اس کی محبت کی قسم دی اس نے بھی قبول کر لیا پھر امام ان اشعار کو پڑھتے ہوئے واپس ہو گئے۔

ترجمہ: جس نے خدا کو پہچانا اور اس کی معرفت نے اس کو بے نیاز نہ کیا وہ بد بخت ہے۔

پروردگار کی راہ اطاعت میں اسے جو کچھ بھی ہو جائے مگر اسے کوئی نقصان و ضرر نہیں ہوگا۔

بندہ کا کوئی بھی عمل بغیر تقویٰ و پرہیزگاری کے کوئی فائدہ نہیں دے گا کہ تمام عزت پرہیزگاری سے مختص ہے۔

راوی: میں نے کہا: اے مکہ کے لوگو! وہ کون تھا؟

لوگوں نے کہا: علی ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالبؑ۔

اسناد گذشتہ: امام سجادؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہم دنیا والوں پر خدا کی حجت ہیں اور اہل ایمان کے سردار ہیں، وضو سے چمکنے والی پیشانی والوں کے قائد ہیں اور مومنین کے اولیاء و سرپرست ہیں، ہم اہل زمین کیلئے ویسے امان ہیں جیسے اہل آسمان کیلئے ستارے۔ ہم ہی وہ ہیں خدا جن کی خاطر زمین کو اس کے اہل کے ساتھ باقی رکھے ہیں، ہماری وجہ سے بارش کا نزول ہوتا ہے اور رحمت منتشر ہوتی ہے اور زمین کی برکات ظاہر ہوتی ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ دھنس جاتی پھر فرمایا: (سورۂص، آیت/۱۳۵) زمین کی خلقت اور آدم کی پیدائش سے آج تک زمین حجت خدا سے خالی نہ رہی، وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور قیامت تک حجت خدا سے خالی بھی نہیں رہے گی ورنہ خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

ابوحمزہ ثمالی ابوخالد کابلی سے نقل ہے کہ میں اپنے آقا امام سجادؑ کے پاس گیا اور ان سے کہا:

اے فرزند رسول خدا! جن کی اطاعت و مودت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے وہ لوگ ہیں؟ اور وہ ہی ہیں، وہی رسول اللہ بندوں پر جن کی پیروی اللہ نے واجب کی ہے؟

امام سجادؑ: اے ابو کنکر! بے شک وہ صاحبان امر جن کو خدا نے لوگوں کا امام و پیشوا بنایا اور ان پر ان کی اطاعت واجب کی وہ امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ پھر حسن مجتبیٰؑ، پھر حسین مظلومؑ، علی کے دونوں فرزند پھر یہ سلسلہ مجھ تک پہنچا پھر امام ساکت ہو گئے۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! امیر المومنینؑ سے حدیث منقول ہے کہ زمین بندوں پر خدا کی حجت سے خالی نہیں ہوگی۔ پس آپ کے بعد حجت خدا اور امام کون ہے؟

امام سجادؑ: میرے بیٹے محمد توریت میں ان کا نام باقرؑ ہے جو علم و دانش کو خوب شگافتہ کرنے والا ہے، میرے بعد وہی خدا کی حجت اور امام ہیں، محمد کے بعد ان کے بیٹے جعفر ہیں، اہل آسمان کے نزدیک ان کا نام صادق ہے۔

راوی: میں نے کہا اے میرے آقا! ان حضرت کا نام صادق کیوں ہے جب کہ آپ سب کے سب صادق ہیں۔

امام سجادؑ: میرے بابا نے اپنے بابا سے حدیث بیان کی کہ رسول خدا نے فرمایا:

جب میرا فرزند جعفر ابن محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالبؑ متولد ہو، اس کا نام صادقؑ رکھنا کہ اس کے

پانچویں فرزند کا نام بھی جعفرؑ ہوگا جو خدا پر جرأت و گستاخی کے جھوٹ سے امامت کا دعویٰ کرے گا، نزد خدا اس کا نام جعفر کذاب ہے، وہ وہی ہے جو خدا پر افترا پردازی کر کے اس چیز کا دعویدار ہوگا جو اس کیلئے نہیں ہے، وہ اپنے باپ کا مخالف ہوگا اور اپنے بھائی سے حسد کرے گا، یہ وہی ہے جو ولی خدا کی غیبت کے وقت پردۂ الٰہی کو پارہ کرے گا۔

پھر امام سجادؑ نے بشدت گریہ کیا اور پھر فرمایا:

گویا میں جعفر کذاب کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے زمانہ کے طاغوت کو آمادہ کر رہا ہے کہ وہ ولی اللہ کے امر و امان خدا میں پوشیدہ اور بابا کے حرم میں مؤکل و موجود کی تلاش و تفتیش کرے کہ جس کی ولادت سے وہ جاہل و بے خبر ہی اور ان کے قتل کی حرص رکھتا ہے اگر اس تک پہنچ جائے اور ان کے بابا کی میراث کو للچائی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے تا کہ اسے بدون حق ہتھیا لے۔

ابوخالد: میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا! کیا ایسا ضرور ہوگا؟

امام سجادؑ: ہاں، بخدا ایسا ہو کر رہے گا، بیشک ہمارے پاس موجود اس صحیفہ میں تحریر ہے جس میں بعد رسول خداﷺ ہمارے اوپر ہونے والے تمام مصائب و تکالیف تحریر ہیں۔

ابوخالد: میں نے عرض کیا فرزند رسول خدا! اس کے بعد کیا ہوگا۔

اے ابوخالد! اس امام کی غیبت میں اس کی امامت کے معتقدین اور اس کے ظہور کے منتظرین ہر زمانہ کے لوگوں سے بہتر و برتر ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ عقل و فہم اور معرفت عطا فرمائی ہوگی کہ ان کے نزدیک غیبت بمنزلہ مشاہدہ کے ہے اور اس وقت خدا نے ان کو ایسا قرار دیا ہے جیسے مجاہدین رسول خداﷺ کے ساتھ تلواروں سے جنگ کر رہے ہوں، وہی لوگ ہمارے حقیقی مخلص اور سچے شیعہ اور ظاہر و پوشیدہ دین کی جانب بلانے والے ہیں اور فرمایا کہ انتظار فرج عظیم ترین فرج ہے (سورۂص، آیت/۱۳۸)

اسناد مذکورہ میں امام سجادؑ سے منقول ہے کہ آیت "ولکم فی القصاص حیوۃ" "تمہارے لئے قصاص میں زندگی و حیات ہے" (سورۂ بقرہ، آیت/۱۷۹) کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا:

تمہارے لئے یعنی اے امت محمد قصاص میں زندگی ہے، جو بھی قتل کا قصد رکھتا ہو، وہ جان لے کہ قصاص ہوگا لہٰذا اس عمل سے ہاتھ اٹھا لے گا۔ یہی اس شخص کیلئے حیات ہے۔ جو قتل کا قصد رکھتا ہے اور دوسرے لوگوں کی زندگی

کا بھی سبب ہے، جب وہ جان لے گا کہ قصاص ایک واجب حکم ہے، قصاص کے خوف سے جرأت نہیں کرے گا (اے صاحبان عقل تقوی اختیار کرلو)

پھر فرمایا: اے بندگان خدا! یہ اس قتل کا قصاص ہے جس کے تم دنیا میں مرتکب ہوئے اور اس کی روح کو تم نے تباہ کردیا، میں تم کو بتاؤں کہ اس قتل سے بدتر کیا شے ہے اور خدا نے اس قاتل پر جو واجب کیا ہے وہ اس قصاص کا ارتکاب ہے کہ تا ابد جس کا جبران نہیں ہوسکتا اور زندگی سے خالی ہے (سورۂ ص، آیت ۱۴۰)

لوگوں نے کہا وہ کون سا قتل ہے؟

امام سجادؑ: نبوت محمد اور ولایت علی ابن ابیطالب سے گمراہ کردینا، راہ خدا کے علاوہ پر چلنا اور دوسرے کو دشمنان علی کے راستہ کی پیروی اور ان کی امامت کی ترغیب وتحریک کرنا اور حق علی کو دفع کرکے ان کے فضائل کا انکار کردینا اور ناحق کو دینے اور امیرالمومنینؑ کے دشمن کی تعظیم سے کچھ بھی انکار نہ کرنا ہو یہ وہی قتل ہے جو قاتل ومقتول کو تا ابد جہنم میں رکھے گا اور اس قتل کی سزا دوزخ کی آگ میں ہمیشہ جلنا ہے۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ایک شخص اپنے ہمراہی کے ساتھ امام سجادؑ کے پاس آیا، اس کا گمان تھا کہ وہ اپنے ہمراہی کے باپ کا قاتل ہے۔ اس نے اعتراف کیا اور قصاص دینا چاہا، امام نے مقتول کے ولی سے معاف کرنے کی خواہش کی تاکہ خدا اس کے ثواب کو بڑھادے لیکن اس کا دل راضی نہیں ہوا۔ امام نے طالب قصاص ولی سے فرمایا: اگر تم پر اس مرد (قاتل) کا کوئی فضل واحسان ہو تو اسے یاد کرکے معاف کردو اور اس کے گناہ کو چھوڑ دو۔

طالب قصاص نے کہا: اے فرزند رسول خدا ﷺ! اس کا میرے اوپر ایک حق ہے لیکن اتنا بڑا نہیں کہ میرے باپ کے قتل کی معافی ہوسکے۔

امام سجاد: تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟

طالب قصاص: اگر وہ اپنا حق چاہتا ہے تو دیت حوالہ کردے، میں بھی وہ دیت لے کر اسے درگذر کردوں گا۔

امام سجاد: اس کا کون سا حق تمہارے ذمہ ہے؟

طالب قصاص: اس نے مجھ کو توحید خدا، نبوت محمد مصطفی ﷺ اور امامت علی مرتضیٰؑ واولاد طاہرین کی تلقین کی ہے اور اسے بتایا ہے۔

امام سجاد: کیا ایسا حق تیرے باپ کے خون کیلئے کفایت نہیں کرے گا؟

خدا قسم! ایسا حق ابتدا سے انتہا تک سوائے انبیاء وائمہ معصومین کے تمام اہل زمین اگر قتل کردیئے جائیں تو بھی ان کے خون بہا کیلئے کافی ہوگا کیوں کہ کوئی بھی شے ان کے خون کو پورا نہیں کرسکتی۔

اسناد مذکوہ سے منقول ہے امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ ایک دن محمد ابن مسلم ابن شہاب زہری میرے بابا کے پاس آئے درانحالیکہ بہت محزون ومغموم تھے۔ میرے بابا امام سجادؑ نے فرمایا:

تم کو کیا ہوگیا ہے کہ اتنا پریشان ہو؟

زہری: میرا یہ غم وغصے نعمتوں کے حاسدین اور اپنی منزلت کے حریصوں کی تکالیف کی وجہ سے نوبت ہے یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب میں کسی پر اعتماد نہیں رکھتا۔

امام سجادؑ: اپنی زبان کی حفاظت کرو تاکہ اپنے دوستوں کو پاسکو۔

زہری: اے فرزند رسول خدا ﷺ! میں ان سے خوش اخلاقی وخوش زبانی سے پیش آتا ہوں۔

امام سجاد: ہیہات، ہیہات، کہیں فخر اور خود پسندی میں گرفتار نہ ہوجاؤ، کہیں ایسی بات نہ ہو کہ جس کا دل مخالف ہو، اگرچہ اس کا عذر تمہارے پاس ہو چونکہ اگر تم ان پر قدرت پاؤ تو اپنے مخالفین سے عذر بیان کرکے اپنی باتوں کو سمجھاؤ۔

پھر امام نے فرمایا: اے زہری! جس کی عقل مکمل نہ ہو وہ بہت جلدی ہلاکت کی وادی میں گرتا ہے۔

اے زہری! تو تمام اہل اسلام کو اپنے اہل وعیال وخاندان کیطرح کیوں نہیں سمجھتا کہ بزرگوں کو اپنے باپ کی مانند چھوٹوں کو اپنے بچوں کی مانند اور باقی کو اپنے بھائی کی مانند سمجھو، اس صورت میں تم کسی پر ظلم کرنے کیلئے حاضر ہو یا اس پر لعنت کرنے یا ان کی آبروریزی کرنے کی خاطر تیار ہو۔

اگر تو شیطانی وسوسہ میں مبتلا ہوگیا ہے کہ تو دوسروں سے برتر ہے تو اس نگاہ سے دیکھ کہ اگر وہ تم سے بزرگ ہے تو کہو وہ مجھ سے پہلے ایمان لایا اور عمل صالح کئے لہذا وہ مجھ سے بہتر ہے، اگر وہ تم سے چھوٹا ہے تو کہو میں اس سے پہلے معصیت وگناہوں کا مرتکب ہوا ہوں لہذا وہ مجھ سے بہتر ہے، اگر وہ تمہارا ہم سن ہے تو کہو کہ میں اپنے گناہ کا یقین رکھتا ہوں لیکن اس کے بارے میں مشکوک ہوں اپنے یقین کو شک میں کیوں بدل دوں۔

اگر دیکھو کہ مسلمان تمہارا احترام کررہے ہیں تو کہو وہ لوگ میری فضیلت کے قائل ہیں، اگر ان کی طرف سے بے احترامی وستم ہو تو کہو یہ میرے گناہوں کا نتیجہ ہے، اگر تم ایسا کروگے تمہاری زندگی کو آسان بنادے گا اور

تمہارے دوستوں کی کثرت ہو جائے گی اور ان کے نیک اعمال سے خوش حال رہو گے اور ان کے ظلم وستم سے کبھی افسوس نہیں کرو گے۔

جان لو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ و بزرگ ہے جو عفیف و پاکیزہ ہو اگر چہ وہ ان کا نیاز مند ہو کیوں کہ اہل دنیا اپنے اموال سے عشق رکھتے ہیں، پس جو بھی ان کے معشوق اموال کے مزاحم نہ ہو گا وہ ان پر کرم کرے گا اور جو عدم مزاحمت کے علاوہ اس کے اموال میں اضافہ کر دے تو وہ ان پر سب سے زیادہ عزیز و کریم ہو جائے گا۔

اسناد مذکورہ سے امام رضا سے مروی ہے آپ نے فرمایا: امام سجادؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر تم کسی کو خودنما اور اس کا ظاہر اچھا دیکھو کہ اس نے تقوی کی وجہ سے خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور اس کی حرکات میں خضوع ظاہر ہے تو صبر کرو، کہیں تم اس ظاہر سے تم دھوکا نہ کھاؤ کیوں کہ زیادہ تر افراد دنیا کے حصول میں اور محرمات کے ارتکاب میں عاجز و مجبور ہیں، ان کی نیت کمزور اور دل خوف زدہ ہیں، انھوں نے اپنی دنیا کی خاطر دین کو ایک چال وڈھال میں بنا رکھا ہے اور لوگ مسلسل ان کے ظاہر سے فریب کھاتے رہتے ہیں اور اگر عمل حرام کا امکان ہو تو اس کے حتماً مرتکب ہو جائیں گے۔

اگر تم دیکھو کہ وہ مال حرام سے اجتناب کرتا ہے، صبر کرو، دھوکہ نہ کھاؤ کیوں کہ لوگوں کی خواہشات مختلف ہیں، مال حرام سے پرہیز کرنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے اگر چہ ظاہراً زیادہ ہے اور اس کے نتیجہ میں اعمال (سورۂ ص، آیت ۱۵۴) زشت (زنا) کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اگر دیکھو کہ وہ ان اعمال زشت سے پرہیز کرتے ہیں پھر بھی صبر کرو، کہیں ان سے دھوکہ نہ کھا جاؤ، یہاں تک کہ تم ان کے دل کے عقدہ اور حالات کو مکمل جانچ پڑتال نہ لو، کیوں کہ تمام لوگ عمدہ فکر و رائے نہیں پا سکتے اور جہل و نادانی کی وجہ سے فساد و فتنہ میں پڑ جانے والے لوگ اس گروہ سے زیادہ ہیں جو جن کی عقل سے اصلاح ہوتی ہے۔

اور اگر اس کی عقل استوار اور مضبوط ہو پھر بھی صبر کرو اور دھوکہ نہ کھاؤ بلکہ دیکھو کہ ان کی خواہشات عقل کے تابع یا ان کی عقل خواہشات کے تابع ہے۔ اور یہ بھی سمجھو کہ باطل حکومتوں کے مقابل اس کا رد عمل کیا ہے مثبت ہے یا منفی؟

کیوں کہ لوگوں کا ایک گروہ دنیا و آخرت دونوں جگہ خسارہ میں ہے۔ انھوں نے دنیا کو دنیا ہی تک محدود رکھا اور باطل حکومت کی لذت کو مباح و حلال نعمتوں و راموال کی خوشی پر ترجیح دیا، اور ان سب چیزوں کو باطل حکومت کیلئے چھوڑ دیا ہے یہاں تک کہ اگر ان سے کہیں کہ خدا سے ڈرو کہ گناہ سے حاصل کی ہوئی ظاہری عزت اس کو ختم کر دے

گی۔ اس کیلئے دوزخ بس ہے اور بہت بڑا ٹھکانہ ہے۔

وہ بغیر مقصد ہر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، پہلے تو باطل اس کو نقصان اور گھاٹے کی طرف رہبری کرتا ہے اس کے بعد عمل باطل انجام دینا چاہتا ہے اور خدا بھی اس کو طغیان و سرکشی کی طرف چھوڑ دیتا ہے۔ پس حرام خدا حلال کرنے لگتا ہے اور حلال خدا کو حرام، اور اگر اس بدبختی میں ڈالنے والوں کی حکومت سالم رہ گئی تو اب اس میں سے دین کی کچھ باتیں بھی چھوٹ جائیں تو کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے غضب و عذاب کیا ہے اور اپنی لعنت و نفرین میں بھی ان کو شامل کیا ہے اور ذلیل کرنے والا عذاب آمادہ کیا ہے لیکن انسان اور کارزار کامل کا مرد مجاہد وہی نیک انسان ہے جس کا پورا وجود خدا کے فرمان و حکم کے تابع ہے اور اس کی طاقت رضائے خدا کیلئے وقف ہے اور حق کے ساتھ ذلت کو جاوید آخرت کی عزت کے ہمراہ باطل کی ظاہری عزت پر ترجیح دیتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ راہ حق پر چلنے سے معمولی اور تھوڑا نقصان سامنے آئے گا کہ جس کی انتہا وہ مقام ہے جس کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہیں، اور وہ اس سے بھی خوب واقف ہے کہ ہوئی پرستی کی زیادہ خوشی اس کو دائمی اور لازوال عذاب میں گرفتار کر دے گی۔

یہی لوگ انسان ہیں اور نیک افراد۔ لہذا ان کے پیروکار بن کر ان کی راہ کی اقتدا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ان سے توسل کرو کہ وہ خالی ہاتھ نہیں پلٹاتا اور درخواست کو ناکام و نامراد نہیں کرتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا احتجاج

محمد ابن مسلم نے امام باقرؑ سے آیت ذیل کے بارے میں نقل کیا ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى﴾ جو اس دنیا میں نابینا رہا، وہ آخرت میں بھی نابینا رہے گا (سورہ بنی اسرئیل، آیت ۷۲)

امام باقرؑ) نے فرمایا: جس شخص کو زمین وآسمان کی خلقت شب وروز کا آنا جانا، سورج اور چاند کے ساتھ فلک کی گردش اور دوسری آیات عجیبہ سچا راستہ نہ دکھا سکیں کہ ان کے پیچھے ایک امر الٰہی ہے جو ان تمام اشیاء سے عظیم تر ہے وہ آخرت میں نابینا ہوگا وہی ان چیزوں میں سے ہے، جس کو نابینا نہیں دیکھ سکتا اور وہ سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔

نافع ابن ازرق نے امام باقرؑ سے سوال کیا کہ آپ مجھے خدا کے بارے میں بتائیں کہ وہ کب سے ہے؟

امامؑ: کب وہ نہیں تھا کہ میں بتاؤں کہ وہ کب سے ہے؟ پاک ہے وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی وہ ایک ہے بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی ساتھی ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا۔

عبداللہ ابن سنان نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، میں حضرت امام ابو جعفرؑ کے پاس موجود تھا کہ ایک خارجی نے آکر امامؑ سے کہا، اے ابو جعفر! آپ کس کی عبادت کرتے ہیں؟

امامؑ: خداوند تعالیٰ کی، مرد خارجی: آپ نے اس کو دیکھا ہے؟

امامؑ: ہاں قوت بصارت کے مشاہدوں کے مانند اس کو آنکھوں نے نہیں لیکن قلوب نے حقائق ایمان کے ذریعہ دیکھا ہے۔ قیاس سے اسے پہچانا نہیں جا سکتا، حواس سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا، لوگوں سے اس کی تشبیہ نہیں دی جا سکتی، وہ آیات ونشانات سے متصف ہوتا ہے، دلیل وبرہان سے پہچانا جاتا ہے، وہ اپنے حکم میں ظلم نہیں کرتا، وہی اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

محمد ابن مسلم نے امام باقرؑ سے صفات قدیم کے بارے میں روایت کی ہے کہ خدائے قدیم واحد و بے نیاز ہے، وہ واحد، صمد اور ایک ہے، مختلف معنی کے ساتھ نہیں۔ (علم، قدرت اور سارے صفات خدا کی عین ذات ہیں)

راوی: میں آپ پر قربان، اہل عراق کے ایک گروہ کا گمان ہے کہ خدا سنتا ہے بغیر اس کے کہ وہ دیکھتا ہو

بالعکس۔

امامؑ: انھوں نے جھوٹ بولا اور دین سے منحرف ہو گئے اور انھوں نے خدا کی مخلوق سے تشبیہ دی وہ سننے والا دیکھنے والا ہے، جیسے سنتا ہے ویسے ہی دیکھتا ہے اور جیسے دیکھتا ہے ویسے ہی سنتا ہے۔

راوی: انکا کہنا ہے کہ اللہ اس شے کا بصیر ہے جو سمجھتا ہے؟

امامؑ: خدا اس سے بلند ہے کہ وہ سمجھے یہ صفات مخلوق میں سے ہے اور اللہ ایسا نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے روایت کی ہے کہ عمرو ابن عبید امام باقرؑ کے پاس آیا اور کہا، میں آپ پر قربان ﴿وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾ جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ برباد ہو گیا (سورۂ طٰہ، آیت ۸۱) اس آیت میں غضب سے مراد کیا ہے؟

امامؑ: اے عمرو! وہ غضب خدا کا عذاب ہے اور اللہ اس مخلوق پر غضبناک ہوتا ہے، جس کے پاس کوئی چیز آئے تو وہ اسے ہلکا سمجھے اور اسے احالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دے، جس نے مانا کہ اللہ کو غضب وخوشنودی بدل دیتے ہیں اور وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا رہتا ہے تو اس نے مخلوق کی صفت سے خدا کو متصف کر دیا۔

ابو جارود سے روایت ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: جب میں کسی شے کے بارے میں کوئی حدیث بیان کروں تو مجھ سے کتاب خدا کا حوالہ پوچھو۔

پھر فرمایا نبی اکرم ﷺ نے قیل وقال کرنے، مال کو برباد کرنے اور کثرت سوال سے منع کیا ہے۔ امام سے کہا گیا یہ بات کتاب خدا میں کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا: ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ ان لوگوں کی رازکی باتوں میں کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر جو شخص کسی صدقہ یا کار خیر یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے (سورۂ نساء، آیت ۱۱۴) ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا﴾ اور نا سمجھ لوگوں کو ان کے اموال نہ دو جن کو تمہارے لئے قیام کا ذریعہ بنایا گیا (سورۂ نساء، آیت ۵)

﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ اے ایمان والو! ان چیزوں کا سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر ہو جائیں تو تم کو بری لگیں (سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۱)

حمران ابن اعین نے روایت کی ہے: میں نے امام باقرؑ سے قول خدا ﴿وَرُوحٌ مِنهُ﴾ (سورۂ نساء، آیت ۱۷۱) کے بارے میں سوال کیا۔

امامؑ نے فرمایا: یہ ایک مخلوق ہے جس کو اللہ نے اپنی حکمت سے حضرت آدم و عیسیٰ میں پیدا کیا۔

محمد ابن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے امام باقرؑ سے قول خدا ﴿وَنَفَختُ فِيهِ مِن رُوحِي﴾ جب میں اس میں اپنی روح پھونکوں کے بارے میں سوال کیا یہ نفخ کیسی ہے؟

امام باقرؑ نے فرمایا: بیشک روح ہوا کیطرح متحرک ہے روح کو روح اس کیلئے کہتے ہیں کہ اس کا نام ریح سے مشتق ہے اس کو لفظ روح سے بھی اخذ کیا گیا ہے کیوں کہ لفظ روح ریح کے ہم جنس ہے اور خدا نے اس کو اپنی جانب منسوب کیا ہے کیوں کہ اسے تمام ارواح سے منتخب کیا ہے جیسے کہ تمام گھروں میں سے کعبہ اپنی طرف نسبت دی اور اسے اپنا گھر کہا اور تمام رسولوں میں سے ایک رسول کو خلیفہ کہا اسی طرح دوسری چیزیں بھی اور وہ سب کے سب مخلوق مصنوع مربوب اور ایک تدبیر کے تحت ہے۔

محمد ابن مسلم نے امام باقرؑ سے اس روایت "﴿إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلىٰ صُورَتِهِ﴾" بیشک خدا نے آدم کو اپنی صورت میں خلق کے بارے میں سوال کیا؟

امامؑ نے فرمایا: وہ ایک حادث و مخلوق صورت تھی جسے خدا نے ان کے لئے اختیار کیا اور باقی افراد کیلئے مختلف صورتوں کا انتخاب کیا پھر اسے اپنی جانب نسبت دی جیسے کعبہ کو اپنی جانب نسبت دی تو کہا بیتی روح کو نسبت دی تو کہا "روحی"

عبدالرحمن ابن عبد زہری نے کہا کہ جب ہشام ابن عبدالملک حج کے لئے آیا اور اپنے غلام سالم کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوا، اس وقت امام باقرؑ مسجد میں بیٹھے تھے، سالم نے ہشام سے کہا اے امیر! یہ محمد ابن علی الحسین ہیں، ہشام نے کہا یہی وہ ہیں جس نے اہل عراق کو حیرانی و پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

ہشام: ان سے جا کر کہو کہ امیر نے آپ سے پوچھا ہے روز قیامت آخری فیصلہ تک لوگ کیا کھائیں پئیں گے؟

سالم نے آ کر سوال کیا، امام باقرؑ: لوگ صاف گیہوں کی روٹی کے ٹکیہ مانند جگہ کے محشور ہوں گے اسی میں

نہریں جاری ہوں گی اور حساب و کتاب کی فراغت تک لوگ کھاتے پیتے رہیں گے۔

راوی: ہشام نے دیکھا وہ کامیاب ہو گئے تو اس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے کہا کہ ان سے پوچھو کیا وہ لوگ روز قیامت کھانے پینے سے غافل نہیں ہوں گے؟

امام باقرؑ: وہ لوگ دوزخ میں روز قیامت سے زیادہ مشغول و پریشان ہوں گے پھر بھی کھانے پینے سے غافل نہیں ہوں گے کہ دوزخ والے بہشت والوں سے کہیں گے کہ ﴿أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ﴾ اہل جہنم اہل جنت سے کہیں گے کہ ذرا ٹھنڈا پانی یا جو خدا نے تم کو دیا ہے اس میں سے ہمیں پہنچاؤ (سورۂ آیت ۵۰) یہ سن کر ہشام خاموش ہو گیا اور پھر کوئی کلام نہیں کیا۔

روایت ہے کہ نافع ابن ارزق امام باقرؑ کے پاس آیا اور ان سے حلال و حرام کے مسائل دریافت کئے۔

امام باقرؑ نے اس سے کہا تم خارجیوں سے پوچھو کہ انھوں نے کس وجہ سے امیر المومنین علیؑ سے جدائی کو حلال سمجھ لیا درانحالیکہ تم لوگوں نے ان کے ساتھ ان کی اطاعت میں اپنے خون بہائے اور خدا کی خوشنودی کیلئے ان کی مدد کی؟ وہ تم کو جواب دیں گے کہ انھوں نے دین خدا میں حکم و قضاوت قرار دیا تب تم ان سے کہنا۔

خدا نے اپنے نبی کی شریعت میں اپنی مخلوق سے دو نفر کو حاکم بنایا ہے ﴿فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا﴾ اگر دونوں مرد و عورت کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک مرد کی طرف سے اور ایک عورت والوں میں سے بھیجو پھر اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو خدا ان کے درمیان ہم آہنگی قرار دے گا (سورۂ نساء، آیت ۳۵)

اسی طرح رسول اسلام نے سعد ابن معاذ کو بنی قریظہ کا حاکم بنایا تھا تو انھوں نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا کہ اس کی خدا نے تصدیق کی، یا وہ جس کا تمہیں علم ہے کہ امیر المومنینؑ نے حکمین کو حکم دیا کہ وہ قرآن سے فیصلہ کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں اور شرط کیا کہ جو بھی خلاف قرآن فیصلہ کرے تم اس کو رد کر دو اور جب انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ نے اپنے اوپر اس کو قاضی بنایا جس نے آپ کے خلاف فیصلہ کیا تو امیر المومنین- نے فرمایا: میں نے مخلوق کو حکم نہیں بنایا بلکہ کتاب خدا کو حکم بنایا پس یہ خوارج ایسے شخص کو گمراہی پر کیسے محمول کر سکتے ہیں جس نے قرآن کو حکم بنایا ہو اور فرمایا ہو جو بھی قرآن کے خلاف ہو وہ مردود ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنی بدعتوں میں بہتان کے مرتکب نہ ہوئے ہوں۔

پھر نافع نے کہا کہ ایسے کلام نہ کبھی میرے کانوں نے سنے اور نہ ذہن میں خطور کئے اور یہی حق ہے، انشاء اللہ۔

ابو الجارود سے روایت ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: اے ابو الجارود! امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں؟

راوی: وہ ان کے رسول خدا کا بیٹا ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

امامؑ: تم نے ان کے سامنے کیا دلیل پیش کی؟

وہ آیت جسے خدا نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کیلئے بیان کی ہے ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ. كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (سورۂ انعام آیت ۸۶-۸۵)

خدا نے جناب عیسیٰ کو حضرت ابراہیم کی ذریت میں قرار دیا ہے جب کہ عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ان کے سامنے آیہ مباہلہ بھی نہیں تھی۔

امامؑ: پھر وہ کیا کہتے ہیں؟

راوی: وہ کہتے ہیں کہ لڑکی کا بیٹا بیٹا کہا جاتا ہے حالانکہ وہ صلبی نہیں ہوتا۔

امامؑ: خدا کی قسم اے ابو الجارود! میں تم کو قرآن کی ایک ایسی آیت بتاتا ہوں جس سے تم ان کے بارے میں کہہ سکتے ہو کہ وہ دونوں رسول اللہ کے صلبی بیٹے ہیں، سوائے کافر کے کوئی اسے رد بھی نہیں کرسکتا۔

راوی: میں آپ پر نثار وہ کون سی آیت ہے؟

امامؑ: قول خدا ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ ..﴾ تمہارے اوپر تمہاری مائیں بیٹیاں نہیں، پھوپھیاں خالائیں بھتیجیاں بھانجیاں اور وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہارے فرزندوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہیں اور دو بہنوں کا ایک ساتھ جمع کرنا سب حرام کر دیا گیا ہے (سورۂ نساء، آیت ۲۳) اے ابو الجارود! پھر تم ان سے پوچھو کیا امام حسنؑ و امام حسینؑ کی بیویاں رسول اسلام کیلئے حلال ہیں؟

اگر وہ کہیں ہاں، تو خدا کی قسم انھوں نے جھوٹ بولا، اگر وہ کہیں نہیں، پس خدا کی قسم وہ دونوں رسول خدا کے صلبی بیٹے ہیں اور وہ ان پر حرام نہیں ہوئیں مگر صلب کے سبب سے۔

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ میں امام باقرؑ کے ساتھ اس سال حج کو گیا جس سال ہشام ابن عبدالملک بھی آیا تھا اور اس کے ساتھ عمر ابن خطاب کا غلام نافع بھی تھا اس نے امامؑ کو خانہ کعبہ میں اس حال میں بیٹھے دیکھا کہ

مخلوق خدا ان کے ارد گرد جمع ہے تو اس نے کہا یا امیر! یہ کون ہے، جس پر لوگ ٹوٹے پڑ رہے ہیں؟ اس نے کہا یہ محمد ابن علی ابن الحسین ہیں۔

نافع نے کہا میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا اور ان سے وہ مسائل پوچھوں گا جس کا جواب سوائے نبی یا وصی نبی کے کوئی نہیں دے سکتا، ہشام نے کہا جاؤ شاید تم انکو پشیمان کرسکو، پس نافع آیا اور مجمع چیرتا ہوا امامؑ کے پاس پہنچ گیا اور کہا اے محمد بن علی! میں نے توریت، انجیل، زبور اور قرآن پڑھا ہے اور ان کے حرام و حلال کو جانتا ہوں میں آپ سے وہ مسائل پوچھنے آیا ہوں جس کا جواب صرف نبی یا وصی نبی یا فرزند نبی ہی دے سکتا۔ امامؑ نے اپنا سر بلند کیا اور کہا جو پوچھنا چاہو پوچھو، نافع نے کہا آپ مجھے خبر دیجئے کہ عیسیٰ اور محمد کے درمیان کتنے سال کا فاصلہ ہے؟

امامؑ: تمہارے عقیدہ کے مطابق جواب دوں یا اپنے عقیدہ کے مطابق۔

نافع: امامؑ! دونوں طرح سے جواب دیجئے۔

امامؑ: میرے عقیدہ کے مطابق ۵۰۰ سال تیرے عقیدہ کے مطابق ۶۰۰ سال۔

نافع: مجھے اس قول خدا کے بارے میں سمجھائیے"

﴿وَسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ﴾

آپ ان رسولوں سے سوال کریں جنھیں آپ سے پہلے بھیجا گیا کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ بھی خدا قرار دیئے ہیں جن کی پرستش کریں (سورۂ زخرف، آیہ ۴۵)

وہ کون ہے کہ جس سے محمد عربی نے پوچھا درانحالیکہ محمد عربی و عیسیٰ کے درمیان ۵۰۰ سال کا فاصلہ ہے؟

امامؑ نے (سورۂ بنی اسرائیل) کی پہلی آیت کی تلاوت کی ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ..﴾ پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اطراف کو ہم نے بابرکت بنایا، ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ یہ ان آیات میں سے ایک ہے جسے خدا نے اپنے حبیب کو اس وقت دکھایا جب وہ بیت المقدس پہنچے اور خدا نے تمام اولین و آخرین انبیاء و مرسلین کو محشور کیا پھر جبرئیل کو حکم دیا کہ اذان و اقامت کے جملے دو دو مرتبہ کہیں اور انھوں نے "حی علی خیر العمل" بھی کہا، پھر پیغمبر اسلام نے آگے بڑھ کر سب کو نماز پڑھائی پھر رسول پلٹے تو خدا نے کہا (سورۂ زخرف کی آیت ۴۵) نازل کی کہ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کس کی گواہی دیتے ہو؟ اور کس کی عبادت کرتے ہیں؟ ان انبیاء نے جواب دیا:

"اشهد ان لااله الاالله وحده لاشريک له وأنک رسول الله" انھیں باتوں پر ہم سے عہدو یثاق لیا گیا ہے۔

پھر نافع نے کہا اے ابوجعفر! آپ نے بالکل سچ کہا، فرمایا:

نافع: اس آیت کے بارے میں بتائیں ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوَاتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ اس دن جب زمین دوسری زمین میں تبدیل ہو جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے (سورۂ ابراہیم، آیت ۴۸)

کون سی زمین بدل دی جائے گی؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: وہ لوگ سفید روٹیاں کھائیں گے یہاں تک کہ خداوند عالم مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے، نافع نے کہا وہ کھانے پینے سے غافل نہیں ہوں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ لوگ قیامت میں زیادہ مشغول ہوں گے یا دوزخ میں؟ نافع نے کہا دوزخ میں۔

امام علیہ السلام: خداوند عالم کا قول ہے

﴿وَنَادٰى اَصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾

دوزخ والے جنت والے سے پکار کر کہیں گے ذرا ٹھنڈا پانی یا جو خدا نے تم کو رزق دیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں بھی پہنچاؤ (سورۂ اعراف، آیت ۵۰)

جب ان کو کھانے کیلئے بلایا جائے گا جب وہ لوگ کھانے کو مانگیں گے تو ان کو زقوم کھلایا جائے گا اور جب پینے کو مانگیں گے تو ان کو حمیم پلایا جائے گا۔

نافع نے کہا فرزند رسول آپ نے سچ فرمایا: ایک مسئلہ باقی رہ گیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

نافع نے کہا: مجھے بتایئے کہ اللہ کب سے ہے؟

امام علیہ السلام: تم پر افسوس ہے، یہ بتاؤ وہ کب نہیں تھا کہ میں بتاؤں کب سے ہے وہ پاک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ ایک اکیلا بے نیاز ہے جس کے نہ بیوی ہیں نہ بچے۔

پھر وہ ہشام ابن عبداللہ الملک کے پاس چلا گیا، ہشام نے کہا تو نے کیا کہا؟

اس نے کہا مجھے میرے حال میں چھوڑ دو، خدا کی قسم وہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں اور وہی حقیقت میں فرزند رسول اللہ ہیں۔

ابان ابن تغلب سے روایت ہے کہ طاؤس یمانی کعبہ میں طواف کی خاطر داخل ہوئے ان کے ساتھ ان کا ایک دوست بھی تھا جب وہ وہاں پہنچے اسی وقت امام باقر علیہ السلام بھی طواف کر رہے تھے حالانکہ وہ نوجوان تھے ابن طاؤس نے اپنے ساتھی سے کہا یہ جوان ایک عالم ہے جب وہ طواف سے فارغ ہوئے انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر بیٹھ گئے لوگ ان کے اطراف جمع ہو گئے، طاؤس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو ہم بھی امام علیہ السلام کے پاس چلیں اور ان سے ایک مسئلہ پوچھیں نہیں معلوم وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں، دونوں آئے اور امام علیہ السلام کو سلام کیا پھر طاؤس نے ان سے کہا اے ابوجعفر! کیا آپ جانتے ہیں کہ کس دن ایک تہائی انسان مر گئے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! ایک تہائی آدمی کبھی بھی نہیں مرے، ہاں تمہارا ارادہ ایک چوتھائی لوگوں کا تھا

طاؤس نے کہا وہ کیسے ہوا؟

امام علیہ السلام: آدم، حوا، ہابیل، قابیل تھے پس قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا یہی چوتھائی انسان ہے۔

طاؤس: آپ نے سچ فرمایا۔

امام علیہ السلام: کیا تم جانتے ہو کہ قابیل کا کیا ہوا؟

طاؤس: نہیں۔

امام علیہ السلام: اسے سورج میں معلق کیا گیا ہے اور قیامت تک اس پر گرم پانی ڈالا جاتا رہے گا۔

روایت کی گئی ہے کہ عمر ابن عبید امام باقر علیہ السلام کے پاس وفد لے کر آیا تا کہ ان سے امتحاناً سوال کرے، پس اس نے امام علیہ السلام سے کہا خدا کے اس قول کے معنی کیا ہیں ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾ کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ یہ زمین و آسمان آپس میں جڑے ہوئے تھے اور ہم نے ان کو جدا کر دیا (سورۂ انبیاء، آیت ۳۰)

یہ رتق و فتق کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا جڑا ہوا تھا کہ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین ایسی ملی ہوئی تھی اس سے نبات و گھاس نہیں نکلتی تھی پس خدا نے بارش سے آسمان کو جدا کیا اور نباتات سے زمین کو جدا کیا، پس عمر و خاموش ہو گیا پھر کوئی

اعتراض نہیں کیا اور چلا گیا پھر پلٹ کر آیا اور کہا۔ ﴿وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ﴾ تم ہماری پاکیزہ رزق کھاؤ اور اس میں سرکشی وزیادتی نہ کرو تم پر میرا غضب نازل ہو جائے وہ یقیناً برباد ہو گیا۔ (سورۂ طٰہٰ، آیت ۸۱)

خدا کے اس قول میں خدا کے غضب سے مراد کیا ہے؟

امامؑ: اے عمرو! خدا کا غضب اس کا عذاب وعقاب ہے۔ جس نے گمان کیا کہ کوئی چیز اللہ کو بدلتی ہے تو اس نے کفر کیا کافر ہو گیا۔

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ حسن بصری نے امام باقرؑ سے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ کتاب اللہ کے بارے میں کچھ آپ سے کچھ سوال کروں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تو اہل بصرہ کا فقیہ نہیں ہے؟

اس نے کہا ہاں۔ ایسا ہی کہا جاتا ہے۔

امامؑ: کیا بصرہ میں کوئی ہے۔ جس سے تم نے کچھ سیکھا ہو؟

بصری نہیں۔

امامؑ: کیا تمام اہل بصرہ تم ہی سے سیکھتے ہیں؟

بصری: ہاں۔

امامؑ: سبحان اللہ تو تو ایک عظیم امر کا ذمہ دار بن گیا ہے، تمہارے بارے میں مجھ تک ایک بات پہنچی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تم ویسے ہی ہو یا تم پر بہتان لگایا گیا ہے؟

بصری: وہ کیا ہے؟

امامؑ: تمہارا کہنا ہے کہ اللہ نے بندوں کو خلق کیا پھر ان کے تمام امور انھیں کے سپرد کر دیا ہے۔ بصری یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

امامؑ: تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ﴿انک آمن﴾ بیشک تم امان میں ہو، کیا اس قول کے بعد بھی اس پر خوف طاری ہو سکتا ہے؟

بصری: ہرگز نہیں۔

امامؑ: میں ایک آیت پیش کرتا ہوں اور تجھے اس کا مخاطب بناتا ہوں اور میرے گمان میں تو اس کی صحیح تفسیر

نہیں جانتا اور اگر تو نے اس کی اپنے سے تفسیر کی خود تو ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا بھی۔

بصری: وہ کیا ہے؟

امامؑ: ﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ﴾ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں کچھ نمایاں بستیاں قرار دیں اور ان کے درمیان سیر کو مقدر کیا ہے کہ اب دن رات جب چاہو سفر کرو محفوظ رہو گے (سورہ سبا، آیت ۱۸) اس آیت کے بارے میں تمہارا کیا کہنا ہے؟

اور اے حسن بصری! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو لوگوں کو فتویٰ دیتا ہے۔

بصری: وہ بستی جسے اللہ نے نمایاں قرار دیا ہے شہر مکہ ہے۔

امامؑ: کیا مکہ کے حاجیوں کو روکا گیا ہے اور کیا اہل مکہ کو خوف زدہ کیا گیا ہے اور کیا ان کے مال کو چھینا گیا ہے؟

بصری: ہاں ایسا ہی ہے۔

امامؑ: تو یہ لوگ کس طرح امان میں ہوں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے قرآن میں ہمارے بارے میں مثالیں دی ہیں پس ہم وہ بستی (گروہ) ہیں جن کو اللہ نے برکت دی ہے اور یہی خدا کا قول ہے پس ہر ایک ہماری فضیلت کا اقرار کرتے ہوئے ہمارے پاس ویسے آئے جیسے خدا نے حکم دیا پھر امامؑ نے آیت کی تلاوت فرمائی کہ ہم نے ان کے اور ان کے شیعوں کے درمیان ایک گروہ قرار دیا۔ جن میں ہم نے برکتیں دی ہیں کچھ کو نمایاں قرار دیا اور قریہ طاہرہ سے مراد رسول اور وہ ہیں جنھوں نے ہماری احادیث ہمارے شیعوں تک پہنچائی اور ہمارے شیعوں کے فقہاء ہیں۔ قول خدا ﴿وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ﴾ سے مراد کہ ہم نے اس میں سیر معین کر دیا اور وہ سیر مثال ہے علم کیلئے ﴿سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا﴾ یہ اس کی مثال ہے کہ ہماری طرف سے شیعوں کو دن ورات علم ملا کرتا ہے خواہ علم حلال وحرام ہو خواہ علم فرائض واحکام ہو وہ اس میں محفوظ ہیں جبکہ وہ علم اس معدن سے حاصل کرتے ہیں جس سے حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے "آمنین" یعنی وہ شک وگمراہی سے محفوظ ہیں اور وہ حرام سے حلال کی جانب جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے علم ان سے لیا جن سے لینا واجب تھا کیونکہ وہی لوگ ابتدا سے انتہا تک ہر علم کے وارث ہیں۔ وہی منتخب ذریت ہیں پس اس انتخاب کی انتہا تم نہیں ہو بلکہ اس کی انتہا ہم پر ہوتی ہے اور ہم ہی وہ منتخب ذریت ہیں نہ کہ تم اور تمہارے جیسے

لوگ، اگر میں تمہارے بارے میں کہوں اے جاہل بصرہ! تو میں نے تمہارے بارے میں وہی کہا ہے جو تمہارے بارے میں جانا اور جو تم سے ظاہر ہوا ہے خصوصاً تمہارے تفویض کا قول بیشک کیونکہ اللہ نے امور کو اپنی مخلوق کے سپرد نہیں کیا ہے کہ اس سے کاہلی وکمزوری ظاہر ہو نہ اپنی معصیت پر جبر کیا ہے کہ ظلم وستم ہو جائے۔

روایت کی گئی ہے کہ سالم امام باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ سے اس شخص کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں۔

امام علیہ السلام: کس مرد کے بارے میں؟ سالم: علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔

امام: ان کے کس عمل امر کے بارے میں؟ سالم ان کی بدعتوں کے بارے میں۔

امام علیہ السلام: ان کے آباؤ اجداد کی طرف سے نقل کی ہوئی روایات پر غور کرو۔

پھر فرمایا: اے سالم ان کے نسب کو بھی دیکھو کیا یہ روایت تم تک پہنچی ہے کہ رسول خدا نے روز خیبر انصار کا علم سعد ابن معاذ کو دیا وہ شکست کھا کر واپس ہوئے پھر مہاجرین وانصار کو علم دے کر عمر ابن خطاب کو بھیجا، سعد زخمی آئے تھے اور عمر اس حال میں آئے کہ اصحاب ان کو بزدل بتا رہے تھے اور عمر اصحاب کو مہاجرین وانصار ایسے ہی کرتے رہے یہاں تک کہ رسول نے تین مرتبہ فرمایا:

میں کل علم ایسے بہادر شخص کو دوں گا جو کرار غیر فرار ہوگا، اللہ ورسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہو۔

سالم: ہاں اور تمام لوگوں نے بھی اقرار کیا۔

امام علیہ السلام: اے سالم! اگر تم کہو کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں تو تم کافر ہو گئے اور اگر کہو کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ جانتا بھی ہے کہ وہ کیا کریں گے تو آخر امام علی کیلئے بدعتوں کی گنجائش ہی کہاں باقی رہی؟ سالم! اس کی تکرار کیجئے؟ امام نے تکرار کی سالم نے کہا میں نے ستر سال تک خدا کی عبادت گمراہی میں کی ہے۔

ابو بصیر سے روایت ہے ہمارے آقا امام باقر علیہ السلام مسجد حرام میں بیٹھے تھے ان کے اطراف دوستوں کا ایک گروہ تھا تبھی طاؤس یمانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آئے اور امام سے کہا کیا مجھے سوال کی اجازت ہے؟

امام: میں اجازت دیتا ہوں پوچھو۔

طاؤس: مجھے بتائیے کہ ایک تہائی انسان کب ختم ہوئے؟

امام علیہ السلام: اے شیخ تجھے وہم ہوا ہے تو کہنا چاہتا تھا کہ چوتھائی انسان کب ختم ہوئے؟

امام علیہ السلام: یہ دن وہ ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا وہ چار تھے آدم، حوا، ہابیل، قابیل پس چوتھائی ہلاک ہوئے۔

طاؤس: آپ نے بالکل درست فرمایا مجھ سے وہم ہوا، پس ان دونوں میں لوگوں کا باپ کون بنا؟ قاتل یا مقتول؟

امام علیہ السلام: ان دونوں میں سے کوئی نہیں بلکہ سب کے باپ شیث ہیں۔ طاؤس، آدم کو آدم کیوں کہا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام: کیوں کہ ان کی مٹی سب سے نچلی زمین کی سطح سے لائی گئی۔

طاؤس: حوا کو حوا کیوں کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام: کیونکہ ان کو آدم کی زندہ ہڈی سے پیدا کیا گیا۔

طاؤس: ابلیس کو ابلیس کیوں کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام: اس لئے کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو گیا اور اس سے امیدوار نہ تھا۔

طاؤس: جنات کو جن کیوں کہا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام: اس لئے کہ وہ پوشیدہ ہیں دکھائی نہیں دیتے۔

طاؤس: مجھے بتائیے اس جھوٹ کے بارے میں جس کی تکذیب خود اس کے جھوٹ سے کی گئی؟

امام علیہ السلام: وہ ابلیس ہے جب اس نے کہا میں ان (آدم) سے بہتر ہوں کیوں کہ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے خلق کیا۔

طاؤس: مجھے اس گروہ کی خبر دیجئے جن کی گواہی سچی گواہی ہے درانحالیکہ وہ جھوٹے ہیں؟

امام علیہ السلام: وہ منافقین ہیں جب انھوں نے رسول خدا سے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو خدا نے آیت نازل کی (آپ اس وقت کو یاد کریں) جب منافقین نے آ کر آپ سے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں (سورۂ منافقون، آیت ۱)

طاؤس: وہ کون سی اڑنے والی چیز ہے جو جس نے ایک بار پرواز کی نہ اس سے پہلے کبھی پرواز کی نہ اس کے بعد کبھی خدا نے اس کا ذکر قرآن میں کیا ہے؟

امامؑ: وہ کوہ طور سیناء ہے جسے اللہ نے بنی اسرائیل کے سروں پر کھڑا کر دیا اس میں مختلف قسم کے عذاب تھے یہاں تک کہ انھوں نے توریت کو قبول کر لیا۔ قول خدا جب ہم نے پہاڑ کو سائبان کیطرح ان کے سروں پر معلق کر دیا اور انھوں نے گمان کر لیا کہ اب گرنے والا ہے تو انھوں نے توریت کو مضبوطی سے پکڑ لیا (سورۂ اعراف، آیت/۱۷۱)

طاؤس: وہ کون سا رسول ہے جسے اللہ نے بھیجا وہ نہ انسان میں سے تھا نہ جنات اور نہ ہی ملائکہ اس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے؟

امامؑ: وہ کوا ہے جسے خدا نے بھیجا تا کہ وہ قابیل کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کے قتل کے بعد ہابیل کو چھپائے، قول خدا:

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْاَةَ اَخِيْهِ﴾ خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھود رہا تھا کہ وہ دکھائے کہ بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے گا (سورۂ مائدہ، آیت/۳۱)

طاؤس: وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا وہ نہ جنات میں سے ہیں نہ انسان اور نہ ہی ملائکہ خدا نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا؟

امامؑ: وہ چیونٹی ہے کہ اس نے اپنی قوم سے کہا اے چیونٹیوں! سب اپنے اپنے سوراخوں میں داخل ہو جائے سلیمان اور ان کا لشکر پامال نہ کر ڈالے اور انھیں اس کا شعور بھی نہ ہو (سورۂ نمل، آیت/۱۸)

طاؤس: وہ کون ہے، جس پر بہتان لگایا گیا وہ نہ تو جنات میں سے تھا نہ ہی انسانوں میں سے اور نہ ہی فرشتہ جس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا؟

امامؑ: وہ حضرت یوسف کا بھیڑیا جس کا ان کے بھائیوں نے الزام لگایا۔

طاؤس: اس چیز کے بارے میں بتایئے جس کا کم حلال اور زیادہ حرام تھا اور خدا نے قرآن میں اس کا تذکرہ کیا؟

امامؑ: جناب طالوت کی نہر کا پانی خدا کا قول ﴿اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ﴾ مگر یہ کہ ایک چلو پانی لے لے

(سورۂ بقرہ، آیت/۲۴۹)

طاؤس! وہ کون سی صلواۃ ہے جو بغیر وضو کے پڑھی جاتی ہے؟ وہ کون سا روزہ ہے جس میں کھانا پینا ممنوع نہیں؟

امامؑ: بغیر وضو کی نماز نبی اور ان کی آل پر صلواۃ ہے وہ خاموشی کا روزہ جسے جناب مریم نے رکھا۔

طاؤس: وہ کون سی شی ہے جو زیادہ بھی ہوتی ہے اور کم بھی؟ جو زیادہ ہوتی ہے مگر کم نہیں ہوتی؟ جو کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی؟

امامؑ: جو چیز زیادہ اور کم ہوتی ہے وہ چاند ہے جو زیادہ ہوتی ہے کم نہیں ہوتی وہ سمندر ہے جو کم ہوتی ہے مگر زیادہ نہیں ہوتی وہ عمر ہے۔

امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ: امام زین العابدینؑ نے ایک دن اپنی نشست میں فرمایا جب رسول اللہ کو تبوک جانے کا حکم ملا تو علیؑ کو مدینہ میں قائم مقام بنانے کا حکم تھا پس علیؑ نے فرمایا:

یا رسول اللہ! میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کے کسی امر کی خلاف ورزی کروں اور آپ کی زیارت اور آپ کی عزت و بزرگی کے دیدار سے محروم رہوں۔

رسول اسلام ﷺ نے فرمایا: اے علی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اے علیؑ! تم میرے قائم مقام رہو بیشک تمہارے لئے یہیں اتنا اجر و ثواب ہے جتنا میرے ساتھ جانے میں ہے اور میرے ساتھ تمام جانے والے مومن و مطیع کے برابر بھی تمہارا اجر ہے اے علیؑ! تمہاری محبت کے سبب خدا نے اپنے لئے ضروری کر لیا ہے کہ تم مجھے میرے پورے سفر میں دیکھتے رہو کہ جبرئیل کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ راستہ بھر جس زمین پر ہم چلیں اور جس زمین پر تم رہو اسے بلند کرتے رہیں، تمہاری قوت بینائی کو بڑھائیں تا کہ تم میرا اور میرے اصحاب کا ہر حال میں مشاہدہ کرتے رہو، تا کہ ان کی خاطر تمہارا دل تنگ نہ ہو اور اس وجہ سے تم میرے پاس خط و کتابت سے مستغنی ہو جاؤ۔

جب امام زین العابدینؑ نے یہ سب بیان کیا تو اسی نشست سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، اے فرزند رسول! یہ سب کچھ علی کیلئے کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ سب تو انبیاء کیلئے مخصوص ہے ان کے علاوہ کسی کیلئے نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: یہ وہ معجزہ ہے جو صرف پیغمبر اسلام کی خاطر ہے دوسروں کیلئے نہیں کیونکہ کہ خدا نے دعائے

رسول اکرم ﷺ کو رفعت دی ہے اور انھیں کی دعا سے ان کے آنکھوں کے نور میں زیادتی کی یہاں تک جو وہ دیکھنا چاہیں دیکھیں اور جو حاصل کرنا چاہیں حاصل کر لیں پھر اس سے امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اے بندۂ خدا! سب سے زیادہ ظلم امت نے علی بن ابی طالب پر کیا اور سب سے کم انصاف بھی اسی علی علیہ السلام کے ساتھ کیا، انھوں نے جو کچھ تمام صحابہ کو دیا اس سے بھی علی علیہ السلام کو محروم رکھا حالانکہ علی علیہ السلام ان سب سے افضل ہیں پس وہ لوگ اس منزلت وفضیلت کو علی علیہ السلام سے کیسے روک سکتے ہیں جو انھوں نے غیروں کو دے رکھی ہیں، کہا گیا کہ وہ کیسے؟

امام باقر علیہ السلام: تم ابوبکر بن ابی قحافہ کے دوستوں سے محبت کرتے ہو اور ان کے دشمنوں سے تبرا کرتے ہو اور ایسا ہی عمر ابن خطاب وعثمان ابن عفان کے بارے میں بھی ہے، جب یہ ولایت علی ابن ابی طالب تک پہنچی تو تم لوگوں نے کہا کہ ہم ان کے دوستوں سے تولا کریں گے مگر ان کے دشمنوں سے تبرا نہیں کریں گے بلکہ ان سے محبت کریں گے۔

یہ بات ان کے لئے کیسے درست ہو جائے گی جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

اے اللہ! تو اسے دوست رکھ جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے، اس کی مدد کرے جو علی علیہ السلام کی مدد کرے اور اسے چھوڑ دے جو اسے چھوڑ دے۔ تم نے غور کیا یہ نہیں ہے کہ تم اسے دشمن نہ رکھو جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے اور تم اسے نہ چھوڑ دو جو علی علیہ السلام کو چھوڑ دے یہ انصاف نہیں ہے۔ وہ لوگ وہ ہیں جب ان سے وہ بیان کیا گیا جو خدا نے رسول کی دعا سے علی علیہ السلام کیلئے مخصوص کیا ہے اور جو کرامت وبزرگی ان کو دی ہے تو انھوں نے انکار کر دیا درانحالیکہ مذکورہ باتوں کو ان کے علاوہ دوسرے اصحاب کے لئے قبول کرتے ہیں۔

پس جو کچھ اصحاب پیغمبر کیلئے ہے ان سے علی علیہ السلام کو کس چیز نے روکا؟ عمر بن خطاب کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مدینہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے درمیان خطبہ پکارے یاساریۃ الجبل (اے ساریہ! پہاڑ) ایک آدمی کا نام ہے اصحاب کو تعجب ہوا انھوں نے سوچا یہ جملہ خطبہ میں کہاں سے آ گیا! جب نماز مکمل ہوئی تو لوگوں نے اس جملہ کا مطلب پوچھا؟ عمر ابن خطاب نے جواب دیا خطبہ دیتے ہوئے میری نگاہ وہاں پہنچی جہاں تمہارے بھائی شہر نہاوند کے کافرین سے جہاد کر رہے تھے جن کے سردار سعد ابن ابی وقاص ہیں خدا نے میرے سامنے سے حجابات ہٹا دیئے اور میری قوت بصارت کو قوی بنا دیا یہاں تک کہ میں نے ان سب کو دیکھا کہ وہ وہاں پہاڑ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اسی وقت بعض کفار آئے تاکہ ساریہ اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو پہاڑ کے عقب سے گھیر کر قتل

کر دیں، اس وقت میں نے کہا "یاساریۃ الجبل" تاکہ وہ ان کی جانب متوجہ ہو جائیں اور ان کے محاصرہ سے محفوظ ہو جائیں پھر ان سے قتال کریں اور اللہ نے تمہارے بھائیوں کو کافرین پر مسلط کر دیا اور اسی نے ان کو ان کے شہروں پر فتح عنایت کی، تم اس وقت کو یاد رکھو عنقریب تم کو اس کی خبر ملے گی حالانکہ مدینہ اور نہاوند کے درمیان پچاس دن سے زیادہ کا راستہ ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب عمر ابن خطاب کیلئے ایسا ممکن ہے تو امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کیلئے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا، اس امت نے انصاف نہیں کیا بلکہ ہمیشہ دشمنی اور مخالفت کرتے رہے۔

عبداللہ ابن سلیمان نے کہا کہ میں امام باقر علیہ السلام کے پاس تھا اہل بصرہ کا ایک شخص جسکا نام عثمان اعمیٰ تھا ان سے کہا۔

حسن بصری کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ علم وایمان کو چھپاتے ہیں ان کے شکم کی بدبو سے جہنم والوں کو اذیت ہوتی ہے۔

امام باقر علیہ السلام: پھر تو مومن آل فرعون جناب حزقیل کے لئے ہلاکت ہے خدا نے اسی وجہ سے ان کی مدح کی ہے کہ وہ ایمان چھپائے رہے اور جناب نوح کے زمانہ سے کتمان ایمان کا سلسلہ موجود ہے، اب حسن بصری جو چاہے کہے۔

خدا کی قسم! علم وایمان اس خاندان کے علاوہ مل ہی نہیں سکتا۔

امام علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی آزمائش وابتلا ہمارے اوپر بہت سخت وگراں ہے اگر ہم ان کو بلائیں تو وہ جواب نہیں دیتے اگر ان کو چھوڑ دیں تو ہمارے بغیر ہدایت نہیں پائے۔

احتجاج امام جعفر صادق علیہ السلام

ہشام ابن حکم سے روایت کی گئی ہے کہ ایک زندیق امام صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا خالق و صانع پر کیا دلیل ہے؟

امام صادق علیہ السلام: تمام افعال کے وجود اس بات کی دلیل ہیں بیشک ان کا کوئی انجام دینے والا ہے جس نے اسے انجام دیا ہے کیا تو نے غور نہیں کیا جب تم ایک مضبوط و محکم عمارت کو دیکھتے ہو تو تم کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی ضرور بنانے والا ہے اگرچہ تم نے بنانے والے کو نہ دیکھا ہے نہ ہی ان کا مشاہدہ کیا ہے۔

زندیق: پس وہ صانع کیا ہے؟

امام صادق علیہ السلام: وہ شئے ہے مگر تمام اشیاء کے برخلاف میں اپنے لفظ شئے کو اس طریقہ سے ثابت کرتا ہوں کہ وہ ایک شے ہے جو خود اپنے اثبات کا موجب ہے اور وہ شئے حقیقت وجود ہے اس کے علاوہ نہ وہ جسم ہے نہ ہی صورت، نہ وہ محسوس ہوتا ہے نہ ہاتھ سے مس ہوتا ہے حواس خمسہ سے اس کا ادراک نہیں ہوتا، اوہام اس کو پا نہیں سکتے، لمبی مدت اس میں نقص پیدا نہیں کرتی، زمانہ اس کو متغیر نہیں کرتا۔

زندیق: مخلوق کے علاوہ ہم نے کسی کو قابل وہم نہیں دیکھا؟

امام صادق علیہ السلام: اگر ویسا ہی ہو جیسا تم کہہ رہے ہو پھر تو ہماری توحید ہی ختم ہو جائے کیوں کہ ہم کو غیر موہوم کے اعتقاد کا مکلف نہیں بنایا گیا، ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو بھی حواس پنجگانہ سے درک ہو جائے اور اس کو محدود کر دے وہ بنا ہوا ہے اور وہ مخلوق ہے ضروری ہے کہ تمام اشیاء کے صانع کے وجود کا ثبوت مذموم و غلط جہت سے خارج ہو۔

پہلی جہت نفی ہے یہ وہی ابطال اور عدم ہے۔

دوسری جہت صفات مخلوق سے تشبیہ کی جس کی ترکیب و تالیف ظاہر ہے پس مصنوع و مخلوق کے وجود کے لئے صانع کا اثبات ضروری ہے اور مخلوق کو خالق کا محتاج ہونا بھی لازم ہے اس لئے کہ وہ مصنوع ہے اور ان کا صانع ان کے علاوہ ہے اور ان کے مثل بھی نہیں ہے کیونکہ ظاہری ترکیب و تالیف میں اور ان کا عدم کے بعد وجود میں آنا اور ان کا چھوٹے سے بڑا ہونا سیاہ سے سفید ہونا اور قوی سے کمزور ہونا اور موجودہ احوال کی جانب ان کا منتقل ہونا مخلوق و مصنوع سے شباہت رکھتا ہے کہ جس کے ثبوت، وجود کے لئے ہمیں کسی تفسیر و تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

زندیق: آپ نے اس کا وجود ثابت کیا تو خود اس کو محدود کر دیا۔

امام صادق علیہ السلام: میں نے اس کو محدود نہیں کیا بلکہ اس کو ثابت کیا کیوں کہ اثبات و نفی کے درمیان کوئی شباہت نہیں ہے۔

زندیق ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ خدائے رحمٰن عرش پر ظاہر ہوا (غالب ہوا) (سورۂ طہٰ، آیت/۵)

اس کے معنی کیا ہے؟

امام صادق علیہ السلام: اس آیت کے ذریعہ خدا نے خود اپنی توصیف کی ہے اس طرح کہ وہ عرش پر غالب رہ کر اپنی مخلوق میں ظاہر ہے بغیر اس کے کہ عرش اس کا حامل ہو یا اس پر عرش حاوی و قابض ہو یا اس کا محل و مقام ہو لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ حامل عرش ہے اور عرش کو روکنے والا ہے۔ اس کے بارے میں ہم وہی کہتے ہیں جو اس نے کہا ہے ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ اس کی کرسی (علم و اقتدار) زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے ہے (سورۂ بقرہ، آیت/۲۵۵)

ہم نے عرش و کرسی سے وہی کچھ ثابت کیا جو اس نے ثابت کیا اور نفی کیا کہ عرش و کرسی اس پر حاوی ہو اور خدائے عزوجل مکان کا یا اپنی مخلوق میں سے کسی شئے کا محتاج ہو بلکہ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔

زندیق: پھر اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب پھیلانے یا زمین کی جانب جھکانے کے معنی کیا ہیں؟

امام صادق علیہ السلام: وہ اپنے علم و اقتدار اور قدرت میں برابر ہے لیکن اللہ نے اپنے اولیاء و بندوں کو آسمان کی طرف عرش کی جانب ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہے کیوں کہ اس نے آسمان و زمین کو رزق کا معدن و ذخیرہ قرار دیا ہے، ہم نے قرآن و احادیث کے مطابق ثابت کیا پیغمبر نے فرمایا:

تم اپنے ہاتھوں کو جانب آسمان بلند کرو، اس پر تمام اسلامی فرقوں کا اجماع ہے۔

زندیق: دنیا کے خالق و صانع کا ایک سے زیادہ ہونا کیوں جائز نہیں؟

امام صادق علیہ السلام: تمہارا قول دو حال سے خالی نہیں ہے کہ وہ دونوں قدیم قوی ہیں یا ضعیف یا دونوں میں ایک قوی ہے اور دوسرا ضعیف اگر دونوں قوی ہیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو دفع و الگ کر کے ربوبیت و پروردگاری میں منفرد اور اکیلا کیوں نہیں ہو جاتا، اگر تم کہو کہ ایک قوی ہے اور دوسرا ضعیف تو ثابت ہو گیا قوی ایک ہے

دوسرے میں عاجزی وکمزوری ہے۔

اور اگر تم کہو کہ خدا دو ہیں تو وہ دونوں یا ہر جہت سے متفق ہیں یا ہر جہت سے متفرق پھر جب ہم نے مخلوق کو بالکل منظم اور کشتیوں کو جاری، شب و روز چاند و سورج کا آنا جانا دیکھا جو تمام امور کی ہم آہنگی اور صحت پر دلالت کرتا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ بیشک مدبر اور تمام امور کا چلانے والا ایک ہی ہے۔

ہشام ابن حکم سے روایت ہے کہ ابن ابی العوجاء امام صادقؑ کے پاس آیا۔

امامؑ نے فرمایا: اے ابن العوجاء! تم مصنوعی ہو یا غیر مصنوعی؟ اس نے کہا میں مصنوعی نہیں ہوں۔

امامؑ اگر تم مصنوعی نہ ہوتے تو اس شکل وصورت میں کیسے آتے تو وہ جواب نہ دے سکا کھڑا ہوا اور چلا گیا۔

ابو شاکر دیصانی زندیق امام صادقؑ کے پاس آیا اور کہا اے جعفر ابن محمدؑ! میرے معبود کی جانب میری رہنمائی کیجئے؟

امام صادقؑ نے فرمایا: بیٹھ جا اسی وقت ایک چھوٹا بچہ اپنے ہاتھ میں ایک انڈا لئے کھیلتے ہوئے آ گیا، پس امامؑ نے انڈہ مانگ لیا اور فرمایا:

اے دیصانی! یہ ایک بند مضبوط قلعہ ہے اس کے اوپر ایک سخت کھال اور اس کے نیچے ایک نرم کھال ہے اور اس کے نیچے جمع شدہ سونا اور بہنے والی چاندی ہے نہ تو سونا چاندی میں مخلوط ہوتی ہے اور نہ چاندی سونے میں دونوں اسی حال میں رہتے ہیں نہ اس میں سے کوئی مصلح نکلا جو اس کے اصلاح وخوب ہونے کی خبر دے نہ کوئی خراب کرنے والا اس میں داخل ہوا کہ اس کے خرابی کی اطلاع دے کوئی بھی نہیں جانتا اس سے نر پیدا ہوگا یا مادہ وہ انڈا پھٹتا ہے تو اس سے مور کے رنگ کی مانند بہت سے پرندے نکلتے ہیں کیا تم اس کے لئے کسی مدبر وناظم کو پاتے ہو؟ اس کے بعد زندیق دیصانی بہت دیر تک سر جھکائے کھڑا رہا پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امامؑ ہیں اور اللہ کی مخلوق پر اس کی جانب سے حجت ہیں اور ابھی تک میں جس حالت میں اس سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ہشام ابن حکم نے کہا کہ میں نے امام صادقؑ سے اسماء اللہ اور ان کے مشتقات کے بارے میں سوال کیا کہ لفظ اللہ کس سے مشتق ہے؟

امام صادقؑ: اے ہشام! لفظ اللہ الہ سے مشتق ہے اور الہ مقتضی ہے مألوہ کا یعنی معبود عبد چاہتا ہے اسم

صاحب اسم کے علاوہ ہے، پس جو بغیر صاحب اسم کے صرف اسم کی عبادت کرے اس نے کفر کیا اور اس نے کوئی عبادت نہیں کی اور جس نے اسم و صاحب اسم دونوں کی عبادت کی اس نے بھی کفر کیا، ہاں جس نے بغیر نام کے صرف صاحب اسم کی عبادت کی وہ حقیقی توحید ہے اور یہی توحید پرستی ہے۔

اے ہشام! کیا تم سمجھ گئے؟ ہشام (مولا) مزید وضاحت کیجئے۔

امام صادقؑ: بیشک اللہ تعالی کے ننانوے (۹۹) نام ہیں پس اگر ہر اسم وہی صاحب اسم ہو تو ان میں سے ہر ایک ایک معبود کا نام ہوگا لیکن اللہ خود ایسا لفظ ہے جو ان تمام ناموں پر دلالت کرتا ہے اور سب خود اس کے علاوہ ہوں گے اے ہشام! روٹی کھائی جانے والی چیز کا نام ہے پانی پینے والی چیز کا نام ہے کپڑا پہننے والی چیز کا نام ہے آگ جلانے والی چیز کا نام ہے۔

اے ہشام! کیا تو نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اسی کے ذریعہ تم دفاع کر سکو اور ہمارے دشمنوں اور جو اللہ کے ساتھ غیروں کی پرستش کرتے ہیں مغلوب کر سکو۔

ہشام: ہاں

امامؑ: خدا اس کے توسط تم کو نفع پہنچائے اور ثابت قدم رکھے۔

ہشام: خدا کی قسم! اس نشست سے اٹھنے کے بعد سے آج تک مسئلہ توحید مباحثہ میں کوئی بھی مجھ پر غالب نہیں ہو سکا۔

ہشام ابن حکم نے کہا مصر میں ایک زندیق تھا امام صادقؑ کی کچھ باتیں اس تک پہنچی تھیں ایک دن وہ مناظرہ کیلئے مدینہ آیا مگر امامؑ سے ملاقات نہیں ہوئی اسے بتایا گیا کہ وہ مکہ تشریف لے گئے ہیں وہ وہاں آیا، وہاں ہم بھی امامؑ حالت طواف میں تھے کہ وہ امامؑ کے قریب آیا اور سلام کیا۔ امامؑ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟

زندیق: عبدالملک (بادشاہ کا بندہ)

امامؑ: تمہاری کنیت کیا ہے؟

زندیق: ابوعبداللہ (اللہ کے بندے کا باپ)

امامؑ: جس بادشاہ کے تم بندے ہو وہ زمین کے بادشاہوں میں سے یا آسمان کے اور یہ بھی بتاؤ کہ تیرا باپ کس خدا کا بندہ ہے آسمان کے اللہ کا بندہ ہے یا زمین کے اللہ کا؟ یہ سن کر وہ ساکت ہو گیا۔

امام نے فرمایا: بولو پھر بھی وہ خاموش ہی رہا۔ امام جب میں طواف سے فارغ ہو جاؤں تو ہمارے پاس آنا،
جب امامؑ طواف سے فارغ ہوئے تو وہ زندیق آپ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا ہم بھی ان کے پاس جمع تھے۔

امامؑ: کیا تم کو علم ہے زمین کا تحت وفوق ہے؟ زندیق: ہاں۔

امامؑ: کیا تم اس کے نیچے گئے ہو؟ زندیق: نہیں۔

امامؑ: کیا تم جانتے ہو کہ اس کے نیچے کیا ہے؟

زندیق: نہیں مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے۔

امامؑ: گمان عاجزی و مجبوری کی دلیل ہے، جس کا یقین نہ ہو پھر امامؑ نے اس سے فرمایا:

کیا تم آسمان پر گئے ہو؟ زندیق: نہیں۔

امامؑ: کیا تم جانتے ہو کہ اس میں کیا ہے؟

زندیق: نہیں۔

امامؑ: تم مشرق و مغرب میں گئے، ہو کہ دیکھو اس کے پیچھے کیا ہے؟

زندیق: نہیں۔

امامؑ: تجھ پر تعجب ہے کہ تو نہ مشرق میں پہنچا نہ مغرب میں نہ زمین کے نیچے اترا نہ آسمان کے اوپر گیا نہ تجھے خبر ہے کہ وہاں کیا ہے اور نہ ہی جانتے ہو کہ اس کے پیچھے کیا ہے پھر بھی اس کے اندر کی چیزوں کے منکر ہو، کیا کوئی عاقل نہ سمجھنے والی چیزوں کا انکار کرتا ہے؟

زندیق: آپ کے علاوہ ایسی گفتگو مجھ سے کسی نے نہیں کی۔

امامؑ: تم اس کے بارے میں مشکوک ہو شاید، شاید نہ ہو؟

زندیق: شاید ایسا ہی ہے۔

امامؑ: نہ جاننے والے کیلئے جاننے والے پر کوئی حجت نہیں ہے اور نہ تو جاہل کیلئے عالم پر کوئی حجت ہے۔ اے مصری! تم جان لو کہ ہم کو خدا کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کیا تو نے چاند سورج اور رات و دن کو نہیں دیکھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے میں داخل ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت کر کے جاتے اور پلٹتے رہتے ہیں دونوں مجبور ہیں کہ اپنی جگہ سے ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے، اگر دونوں چلنے پر قادر ہیں تو پلٹتے کیوں ہیں؟ اور اگر مجبور نہیں ہیں تو

رات دن کیوں نہیں ہو جاتی اور دن رات کیوں نہیں ہو جاتا؟

اے مصری بھائی! خدا کی قسم! وہ دونوں اسی حالت پر مجبور ہیں۔ بیشک تم جس کی جانب ملتفت ہو اور گمان کرتے ہو کہ سب زمانہ کرتا ہے بتاؤ اگر زمانہ ہی لوگوں کو لے جاتا ہے تو ان کو پلٹاتا کیوں نہیں اور اگر پلٹاتا ہے تو اسی کی جانب لے کیوں نہیں جاتا؟ کیا تم دیکھ رہے ہو کہ آسمان کو بلند کیا گیا ہے اور زمین کو بچھایا گیا ہے نہ آسمان زمین پر گرتا ہے اور نہ زمین اپنے سے نیچے والے پر گرتی ہے اور نہ ہی بلند ہو کر آسمان میں چپکتی ہے۔ خدا کی قسم! ان کو ان کے خالق مدبر نے روک رکھا ہے۔ اس کے بعد ہی زندیق مصری امامؑ کے ہاتھوں پر ایمان لایا اور ہشام سے امامؑ نے فرمایا: اسے ساتھ لے جاؤ اور دین ایمان سکھاؤ۔

عیسیٰ ابن یونس کا بیان ہے کہ ابن ابی العوجاء حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا پھر وہ توحید سے منحرف ہو گیا اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنے استاد کے مذہب کو کیوں چھوڑ دیا اور ایسی شے اختیار کر لی جس کی نہ کوئی اصل و بنیاد ہے نہ ہی کوئی حقیقت۔

ابو العوجاء نے کہا میرا استاد شکی آدمی تھا کبھی مسئلہ قدر کو مانتا اور کبھی مسئلہ جبر کو میں نہیں مانتا کہ وہ کسی مذہب پر ہمیشہ رہے گا ایک بار وہ مکہ گیا جس کا مقصد صرف حاجیوں کا انکار تھا، اس کی بدزبانی اور خرابی ضمیر کے سبب علماء اس کی نشست سے کراہیت کرتے۔

ایک دن ابن ابی العوجاء امام صادقؑ کے پاس آیا اور اپنے ہم نظریہ افراد کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ابن ابی العوجاء: یا ابا عبداللہ! بیشک نشستیں امانت ہیں کیا مجھے گفتگو کی اجازت ہے؟ امامؑ: ہاں ہاں

ابن ابی العوجاء کتنے دنوں تک آپ لوگ اس خرمن و کھلیان کے گرد چکر لگاتے رہیں گے؟ اور اس پتھر سے لپٹے رہیں گے؟ اور اینٹ و گارے سے بنے ہوئے گھر کے خدا کی عبادت کریں گے؟ کب تک اونٹ کے مانند ڈرتے ہوئے اس کے چاروں طرف پھریں گے؟ بیشک جس نے اس بارے میں غور و فکر کیا وہ جان گیا کہ یہ قانون و حکم کسی غیر حکیم و غیر صاحب نظر کا ہے۔ آپ ہی جواب دیجئے آپ تو اس کے رئیس اور پشت پناہ ہیں اور آپ ہی کے جد نے اس کی اور اس کے نظام و قانون کی بنیاد رکھی ہے؟ (یہ سارے جملے اس نے طعن کرتے ہوئے کہے جو اس کی بدزبانی کا ثبوت ہیں)

امام صادقؑ: بیشک اللہ جس کو گمراہی میں چھوڑ دے اور اس کے قلب کو اندھا کر دے وہ حق کو ہضم و برداشت

نہیں کرسکتا۔ یہ وہ گھر ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت پر ابھارا ہے تاکہ ان کی اطاعت گذاری کا امتحان لے اور ان کو اپنی تعظیم وزیارت (قربت) پر آمادہ کرے اور اس نے اس گھر کو اپنے انبیاء کا مرکز اور نماز گذاروں کیلئے قبلہ قرار دیا ہے، پس کعبہ اس کی رضا وخوشنودی کا ایک حصہ ہے اور اس کی مغفرت وبخشش کا ایک راستہ ہے اور عظمت وجلالت کا مجمع ومخزن بنا ہے۔ اللہ نے زمین بچھانے سے دو ہزار سال قبل اس کو پیدا کیا لہٰذا وہ زیادہ مستحق ہے کہ جو حکم دے اس کو بجالایا جائے اور جس سے اس نے منع کیا اور سرزنش کی ہے اس سے باز رہا جائے اور اللہ ہی روحوں اور صورتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

ابن ابی العوجاء: جو آپ نے کہا وہ نادیدہ وغائب ہے۔

امام صادق علیہ السلام: تجھ پر افسوس ہے کہ وہ غائب کیسے ہوگیا جو اپنی مخلوق پر حاضر ہو اور رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہو وہ ان کے کلام سنتا ہو ان کے افراد کو دیکھتا ہو اور اس کے اسرار کو جانتا ہو، ابن ابی العوجاء وہ تو ہر جگہ ہے تو کیا ایسا نہیں ہے کہ جب وہ آسمان میں ہو تو زمین میں کیسے ہوگا اور جب وہ زمین میں ہو تو آسمان میں کیسے ہوگا؟

امام صادق علیہ السلام: تو نے مخلوق کی صفت بیان کی ہے کہ جب ایک جگہ سے منتقل ہوتی ہے تو ایک جگہ کو گھیر لیتی ہے اور ایک جگہ خالی ہو جاتی ہے پس جہاں سے آیا اور جہاں گیا اسے خبر نہیں کہ کیا ہوا لیکن وہ خدا عظیم الشان اور جزا دینے والا ہے نہ تو کوئی جگہ اس سے خالی ہے اور نہ تو اوپر ہے اور ایسے مکان کیطرف ہے جو ایک مکان سے قریب ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے ابن ابی العوجاء سے فرمایا:

اگر حق وہی ہو جیسا تم کہتے ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے تو ہم نے بھی نجات پائی اور تم نے بھی اور اگر حقیقت میں ویسا ہو جیسا ہم کہتے ہیں حالانکہ ویسا ہی ہے تو ہم نے تو نجات پائی اور تم ہلاک ہوئے۔

مروی ہے کہ ابن ابی العوجاء نے امام ابو عبداللہ سے عالم کے حادث ہونے کے بارے میں سوال کیا؟

امام صادق علیہ السلام: میں نے کسی چھوٹی بڑی چیز کو نہیں پایا مگر جب اس سے اس کے مثل کو ملا دیا جائے تو بڑی ہو جاتی ہے اور اس کی حالت اول زائل ہو جاتی ہے اور دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہے، اگر وہ قدیم ہوتی تو نہ وہ زائل ہوتی اور نہ تبدیل ہوتی کیونکہ جو چیز زوال پذیر ہو اور تبدیل ہوتی ہو ضروری ہے کہ وہ پیدا ہوئی ہو اور فنا ہو جائے۔ عدم کے بعد وجود کا ہونا حدوث میں داخل ہے اور اس کا ازل سے ہونا قدیم میں داخل ہے، ازل وعدم

اور حدوث وقدیم کے صفات ایک شے میں جمع نہیں ہوسکتے۔

ابن ابی العوجاء: بطور فرض جس کے آپ قائل ہیں ویسا ہی ہو لیکن جب اشیاء چھوٹے پن پر باقی رہیں تو پھر حدوث پر آپ کی دلیل کیا ہوگی؟

امام صادق علیہ السلام: ہماری بحث اس موجود عالم کے بارے میں ہے کہ اگر ہم اس کو اٹھا لیں اور اس کی جگہ پر دوسرا عالم رکھیں تو یہ عالم نابود ہو گیا، پس اس کا نابود ہونا اور دوسرا کا وجود میں آنا خود حدوث وتغیر کی دلیل ہے لیکن جس طریقہ کو تو ہمارے خلاف استعمال کا قصد رکھتا ہے میں تم کو وہی جواب دیتا ہوں۔ اگر اشیاء اپنے چھوٹے پن پر ہمیشہ رہیں تو بھی تمہارے ذہن میں یہ بات رہے جب بھی کوئی شئے کسی شئے سے ملائی جائے گی تو وہ بڑی ہو جائے گی اور اس میں تغیر وتبدیل کا صحیح ہونا ہی اسے قدیم سے خارج اور حدوث میں داخل کردے گا۔

اے عبدالکریم! اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔

عبداللہ ابن سنان سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے قول خدا ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتی (سورۂ انعام، آیت ۱۰۳) کے بارے میں فرمایا کہ "بصر" سے مراد احاطۂ فہم ہے کیا تو نے خدا کا قول نہیں پڑھا ﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے دلائل آچکے ہیں۔ اس سے مراد آنکھوں کی بصارت نہیں ہے ﴿فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ﴾ اب جو بصیرت سے کام لے گا وہ اپنے لئے اس سے مراد اپنے نفس کی بصارت نہیں ہے۔ ﴿وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾ جو اندھا بن جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اس سے بھی آنکھوں کا اندھا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد احاطۂ فہم ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص اشعار میں بصیرت رکھتا ہے، فلاں فقہ میں بصیرت والا ہے، فلاں درہموں کی بصیرت شان پہچان رکھتا ہے فلاں کپڑوں میں بصیرت رکھتا ہے اللہ اس سے بلند وبالا ہے کہ اسے آنکھوں سے دیکھا جاسکے۔

اس زندیق کے کچھ سوالات جس نے امام صادق علیہ السلام سے سوالات کئے۔

زندیق: مخلوق اللہ کی کیسے عبادت کرتی ہے حالانکہ اس نے اس کو دیکھا نہیں ہے؟

امام صادق علیہ السلام: قلوب نے اس کو نور ایمان سے دیکھا، نگاہوں نے عقلوں کو بیدار کرکے اس کو ثابت کیا اور آنکھوں نے اس کو اس چیز سے دیکھا جس کو اس نے ہر شے کی بہترین ترکیب سے خلقت اور نظم وضبط کے مضبوط ومحکم ہوتے دیکھا پھر تمام انبیاء ورسول اور ان کے معجزات تمام کتب آسمان اور ان کے محکمات اور علماء نے اس پر

اکتفا کیا جو انھوں نے خدا کی عظمت سے بغیر اس کی رؤیت کے دیکھا اور سمجھا۔

زندیق: کیا وہ قادر نہیں ہے کہ مخلوق کیلئے ظاہر ہو جائے تا کہ وہ اس کو دیکھ کر پہچانیں پھر یقین کی بنیاد پر اس کی عبادت کریں؟

امام صادق علیہ السلام: محالات کے لئے جواب نہیں ہے۔

زندیق: انبیاء و رسول نے اللہ کو کیسے ثابت کیا؟

امام صادق علیہ السلام: جب ہم نے ثابت کر دیا کہ ہمارا خالق و صانع ایک ہے اور تمام مخلوق سے بلند و برتر ہے اور وہ صانع حکیم ہے تو درست و جائز نہیں کہ اس کی مخلوق اس کا مشاہدہ کرے، مخلوق اس کی ہمنشین ہو اور وہ مخلوق کا ہمنشین ہو، اس صورت میں اس کے اور مخلوق کے درمیان کوئی حجت و ہمکاری کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، یہیں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کی مخلوق اور اس کے بندوں میں اس کے بہت سے سفیر و پیغمبر ہیں جو ان کے مفاد و مصلحت کی بنیاد پر ان کی ہدایت کرتے ہیں اور اس چیز کا حکم دیتے ہیں جو ان کی بقا کا سبب ہو اور اس شئے سے منع کرتے ہیں جس میں ان کی ہلاکت و فنا ہو پس ثابت ہو گیا حکیم علیم خدا کی طرف سے اس مخلوق میں حکم دینے والے بھی ہیں اور منع کرنے والے بھی یہ بھی ثابت ہوا کہ اس کی جانب سے اس کی باتوں کو بتانے والے بھی ہیں اور وہی انبیاء ہیں جو اس کی مخلوق میں اس کے منتخب ہیں وہی حکماء بھی ہیں جو حکمت سے مزین ہیں اور اس کی جانب سے مبعوث کئے گئے ہیں اور وہ لوگوں کے احوال میں ان کے شریک ہیں اور ان کی خلقت و ترکیب میں بھی شریک ہیں اور حکیم علیم کی طرف سے حکمت و دلائل اور براہین و شواہد کے ذریعہ ان کی تائید کی گئی ہے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا برص و جذام سے پاک کرنا، زمین ایسی حجت خدا سے خالی نہیں ہوتی کہ جس کے ساتھ ایسا علم ہوتا ہے جو قول رسول کی صداقت اور اس کی عدالت کے وجوب پر دلیل ہوتا ہے۔

پھر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی، حجت خدا انبیاء کی اولاد سے ہوتی ہے خدا نے بغیر نسل انبیاء کے کسی نبی کو کبھی بھی مبعوث نہیں کیا، اللہ نے، بنی آدم کیلئے ایک روشن راستہ قرار دیا ہے اور حضرت آدم سے ایک طیب طاہر نسل جاری کی ہے اور اسی سے انبیاء و رسل کو پیدا کیا ہے وہی خدا کے مخلص دوست ہیں اور خالص جوہر ہیں وہ سب (اپنے باپ کی صلبوں میں) پاک رہے ہیں اور اپنی ماؤں کے ارحام میں نجاستوں سے محفوظ رہے ہیں، جاہلیت کی برائیاں و خرابیاں ان تک نہیں پہنچتی اور ان کے انساب

میں کوئی عیب نہیں ہوتا کیونکہ خدا ان کو ایسی جگہ رکھتا ہے کہ درجات و شرف کے اعتبار سے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں، پس جو بھی علم خدا کا خزانہ دار اور اس کے غیب کا امانت دار اس کے رازوں کا راز دار اس کی مخلوق پر اس کی حجت اور اس کی زبان و ترجمان ہو وہ ان صفات سے متصف ہوگا، پس حجت خدا اس گروہ کے علاوہ سے نہیں ہو سکتی اور وہی مخلوق میں اپنے علم اور رسول اسلام سے بطور میراث پاتے ہوئے علم کے سبب جانشین پیغمبر اسلام ہوگا۔ اگر لوگوں نے اس کا انکار کیا تو وہ مردہ ہو گئے، اور جس چیز پر لوگوں کی بقا ہے وہ ان چیزوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ان کے ہاتھوں میں ہے یہ سب ان کے اختلاف کی وجہ سے ہے انھوں نے اپنے درمیان رائے و قیاس قائم کر لیا اگر انھوں نے (قائم مقام رسول کا) اقرار کیا ہوتا اور اس کی اطاعت کرتے اور اسی سے (علم) اخذ کرتے تو عدل و انصاف سے ظاہر و روشن ہوتے اور آپسی اختلاف و جھگڑے ختم ہو جائے اور تمام امور معتدل و مستقیم ہوتے اور دین ظاہر ہوتا شک پر یقین غالب ہوتا، بعید نہ تھا وہ لوگ اس کا اقرار کریں مگر رسول اسلام کی وفات کے بعد نہ لوگوں نے اس کی اطاعت کی نہ ہی حفاظت کی کبھی بھی کوئی نبی یا رسول نہیں گذرا ہے مگر اس کی امت نے اس کے بعد اختلاف کیا اور ان کے اختلاف کی علت و سبب حجت خدا کی مخالفت کرنا اور اس کو چھوڑ دینا ہے۔

زندیق: نے کہا جو حجت خدا ان صفات کا مالک ہو اس کیلئے ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی اقتدا ہونی چاہیئے اور اسی کی طرف سے یکے بعد دیگری نیکیوں کا اظہار ہونا چاہیئے جس کا مقام مخلوق کی منفعت و مصلحت ہو (یعنی جس امر میں مخلوق کی منفعت ہو اس کا حکم دے اور غیر منفعت کو روک دے) اگر دین خدا میں کوئی بدعت داخل کریں تو وہ ان کو بتائے اگر وہ زیادتی کریں تو وہ انھیں اس سے خبر دار کرے اور اگر وہ لوگ ان میں سے کچھ کمی کریں تو وہ اس کمی کو پورا کرے پھر زندیق نے کہا! کس شئے سے اللہ نے تمام اشیاء کو خلق کیا؟

امام علیہ السلام: لاشئے سے پیدا کیا۔

زندیق: "لاشئے" سے کیسے کوئی چیز پیدا ہو سکتی؟

امام علیہ السلام: اشیاء ان حالتوں سے خالی نہیں ہیں کہ وہ یا شئے سے پیدا ہوئی ہیں یا لاشئے سے اگر وہ ایسی شئے سے پیدا ہو جو اس کے ساتھ ہو تو بیشک وہی قدیم ہے جو جدید نہیں ہوتا اور وہ تو فانی تغیر پذیر نہیں ہے وہ شئے اس سے خالی نہیں ہے کہ وہ یا ایک جوہر ہے یا ایک رنگ ہے۔ تو یہ دوسرے مختلف رنگ کہاں سے آئے اور کثیر جواہر جو اس دنیا

میں مختلف قسموں کے موجود ہیں کہاں سے آئے؟ اگر وہ شئے جس سے تمام اشیاء پیدا ہوئی ہیں زندہ ہیں تو موت کہاں سے آئی؟ اگر وہ شئے مردہ ہے تو حیات کہاں سے آئی؟ جائز نہیں ہے کہ جو شئے زندہ اور مردہ سے ہو وہ دونوں قدیم ہمیشہ رہنے والے ہوں کیوں کہ جو شئے زندہ ہو اس سے مردہ نہیں نکلتا بلکہ وہ ہمیشہ زندہ ہی رہتا ہے۔ یہ بھی جائز نہیں ہے کہ مردہ قدیم ہمیشہ مردہ ہی رہے کیونکہ کہ مردہ کیلئے نہ تو قدرت ہے اور نہ ہی بقا۔

زندیق: پھر ان لوگوں نے کہاں سے کہہ دیا اشیاء ازلی ہیں؟

امام علیہ السلام: یہ ان لوگوں کا قول ہے جنھوں نے اشیاء کے مدبر (خداوند عالم) کا انکار کیا انھوں نے ہی رسولوں کی اور ان کی باتوں کی انبیاء کی اور ان کے اخبار کی تکذیب کی ان کی کتابوں کو ڈھکوسلہ کا نام دیا، اپنی رائے اور اپنی پسند سے انھوں نے اپنے لئے ایک دین کو وضع کر لیا گردش زمین اس کی حرکت تک اور انقلاب زمانہ اور اختلاف اوقات سے تمام اور اس دنیا میں زیادتی ونقصان اور موت وبلا کے حادثات کے واقع ہونے سے اور نفس اضطراب کے بعد مطمئن ہونے سے پتہ چلتا ہے ان سب اشیاء کا ایک صانع اور مدبر ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میٹھا کڑوا ہو جاتا ہے کڑوا میٹھا ہو جاتا ہے نیا پرانا ہو جاتا ہے اور ہر چیز تبدیلی وفنا کیطرف گامزن ہے؟

زندیق: کیا دنیا کا بنانے والا ہمیشہ حادثات کے واقع ہونے سے پہلے ہی حادثات کا علم رکھتا ہے؟

امام علیہ السلام: وہ ہمیشہ سے علم رکھتا ہے اور اپنی معلومات سے اس نے خلق کیا ہے۔

زندیق: خالق مختلف الحقیقہ اجزاء سے مرکب ہے یا متفق الحقیقہ اجزاء سے مرکب ہے۔

امام علیہ السلام: اس کے لئے نہ اختلاف وافتراق مناسب ودرست ہے اور نہ ہی اتحاد واتفاق اس لئے کہ جزء والا مختلف ہوتا اور وہی جمع بھی ہوتا ہے لہذا ذات خدا کیلئے نہ مختلف کہا سکتا ہے اور نہ مؤتلف ومرکب۔

زندیق: پس وہ خدا ایک کیسے ہے؟

امام علیہ السلام: وہ اپنی ذات میں واحد ہے وہ واحد، واحد کی طرح نہیں ہے کیونکہ کہ اس کے علاوہ جو واحد ہے وہ جزء والا ہے اور وہ ایسا واحد ہے جس کا جزء نہیں ہے اور نہ اس پر عدد وشمار صادق ہوتا ہے۔

زندیق: کیا علت وسبب ہے کہ اس نے مخلوق کو خلق کیا حالانکہ وہ ان کا محتاج نہیں اور اپنی ان کی خلقت میں مجبور نہیں اور یہ بھی نہیں کہ اس نے عبث وبیکار پیدا کر دیا ہو؟

امام علیہ السلام: اس نے مخلوق کو اپنی حکمت کے اظہار اپنے علم کے نافذ کرنے اور اپنی تدبیر کی تصدیق کرنے کیلئے پیدا

کیا۔

زندیق: خدا نے اسی دنیا پر کیوں اکتفا نہیں کی اور دوسری ثواب وعقاب کیلئے خلق کی؟

امام علیہ السلام: یہ گھر (دنیا) ابتلاء وامتحان کا گھر ہے اور حصول ثواب اور کسب رحمت کی جگہ ہے آفات سے بھری ہے خواہشات سے بندھی ہوئی ہے، تا کہ وہ اللہ اپنے بندہ کا اطاعت سے امتحان لے پس مقام عمل جزء نہیں ہو سکتا۔

زندیق: کیا یہ اس کی حکمت میں سے ہے کہ اپنا دشمن بنائے جبکہ اس سے قبل اس کا کوئی دشمن نہیں تھا پس اس نے ابلیس کو پیدا کیا پھر اس کو اپنے بندوں پر مسلط کر دیا کہ وہ بندوں کو نافرنی کیطرف بلاتا ہے اور اس کی معصیت کا حکم دیتا ہے اسے قوت وطاقت بھی دی ہے جیسا آپ کا گمان ہے کہ وہ حیلہ بہانہ سے ان کے قلوب تک پہنچ جاتا ہے پھر وسوسہ ڈالتا ہے اور ان کو ان کے پروردگار کے بارے میں مشکوک بنا دیتا ہے اور ان کے دین کو مخلوط کر دیتا ہے اور ان سے اس کی معرفت کو زائل کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس نے ان کے رب کے بارے میں وسوسہ کیا تو بہت سے اللہ کے منکر ہو گئے اور دوسروں کی عبادت کرنے لگے، پس اس نے اپنے بعد بندہ پر اس کو کیونکر مسلط کیا اور ان کے اغوا کرنے کا اس کو راستہ کیوں دیا؟

امام علیہ السلام: جس دشمن کا تم نے ذکر کیا اس کی عداوت اس کو ضرر نہیں پہنچاتی اور اس کی ولایت ومحبت فائدہ نہیں پہنچاتی، اس کی دشمنی خدا کے ملک سے بھی کچھ کم نہیں کر سکتی اور اس کی محبت کچھ زیادہ نہیں کر سکتی صرف ایسے دشمن سے ڈرا جاتا ہے جس میں ایسی طاقت ہو جو فائدہ ونقصان پہنچا سکتی ہو کہ اگر وہ ملک پر حملہ کرے تو اسے لے لے اور سلطنت پر قابض وغالب ہو جائے لیکن ابلیس وہ ہے خدا نے جس کو خلق کیا تا کہ وہ اس کی عبادت کرے اور اس کی وحدانیت کو مانے اور خدا کو وقت خلقت ہی معلوم تھا کہ وہ کیا ہے اور کہاں تک جائے گا ہمیشہ ملائکہ کے ساتھ عبادت کرتا رہا یہاں تک کہ خدا نے آدم کے سجدہ کا حکم دے کر اس کا امتحان لیا پس اس نے حسد کیوجہ سے انکار کر دیا اور شقاوت اس پر غالب آگئی اور اسی وقت سے ملعون ہو گیا اور ملائکہ کی صف سے نکالا گیا اور ملعون بنا کر زمین پر اتار دیا گیا اسی وجہ سے وہ آدم اور ان کی اولاد کا دشمن ہو گیا اولاد آدم پر سوائے وسوسہ کے اور کوئی اختیار اس کو نہیں ہے اور غیر صراط مستقیم کی جانب بلانے کے سواء کوئی قدرت نہیں حالانکہ وہ معصیت کے ساتھ اپنے پروردگار کی ربوبیت کا معترف ہے۔

زندیق: کیا غیر اللہ کیلئے سجدہ درست ہے؟

امام علیہ السلام: نہیں

زندیق: تو اللہ نے ملائکہ کو آدم کے سجدہ کا حکم کیوں دیا؟

امام علیہ السلام: بیشک جس نے حکم خدا سے سجدہ کیا تو درحقیقت خدا ہی کا سجدہ کیا، لہذا آدم کا سجدہ اللہ ہی کا تھا جب کہ وہ حکم خدا سے تھا۔

زندیق: علم کہانت (غیب کی خبر دینا) کی اصل کیا ہے اور پیشین گوئی کیسے کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام: کہانت (زمانہ) جاہلیت سے ہے جب کہ رسولوں سے زمانہ فترت تھا، کاہن مثل اس حاکم وقاضی کے ہے جسے لوگ ان امور میں اپنا ثالث بناتے ہیں جو ان کے لئے مشتبہ ومشکوک ہوتا ہے پس وہ انہیں ہونے والی چیزوں کے بارے میں بتاتے ہیں اور یہ سب مختلف اسباب سے ہوتا ہے۔

نگاہوں کا جما کر دیکھنا قلب وذہن کی تیزفہمی، نفس کا وسوسہ روحانی آزمائش وورزش کیوں کہ زمین میں حادثات ہوتے رہتے ہیں پس اسی کو شیطان جان لیتا ہے اور وہی کاہن تک پہنچا دیتا ہے اور ان کو گھروں میں ہونے والے واقعات کی بھی خبر دیتا ہے (ہاں) آسمان کی خبریں شیاطین ان جگہوں پر بیٹھے رہتے ہیں جہاں چوری سے باتوں کو سن لیں درانحالیکہ نہ ان کو روکا گیا ہے نہ ہی ستاروں کے ذریعہ ان کو بھگایا گیا ہے، کبھی کبھی ان چوری سے سننے والوں شیاطین کو روک دیا جاتا ہے تاکہ زمین میں یہ سبب نہ بن جائے کہ شیطانی خبر سے وحی الٰہی مشابہ وموافق ہو جائے اور خدا کی جانب سے نازل کی ہوئی بات اہل زمین پر مشتبہ ہو جائے اور پھر حجت ثابت ہونے اور شبہ کی نفی ہونے میں بھی مشکل ہو جائے اس آسمانی خبر کا ایک جملہ شیطان چرا لیتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق کیلئے ہونے والا ہوگا پھر اسے لے کر زمین پر اترتا ہے اور کاہن کے پاس آکر اسے بتا دیتا ہے، کبھی کبھی اس میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کر دیتا ہے اور حق کو باطل سے مخلوط کر دیتا ہے جو خبر کاہن تک اس کے ذریعہ پہنچی ہے وہی وہ بتاتا ہے وہاں سے لی ہوئی باتیں صحیح وحق ہوتی ہیں اور شیطان کی ملائی ہوئی باتیں غلط اور باطل ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ جس وقت سے شیاطین کو چوری سے باتوں کے سننے سے روک دیا گیا، کہانت کا خاتمہ ہو گیا۔ آج شیاطین اپنے کانوں تک لوگوں کی وہ خبریں پہنچاتے ہیں جو لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور جو خود شیاطین نے ایجاد کر لی ہیں اور شیاطین دوسرے شیاطین کو وہ واقعات بھی بتاتے ہیں جو کہیں دور ہوا ہو مثلا چور نے چوری کی کسی نے کسی کو قتل کیا کوئی غائب ہونے والا غائب ہو گیا ان کی وہ انسانوں کیطرح ہیں سچ بولنے والے بھی جھوٹ بولنے

والے بھی۔

زندیق: شیاطین آسمان پر کیسے چڑھے حالانکہ خلقت وکثافت میں وہ انسان کے مثل ہیں انہوں نے ہی جناب سلیمان بن داؤد کیلئے ایک عمارت بنائی کہ جس کے بنانے سے اولاد آدم عاجز تھی؟

امام علیہ السلام: جب وہ سب حضرت سلیمان کے حکم کے تابع تھے اور مسخر تھے تو آپ کے لئے وہ سب (مثل انسان کے) موٹے وبڑے ہو گئے حالانکہ وہ ایک رقیق وباریک (غیر مرئی) مخلوق ہے ان کی غذا ہوا ہے ان کا آسمان پر چوری چھپے سننے کیلئے جانا خود ان چیزوں پر دلیل ہے جسم کثیف سیڑھی یا دوسرے سبب کے بغیر اوپر جانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

زندیق: جادو کے بارے میں بتائیے کہ اس کی اصل کیا ہے؟ جادوگر اپنے عجائب کو ظاہر کرنے پر کیسے قدرت رکھتا ہے اور وہ کیا کرتا ہے؟

امام علیہ السلام: جادو مختلف اسباب سے ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ وہ علم طب کے مانند ہے کہ جیسے اطباء نے ہر مرض کیلئے دوا بنائی ہے اسی طرح علم جادو بھی ہے وہ لوگ حیلہ سے کام لیتے ہیں کہ ہر صحت کیلئے ایک آفت ہے اور ہر عافیت کیلئے ایک مصیبت ہے اور ہر مقصد کیلئے ایک ہوشیاری ہے دوسرے وہ ایک شعبدہ بازی دوراندیشی، تجربہ کاری اور چشم بندی ہے ایک قسم اور ہے جس کو شیاطین کے دوست شیاطین سے پاتے ہیں۔

زندیق: شیاطین کو کہاں سے جادو کا علم ملا؟

امام علیہ السلام: جہاں سے اطباء نے علم طب کو جانا۔ اس کی بعض چیزیں تجربہ کی بنیاد پر ہیں اور بعض چیزیں علاج ہیں۔

زندیق: دونوں فرشتے ہاروت وماروت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ وہ دونوں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے؟

امام علیہ السلام: وہ دونوں مقام ابتلاء وآزمائش میں تھے وہ دونوں ایک تسبیح پڑھتے کہ اگر آج ایک انسان فلاں کام کرلے تو ایسا ہوگا اور ایسے علاج کرے تو ایسا ہوگا وہ بھی جادو کی قسمیں ہیں ان دونوں سے جو کچھ صادر ہوتا اس کو سیکھ لیتے وہ ان لوگوں سے کہتے کہ ہم بس ایک آزمائش وامتحان ہیں پس تم ہم سے نہ سیکھو جو تم کو نقصان پہنچائے اور کوئی فائدہ نہ دے۔

زندیق: کیا ساحر قدرت رکھتا ہے کہ اپنے جادو کے ذریعہ انسان کو کتے یا گدھے کی صورت میں یا دوسری

صورت میں تبدیل کردے؟

امام علیہ السلام: وہ اس بات سے عاجز ہے اور مخلوق خدا کے بدلنے میں کمزور ومجبور ہے۔ بیشک جس نے اس چیز کو بگاڑا جس کو اللہ نے ترتیب دیا ہو اور جس کی اس نے صورت بنائی وہ اس کو بدلے پس وہ اس خلقت میں خدا کا شریک ہو گیا اور اللہ اس سے بہت بلند وبالا ہے۔ اگر ساحران باتوں پر قادر ہے جو اس کے بارے میں بیان کیا گیا تو وہ اپنے سے بڑھاپے، اپنی آفتوں اور اپنے امراض کو کیوں نہیں دفع کرتا، اپنے سر سے سفیدی کو ختم کردے اپنے اطراف سے فقر وغربت کو دور کردے۔

بیشک سب سے بڑا جادو چغل خوری ہے اسی چغل خوری کے ذریعہ باہم دومحبت کرنے والوں کو جدا کردیا جاتا ہے، اسی کے ذریعہ قوم کے ساتھ ساتھ رہنے والوں میں دشمنی ڈال دی جاتی ہے اسی سے قتل خونریزی بھی ہوتی ہے گھر برباد ومنہدم ہو جاتے ہے اسی سے پردے چاک ہو جاتے ہیں زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ شریر چغل خور ہے۔ جادو کی باتیں صواب ودرستگی سے قریب ہیں بیشک وہ بمنزلہ علم طب کے ہے۔ جادوگر نے ایک شخص پر جادو کیا کہ وہ اس کیلئے عورت سے جماع کرنا محال ہو گیا پھر وہ طبیب کے پاس آیا اس نے اس کا علاج صرف دوا سے کیا وہ ٹھیک وصحت مند ہو گیا۔

زندیق: اولاد آدم میں شریف وصاحب عزت اور رذیل دونوں کیسے ہوتے ہیں؟

امام علیہ السلام: شریف وہ ہے جو اطاعت گذار ہو، رذیل وہ ہے جو نافرمان وعاصی ہے۔

زندیق: کیا ان میں فاضل ومفضول نہیں ہیں؟

امام علیہ السلام: وہ تقویٰ کے ذریعہ ہی ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔

زندیق: کیا تمام اولاد آدم اپنی اصل میں برابر ہیں صرف تقویٰ ہی سے فضیلت ملتی ہے؟

امام علیہ السلام: ہاں میں نے پایا کہ انسانی خلقت کی اصل تراب ہی ہے ان کے باپ آدم اور ماں جناب حوا ہیں ان کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے اور وہ سب اس کے بندہ ہیں اللہ نے اپنے بندوں میں سے کچھ کو منتخب کیا جن کی ولادت ظاہر ہے ان کے ابدان طیب ہیں اس نے مردوں کے اصلاب اور عورتوں کی ارحام میں ان کی حفاظت کی اور انھیں میں سے انبیاء ورسولوں کو پیدا کیا پس وہ لوگ آدم کی شاخوں میں سے سب سے زیادہ پاک نفس ہیں اس نے ایسا اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ اس کی طرف سے اس کے مستحق بتائے گئے تھے لیکن خدا کو اس کا علم، عالم ذر سے ہی تھا کہ

وہ لوگ اس کی عبادت کریں گے اس کی اطاعت کریں گے کسی شیء کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کیطرف سے اطاعت کے سبب بزرگی اور بلند مرتبہ بتایا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے فضل وشرف اور حسب ہے اور باقی تمام لوگ مساوی ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے وہی سب سے زیادہ بزرگ ہے جس نے اس کی اطاعت کی خدا اس سے محبت کرتا ہے اور جس کو وہ دوست رکھے اس کو آتش جہنم سے معذب نہیں کرتا ہے۔

زندیق: یہ بتایئے کہ خدا نے تمام مخلوق کو اپنا مطیع وموحد کیوں نہیں پیدا کیا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا؟

امام علیہ السلام: اگر وہ ان کو اپنا اطاعت گذار پیدا کرتا تو ان کیلئے ثواب نہ ہوتا کیوں کہ جب اطاعت ان کا فعل نہیں ہے تو ان کیلئے نہ جنت ہوتی نہ دوزخ لیکن اس نے مخلوق کو پیدا کیا پھر ان کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اپنی معصیت ونافرمانی سے منع کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ان پر حجت تمام کی اور اپنی کتابوں کے سبب ان کے عذر کو ختم کیا تا کہ وہ لوگ دو گروہ مطیع وفرمانبردار اور معصیت کار ہو جائیں اور پھر وہ اطاعت کی وجہ سے ثواب کے مستحق ہوں اور معصیت کے سبب عقاب کے حقدار ہوں۔

زندیق: کیا بندہ کے تمام اعمال نیک وبد افعال خدا ہیں؟

امام علیہ السلام: بندہ کا عمل صالح وہ خود اسی کا فعل ہے اور اس کا حکم اللہ نے دیا ہے بندہ کا برا عمل بھی خود اسی کا فعل ہے اور اللہ نے اس کی نہی کی ہے۔

زندیق: کیا بندہ کے افعال آلہ ووسائل سے نہیں انجام پاتے یا جس کو خود خدا نے ان کیلئے بنایا ہے۔

امام علیہ السلام: ہاں جن وسائل اعضاء سے بندہ عمل خیر کرسکتا ہے وہ اس شر کے کرنے پر قادر ہے، جس سے خدا نے اس کو روکا ہے۔

زندیق: کیا بندہ ان دستورات واحکام کے سامنے مسئولیت رکھتا ہے؟

امام علیہ السلام: خدا نے بندہ کو کسی شیئے سے نہیں روکا مگر وہ جانتا ہے کہ بندہ اس کے ترک کی اطاعت رکھتا ہے اور کسی شئے کا حکم نہیں دیا مگر خدا کو علم ہے کہ بندہ اس کے کرنے کی استطاعت رکھتا ہے کیوں کہ ظلم، جور، عبث اور تکلیف "لا مایطاق" اس کے صفات سے نہیں ہے۔

زندیق: اللہ نے جس کو کافر پیدا کیا کیا وہ ایمان کی استطاعت رکھتا ہے اور یہ اس کے ترک ایمان کا اچھا بہانہ

ہے؟

امام علیہ السلام: اللہ نے تمام مخلوق کو مسلمان پیدا کیا ان کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اپنی نافرمانی سے روکا کفر ایک ایسا اسم (نام) ہے جو فاعل سے اس وقت ملحق ہوتا جب بندہ کفر کرتا ہے اور اللہ نے خلقت کے وقت کسی بندہ کو کافر نہیں پیدا کیا اور اس وقت کافر ہوتا ہے جب اس پر حجت تمام ہو جاتی ہے اس حال میں اس پر حق پیش کیا جاتا ہے پس جب انکار کر دیتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔

زندیق: کیا جائز ہے کہ خدا بندا کیلئے شر کو مقدر کرے اور اس پر خیر کا حکم دے حالانکہ وہ خیر پر عمل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور اسی بنیاد پر اس کو معذب کیا جائے؟

امام علیہ السلام: اللہ کے عدل اور اس کی رحمت کے لائق نہیں ہے کہ بندہ کیلئے شر معین کرے جس کا ارادہ بھی وہی ہو پھر اس کو اس چیز کا حکم دے جس کو جانتا ہے کہ بندہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا اور وہ چیز سلب کرے جس کے ترک پر وہ قدرت نہیں رکھتا پھر اس امر کے ترک کرنے پر عذاب بھی کرے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کے ترک کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

زندیق: کیوں کچھ لوگ ثروت مند و غنی ہیں اور کچھ لوگ فقیر و تنگدست؟

امام علیہ السلام: اللہ نے اغنیاء کا ان چیزوں سے امتحان لیا تا کہ دیکھے کہ وہ شکر کرتے ہیں یا ناشکر اور فقراء کا امتحان ان چیزوں سے لیا جو ان سے روک رکھا ہے تا کہ دیکھے ان کا صبر کیسا ہے۔ وجہ دیگر ایک گروہ کو جلدی کر کے ان کی زندگی میں دیدیتا ہے اور دوسرے گروہ کو اس دن جب وہ اس کے محتاج ہوں گے۔ وجہ دیگر اللہ ہر گروہ کے صبر و برداشت کا عالم ہے پس ان کو ان کے صبر کے مقدار بھر عطا کرتا ہے اگر ساری مخلوق غنی و امیر ہوتی ہو تو دنیا برباد ہو جاتی اور تدبیریں فاسد ہو جاتیں اور اہل زمین فنا ہو جاتے لیکن اس نے بعض کو بعض کیلئے مددگار قرار دیا ہے اور اسباب رزق ان کے طرح طرح کے اعمال و افعال کو قرار دیا ہے اور یہی اسباب ہمیشگی کیلئے تدبیر و فکر کے صحیح ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ نے اغنیاء کو فقراء پر رحم کے ذریعہ بھی آزمایا، ہر لطف و رحمت اس حکیم کی جانب سے ہے جس کی تدبیر میں کوئی نقص و عیب نہیں ہو سکتا۔

زندیق: کیا وجہ ہے کہ چھوٹے بچہ پر مصیبت و بیماری آتی ہے حالانکہ اس کا نہ کوئی گناہ ہے نہ جرم؟

امام علیہ السلام: بیماری کی بہت سے وجہیں ہیں ایک مرض وہ ہے جو امتحان و آزمائش ہے، ایک وہ جو بدلہ و سزا

ہے۔ ایک وہ ہے جسے موت کی علت قرار دیا گیا ہے تمہارا گمان ہے کہ یہ خراب کھانوں اور وبائی پینے والی چیزوں سے ہوتا ہے یا وہ بیماری اس کی ماں کی وجہ سے ہے تم گمان کرتے ہو کہ جس نے اپنے جسم کا نظام اچھا رکھا اور اپنی دیکھ بھال اچھی طرح کی اور نقصان دہ غذا کو پہچان کر نفع دینے والی غذا کھاتا ہے وہ مریض نہیں ہوتا تمہاری بات کی جانب وہ مائل ہوگا جو سمجھتا ہو کہ مرض و بیماری اور موت کھانے و پینے والی اشیاء سے آتے ہیں، استاد اطباء ارسطو طالیس کو موت آگئی ہے، رئیس الحکماء افلاطون اور جالینوس بھی بوڑھے ہو گئے اور جالینوس کی بصارت کمزور ہو گئی کوئی بھی موت کو دفع نہ کر سکا جس وقت موت آگئی وہ لوگ اپنے کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کتنے ایسے مریض ہیں جن کی بیماری کو معالج نے بڑھا دیا، کتنے طبیب عالم ہیں اور دواؤں کے جانکار اور دواؤں کے ماہر ہیں وہ مر گئے اور جاہل اطباء ان کے بعد ایک زمانہ تک زندہ رہے پس مدت عمر کے خاتمہ اور موت کے وقت طب کے علم نے ان کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچایا اور مدت عمر کی بقاء اور موت کی تاخیر کے ساتھ طب سے جہالت نے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اکثر اطباء کا کہنا ہے کہ انبیاء علم طب نہیں جانتے، انبیاء کے علم طب کے بارے میں اطباء کے اقوال کو ہمیں قیاس کی بنیاد پر نہیں دیکھنا چاہیے کہ وہ انبیاء طب نہیں جانتے جو اللہ کی حجت اس کی مخلوق پر ہیں اور اس کی زمین میں اس کے امین ہیں اس کے علم کے خزانہ دار ہیں اس کی حکمت کے وارث ہیں اس کی جانب رہنمائی کرنے والے ہیں اور اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں۔

میں نے اکثر اطباء کو پایا کہ وہ اپنے مذہب میں انبیاء کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر نازل کی ہوئی کتابوں کی تکذیب کرتے ہیں یہی وہ چیز ہے جس نے علم طب کے حصول و حفاظت سے مجھے لاپرواہ و غافل بنا دیا۔

زندیق: پھر آپ اس گروہ سے کیسے بے رغبت ہو جائیں گے جس کے خود آپ مربی و بزرگ ہیں؟

امام علیہ السلام: جب میں ایک ماہر طب سے سوال کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ نہ اپنے نفس کی شناخت اور تعریف سے واقف ہے اور نہ اپنے بدن کی ترکیب سے اور نہ ہی اپنے اعضاء کی ترکیب سے نہ ہی اعضاء میں غذاؤں کے جاری ہونے کی جگہوں سے، نہ ہی جان کے خروج کی جگہ سے اور نہ ہی اپنی زبان کی حرکت سے، نہ ہی اپنے کلام کے ساکن ہونے کو اور اپنی آنکھ کے نور اور اپنی بات کے پھیلنے سے، نہ ہی اپنی خواہشات کے مختلف ہونے اور اپنے

آنسوؤں کے بہنے سے، نہ ہی اپنے سننے کی جگہ اور اپنی عقل کی منزل سے، نہ اپنی روح کی مسکن اور اپنی چھینک کے نکلنے کی جگہ سے، نہ ہی اپنے غموں کی پژمردگی اور خوشی کے اسباب سے، اور نہ ہی اندھے، گونگے وغیرہ ہونے کی علت سے، ان اطباء کے پاس اچھی اچھی باتیں کرنے اور اپنے نہ کئے ہوئے علل واسباب کے علاوہ اس بارے میں ان کے پاس کچھ بھی ہے۔

زندیق: مجھے اللہ کے بارے میں بتائیے کہ کوئی اس کے ملک میں شریک ہے اور اس کی تدبیر وترکیب کا مخالف ہے؟

امام علیہ السلام: ہرگز نہیں۔

زندیق: دنیا کی ان خرابیوں پھاڑ کھانے والے درندے، ڈرانے والے شیر بہت سی بدشکل مخلوق کیڑے سانپ بچھو کا مقصد کیا ہے آپ کا گمان ہے کوئی چیز نہ تو بغیر علت وسبب پیدا ہوئی اور نہ عبث وبیکار پیدا ہوئی ہے؟

امام علیہ السلام: کیا تو نہیں جانتا کہ بچھو، مثانہ اور بھتری کی بیماری میں فائدہ دیتا ہے اور اس کیلئے جو بستر پر پیشاب کرتا ہو، بہترین تریاق وہ ہے جو سانپوں کے گوشت سے بنایا جاتا ہے، اگر جذامی اس کے گوشت کو نوشادر کے ساتھ کھائے تو وہ نفع بخش ہے تم یہ جان لو کہ وہ سرخ کیڑا جو زمین کے نیچے رہتا ہے عضو کو کھانے والی بیماری (آکلہ) کیلئے مفید ہے؟

زندیق: ہاں

امام علیہ السلام: مچھروں اور کھٹملوں کے کئی اسباب ہیں، انھیں بعض پرندوں کا رزق قرار دیا گیا ہے، ان کے ذریعہ اس جابر وظالم کو ذلیل کرنا مقصود جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور غرور کیا، اس کی ربوبیت کا انکار کیا پس خدا نے اس پر اپنی کمزورترین مخلوق کو مسلط کیا تاکہ وہ اس ظالم کو اپنی قدرت اور عظمت کو دکھائے۔ یہی مچھر اس کی ناک میں داخل ہو کر اس کے دماغ تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کو مار ڈالتے ہیں۔ جان لو کہ اگر ہم ہر چیز سے واقف بھی ہو جائیں کہ خدا نے مخلوق کو کیوں خلق کیا اور اسے کس بات کیلئے پیدا کیا لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اس کے علم میں اس کے برابر ہو گئے اور ہر اس چیز کو ہم نے جان لیا جس کو وہ جانتا ہے اور اب ہم اور وہ مقام علم مساوی ہو گئے۔

زندیق: کیا خدا کی کسی مخلوق اور اس کی تدبیر میں عیب نکالا جا سکتا ہے؟

امام علیہ السلام: ہرگز نہیں

زندیق: اللہ نے اپنی مخلوق وانسان کو بغیر ختنہ شدہ پیدا کیا آیا یہ اس کی حکمت ہے یا کار عبث؟

امام علیہ السلام: اس کی حکمت ہے۔

زندیق: آپ لوگوں نے اللہ کی مخلوق میں تغیر کیا اور ختنہ کر کے اپنے فعل کو اس چیز سے بہتر قرار دیا کہ اللہ نے جس کو بنایا آپ لوگوں نے ختنہ میں عیب نکالا حالانکہ اسے اللہ ہی نے خلق کیا ہے اور پھر ختنہ کی مدح بھی کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ کا عمل ہے یا آپ لوگ یہ کہیں کہ اللہ کی طرف سے یہ ایک غیر حکیمانہ فعل اور غلطی تھی۔

امام علیہ السلام: اس میں خدا کی جانب سے ایک حکمت اور بالکل درست ہے، اس کے علاوہ اسی نے اس کا حکم دیا اور اپنے بندوں پر ختنہ واجب کیا جیسے کہ جب مولود اپنی ماں کے شکم سے نکلتا ہے تو اس کی ناف ماں کی ناف سے جڑی ہوتی ہے خدائے حکیم نے اس کو ایسے ہی پیدا کیا پھر اس کے کاٹنے کا حکم دیا اور اس کو چھوڑ دینے میں مولود اور ماں کیلئے خرابیاں ظاہر ہیں۔ اسی طرح انسان کے ناخن ہیں کہ اس نے حکم دیا کہ جب لمبے ہو جائیں تو اسے کاٹ ڈالو حالانکہ وقت تدبیر وتخلیق وہ قادر تھا کہ ایسے پیدا کرے کہ وہ لمبا نہ ہو، اسی طرح داڑھی اور سر کے بال بڑھتے ہیں پھر اسے کم کرتے ہیں، اسی طرح اللہ نے بیلوں کو سانڈ پیدا کیا حالانکہ خصی بنانا آسان تھا ان تمام چیزوں کی تقدیرات الٰہی میں کوئی عیب وبرائی نہیں ہے۔

زندیق: کیا آپ نہیں کہتے ہیں کہ فرمان خدا ہے ﴿اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ تم مجھے بلاؤ میں تمہیں جواب دوں گا درانحالیکہ ہم بہت سے مضطر کو دیکھتے ہیں کہ جو اس کو بلاتا ہے مگر جواب نہیں پاتا مظلوم اپنے دشمن پر اس سے مدد مانگتا ہے تو وہ اس کی مدد نہیں کرتا؟

امام علیہ السلام: تجھ پر وائے ہو اس کو کسی نے نہیں بلایا مگر اس نے اس کا جواب دیا، ظالم کی دعا اس وقت تک مردود ہے جب تک وہ اللہ سے توبہ نہ کرے اور صاحب حق جب اس کو بلاتا ہے تو دعا مستجاب ہوتی ہے اور اس سے بلاؤں کو ایسے دور کرتا ہے کہ اسے علم نہیں ہوتا یا اس وقت احتیاج کیلئے ثواب جزیل کو ذخیرہ کر دیتا ہے اور اگر بندہ کی مانگی ہوئی چیز کا عطا کر دینا خیر ہوتا تو وہ اسے روک دیتا ہے عارف باللہ مومن بھی کبھی ایسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے وہ خود نہیں جانتا کہ صحیح ہے یا غلط اور کبھی بندہ اپنے رب سے اس شخص کی ہلاکت کا سوال کرتا ہے کہ جس کی مدت عمر ابھی ختم نہیں ہوئی ہے کبھی ایسے وقت میں بارش کا سوال کرتا ہے کہ اللہ بارش کو اس وقت کیلئے مناسب وفائدہ

نہیں سمجھتا کیوں کہ خدا اپنی مخلوق کی تدبیر وتقدیر کا سب سے بڑا عالم ہے ان جیسی بہت سی چیزیں ہیں تم اس کو سمجھو۔

زندیق: اے صاحب حکمت مجھ کو بتائیے! کیا وجہ ہے کہ آسمان سے زمین پر کوئی اترتا نہیں اور زمین سے آسمان پر کوئی انسان چڑھتا نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی راستہ وطریقہ ہے اگر بندے ایک ہی مرتبہ دیکھیں کہ آسمان پر چڑھا ہوا اور اترا ہو تو یہ ربوبیت کو ثابت کریگا شک کو دور کرے گا اور یقین کو قوی بنائے گا اور بندوں کو علم ہو جائے گا کہ بیشک وہاں ایک مدبر ہے جس کے پاس جانے والا گیا اور پھر اسی کی جانب سے واپس آ گیا۔

امام علیہ السلام: تدبیر وتقدیرات میں سے زمین میں جو تم دیکھ رہے ہو وہ آسمان سے نازل ہوئی ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتی ہے کیا تو نے سورج کے طلوع ہونے کو نہیں دیکھا کہ جو ہی زمین کی روشنی کیلئے ہے وہی دنیا کا قوام (کسی چیز کی اصل کہ جس سے وہ قائم رہے) ہے اگر اس کو روک دیا جائے تو اس کی تمام اشیاء گرم ہو کر ہلاک ہو جائیں چاند بھی آسمان سے نکلتا ہے وہی رات کی روشنی ہے اسی سے سالوں کے عدد اور حساب کا علم ہوتا ہے اور مہینوں اور دنوں کی معلومات ہوتی ہے اگر اسے روک دیا جائے تو تمام اشیاء دنیا گرم ہو جائیں اور تدبیر فاسد ہو جائے آسمان میں وہ ستارے ہیں جن سے بحر وبر کے اندھیروں میں راستے ملتے ہیں اور آسمان سے وہ بارش نازل ہوتی ہے جس میں ہر چیز کھیتوں، پیڑ، پودوں، حیوانوں اور ہر مخلوق کی حیات ہے کہ اگر اس کو روک لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح ہوا کو روک لیا جائے تو تمام اشیاء فاسد ہو جائیں اور متغیر ہو جائیں پھر بادل گرج، چمک اور بجلیاں یہ سب اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہاں کوئی مدبر ہے جو ہر چیز کو چلا رہا ہے اور اسی سے سب کا نزول ہوتا ہے خدا نے جناب موسیٰ سے کلام کیا اور اور مناجات کی۔ جناب عیسیٰ بن مریم کو بلند کیا حالانکہ فرشتے اسی کے پاس نازل ہوتے ہیں اس کے علاوہ تو ایمان نہیں رکھتا اس لئے کہ تو نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں ہے وہ چیزیں جس کو تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ہی کافی ہیں اگر تو سمجھے اور غور وفکر کرے۔

زندیق: اگر اللہ تعالیٰ ہر سو سال میں ہمارے مردوں میں سے کسی ایک کو ہمارے پاس واپس کر دے تو ہم ان سے اپنے گذشتگان کے بارے میں پوچھتے ان پر کیا گذری اور ان کا حال کیسا ہے اور بعد موت کیا دیکھا اور ان کے ساتھ کیا ہوا، تا کہ لوگ یقین پر عمل کرتے اور ہر طرح کا شک ختم ہو جاتے اور دلوں سے تمام کینہ وبغض دور ہو جاتے؟

امام علیہ السلام: یہ ان کی باتیں ہیں جو رسولوں کے منکر ہیں اور ان کی تکذیب کرنے والے ہیں اور وہ جو کچھ اللہ کی طرف

سے لائے ہیں اس کی تصدیق نہیں کرتے کیوں کہ خدا نے اپنی کتاب میں انبیاء کرام کی زبانی سے ہمارے مرنے والوں کی حالت کو بیان کر دیا ہے۔ کیا خدا اور اس کے رسولوں سے زیادہ کوئی سچا ہو سکتا ہے؟

لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ اس دنیا میں واپس ہوا ہے ان میں سے ایک اصحاب کہف ہیں خدا نے ان کو (۳۰۹) تین سو نو سال تک مردہ رکھا پھر ایسی قوم کے زمانے میں زندہ کر کے بھیجا جو موت کے بعد زندہ ہونے سے انکار کرتے ہیں تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور خدا ان کو اپنی قدرت دکھائے اور وہ جان لیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا حق ہے۔ اللہ نے جناب ارمیاء نبی کو موت دی، جنھوں نے بیت المقدس اور اس کے اطراف بربادی کو دیکھا جب بخت نصر نے ان سے جنگ کی اور انھوں نے فرمایا: اللہ ان لوگوں کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ خدا نے نبی کو سو سال تک مردہ کر دیا (سورۂ بقرہ، آیت/۲۵۹) پھر ان کو زندہ کیا اور انھوں نے اعضاء کو دیکھا کہ وہ درست ہو رہے ہیں کیسے ان پر گوشت چڑھ رہے ہیں جوڑ جوڑ اور رگ رگ کیسے مل رہی ہیں جب وہ درست ہو کر کھڑے ہوئے تو کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر شی، پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ نے اس قوم کو بھی زندہ کیا جو طاعون سے بھاگ کر اپنے گھروں سے نکل گئے ان کے اعداد شمار نہیں، خدا نے ان کو ایک طویل مدت تک مردہ رکھا یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں گل گئیں ان کے جوڑ الگ الگ ہو گئے اور وہ لوگ مٹی ہو گئے پھر خدا نے جناب حزقیل نبی کو اس وقت مبعوث کیا جو اپنی مخلوق کو اپنی قدرت دکھانے کا بہترین وقت تھا، نبی نے ان مردوں کو بلایا، ان کے تمام جسم جمع ہوئے اور ان میں ان کی ارواح واپس ہوئیں تو موت کے دن کی صورت میں کھڑے ہو گئے، ان میں سے ایک آدمی بھی کم یا مفقود نہ تھا پھر اس کے بعد ان لوگوں نے ایک طویل مدت زندگی گزاری؛ بیشک اللہ نے اس گروہ کو بھی موت دیدی جو جناب موسیٰ کے ساتھ کوہ طور پر اللہ کو دیکھنے کا مقصد لیکر گئے اور انھوں نے کہا ہمیں خدا کو علی الاعلان دکھایئے (سورۂ نساء، آیت/۱۵۳) تو خدا نے انھیں مردہ بنا دیا پھر زندہ کیا۔

زندیق: ہم کو ان کے بارے میں سمجھایئے جو تناسخ ارواح کے قائل ہیں یہ انھوں نے کس وجہ سے کہا اور اپنے مسلک پر کیا دلیل قائم کی؟

امام علیہ السلام: انھوں نے دین کے طریقہ کو پیچھے چھوڑا اور اپنے کو گمراہیوں سے مزین کر لیا۔ انھوں نے اپنے نفسوں کو شہوات میں غرق کر دیا، ان کا خیال ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں بتایا گیا ان تمام چیزوں سے آسمان خالی ہے اور اس دنیا کا مدبر اور چلانے والا مخلوق کی صورت میں ہے اور دلیل بناتے ہیں۔

اس روایت کو اللہ نے آدم کو اپنی صورت میں خلق کیا، ان کے خیال میں نہ جنت ہے نہ جہنم، نہ حشر، نہ نشر، ان کے نزدیک قیامت روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں داخل ہو جانا ہے اگر قالب اول میں نیک واچھی رہی ہو تو دوبارہ اس کو افضل قالب میں پلٹائی جائے گی جو دنیا کے اعلیٰ درجوں میں ہوگا اور اگر خراب و بُری رہی ہو تو دنیا کے بعض تھکا دینے والے جانوروں میں رہے گی یا بدشکل خوفناک مخلوق میں رہے گی، وہ صوم وصلواۃ کے قائل نہیں جن لوگوں پر معرفت واجب ہے اس معرفت سے زیادہ کیلئے کوئی عبادت نہیں ہے اور تمام خواہشات ان کیلئے مباح ہیں کہ وہ ہر عورت سے جنسی لذت حاصل کر سکتا ہے، بیوی ہو یا اس کے علاوہ، بہن، بیٹی وغیرہ۔

اسی طرح مردار، شراب، خون، ہر فرقہ نے ان کی باتوں کو بڑا وقبیح سمجھا ہے اور ہر امت نے ان پر لعنت کی ہے جب ان سے دلیل پوچھی جاتی ہے تو سر جھکا لیتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں توریت نے ان کی باتوں کی تکذیب کی، قرآن نے ان پر لعنت کی، اس کے باوجود ان کا خیال ہے کہ ان کا خدا بھی ایک قالب سے دوسرے قالب میں منتقل ہوتا ہے اور ارواح ازلیہ وہی ہے جو حضرت آدم میں تھی پھر کھنچتی ہوئی آتی رہی یہاں تک کہ آج بھی یکے بعد دیگرے یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

جب خالق مخلوق کی صورت میں ہو تو ان دونوں میں سے ایک کا خالق ہونا کیسے ثابت ہوگا؟

وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ فرشتے آدم کی اولاد میں سے ہیں جو اپنے دین میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ کر منزل آزمائش وامتحان سے گذر گیا وہی ملائکہ ہیں پھر ایسا ہوا کہ نصاریٰ نے کچھ ان کے خیالات لئے اور کچھ دہریوں نے لئے اور کہنے لگے کہ تمام اشیاء بغیر کسی خالق ومدبر کے نہیں ہیں لہذا ان پر واجب ہے کہ وہ لوگ کوئی گوشت نہ کھائیں کیوں کہ تمام حیوانات ان کے نزدیک آدم کی اولاد ہیں جن کی صورتیں بدل گئی ہیں۔ پس رشتہ داروں کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

زندیق: کچھ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ازلی ہے اور اس کے ساتھ ایک موذی خاک تھی جس سے اس کا مل جانا اور الگ ہو جانا ناگزیر تھا پھر اسی مٹی سے اس نے تمام اشیاء کو خلق کیا؟

امام علیہ السلام: سبحان اللہ تعالیٰ یہ عاجز ترین خدا ہے جس کی توصیف قدرت سے کی جاتی ہے کہ وہ مٹی سے بھی جدا نہیں ہو سکتا، اگر مٹی حی ازلی ہے تو دو خدائے قدیم ہوں گے اور دونوں مل گئے اور بذات خود دنیا کو چلا رہے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو پھر موت وفنا کہاں سے آئی؟ اور اگر مٹی مردہ و بے جان ہے تو قدیم ازلی کے ساتھ مردہ باقی نہیں رہ سکتا

اور مردہ سے زندہ نہیں آ سکتا۔ یہ تو دیصانی والوں کا قول ہے جو قول میں زندیقوں سے بدتر ہیں۔ مثالوں میں ان سے زیادہ کمزور وذلیل ہیں انھوں نے ان کتابوں میں نظر کی جن کو ان سے پہلے والوں نے تصنیف کیا اور انھوں نے ان کے بارے میں بہت سے خرافات بغیر کسی بنیاد وثبوت کے لکھ دیئے اور کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو ان کے دعوؤں کے ثبوت کا سبب بن جائے، یہ سب کے سب خدا اور اس کے رسول کے خلاف ہے اور خدا کیطرف سے لائی ہوئی تمام باتوں کی تکذیب ہے۔ جس کا یہ گمان ہے کہ ابدان ظلمت ہیں اور ارواح نور ہیں، نور شر وبرائی نہیں کرتا اور ظلمت خیر ونیکی نہیں کرتی ایسے لوگ کسی معصیت کرنے والی کی ملامت نہیں کر سکتے اور نہ ہی حرام کرنے والے کی، نہ ہی برائیاں کرنے والے کی کیوں کہ ان کی بنیاد وہ ظلمت ہے جو بے خبر ہے اور وہ اسی کا فعل ہے ان کو نہ پروردگار کو بلانا چاہیے نہ ہی اس کے سامنے گڑگڑانا چاہیئے کیوں کہ نور رب ہے اور وہ خود اپنے سے نہیں گڑگڑاتا نہ اپنے غیر سے مدد طلب کرتا ہے۔ ان باتوں کے کہنے والوں میں سے کسی ایک کو بھی "احسنت یا محسن یا أسات" "یعنی تو نے اچھا کیا یا برا کیا" نہیں کہنا چاہئے کیوں کہ برائی کرنا ظلمت کا فعل ہے اور وہی برائی کرتی ہے نیکی کرنا نور کا فعل ہے اور وہ خود اپنے ہی لئے احسنت نہیں کہے گا اور وہاں کوئی تیسری بات ہے ہی نہیں۔ لہذا ان کے قول کی بنیاد پر ظلمت بمقابلہ نور از لحاظ فعل سب سے زیادہ محکم از اعتبار تدبیر سب سے زیادہ مضبوط اور از لحاظ امکان سب سے زیادہ بلند ہے کیوں کہ ابدان محکم ومضبوط ہیں پس کون ہے جس نے اس مخلوق کو ایک ہی صورت میں مختلف صفات کے ساتھ پیدا کیا ہے؟

ہر شئے پھول، درخت، پھل، پرندے اور زمینی حیوانات جو ظاہر میں ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ ہو پھر ظلمت نے نور کو محصور کر رکھا ہے حالانکہ حکومت واقبال اسی کے ساتھ ہے اور جو ان کا دعویٰ ہے کہ عاقبت ونتیجہ عنقریب نور کے حق میں ہوگا یہ تو صرف ایک دعویٰ ہے، ان کے اس قول کی بنیاد پر کہ نور کا کوئی فعل نہیں۔ وہ ایک اسیر ہے اور اس کی کوئی سلطنت نہیں ظلمت کے ساتھ نور مدبر عالم ہے، تو وہ اسیر نہیں بلکہ آزاد ہے اگر ایسا نہیں تو ظلمت کے ہاتھوں اسیر ہے کیوں کہ اس دنیا میں خیر واحسان کا ظہور شر وفساد کے ساتھ ہوتا ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ ظلمت خیر کو دوست رکھتا ہے اور اس کو انجام دیتا ہے جیسے شر اور اس کے کرنے کو اچھا جانتا ہے اگر وہ لوگ کہیں کہ یہ امر محال ہے تو نہ نور ثابت ہوگا نہ ظلمت اور دعویٰ باطل ہو جائے گا اور بات اس طرف پلٹے گی کہ اللہ ایک ہے ماسواہ باطل ہے۔ اور "مانی ابن فاتک حکیم" اور اس کے اصحاب کا عقیدہ ہو جائے گا جس نے جناب عیسیٰ کے بعد مجوسیہ ونصرانیہ کے درمیان

ایک نیا مذہب بنایا تھا جو اس کا قائل ہے کہ نور و ظلمت کے درمیان ایک حکم فیصلہ کرنے والا ہے تو ضروری ہے کہ وہ تیسرا الحکم ان سے بڑا ہو کیوں کہ وہ مغلوب یا جاہل یا مظلوم کے علاوہ کوئی حاکم کا محتاج نہیں ہوتا یہ مانویوں کا قول ہے جن کی حکایت طویل ہے۔

زندیق: مانی ابن فاتک کا قصہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام: یہ ایک محقق تھا، جس نے اپنا عقیدہ کچھ مجوسیوں سے اور کچھ نصرانیوں سے لیا اگرچہ دونوں غلط تھے، وہ ان دونوں مذہب میں سے کسی کو نہ پاسکے، اس کا اعتقاد ہے دو خداؤں کی تدبیر سے صورت پذیر ہوا ایک نور دوسرا ظلمت، نور ظلمت کے حصار میں ہے جیسا کہ انھیں سے ہم تک پہنچا پس اس کو نصاریٰ نے جھٹلایا اور جو مجوسی نے قبول کرلیا۔

زندیق: کیا خدا نے مجوسیوں کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا؟ حالانکہ ان کے پاس محکم کتابیں اور بلیغ موعظیں ہیں، وہ لوگ ثواب و عقاب کا اقرار کرتے ہیں اور ان کے پاس شریعت بھی ہے جس پر وہ عمل کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام: کوئی امت نہیں ہے مگر اس میں کوئی ڈرانے والا رہا ہے اور اللہ نے ان کی جانب اپنے پاس سے ایک کتاب کے ساتھ ایک نبی کو بھیجا، پس انھوں نے ان کا انکار کیا اور اس کی کتاب کے منکر ہو گئے۔

زندیق: وہ نبی کون تھا لوگوں کا گمان ہے کہ وہ خالد ابن سنان ہے؟

امام علیہ السلام: خالد ایک دیہاتی عرب تھا نبی نہیں تھا یہی وہ چیز ہے جو لوگ کہتے ہیں۔

زندیق۔ کیا وہ زردشت تھا؟

امام علیہ السلام: زردشت زمزمہ کرتے ہوئے ان کے پاس آیا اور نبوت کا دعویٰ کردیا، پس اس پر ایک جماعت ایمان لائی، ایک نے انکار کردیا پھر انھوں نے اس کو نکال دیا پھر اس کو درندوں نے کھالیا۔

زندیق: مجوسی اپنے دین میں صواب و درستگی سے زیادہ قریب تھے یا عرب؟

امام علیہ السلام: عرب دور جاہلیت میں بمقابلہ مجوس دین حنفی سے زیادہ قریب تھے۔ مجوسیوں نے ہر نبی کا انکار کیا ان کی تمام کتابوں کو چھوڑا اور ان کے تمام دلائل و براہین کے منکر ہوئے اور ان کے آثار اور ان کی سنتوں میں سے کچھ بھی نہیں لیا بیشک خسرو بادشاہ پہلے زمانہ میں مجوسیوں کا بادشاہ تھا جس نے تین سو انبیاء کو قتل کیا، مجوسی غسل جنابت نہیں کرتے تھے، غسل کرنا شریعت حنفی کا خاصہ ہے، مجوسی ختنہ نہیں کرتے، عرب ختنہ کرتے ہیں یہ انبیاء کی سنتوں میں

سے ہے یہ کام جس نے سب سے پہلے کیا وہ ابراہیم خلیل اللہ تھے مجوسی اپنے مردوں کو غسل و کفن نہیں کرتے اور عرب کرتے ہیں، مجوسی اپنے مردوں کو صحراؤں یا قبرستان میں پھینک دیتے اور عرب ان کو قبروں میں چھپاتے اور لحد بناتے یہی رسولوں کی سنت ہے جس کے لئے سب سے پہلے قبر بنائی گئی اور اس میں لحد کھودی گئی وہ ابو بشر حضرت آدم ہیں، مجوسی اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتے اور عرب نے اس کو حرام قرار دیا، مجوس نے بیت اللہ کا انکار کیا اور اس کو (معاذ اللہ) بیت الشیطان کہتے اور عرب اس کا حج کرتے اور اس کی تعظیم کرتے اور کہتے ہے یہ ہمارے رب کا گھر ہے وہ توریت و انجیل کا بھی اقرار کرتے، وہ اہل کتاب سے سوالات کرتے اور ان سے علم حاصل کرتے، یہ لوگ بمقابلہ مجوس ہر طرح سے دین حنفی سے قریب تھے۔

زندیق: مجوسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ بہنوں سے نکاح کرنا حضرت آدم کی سنت ہے؟

امام علیہ السلام: ان کے پاس ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کی کوئی دلیل نہیں ہے، جب کہ حضرت آدم نے اس کو حرام کیا ہے اسی طرح نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء اور جو بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوئے؟

زندیق: اللہ نے شراب کیوں حرام کیا جبکہ اس سے بہتر کوئی لذت نہیں؟

امام علیہ السلام: خدا نے اس کو حرام کیا کیوں کہ وہ ام الخبائث (تمام برائیوں کی جڑ) ہے، ہر شر کی بنیاد ہے شراب پینے والے کیلئے ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ اس کی عقل سلب ہو جاتی ہے اپنے رب کو نہیں پہچانتا، کوئی معصیت نہیں آتی مگر وہ کر گذرتا ہے کوئی حرمت نہیں ہوتی مگر وہ اسے چاک کردیتا ہے کوئی بھی قرابت نہیں ہوتی مگر اسے قطع کردیتا ہے کوئی فحش نہیں ہے مگر وہ اسے بجالاتا ہے، مستی وہ ہے جس کی لگام شیطان کے ہاتھ میں ہیں، اگر اسے بتوں کے سجدہ کا حکم دے تو سجدہ کرے گا اور وہ اسی کے تابع ہوتا ہے جہاں اس کی رسی کھینچ کر لے جائے۔

زندیق: خون مسفوح (خون پینا) اللہ نے کیوں حرام کیا ہے؟

امام علیہ السلام: کیوں کہ قساوت قلب کا سبب ہوتا ہے، دل سے رحم اور مہربانی سلب ہو جاتی ہے بدن بدبودار ہو جاتا ہے رنگ بدل جاتا ہے اکثر لوگوں کو مرض جذام خون پینے سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

زندیق: غدود کھانا کیوں حرام ہے؟

امام علیہ السلام: یہ بھی مرض جذام کا سبب بنتا ہے۔

زندیق: مردار کا کھانا کیوں حرام ہے؟

امام علیہ السلام: تاکہ مردار اور اس میں جس کا تذکیہ کیا گیا ہو اور جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو دونوں میں فرق ہو جائے، مردار میں خون جما ہوا رہتا ہے اور اسی کے بدن میں گھومتا ہے پس اس کا گوشت بدمزہ ثقیل ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ اس کے گوشت میں خون ملا ہوتا ہے۔

زندیق: مردہ مچھلی کیوں حرام ہے؟

امام علیہ السلام: مچھلی کا تذکیہ اس کا پانی سے زندہ نکال لینا ہے پھر اسے چھوڑ دو تاکہ وہ خود بخود مر جائے بیشک اس کا خون بھی نہیں ہوتا ایسے ہی ہڈی ہے۔

زندیق: زنا کیوں حرام کیا گیا؟

امام علیہ السلام: کیوں کہ اس میں فساد ہے، میراث ختم ہو جاتی ہے، نسب منقطع ہو جاتا ہے، زنا میں عورت کو معلوم نہیں کہ وہ کس سے حاملہ ہوئی، مولود کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا باپ کون ہے، اس کے ملنے والی ارحام کون ہیں اور اس کے قرابت دار کون ہیں۔

زندیق: لواط کو کیوں حرام کیا گیا؟

امام علیہ السلام: یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر لڑکوں سے لواط حلال ہو تو مرد عورتوں سے مستغنی ہو جائیں پھر نسلیں بھی قطع ہو جائیں فروج معطل ہو جائیں اور اس کی اجازت میں بہت سے فساد ہیں۔

زندیق: جانوروں سے وطی کیوں حرام کی گئی؟

امام علیہ السلام: مرد کا اپنی منی کا ضائع کرنا مکروہ ناپسندیدہ کام ہے اور اس کا مادہ غیر شکل میں ظاہر ہوگا، اگر یہ مباح ہو تو آدمی گدھی لیتا جس کی پشت پر سواری کرتا اور اس کی فرج بھی استعمال کرتا، اس میں بہت بڑی خرابی ہے اس لئے سواری مباح کیا اور ان کی فروج ان لوگوں پر حرام کیں، مردوں کیلئے عورتیں پیدا کی گئی ہیں تاکہ ایک دوسرے سے انس حاصل کریں اور ایک دوسرے سے سکون پائیں، عورتیں مردوں کے جنسی خواہشات کی جگہ رہیں اور ان کی اولاد کی مائیں بنیں۔

زندیق: جنابت کے بعد غسل کی علت کیا ہے جب کہ وہ حلال طریقہ سے ہوتا ہے اور حلال میں کوئی عیب وگندگی نہیں ہوتی؟

امام علیہ السلام: جنابت بمنزلہ حیض کے ہے کہ وہ نطفہ ایک غیر مستحکم خون ہوتا ہے اور بغیر حرکت شدیدہ اور شہوت غالبہ

کے جماع نہیں ہو سکتا، جب آدمی اس سے فارغ ہوتا ہے تو بدن لمبی لمبی سانس لیتا ہے اور آدمی اپنے نفس سے ایک بدبو پاتا ہے اسی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے ساتھ ساتھ غسل جنابت ایک امانت ہے خدا نے اس کا اپنے بندہ کو امانت دار بنایا ہے تاکہ اسی کے ذریعہ اس کا امتحان کرے۔

زندیق: آپ اس نظریہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں دنیا میں پایا جانے والا نظام وتدبیر سات ستاروں "نجوم سبعۃ" کا نظام ہے انھیں سے یہ نظام چلتا ہے۔

امام علیہ السلام: یہ سب دلیل کے محتاج ہیں۔ بیشک یہ عالم اکبر اور عالم اصغر ان ستاروں کے نظم وتدبیر سے جو فلک پر دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور اس کے گرد گردش کر رہے ہیں مگر تھکتے نہیں اور ایسے چل رہے ہیں کہ وہ رکتے نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے ہر ستارہ کیلئے ایک مؤکل مدبر ہے اور وہ اس غلام کے مانند ہیں کہ جنھیں کچھ باتوں کا حکم ہو اور کچھ باتوں سے روکا گیا ہو، پس اگر وہی ستارے قدیم ازلی ہوں تو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتے نہیں۔

زندیق: ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کہتے ہیں اس سارے نظام کو فطرت طبیعت چلا رہی ہے؟

امام علیہ السلام: وہ لوگ قدریہ ہیں اور اس کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنی بقا کا مالک نہیں ہے اور نہ شب وروز کے حوادثات وتغیرات کا اس کو رات ودن تغیر کرتے ہیں وہ پیری کے دفع کرنے پر قادر نہیں، موت کو بھی نہیں ٹال سکتا ایسی موجود کو خلقت کا کیا علم ہوگا۔

زندیق: مجھے اس گروہ کے بارے میں بتایئے جو قائل ہے کہ مخلوقات میں ہمیشہ سے تولید وتناسل رہا ہے ایک گروہ جاتا ہے تو ایک گروہ آتا ہے اور آئندہ اپنے پچھلے کی خبر دیتا ہے وہ لوگ تمام مخلوق کو انھیں اوصاف کے ساتھ درخت وپودے کے مانند سمجھتے ہیں کہ ہر زمانہ میں انھیں میں سے ایک صاحب حکمت پیدا ہوتا ہے جو لوگوں کی مصلحتوں کو جانتا ہے اور تالیف کتاب کی بصیرت رکھتا ہے اور پھر ایسی کتاب کو تصنیف کرتا ہے جسے اس نے اپنی ذہانت سے تحریر کیا ہے اور اپنی حکمت سے اسے مزین کیا ہے اور اسی کو لوگوں کے درمیان حائل ومانع قرار دیتا ہے اسی کتاب سے خیر کا حکم دیتا ہے اور اسی سے ان کی تشویق کرتا ہے اسی سے لوگوں کو فساد وبرائیوں سے روکتا ہے اور ان کی سرزنش بھی کرتا ہے تاکہ لوگ آپس میں نزاع وفساد نہ کریں اور ایک دوسرے کو قتل نہ کریں؟

امام علیہ السلام: تجھ پر افسوس ہے جو کل اپنے ماں کے شکم سے نکلا ہو اور کل دنیا سے رحلت کر جائے گا اسے نہ گذشتہ کا علم

ہونہ آئندہ کا اس کے بعد آدمی دو حال سے خالی نہیں، یا وہ خالق ہے یا مخلوق مگر وہ موجود نہیں ہے؟ جو کچھ نہ ہو وہ دوسرے کے خالق پر قادر نہیں کہ وہ بھی کوئی چیز نہیں ہے یہ بھی کہ وہ نہیں تھا اور ہو گیا پوچھتا ہے اور نہیں جانتا ایسا شخص کیسا رہا ہو گا؟ اگر وہ ازلی تھا اور حوادث اس پر اثر نہیں کرتے کہ ازلی کو ایام متغیر نہیں کرتے اور اس کیلئے فنا ہے کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے نہیں پائی جاتی کوئی اثر بغیر مؤثر نہیں ہوتا کوئی تالیف بغیر مؤلف نہیں ہوتی، لہذا جو کہے کہ اس کو اس کے باپ نے پیدا کیا ہے تو اس سے پوچھنا چاہئے کہ اس کے باپ کو کس نے پیدا کیا؟ اگر باپ ہی بیٹے کا خالق ہے تو اس کی خواہشات ومحبت اس کی صورت گری خلقت کے ساتھ تھی اور وہی اس کی حیات کا مالک ہے اسکے بارے میں اسی کا حکم جاری ہو گا لیکن اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کا کوئی اختیار نہیں اگر مر جائے تو بیٹے کو پلٹانے پر قادر نہیں۔ بیشک جو مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس میں روح پھونک سکتا ہے تا کہ اپنے دونوں قدم سے برابر چل سکے اس کو اس سے فساد وخرابی کے دفع کرنے پر قادر ہونا چاہئے۔

زندیق: علم نجوم کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام: یہ وہ علم ہے جس کے فائدے کم ہیں اور نقصانات زیادہ کیوں کہ اس سے مقدورات کو دفع نہیں کیا جا سکتا اور مقدورات سے بچا نہیں جا سکتا، اگر منجم بلا ومصیبت کی خبر دے تو قضا الٰہی سے اس کو نجات نہیں دے سکتا اور اگر وہ خیر وخوبی کی خبر دے اس میں جلدی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اگر کسی مشکل میں گرفتار ہو جائے تو اس کے بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

منجم اپنے علم میں اللہ کی مخالفت کرتا ہے کہ اپنے زعم میں مخلوق سے قضائے الٰہی پلٹا سکتا ہے۔

زندیق: رسول افضل ہوتا ہے یا اس کی جانب بھیجا فرشتہ؟

امام علیہ السلام: رسول افضل ہوتا ہے۔

زندیق: خدا کو اپنے بندوں پر ملائکہ کے مؤکل کرنے کا کیا سبب ہے کہ وہ ان کے فائدہ کی باتیں بھی لکھیں اور ان کے نقصان کی بھی، حالانکہ اللہ ظاہر وپوشیدہ سب کا جاننے والا ہے؟

امام علیہ السلام: اللہ نے ملائکہ کو ہر ظاہر وباطن کا علم نہیں دیا اور اسی نے اپنی مخلوق پر ان کو گواہ بنایا ہے تا کہ ان ملائکہ کے حتمی وجود سے بندہ خدا کی اطاعت پر سختی سے پابند رہیں اور اس کی معصیت سے دور رہنے کیلئے بھی آمادہ ہوں، کتنے ایسے بندہ ہیں جب اس کی نافرمانی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ دونوں فرشتوں کو یاد کر کے اس سے باز آجاتے

ہیں اور رک جاتے ہیں اور کہتے ہیں میرا پروردگار مجھ کو دیکھ رہا ہے اور دو فرشتہ اس پر گواہ ہیں، بیشک اللہ نے اپنے لطف اور اپنی رحمت کے ساتھ ملائکہ کو اپنے بندوں پر معین کیا ہے، تا کہ فرشتے بندوں کو باذن خدا، شیطان کے حملوں اور زمین کے حشرات اور بہت سی آفات سے بچاتے رہیں یہاں تک کہ حکم خدا آجائے۔

زندیق: اس نے مخلوق کو رحمت کیلئے پیدا کیا ہے یا عذاب کیلئے؟

امام علیہ السلام: انھیں رحمت کی خاطر خلق کیا اور خلقت سے قبل ایسے وہ لوگ اس کے علم میں تھے کہ وہ اپنے بڑے اور خراب اعمال کے سبب عذاب کے مستحق ہوں گے۔

زندیق: وہ اپنے منکر پر عذاب کرے گا اور اس کا انکار ہی عذاب کا سبب ہے پھر وہ اپنے موحد اور پہچاننے والوں پر عقاب کیوں کرے گا؟

امام علیہ السلام: اس کی الوہیت کا منکر ابد تک عذاب میں گرفتار رہے گا اور اس کا اقرار کرنے والا اپنے معصیت کی سزا میں معذب کیا جائے گا خصوصاً جو باتیں اس پر فرض تھیں پھر عذاب سے باہر ہو جائے گا تمہارا پروردگار کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا۔

زندیق: کیا کفر وایمان کے درمیان کوئی مقام ومرتبہ ہے؟

امام علیہ السلام: نہیں۔

زندیق: ایمان وکفر کیا ہے؟

امام علیہ السلام: اللہ کی ان عظمت وبزرگی کی تصدیق کرنا جو پوشیدہ ہیں اور ایسی تصدیق کرنا جیسے کہ دیکھا ہوا اور معاینہ کیا ہوا، اسے ایمان کہتے ہیں اور ان کا انکار کر دینا کفر ہے۔

زندیق: شرک کیا اور شک کیا ہے؟

امام: جس واحد کے مثل کوئی شی نہیں ہے اس کو دوسرے کے ساتھ ضم کرنے کو شرک کہتے ہیں۔ دل سے کسی شی کا معتقد نہ ہونا اسے شک کہتے ہیں۔

زندیق: عالم جاہل ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام: جو باتیں جانتا ہے، اس لحاظ سے عالم ہے جو نہیں جانتا ہے اس اعتبار سے جاہل ہے۔

زندیق: سعادت کیا ہے اور شقاوت کیا ہے؟

امامؑ: سعادت وہ ہے جو خیر کا سبب ہو، سعید اس سے متمسک کرتا ہے پھر وہی اس کو نجات کی جانب کھینچ لے جاتا ہے، شقاوت وہ ہے جو برائی اور خسارہ کا سبب ہو، شقی اس سے متمسک ہو جاتا ہے پھر وہی اس کو ہلاکت وتباہی کی طرف کھینچ لے جاتا ہے تمام باتیں اللہ کے علم میں ہیں۔

زندیق: جب چراغ خاموش ہو جاتا تو روشنی کہاں چلی جاتی ہے؟

امامؑ: جو چلی جاتی ہے وہ واپس نہیں آتی۔

زندیق: انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ انسان بھی مرنے کے بعد اسی چراغ کے مثل ہو جاتا ہے اور جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو کبھی بھی جسم میں نہیں پلٹتی جس طرح سے چراغ کی ضوء اس کے بجھنے کے بعد کبھی واپس نہیں ہوتی؟

امامؑ: یہ قیاس نادرست ہے آگ اجسام میں پوشیدہ ہوتی ہے اور اپنی اصل کے ساتھ قائم رہتی ہے جیسے پتھر اور لوہا جب دونوں میں سے ایک کو دوسرے پر مارا جاتا ہے تو ان دونوں کے درمیان سے آگ چمکتی ہے چراغ آگ سے روشنی حاصل کرتا ہے پس آگ اجسام میں ثابت رہتی ہے روشنی چلی جاتی ہے روح ایک رقیق جسم ہے جسے مرکب قالب پہنایا گیا ہے یہ اس چراغ کی طرح نہیں ہے، جس کا تم نے ذکر کیا، جس کو اللہ نے رحم مادر میں جنین کو صاف پانی سے پیدا کیا اور مختلف شکلیں بنائیں رگیں، اعصاب، دانت، بال، ہڈیاں وغیرہ وغیرہ یہی وہ ہے مرنے کے بعد زندہ ہے اور فنا کے بعد پھر واپس بھی کرتا ہے۔

زندیق: روح کہاں ہوتی ہے؟

امامؑ: زمین کے اندر جہاں جسم دفن ہے یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

زندیق: جس کو سولی دی جاتی ہے اس کی روح کہاں رہتی ہے؟

امامؑ: روح قبض کرنے والے فرشتہ کی مٹھی میں یہاں تک کہ اسے زمین کے حوالہ کر دیا جائے۔

زندیق: کیا روح خون کے علاوہ ہے؟

امامؑ: ہاں روح وہی ہے جو میں نے تم سے توصیف کی اس کا مادہ خون ہے خون زیادہ بنتا جسم کی رطوبت، رنگ کی صفائی اور آواز کا حسن ان کی اصل خون ہی ہے جب خون خشک ہو جاتا ہے تو روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔

زندیق: کیا روح کو ہلکا پن بھاری پن اور وزن سے متصف کر سکتے ہیں؟

امامؑ: روح لوہار کی دھونکنی ہوا کی مانند ہے جب اس میں ہوا پھونکی جاتی ہے تو وہ اس سے پر ہو جاتی ہے ہوا کے داخل ہونے سے اس دھونکنی کے وزن میں زیادتی نہیں ہوتی اور اس کے نکلنے سے اس کے وزن میں کمی بھی نہیں ہوتی بس اسی طرح روح بھی ہے کہ نہ اس کا کوئی بوجھ ہے نہ ہی وزن۔

زندیق: ریح ہوا کا جوہر کیا ہے؟

امامؑ: ریح بھی ہوا ہے جب ہوا متحرک ہو تو اسے ریح کہتے ہیں، جب وہ ساکن ہو جائے تو اسے ہوا کہتے ہیں یہی دنیا کا قوام (قائم رہنے کی اصل) اگر زمین تک متحرک ہوا روک دی جائے تو زمین کی سطح کی تمام اشیاء فاسد و خراب ہو جائیں اور ان میں بدبو پیدا ہو جائے، بیشک متحرک ہوا پنکھے کے مانند ہے جو دور کرتا ہے اور ہر چیز سے خرابی و فساد کو دفع کرتا ہے پھر اس کو صاف وستھرا بناتا ہے۔ روح بمنزلہ متحرک ہوا کے ہے کہ جب وہ بدن سے نکلتی ہے تو بدن بدبودار ہو جاتا اور متغیر ہو جاتا ہے، بابرکت ہے وہ اللہ جو احسن الخالقین ہے۔

زندیق: روح اپنے قالب سے نکلنے کے بعد معدوم ہو جاتی ہے یا باقی رہتی ہے؟

امامؑ: وہ صور کے پھونکنے کے وقت تک باقی رہتی ہے اس وقت تمام اشیاء باطل اور فنا ہو جائیں گی پھر نہ کوئی حس واحساسات ہوگا نہ محسوسات پھر تمام چیزیں ایسی ہی پلٹادی جائیں گی جیسے ان کے مدبر خدا نے ان کو خلق کیا تھا اور وہ چار سو سال آرام کریں گی، وہ دو نفخہ (دو صور پھونکنے) کے درمیان کا وقفہ ہے۔

زندیق: وہ کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے حالانکہ جسم بوسیدہ ہوں گے، اعضاء متفرق ہوں گے، ایک عضو کو ایک جگہ میں درندوں نے کھایا اور دوسرے عضو کو دوسری جگہ حشرات الارض نے بکھیرا ہوگا۔ ایک عضو مٹی میں تبدیل ہو گیا ہوگا جس کو گیلا کر کے دیوار بن گئی؟

امامؑ: بیشک وہ ذات جس نے اسے بغیر کچھ ہوئے پیدا کیا اور بغیر پہلے کسی مثل کے صورت دی زیادہ قادر ہے کہ وہ اس کو اسی طرح پلٹا دے جیسے اس نے اس کی ابتدا کی تھی۔

زندیق: اس کی مزید وضاحت کیجئے؟

امامؑ: روح اپنی جگہ پر قائم ہے، چنانچہ نیکی کرنے والوں کی روح روشنی اور وسعت وکشادگی میں ہے اور برائی کرنے والوں کی روح تاریکی تنگی میں ہے۔ بدن جس طرح مٹی سے خلق ہوا تھا پھر وہ مٹی ہو جائے گا تمام درندے

اور کیڑے مکوڑے اپنے شکم سے نگل دیں گے۔ جو انھوں نے کھایا ہے اور جو کچھ انھوں نے بکھیر دیا ہے وہ سب مٹی میں اس کے پاس محفوظ ہیں، جس سے زمین کی تاریکیوں میں ذرات بھی غائب اور پوشیدہ نہیں رہتے اور وہ تمام اشیاء کے اعداد اور وزن کو بھی جانتا ہے بیشک وہ مٹی ایسے ہی ہے جیسے کہ مٹی میں سونا ہو پھر جب روز بعث آئے گا تو زمین پر قیامت کی بارش برسے گی اور زمین مٹی ہو جائے گی پھر اسے بہت زیادہ ہلایا جائے گا اور انسانوں کی مٹی ایسے تبدیل ہو جائے گی جیسے پانی سے دھونے کے بعد مٹی سے نکلا ہوا سونا ہو اور دودھ سے نکلا ہوا مکھن ہوتا ہے پھر ہر قالب کی مٹی اپنے قالب میں جمع ہوگی پھر خدائے قادر کی اجازت سے وہ قالب اپنی روح میں منتقل ہو جائے گا اور صورت اپنے مصور کی اجازت سے اپنے ہیئت و صورت میں پلٹ جائے گی اور اس میں روح داخل ہو جائے گی، جب سب کچھ ہو جائے گا تو اس کا کوئی انکار نہیں کر سکے گا۔

زندیق: لوگ قیامت کے دن عریاں محشور ہونگے؟

امام علیہ السلام: نہیں وہ اپنے کفن کے ساتھ ہوں گے۔

زندیق: ان کے پاس کفن کہاں ہوں گے جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکے ہیں؟

امام علیہ السلام: جس ذات نے ان کو زندہ کیا وہی نیا کفن دے گا۔

زندیق: جو بے کفن مرا ہو اس کا کیا ہوگا؟

امام علیہ السلام: خدا ان کی شرمگاہ کو کسی بھی طرح سے چھپائے گا۔ کیا وہ صفوں میں پیش ہوں گے؟

امام علیہ السلام: ہاں اس دن لوگوں کی ایک لاکھ بیس ہزار صفیں لگیں گی۔

زندیق: کیا اس دن اعمال کا وزن نہیں ہوگا۔

امام علیہ السلام: نہیں اعمال اجسام نہیں ہیں صرف ان کے اعمال کے صفات ہوں گے جو اشیاء کے اعداد و شمار سے جاہل ہو وہ ان کے وزن کا محتاج ہے اور وہ جو ان کے ہلکے پن اور بھاری پن کو نہیں جانتا اور اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

زندیق: میزان کے معنی کیا ہیں؟

امام علیہ السلام: اس سے مراد عدل خدا ہے۔

زندیق: ﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ (سورۂ قارعہ، آیت ۶) جس کے اعمال کا وزن بھاری ہوگا، اس سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام: اس کا مطلب جس کے عمل کو ترجیح دی جائے۔

زندیق: کیا دوزخ میں کوئی شاہد عادل نہیں ہے کہ وہ عذاب کرے، تاکہ سانپ وبچھو کی احتیاج نہ رہے۔

امام علیہ السلام: سانپ وبچھو کا عذاب صرف ان لوگوں کو ہوگا جن کے گمان میں ان کا کوئی خالق نہیں ہے اور جو اس کا شریک قرار دیتے ہیں، پس ان پر اللہ آگ میں سانپ وبچھو بھی نہیں مسلط کرے گا، تاکہ اسی کے ذریعہ اپنی تکذیب اور شرک قرار دینے کے وبال و مزہ کو چکھیں۔

زندیق: لوگ کیسے کہتے ہیں کہ اہل جنت ہاتھ بڑھا کر پھل توڑ لیں گے اور پھل تناول کریں گے تو دوسرا اس کی جگہ پر فوراً پیدا ہو جائے گا؟

امام علیہ السلام: ہاں چراغ کی طرح ہے کہ جلانے والا اس سے دوسرا چراغ جلاتا ہے لیکن اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، اگرچہ جلا جلا کر پوری دنیا بھر جائے۔

زندیق: آپ کہتے ہیں کہ اہل جنت کو حاجت کی ضرورت نہیں ہوگی تو کیا وہ لوگ کھائیں پئیں گے نہیں؟

امام علیہ السلام: ہاں ان کو پیشاب و پاخانہ کی حاجت نہیں ہوگی کیوں کہ ان کی غذا ایسی رقیق ہوگی جس کا کوئی بوجھ نہیں ہوگا بلکہ اجسام سے پسینہ کے ذریعہ خارج ہو جائیگا۔

زندیق: تمام حوریں اپنے شوہروں سے نزدیکی کے باوجود باکرہ کیسے رہیں گی؟

امام علیہ السلام: کیوں کہ انھیں ایسی عمدگی وصفائی سے خلق کیا گیا ہے جس پر کوئی بھی آفت اثر انداز نہیں ہوتی اور ان کے جسم کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچتا اور کوئی چیز ان کے سوراخوں کو متاثر نہیں کرتی، ان کو حیض بھی نہیں ہوگا ان کے ارحام چپکے ہوئے ہیں۔

زندیق: وہ ستر حلے پہنے ہوں گی پھر بھی ان کے شوہر ان حلوں کے پیچھے ان کی پنڈلیوں کے گورے پن اور ان کے بدن کو دیکھیں گے؟

امام علیہ السلام: ہاں جیسے تم میں سے کوئی بھی صاف وشفاف پانی میں گرے ہوئے چاندی کے درہموں کو دیکھتا ہے جس کی گہرائی ایک نیزہ کے برابر ہے۔

زندیق: اہل جنت جنت کی نعمتوں سے کیسے خوشحال ہوں گے حالانکہ ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے باپ یا

بیٹے ماں یا رشتہ دار جدا نہ ہوں، جب وہ لوگ ان سے جنت میں جدا ہوں گے تو کیا ان کے دوزخ میں جانے کا شک نہیں ہوگا، پس جو اپنے رشتہ داروں کے دوزخ میں گرفتار عذاب کا علم رکھتا ہوگا وہ جنت کی نعمتوں سے کیسے استفادہ کرے گا؟

امامؑ: اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ انھیں فراموش کر جائیں گے، بعض نے کہا ان کے آنے کا انتظار کریں گے، انھیں امید ہوگی وہ لوگ جنت و جہنم کے درمیان مقام اطراف میں ہوں گے۔

زندیق: مجھے بتائیے کہ سورج کہاں غائب ہو جاتا ہے؟

امامؑ: بعض علماء نے کہا ہے کہ جب سورج اس قبہ کے نیچے آتا ہے جس سے فلک بطن آسمان کی طرف صعود کرتے ہوئے گھومتا ہے یہاں تک اپنے مطلع کی جانب جھک جاتا ہے یعنی سورج چشمہ میں غائب ہو جاتا ہے پھر زمین چیرتا ہوا اپنے مطلع کی جانب پلٹ جاتا ہے اور عرش کے نیچے چکر لگاتا ہے یہاں تک کہ اسے طلوع کی اجازت دی جاتی ہے ہر دن اس کا نور سلب ہو جاتا ہے اور دوسرے دن دوسرے نور سے چمکتا ہے۔

زندیق: مقام کرسی بڑا ہے یا عرش الٰہی؟

امامؑ: اللہ نے عرش کے علاوہ ہر چیز کرسی کے اندر پیدا کیا ہے کیوں کہ وہ اس سے عظیم ہے کہ کرسی اس کا احاطہ کرے۔

زندیق: رات سے قبل دن کو پیدا کیا ہے؟

امامؑ: ہاں دن کو رات سے پہلے خلق کیا ہے اور سورج کو چاند سے پہلے، زمین کو آسمان سے پہلے، زمین کو مچھلی پر بچھایا گیا اور مچھلی پانی میں ہے اور پانی ایک بہت ہی کشادہ، وسیع و عریض چٹان میں اور وہ چٹان ایک فرشتہ کے کاندھے پر ہے اور وہ فرشتہ عرش ثریٰ پر ہے اور وہ ثریٰ ایک متحرک تیز و تند ہوا ہے اور وہ متحرک ہوا خاموش ہوا پر ہے اور ہوا قدرت خدا کے اختیار میں ہے اس متحرک ہوا کے نیچے سوائے ہوا اور تاریکیوں کے کچھ بھی نہیں ہے اس کے اطراف نہ وسعت ہے نہ تنگی اور نہ کوئی چیز جو فکر انسانی میں آسکے، پھر اللہ نے کرسی کو خلق کیا اور اس کو زمین و آسمان سے بھر دیا، کرسی اللہ کی ہر مخلوق سے بڑی ہے پھر اس نے عرش کو پیدا کیا اور اس کو کرسی سے بڑا قرار دیا۔

ابان ابن تغلب نے کہا کہ میں امام صادقؑ کے پاس تھا، اہل یمن کا ایک شخص آیا اس نے امامؑ کو سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا:

مرحبا اے سعد! اس آدمی نے کہا میرا یہ نام میری ماں نے رکھا ہے، بہت کم لوگ اس سے مجھے پہچانتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے سعد مولیٰ! تو نے سچ کہا، اس شخص نے کہا میں آپ پر قربان! اسی لقب سے مجھے کہا گیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اس لقب مولیٰ میں کوئی خوبی نہیں ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ﴾ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو، ایمان کے بعد بدکاری کا نام ہی بہت برا ہے۔

امامؑ: اے سعد تمہارا پیشہ کیا ہے؟

سعد: میں آپ پر فدا، ہم اس خاندان سے ہیں جو علم نجوم میں مہارت رکھتے ہیں اور یمن میں ہم سے بڑا نجومی کوئی نہیں ہے۔

امامؑ: سورج کی ضیا چاند کی ضیا سے کتنی گنا زیادہ ہے؟

سعد: یمانی میں نہیں جانتا۔

امامؑ: سچ کہا چاند کی روشنی ستارہ مشتری کی روشنی سے کتنی گنا زیادہ ہے؟

یمانی: میں نہیں جانتا۔

امامؑ: سچ کہا، بتاؤ ستارہ مشتری کی روشنی زہرہ کی روشنی سے کتنی گنا زیادہ ہے؟

یمانی: میں نہیں جانتا۔

امامؑ: اس ستارہ کا نام کیا ہے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو اونٹوں میں ہیجان پیدا ہوتا ہے؟

یمانی: میں نہیں جانتا۔

امامؑ: سچ کہا، اس ستارہ کا نام کیا ہے کہ وہ طلوع کرتا ہے تو بیلوں میں ہیجان پیدا ہوتا ہے؟

یمانی: میں نہیں جانتا۔

امامؑ: سچ کہا، اس ستارہ کا نام بتاؤ کہ جب وہ طلوع کرتا ہے تو کتوں میں ہیجان پیدا ہوتا ہے؟

یمانی! میں نہیں جانتا۔

امامؑ: تو اپنے قول لاعلمی میں سچا ہے، زحل تمہارے نزدیک کن ستاروں میں ہے؟

یمانی: یہ ایک نحس ستارہ ہے۔

امامؑ: یہ نہ کہو یہ امام علی امیر المومنین کا ستارہ ہے اور وہ خود تمام انبیاء کا ستارہ ہے، وہ وہی نجم ثاقب ہیں، جس کے بارے میں خدا نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔

یمانی: ثاقب کے معنی کیا ہیں؟

امامؑ: یہ ستارہ ساتویں آسمان پر طلوع ہوتا ہے اور اپنی ضیا کے ساتھ چمکتا ہے یہاں تک کہ آسمان دنیا کو روشن کر دیتا ہے اسی وجہ سے اللہ نے اس کا نام (نجم الثاقب) رکھا ہے۔

پھر فرمایا: اے عربی بھائی کیا تمہارے یہاں کوئی عالم ہے؟

یمانی: یمن میں ایک ایسا گروہ ہے کہ لوگوں میں کوئی ایک بھی ان کے علم میں ان کے جیسا نہیں ہے۔

امامؑ نے ان علماء کی سطح علمی کیا ہے؟

یمانی: ایسے ایسے علماء ہیں فال کے لئے چڑیا اڑاتے ہیں اور اس کے پیچھے ایک تیز رفتار سوار کی مسافت ایک ساعت میں طے کر لیتے ہیں۔

امامؑ: عالم مدینہ، عالم یمن سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

یمانی: ان کی علمی سطح کیا ہے؟

امامؑ: نہ ان کو فال کی چڑیا اڑانے کی ضرورت ہے نہ اس کے پیچھے بھاگنے کی، وہ سورج کی مسافت کو ایک لمحہ میں جان لیتا ہے اور بارہ برجوں بارہ سمندروں بارہ خشکیوں اور بارہ عالم کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔

یمانی: میرا یہ گمان بھی نہ تھا کہ دنیا میں کوئی ایک ایسا عالم بھی ہو سکتا ہے اور ان کی حقیقت کو بھی جانتا ہو اس کے بعد کھڑا ہوا اور چلا گیا۔

سعید ابن ابی الخضیب سے روایت ہے کہ میں اور ابن ابی لیلیٰ دونوں مدینہ آئے اور جا کر مسجد نبوی میں بیٹھ گئے پھر امام جعفر صادقؑ مسجد میں داخل ہوئے، ہم نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ انھوں نے مجھ سے میری اور میرے اہل و عیال کی خیریت پوچھی پھر کہا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ میں نے کہا قاضی المسلمین ابن ابی لیلیٰ ہیں۔

امامؑ: اچھا اچھا پھر قاضی سے امامؑ نے فرمایا:

تم ان کے مال کو لیتے ہو اور دوسرے کو دیتے ہو اور عورت و مرد کے درمیان جدائی ڈالتے ہو، اس کام میں تم کو

کسی سے کوئی خوف نہیں ہے؟

قاضی: ہاں

امامؑ: تم فیصلہ کس چیز سے کرتے ہو؟

قاضی: جو باتیں رسول اللہ ﷺ ابو بکر اور عمر سے مجھ تک پہنچی تھیں یعنی جس طرح انھوں نے فیصلہ کیا تھا۔

امامؑ: تجھ کو رسول اللہ کا یہ فرمان بھی معلوم ہے کہ "اقضاکم علی" "میرے بعد امام علی تم میں سب سے بڑے قاضی ہیں؟

قاضی: ہاں

امامؑ: تو پھر تو نے بغیر امام علیؑ کے کیسے فیصلہ کیا جبکہ امام علیؑ کا فیصلہ تجھے معلوم ہے؟

قاضی کا چہرہ زرد پڑ گیا پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم کبھی آپ سے ایک کلمہ بھی گفتگو نہیں کروں گا۔

حسین ابن زید نے امام صادقؑ سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فاطمہ زہرا کیلئے فرمایا:

اے فاطمہؑ! تمہارے ناراض ہونے سے خدا ناراض ہوتا ہے اور تمہارے خوش اور راضی ہونے سے اللہ راضی و خوش ہوتا ہے۔

راوی نے کہا کہ محدثین اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں پھر ابن جریح امام صادقؑ کے پاس آیا کہ یا ابا عبداللہ! آج ہم سے ایک حدیث بیان کی گئی جس کا لوگ مذاق کر رہے ہیں۔

امامؑ: وہ کیا ہے؟

ابن جریح: آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ زہراؑ کیلئے فرمایا:

بیشک اللہ تعالی تیری ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے اور تیری خوشی سے خوش ہوتا ہے۔

امامؑ: ہاں تم لوگ روایت نہیں کرتے کہ اللہ اپنے بندۂ مومن کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی خوشی و رضا سے خوش و راضی ہوتا ہے؟

ابن جریح: ہاں

امامؑ: تو کیا تم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے مومنہ ہونے سے انکار کرتے ہو کہ خدا ان کی خوشی سے خوش ہو اور ان کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے؟

اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت و پیغام کو کہاں قرار دے۔

حفص ابن غیاث کا بیان ہے کہ میں مسجد حرام میں حاضر تھا اور ابن ابی العوجاء نے امام صادق علیہ السلام سے اس قول خدا کے بارے میں سوال کیا۔

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ﴾ جب ان کی ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں (سورۂ نساء، آیت/۵۶) کہ دوسری کھال کا کیا گناہ ہے؟

امام علیہ السلام: تجھ پر وائے ہو یہ یہی کھال ہے اور یہی اس کے علاوہ بھی ہے۔

حفص: اس کے بارے میں دنیا کی کوئی مثال پیش کیجئے۔

امام علیہ السلام: کیا تو نے دیکھا کہ ایک آدمی نے اینٹ لیا اور اس کو توڑ دیا پھر اس کو اینٹ کو ڈھانچہ میں رکھ دیا اور پھر اینٹ بن گئی پس وہ یہی ہے اور یہی اس کے علاوہ بھی ہے۔

قول خدا ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ﴾ حضرت ابراہیم نے کہا یہ ان کے بڑے نے کیا ہے تم ان سے دریافت کرکے دیکھو اگر وہ بول سکتے ہوں (سورۂ انبیاء، آیت/۶۳)

روایت ہے کہ خدا کے اس قول مذکورہ کے بارے میں امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ان کے بڑے نے یہ فعل کیا نہیں اور حضرت ابراہیم جھوٹ بولے، نہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہ تو ان بتوں کے بڑے نے کیا اور نہ ابراہیم جھوٹ بولے بلکہ ابراہیم نے کہا ان سے پوچھ لو اگر وہ بول سکتے ہوں، اگر وہ بول سکتے ہو تو ان ابراہیم کے بڑے نے کیا اور اگر نہیں بول سکتے ہوں تو ان کے بڑے نے نہیں کیا، پس جب وہ بول نہیں سکے تو ابراہیم جھوٹ نہیں بولے۔

قول خدا ﴿أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ﴾ اے قافلہ والوں تم لوگ چور ہو (سورۂ یوسف، آیت/۷۰)

قول مذکورہ کے بارے میں امام علیہ السلام سے سوال کیا گیا؟

امام علیہ السلام: ان لوگوں نے جناب یوسف کو ان کے باپ سے چرایا تھا، تم نے غور نہیں کیا کہ جناب یوسف کے بھائیوں نے کہا تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے تو ملازمین نے کہا بادشاہ کا پیالہ نہیں مل رہا ہے، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کا پیالہ چرایا ہے بیشک انھوں نے یوسف کو ان کے باپ سے چوری کیا تھا۔

قول خدا ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾ جناب ابراہیم نے ستاروں میں دقت نظر کی اور

کہا کہ میں بیمار ہوں۔ (سورۂ صافات، آیت/۸۸، ۸۹) اس قول مذکورہ کے بارے میں امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہ ابراہیم بیمار تھے نہ انھوں نے جھوٹ بولا بلکہ اس سے مراد ان کے دین کی کمزوری ہے یعنی میں دین میں کمزور نہیں ہوں کہ ستارہ پرست بن جاؤں۔

عبد المومن انصاری سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا کہ ایک گروہ کی روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اختلاف امتی رحمۃ" میری امت کا اختلاف رحمت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے سچ کہا۔

میں نے کہا اگر ان کا اختلاف رحمت ہے تو ان کا اجتماع عذاب ہے؟

امام علیہ السلام: ایسا نہیں ہے جو تم اور وہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ قول خدا کا ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ﴾ ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکلتی کہ دین کا علم حاصل کرے اور پھر جب پلٹ کر اپنی قوم کی طرف آئے تو اسے عذاب الٰہی سے ڈرائے شاید وہ اس طرح وہ ڈرنے لگیں (سورۂ توبہ، آیت/۱۲۲)

اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کا حکم ہے وہ لوگ اللہ کے رسول کے پاس بار بار جائیں اور ان سے سیکھیں پھر اپنی قوم کی جانب پلٹ کر ان کو سکھائیں۔ اختلاف سے مراد ان لوگوں کا جدا جدا جگہوں شہروں میں ہونا ہے نہ کہ خدا کے دین میں اختلاف مراد ہے بیشک دین ایک ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کتاب خدا میں جو تم پاؤ اسی پر عمل کرو، اس کے ترک کرنے میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں، جو کتاب خدا میں نہ ہو اور میری سنت میں ہو تو اس کے ترک کرنے میں بھی کوئی عذر نہیں ہوگا، جو بات میری سنت میں بھی موجود نہ ہو تو جو میرے اصحاب کہیں تم بھی وہی کہو، بیشک تمہارے درمیان اصحاب کی مثال ستاروں جیسی ہے، ان میں سے تم جیسے پاؤ اسی سے ہدایت حاصل کرو اور میرے اصحاب کا جو بھی قول مل جائے اسے لو اور ہدایت حاصل کرو۔

تمہارے لئے میرے اصحاب کا اختلاف رحمت کہا گیا، یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب کون ہیں؟ فرمایا: میرے اہل بیت محمد بن علی بن حسین بابویہ قمی نے کہا کہ اہل بیت اختلاف نہیں کرتے لیکن وہ اپنے شیعوں کو حق

کے گذرنے کا فتویٰ دیتے ہیں کبھی تقیہ کا حکم دیتے ہیں، پس ان کے اقوال میں جو اختلاف ہے وہ تقیہ کی وجہ سے ہے اور شیعوں کیلئے تقیہ رحمت ہے۔ جس کی تاویل کی تائید بہت سی روایات کرتی ہیں۔

محمد بن سنان نے نصر خثعمی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کسی کو ہمارے کسی حکم کے بارے میں یقین ہو کہ یہی حق ہے تو جو بھی وہ ہم سے علم لے گا وہ کافی ہے، اب اگر اپنے معلومات کے خلاف سنے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ دفاع کیا جارہا ہے اور اسے عارضی طور پر اختیار کیا گیا ہے ورنہ حق وہی ہے پہلے ہم کو بتایا جاچکا ہے۔

عمر ابن حنظلہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے اپنے ان دو ساتھوں کے بارے میں پوچھا جو قرض اور میراث کے بارے میں جھگڑرہے تھے اور وقت کے قاضی کے پاس فیصلہ کے لئے گئے تھے کیا یہ درست ہے؟

امامؑ: جو بھی اپنے حق یا باطل کا فیصلہ کرانے ان کے پاس جائے تو گویا یہ سرکش اور شیطان کے پاس گیا جس سے منع کیا گیا ہے اور اس کے فیصلہ سے ملا ہوا مال حرام و ناجائز ہے اگر چہ وہ اس کا حق ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اس نے شیطان و ظالم کے حکم سے پایا ہے اور خدا نے اس کے انکار کا حکم دیا ہے خدا نے فرمایا:

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَکْفُرُوْا بِہٖ﴾ وہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس سے فیصلہ کرائیں جب کہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں (سورۂ نساء، آیت ۶۰)

روای: دونوں کیا کریں جب کہ دونوں اختلاف کررہے ہیں؟

امامؑ: تم میں سے جو ہماری احادیث کی روایت کرنے والے ہیں ان دونوں کو ان کی جانب متوجہ ہونا چاہئے اور جو ہمارے حلال وحرام کے بارے میں نظر رکھتے ہوں، ہمارے احکام کا علم رکھتے ہوں اور دونوں کو اسی حکم پر راضی رہنا چاہئے میں نے ان کو تم پر حاکم بنایا ہے اگر وہ کوئی حکم بیان کریں اور کوئی اسے قبول نہ کرے تو گویا اس نے حکم خدا کی تحقیر کی ہے اور ہمارے حکم کو رد کیا ہے۔ ہمارے حکم کو ٹھکرانے والا خدا کا ٹھکرانے والا ہے اور یہ شرک باللہ کی حد میں ہے۔

روای: اگر دونوں میں سے ہر ایک دو حکمین کا انتخاب کریں اور دونوں اپنے حق میں ان کے نظریہ کو ماننے کیلئے راضی ہوں پھر دونوں منتخب شدہ کے حکم میں اختلاف ہوجائے تو دونوں کو کیا کرنا چاہئے؟

امامؑ: اس کا حکم نافذ ہوگا جو زیادہ عادل ہو اور جو زیادہ فقہ میں مہارت رکھتا ہو جو زیادہ سچا ہو اور زیادہ متقی و پرہیز گار ہو اور دوسرے کے حکم کیطرف ملتفت نہیں ہوں گے۔

روای: دونوں عادل ہوں اور دونوں قابل قبول ہوں دونوں ایسے ہوں ایک کو دوسرے پر افضلیت نہ ہو تو کیا کریں؟

امامؑ: اس وقت جس کے حکم کا مدرک وہ حدیث ہو جس پر اصحاب وعلماء کا اتفاق ہو اس کا حکم قبول ہوگا اور حدیث شاذ غیر مشہور ہے اس کا حکم ترک کردیا جائے گا، بیشک جس پر اجماع ہو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے تمام امور تین قسم کے ہیں ایک وہ جس کی ہدایت واضح وروشن ہے، ایک وہ جس کی گمراہی صاف ہے، ایک وہ جو مشکل و مشتبہ ہو، اس کی حقیقت جاننے کیلئے خدا اور رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ رسول خدا کا فرمان ہے کہ ایک وہ حلال ہیں جو روشن ہیں ایک وہ حرام ہیں جو روشن ہیں ان کے علاوہ مشتبہ ہیں جس نے شبہات کو ترک کیا اس نے محرمات سے نجات پائی جس نے اسے لے لیا وہ محرمات کا مرتکب ہوا اور نادانستہ ہلاک ہوا۔

راوی: اگر دونوں روایات آپ حضرات کی جانب سے مشہور ہوں اور دونوں کو ثقہ راویوں نے بیان کیا ہو تو کیا کریں؟

امامؑ: دیکھو کس کا حکم کتاب وسنت کے حکم کے موافق اور عامہ کے مخالف ہے اسی کو لے لو اور جس کا حکم کتاب وسنت کے اور عامہ کے موافق ہو اس کو چھوڑ دو۔

راوی: میں قربان ہوجاؤں آپ پر اگر دونوں فقیہ اس کا حکم کتاب سنت سے اخذ کریں اور دونوں حدیثوں میں سے ایک عامہ کے موافق ہے دوسری ان کے مخالف ہے تو دونوں احادیث میں سے کس کو لیں؟

امامؑ: دیکھو کہ وہ لوگ کس حدیث کی طرف مائل ہیں بیشک جو عامہ کے خلاف ہو اسی میں ہدایت ہے۔

راوی: اگر دونوں حدیثیں ہر لحاظ سے ان کے موافق ہوں تو کیا کریں؟

امامؑ: پھر دیکھو کہ ان کے حکام اور قاضی کس جانب مائل ہیں تو اس کو ترک کردو اور اس کے علاوہ کو لے لو۔

راوی: اگر ان کے حکام ہر اعتبار سے دونوں حدیث کے موافق ہوں تو کیا کریں؟

امامؑ: اگر ایسا ہو تو اسے پیچھے ڈال دو اور توقف کرو یہاں تک کہ اپنے امام سے ملاقات کرلو، شبہات میں توقف کرنا ہلاکت میں پھنسنے سے بہتر ہے اللہ ہی وہ ہے جو ہدایت کرتا ہے۔

یہ حدیث بر بنائے فرض ہو کیوں کہ احادیث میں بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ دو ایسی حدیث آئیں جس کا حکم مختلف ہو اور دونوں کتاب وسنت کے موافق ہوں، اس کی مثال وضو میں چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم کیوں کہ روایات میں چہرہ اور ہاتھوں کے ایک ایک مرتبہ دھونے کیلئے موجود ہیں اور اسی طرح دو دو مرتبہ کیلئے بھی ظاہرا قرآن اس میں اختلاف کا اقتضاء نہیں کرتا بلکہ دونوں کی روایات کا احتمال پایا جاتا ہے اس طرح کی باتیں احکام شرع میں موجود ہیں۔

امام علیہ السلام کا قول: تم توقف کرو یہاں تک کہ امام علیہ السلام سے ملاقات ہو، یہ حکم اس وقت ہوگا جب امام علیہ السلام تک پہنچنا ممکن ہو لیکن جب امام علیہ السلام غائب ہوں اور ان تک پہنچنا ممکن نہ ہو اور تمام علماء وفقہاء نے دونوں حدیث پر اجماع کیا ہو اور دونوں میں سے کسی ایک کے راوی پر کثرت وعدالت کی وجہ سے رجحان وترجیح نہ پائی جاتی ہو تو دونوں میں سے کسی حکم پر عمل کرنے کا اختیار ہے۔ جو ہم نے پہلے بیان کیا اس کی وہ روایت تائید کرتی ہے جسے حسن بن جہم نے امام علی رضا علیہ السلام سے بیان کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کہا ہم تک آپ حضرات کیطرف سے پہلے والی احادیث مختلف ہیں ہم کیا کریں؟

امام علیہ السلام: جو بھی ہماری احادیث تم تک پہنچے اسے کتاب اللہ اور ہماری دوسری احادیث پر منطبق کرو اگر وہ ان دونوں کی طرف ہو تو وہ ہماری ہے اور اگر ان سے مشابہ نہ ہو تو ہماری نہیں ہے۔

حسن ابن جہم: ہمارے پاس دو آدمی آئیں دونوں ثقہ ومعتمد ہوں اور دونوں کی دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں ہم نہ جان سکیں کہ کون حق ہے تو کیا کریں؟

امام علیہ السلام: جب تم نہ جان سکو تو تم کو اختیار ہے، جو چاہو لے لو جو چاہو چھوڑ دو۔

حارث ابن مغیرہ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جب تم اپنے ساتھیوں سے حدیث سنو اور سب کے سب ثقہ اور معتمد ہوں تو تم کو اختیار ہے یہاں تک کہ تم امام قائم علیہ السلام کو دیکھو اور اسے ان کے سامنے پیش کردو۔

سماعہ بن مہران نے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہمارے پاس دو حدیثیں وارد ہوئیں، ایک حدیث ہمیں اس چیز کو لینے کا حکم دیتی ہے، دوسری حدیث اس سے روکتی ہے ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟

امام علیہ السلام: ان میں سے کسی پر بھی عمل نہ کرو یہاں تک کہ اپنے مالک ومختار امام علیہ السلام سے ملاقات کرو اور ان سے پوچھ لو۔ سماعہ: ہمارے لئے کسی ایک پر عمل کرنا ضروری ہے؟

امام علیہ السلام: اس پر عمل کرو جو عامہ کے خلاف ہو (مؤلف)

امام علیہ السلام: نے حکم دیا ہے کہ عامہ کے موافقت کی روایات کو چھوڑ دو کیوں کہ احتمال ہے کہ تقیہ میں بیان ہو جو ان کے خلاف ہے اس میں یہ احتمال نہیں پایا جاتا۔

یہ بھی روایات موجود ہیں کہ معصومین نے فرمایا: جب ہماری احادیث میں اختلاف ہو جائے تو اس احادیث پر عمل کرو جس پر ہمارے شیعوں نے اجماع کیا ہو یقیناً اس میں کوئی شک نہیں ہے اس طرح کی روایات بہت ہیں ان کا ذکر ممکن نہیں ہے۔

بشیر بن یحیٰی عامری نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے کہ ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے، انھوں نے استقبال کیا اور فرمایا:

اے ابن ابی لیلیٰ! یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ کوفہ سے ہے، صاحب رائے صاحب بصیرت اور صاحب نفوذ شخص ہے۔

امام علیہ السلام: شاید یہ وہ شخص ہو جو اشیاء کو اپنی رائے کے مطابق قیاس کرتا ہے پھر کہا اے نعمان! کیا تم اپنے سر کا بھی قیاس کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔

امام علیہ السلام: میں تمہارے لئے قیاس کرنا اچھا نہیں سمجھتا کیا تم جانتے ہو کہ دونوں آنکھوں میں نمکینی کیوں ہے؟ دونوں کانوں میں تلخی کیوں؟ دونوں ناکوں میں ٹھنڈک کیوں ہے؟ منہ میں مٹھاس کیوں ہے؟

ابوحنیفہ! نہیں

امام علیہ السلام: کیا اس حکم کو جانتے کہ ہو جس کا اول کفر ہے آخر ایمان ہے؟

ابوحنیفہ! نہیں معلوم

ابن ابی لیلیٰ: میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ اپنے بیان سے ہم کو جاہل ونابینا نہ چھوڑیئے۔

امام علیہ السلام: مجھ سے میرے بابا نے انھوں نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا کہ رسول خدا نے فرمایا:

اللہ نے اولاد آدم کی دونوں آنکھوں کو چربی سے پیدا کیا اور ان دونوں میں نمکینی رکھی اگر ایسا نہ ہوتا تو

دونوں آنکھیں پگھل جاتیں اوران میں کوئی بھی تنکا، کوڑا نہ جاتا مگر ان کو پگھلا دیتا۔آنکھ میں جانے والی ہر چیز کو نمکینی باہر پھینک دیتی ہے اس نے دونوں کانوں کی تلخی کو دماغ کیلئے حجاب قرار دیا ہے تاکہ کان میں جو بھی کیڑا مکوڑا جائے گا فوراً واپس ہو جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دماغ تک پہنچ جاتا اور اس کو خراب وفاسد کر دیتا۔اللہ نے دونوں ناک کی رطوبت وتری کو دماغ کیلئے پردہ بنایا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ بہہ جاتا ہے، منہ کی شیرینی اولاد آدم پر اللہ کی جانب سے ایک احسان ہے تاکہ وہ کھانے وپینے کی لذت پاسکیں۔

وہ کلمہ جس کا اول کفر اور آخر ایمان ہے وہ کلمہ " لا الہ الا اللہ " ہے پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے نعمان! قیاس سے پرہیز کرو میرے بابا نے اپنے آباءواجداد سے نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا:

جس نے بھی دین میں قیاس کیا اللہ اس کو ابلیس کا ساتھی بنائے گا اسی نے سب سے پہلے قیاس کیا اور کہا تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا، لہذا تم قیاس کو چھوڑ دو، خدا کا دین قیاس سے نہیں بنایا گیا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوحنیفہ امام صادق علیہ السلام کے پاس گئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: ابوحنیفہ

امام علیہ السلام: اہل عراق کے مفتی؟

ابوحنیفہ! ہاں

امام علیہ السلام: تم کس چیز سے فتویٰ دیتے ہو؟ ابوحنیفہ، کتاب اللہ سے

امام علیہ السلام: تم کتاب اللہ اور اس کے ناسخ ومنسوخ اور محکم ومتشابہ آیات کے عالم ہو؟

ابوحنیفہ! ہاں

امام علیہ السلام: مجھے اس آیت کے بارے میں بتاؤ ﴿وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ﴾

ہم نے ان کے درمیان سیر کو معین کر دیا کہ اب دن ورات جب چاہو سفر کرو محفوظ رہوگے۔(سورۂ سبا، آیت/۱۸)

وہ کون سی جگہ ہے؟(مسافر محفوظ ہو)

ابوحنیفہ: وہ جگہ مکہ ومدینہ کے درمیان ہے، امام اہل مجلس کی جانب ملتفت ہوئے اور فرمایا:

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم لوگ مکہ ومدینہ کے درمیان سفر کرتے ہو کیا تم قتل وخوف سے محفوظ ہو اور

تمہارے اموال چوری سے محفوظ ہوں؟ ان لوگوں نے کہا نہیں نہ ہی ہم محفوظ ہیں نہ ہمارے اموال۔

امام علیہ السلام: اے ابوحنیفہ: تجھ پر وائے ہو! یقیناً اللہ حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا ہے۔اس آیت کے بارے میں بتاؤ ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾

جو اس میں داخل ہوا وہ امان میں ہو گیا(سورۂ عمران، آیت/۹۸)

وہ کون سا مقام ہے؟ ابوحنیفہ بیت اللہ الحرام!

پھر امام اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا:

میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہو کیا تم جانتے ہو عبداللہ ابن زبیر اور سعید ابن جبیر دونوں بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر بھی قتل سے محفوظ رہ سکے؟

انھوں نے کہا نہیں وہ نہیں بچ سکے۔

امام علیہ السلام: اے ابوحنیفہ تجھ پر وائے ہو اللہ حق کے سوائے کچھ نہیں کہتا۔

ابوحنیفہ: میرے پاس کتاب خدا کا علم نہیں ہے، لہذا میں صاحب قیاس کا عالم ہوں۔

امام علیہ السلام: اگر تم قیاس کرتے ہو تو قیاس کر کے مجھے بتاؤ کہ اللہ کے نزدیک قتل بڑا گناہ ہے یا زنا؟

ابوحنیفہ: قتل!

امام علیہ السلام: تو کیوں خدا نے قتل میں دو گواہی اور زنا میں دو نہیں بلکہ چار گواہی ضروری قرار دیا ہے؟

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: نماز افضل ہے یا روزہ؟

ابوحنیفہ، نماز افضل ہے!

امام علیہ السلام: تم پر قیاس کرنا واجب ہے کہ حائض کی جو نمازیں قضا ہوں اس کی قضا بجالائے کیوں کہ وہ افضل ہے مگر روزہ کی نہیں حالانکہ خدا نے روزہ کی قضا واجب کی ہے نماز کی نہیں۔

امام علیہ السلام: پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟

ابوحنیفہ: پیشاب زیادہ نجس ہے۔

امام علیہ السلام: قیاس کی بناء پر پیشاب سے غسل واجب ہونا چاہئے نہ کہ منی سے حالانکہ خدا نے منی سے غسل واجب کیا ہے پیشاب سے نہیں۔

ابو حنیفہ: میں صاحب رائے ہوں۔

امام علیہ السلام: اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ جس کا ایک غلام ہے ایک ہی رات آقا و غلام نے نکاح کیا اور ایک ہی رات میں دونوں نے اپنی اپنی بیویوں سے دخول کیا پھر دونوں سفر میں چلے گئے اور دونوں کو ایک ہی گھر میں چھوڑ دیا پھر دونوں سے دو بچے پیدا ہوئے پھر ان پر مکان گر پڑا اور دونوں عورتوں کی موت ہو گئی اور دونوں بچے بچ گئے بتاؤ تمہاری رائے کے مطابق مالک کون اور مملوک کون، وارث کون ہے اور مورووث کون؟

ابو حنیفہ: میں صرف صاحب حدود ہوں (یعنی مجرمین پر حد جاری کرنے والا ہوں)

امام علیہ السلام: اگر نابینا شخص کسی کی صحیح و سالم آنکھ پھوڑ دے اور کوئی ہاتھ کٹا آدمی کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو بتاؤ ان دونوں پر کیسے حد جاری کرو گے؟

ابو حنیفہ: میں انبیاء کی لائی ہوئی چیزوں کا عالم ہوں۔

امام علیہ السلام: جب خدا نے موسیٰ و ہارون کو فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا:

﴿لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ شاید وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے (سورۂ طہٰ، آیت ۴۴)

کیا لفظ لعل تمہاری نظر میں شک ہے؟

ابو حنیفہ: ہاں!

امام علیہ السلام: کیا یہ شک خدا کی طرف سے ہے جو شاید کہا؟

ابو حنیفہ: مجھے علم نہیں ہے۔

امام علیہ السلام: تو اپنے گمان میں کتاب اللہ سے فتویٰ دیتا ہے حالانکہ تو وارث کتاب خدا نہیں ہے، تو اپنے کو صاحب قیاس کہتا ہے حالانکہ جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ شیطان ملعون تھا اور دین اسلام کی بنیاد قیاس پر نہیں ہے تو اپنے کو صاحب رائے سمجھتا ہے حالانکہ صواب و صحیح رائے رسول خدا کی ہے اس کے علاوہ خطا ہے کیوں کہ خدا نے فرمایا ہے: اے رسول آپ ان کے درمیان حکم خدا کے موافق فیصلہ کیجئے دوسروں کی خاطر نہیں کہا، تم اپنے کو صاحب حدود مانتے ہو حالانکہ جس پر حدود نازل کئے گئے وہ ان حدود کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ تم اپنے کو وارث انبیاء کہہ رہے ہو حالانکہ خاتم الانبیاء مواریث انبیاء کے تم سے زیادہ واقف ہیں اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ کہیں کہ وہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور انھوں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تو میں تم سے کچھ بھی سوال نہ کرتا اگر تم صاحب قیاس

ہو تو قیاس کرو۔

ابو حنیفہ نے کہا اس کے بعد میں کبھی بھی دین خدا میں قیاس اور اپنی رائے سے کام نہیں لوں گا۔

امام علیہ السلام: ہرگز نہیں ہو سکتا بیشک ریاست و حکومت کی محبت تم کو نہیں چھوڑنے دے گی جس طرح سے تم سے قبل والوں کو نہیں چھوڑنے دیا۔

عیسیٰ ابن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ صادق آل محمد کے پاس آئے، امام علیہ السلام نے اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم قیاس کرتے ہو۔

ابو حنیفہ: ہاں۔

امام علیہ السلام: قیاس نہ کرو سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔

قول خدا ہے: تو نے مجھ کو آگ سے خلق کیا اور ان کو مٹی سے خلق کیا۔ اس نے آگ اور مٹی کے درمیان قیاس کیا اگر اس نے آدم کی نورانیت کو آگ کی نورانیت سے قیاس کرتا تو پہچان لیتا کہ دونوں کے نور کے درمیان کیا فرق ہے اور ایک کو دوسرے پر کتنی فوقیت رکھتا ہے۔

حسن ابن محبوب نے سماعہ سے نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے امام صادق علیہ السلام سے کہا مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

امام علیہ السلام: سورج کے ایک دن کی راہ بلکہ اس سے بھی کم۔

ابو حنیفہ میں اس کا انکار کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام: اے عاجز! اس کا انکار مت کر سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے اور ایک دن سے کم ہی میں مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔

عبدالکریم ابن عتبہ سے نقل ہے، میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مکہ میں تھا کچھ معتزلی لوگ مثلاً عمرو بن عبید، واصل ابن عطا، حفص ابن سالم اور ان کے کچھ بزرگ لوگ داخل ہوئے یہ وہ وقت تھا جب ولید قتل ہوا تھا اور اہل شام میں اختلاف تھا ان لوگوں پر وہ لوگ بہت دیر تک بات کرتے رہے۔

امام علیہ السلام نے ان سے کہا تم لوگوں نے میرے سامنے بہت باتیں کیں تم اپنی بات کے لئے اپنے سے ایک شخص کو منتخب کر لو تا کہ وہ تمہاری جانب سے گفتگو کرے اور مختصر کرے۔ انھوں نے عمرو ابن عبید کا انتخاب کیا اس نے بہت

طویل گفتگو کی اور اس کی ایک بات یہ تھی کہ اہل شام نے اپنے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اللہ نے بعض کو بعض سے مغلوب کیا اور ان کے درمیان اختلاف ہو گیا اس کے بعد ہم نے غور کیا ایک شخص کو ہم نے پایا جس کے پاس دین و عقل و مروت اور خلافت کیلئے معدن ہے اور وہ شخص محمد بن عبداللہ بن حسن ہیں ہم نے چاہا کہ جمع ہو کر ان کی بیعت کر لیں پھر اپنی بات ان سے ظاہر کریں اور ان کی جانب لوگوں کو دعوت دیں، جو ان کی بیعت کرے۔ ہم اس کے ساتھ اور وہ ہمارے ساتھ اور جو ہم سے جدا ہو ہم اس سے جدا ہو جائیں جو ہم سے دشمنی کرے ہم اس سے جہاد کریں اور اسکی سرکشی کے سبب اس سے دشمنی رکھیں تا کہ اس کو حق اور اہل حق کیطرف پلٹا دیں۔ ہم نے چاہا کہ اسے آپ کے سامنے پیش کریں کیوں کہ ہم آپ کے بہت زیادہ محتاج ہیں کیوں کہ آپ کے فضائل اور آپ کے شیعوں کی کثرت ہے جب وہ کلام سے فارغ ہوا تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تم سب لوگوں کا وہی کہنا ہے جو عمرو ابن عبید نے کہا ہے؟ ان لوگوں نے کہا! ہاں۔

پھر امام علیہ السلام نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھکر فرمایا:

جب اللہ کی نافرمانی ہو تو ہم ناخوش ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کی جائے تو ہم خوش ہوتے ہیں۔

اے عمرو! یہ بتاؤ کہ اگر امت اپنے امور تمہاری گردن پہ ڈال دے اور بغیر قتال کئے تم کو اپنے امور کا مالک بنا دیں اور تم سے کہا جائے کہ تم جسے چاہو حاکم بنا دو تو تم کس کو ولی و حاکم مقرر کرو گے؟

عمرو ابن عبید: میں مسلمانوں کی ایک شوریٰ بناؤں گا، امام کل مسلمانوں میں سے؟ عمرو نے جواب دیا! ہاں

امام علیہ السلام: شوریٰ مسلمانوں کے فقہاء اور ان کے بزرگوں کے درمیان ہوگی؟ ابو حنیفہ، ہاں۔

امام علیہ السلام: قریش اور غیر قریش؟ عرب و عجم سب کے درمیان؟ ابو حنیفہ، ہاں۔

امام علیہ السلام: اے عمرو! تم ابو بکر و عمر سے تولا کرتے ہو یا ان سے تبرا کرتے ہو؟

ابو حنیفہ: ان سے تولا کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام: اے عمرو! اگر تم وہ شخص ہوتے جو ان دونوں سے تبرا کرتے ہیں تو ان کی مخالفت جائز ہوتی حالانکہ تم ان سے تولا بھی کرتے ہو اور ان کے خلاف بھی کرتے ہو کیوں کہ عمر نے بغیر مشورہ کے ابو بکر کو خلافت دے کر بیعت کر لی پھر ابو بکر نے بھی بدون مشورہ یہ خلافت عمر کے حوالہ کر دیا پھر عمر نے چھ افراد کی شوریٰ بنائی، ان میں کسی انصار کو شامل نہیں کیا چھ کے علاوہ تمام قریش کو بھی خارج کر دیا پھر لوگوں کو ان کے بارے میں ایسی وصیت کی کہ جس

سے نہ تم راضی ہو اور نہ ہی تمہارے ساتھی۔ ابو حنیفہ (اس نے) عمر نے کیا کیا؟

امام علیہ السلام: صہیب کو حکم دیا کہ تم تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور صرف یہ چھ لوگ مشورہ کریں ان چھ میں ساتواں ابن عمر کے علاوہ کوئی نہ رہے مگر اس کی کوئی رائے نہیں ہوگی اور پھر مہاجرین و انصار میں جو بھی وہاں حاضر تھے ان سے عمر نے وصیت کی کہ اگر تین دن گذر جائے اور وہ لوگ مشورہ کر کے کسی کی بیعت پر متفق نہ ہو جائیں تو ان چھ کی گردن مار دینا، اگر تین روز گذرنے سے پہلے چار کسی پر متفق ہو جائیں اور دو مخالفت کریں تو ان دو کی گردن مار دینا۔

اے عمرو! کیا تم اور تمہاری جماعت راضی ہے کہ خلافت کیلئے عمر کی رائے کے مطابق مسلمانوں کے درمیان شوریٰ بناؤ؟ انھوں نے کہا نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عمرو! اس بات کو چھوڑ دو۔

اے عمرو! کیا تم نے غور کیا اگر تم نے اس حاکم کی بیعت کر لی جس کی جانب امت کو دعوت دیتے ہو پھر تمام نے اسی پر اتفاق کر لیا اور امت کی دو فرد نے بھی مخالفت نہیں کی پھر تم ان مشرکین کے پاس گئے جنھوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ ہی جزیہ دیا تو کیا تمہارے اور تمہارے حاکم اور امیر کے پاس علم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین اور جزیہ کے بارے میں کیا سیرت پیش کی تا کہ تم اس پر چل سکو؟

انھوں نے کہا: ہاں۔

امام علیہ السلام: اس وقت تم کیا کرو گے؟

انھوں نے کہا: ان کو اسلام کی دعوت دیں گے اگر انکار کیا تو جزیہ طلب کریں گے۔

امام علیہ السلام: اگر وہ لوگ مجوسی اور اہل کتاب ہوں تو کیا کرو گے؟

عمرو بن عبیدہ: ہاں اگرچہ وہ لوگ مجوسی و اہل کتاب ہی کیوں نہ ہوں۔

امام علیہ السلام: اگر وہ لوگ بتوں کی آگ اور جانوروں کی پرستش کرنے والے ہی ہوں اور اہل کتاب نہیں تو کیا حکم ہے؟

عمرو: سب برابر ہیں، امام کیا تم نے اس کے بارے میں قرآن میں کچھ پڑھا ہے؟

عمرو! ہاں۔ امام علیہ السلام: پڑھو ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾ ان لوگوں سے جہاد کرو جو خدا اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور جس چیز کو خدا اور رسول نے حرام قرار دیا ہے حرام نہیں سمجھتے اور اہل کتاب ہوتے ہوئے بھی حق کے ملتزم نہیں ہیں، یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے ذلت کے ساتھ تمہارے سامنے جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں (سورۂ توبہ، آیت/۲۹)

امام علیہ السلام نے کہا: کیا اللہ نے استثناء کیا ہے اور اہل کتاب کی شرط لگائی ہے، اس حال میں بھی اہل کتاب و غیر اہل کتاب سب برابر ہیں؟

عمرو: ہاں۔

امام علیہ السلام: تو نے یہ بات کہاں سے اخذ کی۔

عمرو: میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے۔

امام علیہ السلام: اسے بھی چھوڑو، اگر وہ لوگ جزیہ کا انکار کر دیں اور تم ان سے قتال کر کے ان پر غالب آ جاؤ تو مال غنیمت کیا کرو گے؟

عمرو: اس کا خمس نکالا جائے گا باقی چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔

امام علیہ السلام: کیا سب مجاہدین میں تقسیم کر دو گے؟

عمرو، ہاں۔

امام علیہ السلام: اس حالت میں تم نے رسول کی اور ان کے فعل اور ان کی سیرت کی مخالفت کی ہوگی۔ میرے اور تمہارے درمیان اہل مدینہ کے فقہاء و بزرگ موجود ہیں جا کر ان سے پوچھو وہ لوگ اس کے بارے میں اختلاف نہ کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اعراب سے مصالحت کر لی کہ ان کو ان کے دیار میں رہنے دیں اور وہ ہجرت نہ کریں اور اگر رسول کے دشمن ان پر حملہ کریں، تو ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کریں گے ان کو قتل کریں گے حالانکہ ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا تم کہتے ہو سب مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوگا مشرکین کے بارے میں بھی تم نے ان کی سیرت کی مخالفت کی ہے اچھا اس کو بھی چھوڑ دو۔

تم زکوۃ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ عمرو نے قرآن کی آیت پڑھی: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ﴾ صدقات، خیرات بس فقرا، و مساکین اور اس کے کام کرنے والوں اور جن کی تالیف قلب کی جاتی

ہے اور غلاموں کی آزادی میں اور قرضداروں کیلئے اور راہ خدا اور غربت زدہ مسافروں کیلئے ہے (سورۂ توبہ، آیت/۶۰)

امام علیہ السلام: ہاں مگر یہ بتاؤ کہ تم ان کے درمیان تقسیم کیسے کرو گے؟

عمرو۔ زکوۃ (صدقہ) کے ۸ حصہ کریں گے اور ان آٹھوں مستحقین کو ایک ایک حصہ دیدیں گے۔

امام علیہ السلام: اگر ایک صنف گروہ کے دس ہزار ہوں اور ایک صنف کے ایک آدمی یا دو یا تین آدمی ہوں تو کیا جتنا ایک آدمی کو دو گے اتنا دس ہزار کو دو گے؟

عمرو: ہاں

امام علیہ السلام: اہل شہر و دیہاتوں کے صدقات کا کیا کرو گے، برابر برابر تقسیم کرو گے؟

عمرو، ہاں۔

امام علیہ السلام: رسول کی ہر سیرت کی تم نے مخالفت کی، رسول اسلام صحرائیوں کی زکوۃ صحرائیوں میں اور اہل شہر کی زکوۃ (صدقہ) شہریوں میں تقسیم کرتے تھے ان کے برابر برابر تقسیم نہیں کرتے بلکہ اس میں بھی حاضرین کی تعداد اور ان کی حیثیت اور جو بھی وہ مناسب سمجھتے دیکھتے ہوئے تقسیم کرتے۔ میری کہی باتوں کے بارے میں اگر تمہارے دل میں کچھ ہو تو یہ جان لو کہ مدینہ کے فقہاء اور بزرگوں میں سے کوئی بھی اختلاف نہیں کرے گا کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ پھر امام عمرو کے قریب آ گئے اور فرمایا: اے عمرو، اللہ سے ڈرو، اور اے اس کی قوم والو! تم لوگ بھی اللہ سے ڈرو بیشک میرے بابا نے مجھ سے حدیث بیان کی جو اہل زمین میں سب سے بہتر اور کتاب خدا و سنت رسول کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے کہ رسول اسلام نے فرمایا:

جس نے لوگوں کو اپنی تلوار کے ذریعہ اپنی طرف بلایا درانحالیکہ مسلمانوں میں اس سے بڑا عالم موجود ہو پس وہ گمراہی زبردستی کرنے والا ہے۔

یونس ابن یعقوب سے روایت ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کے پاس موجود تھا کہ ایک شام کا رہنے والا شخص وارد ہوا اور کہا کہ میں علم فقہ، علم کلام، اور علم فرائض کا عالم ہوں اور میں آپ کے اصحاب سے مناظرہ کرنے آیا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا یہ کلام رسول اللہ کے کلام سے ماخوذ ہے یا خود تیری باتیں ہیں؟

شامی: بعض کلام رسول کا ہے اور بعض میرا ہے۔

امام علیہ السلام: کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک ہے؟

شامی: نہیں

امام علیہ السلام: کیا تو نے خدا کی وحی کو سنا ہے؟

شامی: نہیں

امام علیہ السلام: کیا تمہاری اطاعت ویسے واجب ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے؟

شامی: نہیں

راوی: نے کہا کہ پھر امام میری جانب ملتفت ہوئے اور کہا اے یونس! کلام کرنے سے قبل ہی یہ مغلوب ہو گیا پھر کہا اے یونس! اگر تم علم کلام اچھی طرح جانتے تو اس سے بات کرتے، یونس نے کہا یہ تو حسرت ہی رہ گئی پھر میں نے کہا مولا، میں قربان ہو جاؤں میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ہی نے علم کلام سے منع کیا ہے اور آپ ہی نے فرمایا ہے کہ متکلمین کیلئے ہلاکت ہے کیوں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے یہ نتیجہ خیز ہے یہ نتیجہ خیز نہیں ہے اسے ہم سمجھتے ہیں اور اسے ہم نہیں سمجھتے۔

امام علیہ السلام: میں نے کہا کہ ہلاکت اس گروہ کیلئے ہے جنھوں نے علم کلام میں میرے قول کو ترک کیا اور اس جانب چلے گئے جو وہ چاہتے پھر کہا دروازہ سے باہر جاؤ اور متکلمین میں سے جو دکھائی پڑے اسے یہاں لاؤ۔

راوی نے کہا: میں نکلا تو میں نے حمران ابن اعین کو پایا جو بہت اچھے متکلم، یعنی علم کلام میں ماہر تھے اور محمد ابن نعمان احول بھی متکلم تھے ہشام بن سالم اور قیس الماصر یہ دونوں بھی متکلم تھے میرے نزدیک قیس، بہت اچھے متکلم تھے، انھوں نے علم کلام امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے سیکھا تھا میں ان سب کو لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم اس جگہ پہنچے تو امام نے اس خیمہ سے سر نکالا جو راہ کعبہ کے پہاڑ کی جانب لگا ہوا تھا یہ حج کے پہلے ایام تھے امام کی نگاہ ایک اونٹ پر پڑھی جو دور سے آرہا تھا امام نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم یہ ہشام ہے؟

راوی: ہم سمجھے کہ وہ ہشام جو اولاد عقیل میں سے ہیں، امام ابو عبد اللہ علیہ السلام ان سے بہت محبت کرتے تھے اتنی دیر میں ہشام آگئے حالانکہ ہمارے درمیان ان سے زیادہ کمسن کوئی نہیں تھا جب ہشام امام علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے پاس جگہ دی اور فرمایا:

یہ اپنے قلب وزبان اور ہاتھوں سے ہمارے ناصر و مددگار ہیں اور امام علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا،

تم اس مرد شامی سے گفتگو کرو، انھوں نے اس سے مناظرہ کیا اور اس پر غالب آگئے پھر کہا:

اے مومن طاق احول تم مناظرہ کرو، وہ محمد ابن نعمان پر غالب ہوئے۔

ہشام ابن سالم سے کہا: وہ ہچکائے و گھبرائے مناظرہ کیا مگر دونوں برابر تھے۔ پھر قیس الماصر سے کہا، انھوں نے بھی مناظرہ کیا، ان دونوں کی باتوں پر امام علیہ السلام مسکرائے اور شامی ان کے ہاتھوں پھنسا ہوا تھا کوئی جواب نہ تھا۔ امام علیہ السلام نے شامی سے کہا کہ اچھا اس لڑکے ہشام ابن الحکم سے مناظرہ کرو!

شامی؛ ہاں اس سے۔ خیر شامی نے ہشام سے کہا اے لڑکے! مجھ سے ان (امام جعفر صادق علیہ السلام) کی امامت کے بارے میں سوال کرو۔

ہشام غصہ سے کانپنے لگے پھر کہا، اے وہ! (فلاں تذلیل کیلئے) مجھے بتاؤ تمہارا پروردگار اپنی مخلوق کیلئے زیادہ خیر اندیش ہے یا اس کی مخلوق؟

شامی: میرا پروردگار اپنی مخلوق کیلئے زیادہ خیر اندیش ہے۔

ہشام: اس نے ان کی خیر اندیشی کیلئے کیا کیا ہے؟

شامی؛ اس نے ان کو مکلف بنایا، ان پر حجت قائم کی تا کہ وہ متفرق نہ ہوں اور ان میں باہم محبت رکھی اور ان کو ان کے پروردگار کے قانون سے آگاہ کیا۔

ہشام: وہ دلیل کیا ہے جس کو اللہ نے (مکلفین) کیلئے نصب و معین کیا؟

شامی: وہ رسول اللہ ہیں۔ ہشام: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون ہے؟

شامی: کتاب خدا و سنت نبوی۔

ہشام: کیا کتاب و سنت نے آج ہم کو ہمارے اختلاف میں کوئی فائدہ پہنچایا کہ اختلاف دور ہو جائیں اور ہم اتفاق کر لیں؟

شامی: ہاں۔ ہشام، پھر ہم اور تم اختلاف کیوں کر رہے ہیں؟ تو ہمارے پاس شام سے آکر ہماری مخالفت کر رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ رائے دین کا راستہ ہے تو خود قائل ہے کہ اختلاف ہونے کی صورت میں کسی بات پر ایک رائے نہیں بن سکتی۔ (یہ سن کر) شامی ایک متفکر کی طرح خاموش ہو گیا۔

امام صادق علیہ السلام: کیا ہوا بات کیوں نہیں کرتے؟

شامی: اگر کہوں کہ ہم نے اختلاف نہیں کیا تو یہ حق کی مخالفت ہے اگر کہوں کہ کتاب وسنت نے ہمارے اختلاف کو رفع کر دیا تو یہ بھی باطل ہے کیوں کہ دونوں کے الفاظ میں بہت سے محال کا احتمال ہے لیکن وہی باتیں میں ان سے پوچھتا ہوں۔

امام: ابوعبداللہ! اس سے سوال کرو تم اس کو ہمیشہ مکمل پاؤ گے۔

شامی: نے ہشام سے کہا کہ مخلوق کیلئے زیادہ خیر اندیش ان کا پروردگار ہے یا خود مخلوق؟

ہشام: پروردگار زیادہ خیر اندیش ہے۔

شامی: کیا خدا نے ان کیلئے کسی کو قائم کیا (بھیجا) جو ان کے کلمہ پر جمع کرے ان کے اختلاف کو رفع کرے اور حق کو باطل سے جدا کر کے واضح کر دے؟

ہشام: ہاں، شامی۔ وہ کون ہے؟

ہشام: ابتداء شریعت میں خود رسول اللہ ﷺ تھے اور نبی کے بعد ان کی عترتؑ طاہرہ ہے۔

شامی: وہ عترت نبی اکرم ﷺ میں کون ہے جو حجت اور ان کا قائم مقام ہے؟

ہشام: آج کے وقت میں یا اس سے پہلے؟

شامی: آج ہمارے زمانہ میں؟

ہشام: آپ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی امام جعفر صادقؑ جن کی جانب لوگ کھینچے چلے آتے ہیں اپنے آباؤ اجداد کی وراثت سے ہم کو زمین وآسمان کی خبریں دیتے ہیں۔

شامی: مجھے ان باتوں کا کیسے علم ہو؟

ہشام: جو تمہارا دل چاہے امام سے پوچھ لو۔

شامی: آپ نے میرا عذر قطع کر دیا مجھ پر سوال کرنا ضروری ہو گیا۔

امامؑ: میں تم کو پوچھنے سے بے نیاز کر دیتا ہوں کہ میں تمہارے راستہ اور تمہارے سفر کے بارے میں بتاتا ہوں تم فلاں دن نکلے تمہارا راستہ ایسا تھا، ایسے ایسے راستہ سے گذرے اور تم پر اس طرح گذری (ساری باتیں سن کر) شامی آگے بڑھا اور جو کچھ آپ بیان کرتے رہے صدقت واللہ (خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا) کہتا رہا پھر شامی نے کہا میں اسی وقت اللہ کیلئے اسلام لاتا ہوں۔

امامؑ: بلکہ اب تم اللہ پر ایمان لائے ہو، بیشک اسلام ایمان کے پہلے ہے اسی اسلام کی بنیاد پر میراث ملتی ہے اور نکاح ہوتا ہے اور خدا پر ایمان لانے سے ثواب ملتا ہے۔

شامی: آپ نے سچ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں محمد اللہ ﷺ کے رسول ہیں اور آپ تمام انبیاء کے وصی ہیں۔

راوی: نے کہا، امام ان کے قریب آئے فرمایا: اے حمران! تم حدیث کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہو اور حق تک پہنچ جاتے ہو پھر ہشام ابن سالم کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم حدیث کے پیچھے رہتے ہو مگر مطلب نہیں بیان کر پاتے پھر ابن نعمان احول کی جانب مڑے اور فرمایا:

تم بہت زیادہ قیاس کرتے ہو اور موضوع سے خارج ہو جاتے ہو اور باطل کو باطل سے توڑتے ہو مگر تمہارا باطل ظاہر تر ہے پھر قیس ماصر کی جانب ملتفت ہوئے فرمایا:

تم اپنے کلام کو حدیث رسول سے قریب تر کرنا چاہتے ہو مگر وہ دور تر ہو جاتا ہے تم حق کو باطل سے ملا دیتے ہو اور تھوڑا حق زیادہ باطل سے بے نیاز بنا دیتا ہے تم اور احول دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہو اور مہارت رکھتے ہو۔ یونس ابن یعقوب نے کہا خدا کی قسم میں سمجھا کہ امامؑ ہشام بن حکم کیلئے بھی ویسا ہی کچھ کہیں گے مگر امامؑ نے فرمایا:

اے ہشام تم دونوں قدم کو زمین پر رکھنے سے پہلے پرواز کر جاتے ہو یعنی جب تمہارے پاس جواب نہیں ہوتا تو شکست سے بچنے کیلئے راہ نجات پیدا کر لیتے ہو۔ تمہارے جیسے لوگوں کو مناظرہ کرنا چاہئے۔ اپنے کو لغزش سے بچاؤ، ہماری شفاعت تمہارے پیچھے آئے گی۔

یونس ابن یعقوب سے روایت ہے کہ امام صادقؑ کے پاس ان کے اصحاب کا ایک گروہ موجود تھا ان میں حمران بن اعین، مومن الطاق، ہشام بن سالم اور اصحاب کا ایک دوسرا گروہ بھی موجود تھا جس میں ہشام بن حکم تھے حالانکہ وہ جوان ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: یا ہشام! انھوں نے کہا لبیک یا بن رسول اللہ، امامؑ: تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تم نے عمرو بن عبید کے ساتھ کیا کیا اور اس سے کیسے کیسے سوالات کئے؟

ہشام: میری نگاہ میں آپ بہت بزرگ ہیں مجھے آپ سے شرم آتی ہے آپ کے سامنے میری زبان لکنت کرتی ہے۔

امام علیہ السلام: جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو تم اس کو انجام دو۔

ہشام: مجھے عمرو ابن عبید اور اس کے مسجد بصرہ کے بارے میں اطلاع ملی یہ مجھ کو بہت گراں گذرا، لہٰذا میں اس کی جانب چل پڑا۔ روز جمعہ بصرہ میں داخل ہوا مسجد بصرہ آیا اس وقت اسے بہت سے لوگ گھیرے ہوئے اور وہ اون کی بنی ہوئی کالی چادر اوڑھے تھا اور لوگ اس سے سوال کر رہے تھے میں نے لوگوں سے آگے جانے کا راستہ چاہا انھوں نے مجھے راستہ دیدیا پھر میں بالکل قریب دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا پھر میں نے کہا اے عالم!

میں ایک مسافر آدمی ہوں کیا مجھے سوال کرنے کی اجازت ہے۔

اس نے کہا پوچھو میں نے کہا کیا آپ کے پاس آنکھ ہے؟ اس نے کہا اے لڑکے! یہ کون سا سوال ہے جو تم پوچھ رہے ہو؟

ہشام: میرا تو یہی سوال ہے۔

عمرو: اے لڑکے! پوچھو! اگرچہ احمقانہ ہی مسئلہ کیوں نہ ہو۔

ہشام: میرے سوال کا جواب دیجئے؟/عمرو: ہاں تو تم سوال کرو۔

ہشام: میں نے کہا کیا تمہارے پاس آنکھ ہے؟/عمرو: ہاں

ہشام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟

عمرو: اس سے میں مختلف رنگوں اور لوگوں کو دیکھتا ہوں۔

ہشام: کیا تمہارے پاس ناک ہے؟/عمرو: ہاں۔

ہشام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟/عمرو: میں اس سے خوشبو سونگھتا ہوں۔

ہشام: تمہارے پاس زبان بھی ہے؟/عمرو: ہاں

ہشام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟/عمرو: اس سے باتیں کرتا ہوں۔

ہشام: تمہارے پاس دو ہاتھ بھی ہیں؟/عمرو: ہاں۔

شام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟/عمرو: اس سے چیزوں کو پکڑتا ہوں اور نرمی، سختی کو پہچانتا ہوں۔

ہشام: تمہارے پاس دو پیر بھی ہیں؟/عمرو: ہاں۔

ہشام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟/عمرو: اس سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں۔

ہشام: تمہارے پاس منہ بھی ہے؟/عمرو: ہاں۔

ہشام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟/عمرو: کھانے پینے والی چیزوں کے مزے معلوم کرتا ہوں۔

ہشام: تمہارے پاس قلب بھی ہے؟/عمرو: ہاں۔

ہشام: اس سے کیا کام لیتے ہو؟/عمرو: میرے اعضاء و جوارح پر جو کچھ پیش آتا ہے اسی قلب سے تمیز دیتا ہوں۔

ہشام: کیا یہ سب اعضاء قلب سے مستغنی نہیں ہیں؟/عمرو: نہیں۔

ہشام: یہ کیسے حالانکہ تمام اعضاء صحیح وسالم ہیں؟

عمرو: اے لڑکے جب اعضاء کسی شئی کو سونگھ کر یا دیکھ کر یا چکھ کر شک کرتے ہیں تو اسے قلب کی طرف پلٹاتے ہیں وہ یقین پیدا کر کے اس شک کو باطل کر دیتا ہے۔

ہشام: گویا خدا نے قلب کو جوارح کے شک کو ختم کرنے کیلئے قائم رکھا؟/عمرو:

ہشام: قلب کا ہونا ضروری ہے ورنہ اعضاء کو یقین حاصل نہیں ہو سکتا؟/عمرو: ہاں۔

ہشام: اے ابو مروان! اللہ نے تمہارے اعضاء کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا جو صحیح کو صحیح بتاتا ہے اور اس کے شک کو متیقن بنا دیتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی ساری مخلوق کو حیرت، شک و اختلاف میں چھوڑے اور ان کیلئے کوئی امام نہ بنائے اپنے شکوک و شبہات میں اس کی طرف رجوع کریں حالانکہ اس نے تمہارے اعضاء کی خاطر امام قائم کیا تاکہ تم اپنے شک و حیرانی کو اس کی جانب پلٹاؤ۔

ہشام: (جب میں نے اس سے یہ کہا) تو وہ ساکت ہو گیا اور مجھ سے کچھ نہ کہہ سکا پھر وہ میری جانب متوجہ ہوا اور کہا تم ہشام ابن الحکم ہو؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے کہا کیا تم اس کے ہمنشین ہو؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا کوفہ کا رہنے والا ہوں، اس نے کہا پھر تو تم وہی ہشام ہو پھر اس نے اپنے سینہ سے لگایا اپنی نشست گاہ پر بٹھایا وہ کچھ نہیں بولا یہاں تک کہ میں اٹھ کر چلا آیا، امام علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا: اے ہشام! یہ سب تم کو کس نے تعلیم دی؟

ہشام: یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری زبان پر خود ہی جاری ہو گیا۔

امام علیہ السلام: اے ہشام! خدا کی قسم یہی ابراہیم وموسیٰ کے صحیفوں میں تحریر کیا ہوا ہے۔

یونس ابن یعقوب نے ہی اس روایت کو بیان کیا کہ امام صادق علیہ السلام اس آیت ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے اس ہمیشہ ثابت رہنے والے راستہ کی ہدایت کر جو تیری محبت اور تیرے دین اور تیری جنت تک پہنچانے والا ہو اور جس سے ہم خواہشات کا اتباع کر کے ہلاک ہوتے ہیں یا دوسروں کی رائے پر عمل کر کے تباہ ہوتے ہیں اس سے محفوظ فرما، بیشک جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اپنی رائے پر مغرور ہوا تو وہ اس شخص کی طرح ہے کہ میں نے جس کے بارے میں سنا کہ سادہ لوح لوگ جمع ہو کر اس کی تعظیم وتوصیف کرتے ہیں میں نے چاہا اس سے ایسے ملاقات کروں کہ وہ مجھ کو نہ پہچان سکے تا کہ اس کے علم وحیثیت کو دیکھوں، اتفاقاً میں نے اس کو ایک مقام پر دیکھا کہ بہت سے مسلمانوں کا ایک گروہ اسے گھیرے ہوئے ہے میں چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے کھڑا ہو گیا کہ اس کیطرف اور ان لوگوں کیطرف دیکھنے لگا وہ ان کو اپنے عادات واطوار سے صرف دھوکا دیتا رہا، یہاں تک کہ اس نے ان کی ہر باتوں کی مخالفت ہی کی اور ان سے جدا ہو گیا اور کچھ اقرار نہیں کیا اور عوام بھی اپنی ضرورتوں کیلئے متفرق ہو گئے۔

میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا وہ کہیں نہیں ٹھہرا یہاں تک ایک روٹی والے کے پاس پہنچا جب نانبائی غافل ہوا تو اس نے اس کی دوکان سے دو روٹیاں چوری کی، میں اس سے بہت متعجب ہوا پھر میں نے اپنے سے کہا شاید پہلے سے اس کا معاملہ وسودا ہو چکا ہو پھر اس کے بعد وہ ایک انار بیچنے والے کے پاس سے گذرا اس کے پاس سے دو انار چرالیا میں زیادہ حیران ہوا پھر میں نے اپنے سے کہا شاید پہلے سے بات ہو چکی ہو پھر میں نے سوچا کہ پھر چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی پھر میں اس کے پیچھے لگا رہا یہاں تک وہ ایک مریض کے پاس پہنچا اس نے دونوں روٹیاں اور دونوں انار اس کے سامنے رکھ دیا اور چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے چلا یہاں تک کہ وہ صحرا میں پہنچ کر رک گیا تو میں نے اس سے کہا اے عبداللہ! میں نے تیری نیکی کی شہرت سنی تھی اور تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا اور ملاقات ہو گئی لیکن میں نے جو کچھ تم سے دیکھا اس نے میرے دل کو پریشان کر دیا میں تم سے اسی کے بارے میں پوچھتا ہوں تا کہ میرے دل کی خلش ختم ہو جائے، عبداللہ! وہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام: میں نے دیکھا کہ تم ایک نانبائی کے پاس سے گذرے وہاں سے دو روٹی چرائی پھر انار والے کے پاس گئے وہاں سے دو انار چرایا، اس نے کہا کوئی بات کرنے سے پہلے بتایئے کہ آپ کون ہیں؟

امام علیہ السلام: میں امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک فرد ہوں، عبداللہ! آپ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کون ہیں؟

امام علیہ السلام: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا ایک شخص ہوں۔

عبداللہ آپ کا وطن کہاں ہے؟

امام علیہ السلام: مدینہ عبداللہ، شاید آپ جعفر ابن محمد ابن علی ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں؟

امام علیہ السلام: ہاں۔ عبداللہ نے امام علیہ السلام سے کہا کہ (معاذ اللہ) آپ کی جہالت کے ساتھ آپ کے نسب کا شرف آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اور آپ کو اپنے آباء واجداد کا علم چھوڑنا بھی کوئی نفع نہیں دیگا کیوں کہ آپ کسی نیک عمل کے انجام دینے والے کی مدح وثناء کا انکار نہیں کر سکتے۔

امام علیہ السلام: وہ کیا ہے؟ عبداللہ، قرآن اللہ کی کتاب۔

امام علیہ السلام: وہ کیا ہے، جس سے میں جاہل ہوں۔ عبداللہ، کیا اللہ کا یہ قول نہیں ہے کہ جو شخص بھی نیکی کرے گا اسے دس گنا ملے گا اور جو برائی کرے گا اسے اتنا ہی ملے گا، میں نے دو روٹیاں چرائیں دو برائی کی اور دو انار چرائے دو برائی کی یہ چار برائی کے گناہ ہوئے جب میں نے ہر ایک کو صدقہ کر دیا تو چالیس نیکیاں ہو گئیں چالیس نیکیوں میں چار برائیاں کم ہو گئیں پھر بھی چھتیس باقی رہیں۔

امام علیہ السلام: میں نے کہا تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! تو کتاب خدا سے بالکل جاہل ہے کیا تو نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا کہ اللہ صرف متقین کے اعمال کو قبول کرتا ہے جب تو نے دو روٹی چرائی تو دو گناہ ہوئے اور جب دو انار چرائے تو دو گناہ ہوئے اور جب تو نے دونوں چیزیں غیر مالک کو بغیر مالک کی اجازت سے دیا تو ان چار گناہ میں مزید چار گناہ کا اضافہ ہو گیا نہ کہ چالیس نیکیوں میں چار برائیاں کم ہو گئیں۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور میں پلٹ کر اسے چھوڑ کر چلا آیا۔

اسناد گذشتہ کے ساتھ، امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ بعض مخالفین شیعہ نے امام صادق علیہ السلام کے حضور ایک شیعہ سے کہا کہ تم اصحاب عشرہ مبشرہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ شیعہ: میں بہت اچھا وعمدہ خیال رکھتا ہوں کہ جس کے ذریعہ اللہ میرے گناہوں کو ختم کر دے گا اور اسی کے ذریعہ میرے درجات بلند کر دے گا (دوسرے معنی میں اس کے بارے میں حرف) خیر جانتا ہوں۔

سائل: اللہ کی حمد ہے جس نے تمہاری دشمنی سے مجھے نجات دی میں تم کو رافضی سمجھتا تھا جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔

مردشیعہ: آگاہ ہو جاؤ کہ جس نے ان صحابہ میں ایک سے (امام) بغض رکھا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

سائل: شاید تم اپنی بات کی تاویل کرتے ہو لہذا تم ایسے کہو کہ جس نے صحابہ میں سے دس کو دشمن رکھا؟

مردشیعہ: جس نے صحابہ میں دس سے بغض رکھا اس پر اللہ ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

اس کے بعد سائل نے کھڑے ہو کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ اس سے قبل جو میں نے تم کو رافضی کی نسبت دی وہ مجھے حلال و معاف کردو۔

مردشیعہ: میں نے معاف کیا تم میرے بھائی ہو پھر وہ سائل واپس چلا گیا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تو نے اللہ کے لئے بہت اچھی بات کہی اور بغیر دین کو نقصان پہنچائے ہوئے تیرے بہترین توریہ اور تیرے اپنے بچاؤ کے بہترین سخن نے ملائکہ کو تعجب میں ڈال دیا اور خوش کر دیا۔ اللہ ہمارے مخالفین کے دلوں میں یکے بعد دیگرے غموں کو زیادہ کرے اور ہمارے دوستوں کی مراد کو ہماری محبت کی قبولیت میں مخالفین سے تقیہ میں پوشیدہ رکھے۔ امام علیہ السلام کے بعض اصحاب نے کہا فرزند رسول! ہم نے اس کلام سے سوائے اس ناصبی کی موافقت کے کچھ نہیں سمجھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس کی مراد کو تم نہیں سمجھ سکے تو ہم نے اس کو سمجھا ہے اور اللہ بھی اس کیلئے شکر گذار ہے۔ بیشک ہمارا دوست وہی ہے جو ہمارے دوستوں کو دوست رکھے اور ہمارے دشمنوں کو دشمن رکھے اور اللہ اس کو ایسے بہترین جواب کی نیک توفیق دے جس کے ساتھ اس کا دین اور اس کی عزت بھی سالم رہ جائے اور اللہ تقیہ کے سبب اس کے ثواب میں بھی اضافہ کردے۔ تمہارے ساتھی نے یہ کہا کہ جس نے ان میں سے کسی ایک پر عیب نہیں لگایا بلکہ جس نے ان دس میں سے ایک کی برائی کی تو وہ ایک حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں، دوبارہ تمہارے ساتھی نے کہا جس نے ان کی برائی کی یا ان پر سب و شتم کیا تو اس پر اللہ کی لعنت۔ یہ بھی سچ کہا کہ جس نے ان دس اصحاب کی برائی کی اس نے بھی امام علی علیہ السلام کی برائی کی کیوں کہ وہ دس میں سے ایک ہیں جب کسی نے امام علی علیہ السلام کی برائی نہیں کی اور ان کی مذمت نہیں کی تو ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی برائی نہ کی ہو اور ہوسکتا ہے بعض کی برائی ہو جناب حزقیل مومن آل فرعون نے ان فرعونیوں کے ساتھ جنھوں نے فرعون سے ان کی چغل خوری کی ایسا ہی توریہ میں تھا۔ حزقیل ان کو توحید خدا اور نبوت حضرت موسیٰ کی دعوت دے رہے تھے اور تمام انبیاء و رسل پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور تمام اوصیاء انبیاء پر علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور نبوت موسیٰ توحید خدا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی فضیلت سمجھاتے تھے اور فرعون کی ربوبیت سے برأت کی تلقین کرتے تھے تو چغل خوروں نے

فرعون سے ان کی چغلی کی اور کہا کہ حزقیل تمہاری مخالفت کی دعوت دیتے ہیں اور تیرے دشمنوں کی تیرے خلاف مدد کرتے ہیں۔

فرعون نے ان سے کہا وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں اور میری مملکت کے جانشین اور میرے ولی عہد ہیں اگر انھوں نے وہ کیا جو تم کہہ رہے ہو تو میری کفران نعمت پر وہ سزا کے مستحق ہیں اور اگر تم لوگوں نے ان پر بہتان باندھا تو تم سخت عذاب کے حقدار ہو گے کیوں کہ ان کی برائی کرنا تمہارے لئے بہت بڑی بات ہوگی۔ جب جناب حزقیل آئے اور ان لوگوں کو بھی بلایا گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ فرعون کی ربوبیت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی نعمتوں کا کفران کرتے ہیں؟ جناب حزقیل نے کہا کیا آپ نے کبھی مجھ سے جھوٹ سنا ہے۔ فرعون نے کہا نہیں۔ حزقیل ان سے پوچھئے کہ ان کا رب کون ہے؟ انھوں نے کہا فرعون۔ تمہارا خالق کون ہے؟ انھوں نے کہا فرعون حزقیل تمہارا رازق کون ہے جو تمہارے معاش کی کفالت کرتا ہے اور تم سے تمہارے مکروہات کو دفع کرنے والا کون ہے؟ فرعونیوں نے کہا فرعون۔

حزقیل: اے بادشاہ! میں آپ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ جو ان کا رب ہے وہی میرا رب ہے جو ان کا خالق ہے وہی میرا خالق ہے جو ان کا رازق ہے وہی میرا بھی ہے جو ان کے معاش کا بندوست کرنے والا ہے وہی میرا بھی ہے ان کے رب ان کے خالق ان کے رازق کے علاوہ میرا نہ کوئی رب ہے نہ کوئی میرا خالق اور نہ ہی کوئی میرا رازق ہے، میں آپکو اور تمام حاضرین کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان کے رب اور ان کے خالق و رازق کے سوا ہر رب اور ہر خالق و رازق اور اس کی ربوبیت سے برأت اور اس کی ربوبیت کا انکار کرتا ہوں۔

جناب حزقیل نے کہا ان کا خدا: اللہ میرا رب ہے انھوں نے یہ نہیں کہا کہ جس کو انھوں نے اللہ کہا وہی میرا رب ہے اور یہ مفہوم و معنی فرعون اور حاضرین سے پوشیدہ ہی رہا اور وہ سمجھتے رہے کہ ان کا کہنا ہے کہ فرعون ہی میرا رب خالق اور رازق ہے اب فرعون ان چغل خوروں سے بولا اے لوگوں میرے ملک میں فساد برپا کرنے والو، اے میرے اور میرے چچا زاد بھائی اور میرے زور بازو کے درمیان فتنہ پیدا کرنے والو! تم سب کے سب میرے عذاب کے مستحق ہو کیوں کہ تم میرے امور میں فساد کرنے اور میرے ابن عم کے ہلاک کرنے اور میرے بازو کو توڑنے کا ارادہ رکھتے تھے پھر اس نے میخیں لانے کا حکم دیا اور ان میں سے ہر ایک کی پنڈلی اور سینہ میں ایک ایک میخ لگوادی اور لوہے کی کنگھیوں والوں کو حکم دیا کہ ان کے گوشت کو کنگھیوں سے نوچ ڈال لیں، اس کو خدا نے قرآن

میں نقل کیا ہے۔

اللہ نے اس مردِ مومن کو ان لوگوں کی چالوں کے نقصانات سے بچالیا (سورۂ غافر، آیت ۴۵) جب انھوں نے ان کے بارے میں فرعون سے چغلی کی تاکہ ان کو ہلاک کردیں (اور فرعون والوں کو بدترین عذاب نے گھیرلیا) اس سے مراد یہی ہے کیل ٹھونکی گئی اور ان کے جسموں پر لوہے کی کنگھی کے ذریعہ ان کے گوشت کو نوچ لیا گیا۔ اس طرح کے توریہ امام صادق ؑ کی زندگی میں بہت ہیں۔

انھیں روایت میں سے وہ روایت بھی ہے جسے معاویہ بن وہب نے سعید بن سمان سے روایت کی ہے میں (سعید) امام صادق ؑ کے پاس تھا اسی اثناء میں فرقہ زیدیہ کے دو آدمی آئے اور انھوں نے امام ؑ سے پوچھا کیا تم لوگوں میں کوئی واجب الاطاعت امام ہے؟

امام ؑ نے فرمایا: نہیں پھر ان دونوں نے امام ؑ سے کہا قابل اعتماد وثقہ افراد نے ہم کو بتایا ہے دونوں نے ہر ایک کے نام بتائے اور ان کے تقویٰ وعبادت کی تعریف کی اور کہا وہ جھوٹ نہیں بولتے۔

امام ؑ: ان پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: میں نے ان کو ان باتوں کا حکم نہیں دیا ہے جب ان دونوں نے ان کے چہرہ پر غضب دیکھا نکل کر چلے گئے، انھوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟

راوی: میں نے کہا دونوں ہماری بازار کے لوگوں میں سے ہیں اور دونوں زیدیہ ہیں دونوں کا اعتقاد ہے رسول اللہ کی تلوار عبداللہ ابن حسن کے پاس ہے۔

امام ؑ نے فرمایا: دونوں جھوٹے ہیں دونوں پر اللہ کی لعنت ہو، خدا کی قسم! عبداللہ ابن حسن نے تلوار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں ہے اس کو ان کے باپ نے بھی نہیں دیکھا ممکن ہے کہ اس نے امام علی ابن الحسین ؑ کے پاس دیکھی ہو، اگر دونوں سچے ہیں (تو بتائیں) کہ تلوار کے قبضہ میں کیا علامت ہے اور تلوار کی دھار میں کیا اثر ونشانی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ کی تلوار میرے پاس ہے، رسول اللہ ﷺ کا علم اور ان کی زرہ خود میرے پاس ہے اگر دونوں صادق ہیں (تو بتائیں) رسول اللہ ﷺ کی زرہ میں کیا علامت ہے؟ مجھے اس کا علم ہے، میرے پاس جناب موسیٰ کی تختیاں اور ان کا عصا ہے، میرے پاس جناب سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہے، میرے پاس جناب موسیٰ کی قربانی والا وہ طشت بھی ہے جس میں میرے پاس وہ اسم اعظم بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ جب آپ اس کو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان پڑھ دیتے تو مشرکین کے تیر مسلمانوں تک نہیں پہنچتے۔

میرے پاس اس تابوت کی شبیہ بھی ہے جسے ملائکہ لائے ہمارے پاس اس اسلحہ کی مثال ہے جو بنی اسرائیل کے تابوت کیطرح ہے کہ وہ جس خاندان کے دروازہ پر ظاہر ہوتا وہ نبوت کی نشانی ہوتا کہ اسے نبوت عطا کی گئی ہے ہم میں سے جس تک وہ اسلحہ پہنچا اسی کو امامت دی گئی، وہ سب میرے پاس ہے میرے بابا نے رسول اللہ ﷺ کی زرہ کو پہنا ہے تو وہ زمین پر تھوڑا سا خط دینے لگی میں نے اس کو پہنا تو میرے بابا کیطرح زمین پر خط دینے لگی اور جس کے جسم پر بالکل صحیح ہوگی وہ ہمارا قائم ہوگا۔

ہمیشہ امام صادق ؑ فرمایا کرتے کہ ہمارا علم یا گذشتہ سے مربوط ہے یا تحریر شدہ ہے یا دل میں اترنے والا ہے اور کانوں میں اثر کرتا ہے ہمارے پاس جفر احمر اور جفر ابیض اور مصحف فاطمہ ؑ ہے ہمارے پاس وہ جامعہ ہے جس میں لوگوں کی احتیاجات موجود ہیں۔ علم کی تغیر کا سوال ہوا تو فرمایا غابر سے مراد آئندہ ہونے والے امور کا علم، مزبور سے مراد تمام گذشتہ کا علم، قلوب میں اترنے سے مراد الہام ہے، کانوں سے اثر کرنے سے مراد ملائکہ کی باتیں ہیں، ہم ملائکہ کی باتیں سنتے ہیں مگر ان کو دیکھتے نہیں۔

جفر احمر ایک کیسہ ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کے اسلحہ ہیں وہ ہرگز ہرگز نہیں نکلے گا یہاں تک کہ ہم اہلبیت ؑ کا قائم قیام کرے۔ جفر ابیض بھی ایک ظرف ہے جس میں توریت موسیٰ، انجیل عیسیٰ، زبور داؤد اور خدا کی تمام گذشتہ کتابیں ہیں، مصحف فاطمہ وہ ہے جس میں آئندہ ہونے والے تمام واقعات ہیں اور قیامت تک تمام بادشاہوں کے نام ہیں۔

جامعہ وہ کتاب ہے جس کا طول ۷۰ ذراع (ہاتھ) ہے رسول اللہ ﷺ نے اس میں مخلوق کے بارے میں معلومات لکھوایا اور علی ابن ابیطالب ؑ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔

قیامت تک لوگ جن چیزوں کے محتاج ہوں گے خدا کی قسم وہ سب اس جامعہ میں موجود ہے یہاں تک اس میں خراش کی دیت بھی ہے، جو ایک تازیانہ اور نصف تازیانہ دیت موجود ہے۔ زید ابن علی ابن الحسین طمع رکھتے تھے کہ ان کے بھائی امام باقر ؑ ان کیلئے وصیت کردیں کہ ان کے بعد خلافت میں وہی ان کے قائم مقام ہیں جیسے کہ محمد حنفیہ کو امید تھی ان کے بھائی حسین ابن علی ؑ کے بعد وہی ان کے قائم مقام ہوں گے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے بھتیجے علی زین العابدین ؑ سے معجزہ دیکھا جو ان کی امامت کی دلیل تھی۔ اسی طرح سے زید امیدوار تھے اپنے بھائی محمد باقر ؑ کی جانشینی کے یہاں تک کہ جو کچھ انھوں نے اپنے بھائی امام باقر ؑ سے دیکھا اور سنا اپنے

بھتیجے امام صادقؑ سے بھی سن لیا اور دیکھ لیا۔

مُصدقہ ابن ابی موسیٰ نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ جب امام ابوجعفر محمد ابن علی الباقرؑ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو انھوں نے اپنے فرزند ارجمند جعفر صادقؑ کو بلایا تا کہ ان سے وصیت کریں، پس ان کے بھائی زید ابن علی زین العابدینؑ نے کہا: کیا میرے بارے میں بھی امام حسنؑ و حسینؑ کی مثال دہرائی نہیں جاسکتی؟ مجھے امید ہے کہ آپ سے خطا سرزد نہ ہو (یعنی آپ کے بعد میں امام حسینؑ کی طرح امام بن جاؤں)

امام باقرؑ نے فرمایا: اے ابوالحسن زید! بیشک امانات (الٰہیہ) مثل سے نہیں ہیں اور عہد و پیمان رسول سے نہیں ہے یہ وہ امور ہیں جو خدا کی حجتوں سے پہلے ہی ثبت ہو چکے ہیں پھر جابر بن انصاری کو بلایا اور فرمایا اے جابر! ہم سے ویسے ہی بیان کرو، جیسے تم نے صحیفہ میں معائنہ کیا ہے؟ جابر نے ان سے کہا:

یا اباجعفرؑ! میں اپنی شہزادی فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تا کہ ولادت امام حسینؑ کی تہنیت دوں، اس وقت ان کے دست مبارک میں سفید موتی کا ایک صحیفہ تھا میں نے کہا اے عورتوں کی سردار! یہ صحیفہ کیسا ہے جو میں آپ کے پاس دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے اماموں کے نام ہیں۔

میں نے ان سے کہا مجھے دیجئے تا کہ میں اس میں دیکھوں، فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! اگر منع نہ ہوتا تو میں ایسا کرتی لیکن روکا گیا ہے کہ اس کو سوائے نبی یا وصی کے کوئی مس نہیں کرسکتا، یا اہل بیت نبی لیکن تمہارے لئے اجازت ہے کہ اس کے ظاہر سے اس کے باطن تک دیکھ سکتے ہو۔

جابر! میں نے پڑھا تو اس میں پایا۔ ابوالقاسم محمد ابن عبداللہ المصطفیٰ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف، ان کی ماں آمنہ ہیں، ابوالحسن علی ابن ابیطالب المرتضیٰ، ان کی ماں فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف، ابومحمد الحسن ابن علی البر التقی ابوعبداللہ الحسین ابن علی، ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت محمد، ابومحمد علی ابن الحسین العدل، ان کی والدہ شہربانو بنت یزدجر ابوجعفر محمد ابن علی الباقر، ان کی والدہ ام عبداللہ بنت الحسن ابن علی ابن ابیطالب، ابوعبداللہ جعفر ابن محمد الصادق، ان کی والدہ ام فروہ بنت قاسم ابن ابی بکر۔ ابوابراہیم موسیٰ ابن جعفر الثقہ، ان کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہ المصفاۃ، ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا ان کی والدہ ایک کنیز جن کا نام نجمہ ہے۔ ابوجعفر محمد ابن علی الذکی، ان کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیزران، ابوالحسن علی ابن محمد الامین، ان کی ماں ایک کنیز جن کا نام سوسن ہے،

ابومحمد الحسن ابن علی الرضا، ان کی ماں ایک کنیز جن کا نام سمانہ ہے، ابوالقاسم محمد ابن الحسن وہ خدا کی حجت القائم، ماں ایک کنیز جن کا نام نرجس (صلوات اللہ علیہم اجمعین)

زرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس تھا کہ مجھ سے زید ابن علی نے کہا:

اے جوان! آل محمد کے اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو تم سے مدد کا خواہاں ہو؟ زرارہ میں نے کہا: اگر وہ واجب الاطاعت ہے تو میں اس کی مدد کروں گا، اگر واجب الاطاعت نہیں ہے تو میرا اختیار ہے کہ مدد کروں یا مدد نہ کروں، جب وہ چلے گئے امام صادقؑ نے فرمایا:

بخدا تم نے اسے آگے پیچھے سے ایسا پکڑ لیا کہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ ہی نہیں چھوڑا۔

امام صادقؑ سے کہا گیا کہ ہمیشہ آپ کے اہل بیتؑ سے کوئی شخص قیام کرتا ہے، تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ قتل ہوتے ہیں، آپ دیر تک سر جھکائے رہے پھر فرمایا: بیشک ان میں (اہل بیتؑ) سے کچھ پر جھوٹ کا الزام ہے ان کے علاوہ الزام، تہمت لگانے والے ہیں۔

امام صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: ہم میں کوئی نہیں ہے مگر خود اس کے گھر والوں میں کوئی اس کا دشمن ضرور ہے کہا گیا۔ کیا اولاد امام حسنؑ حق نہیں پہچانتے ہیں؟ امامؑ: ہاں لیکن حسد و کینہ ان کو روکتا ہے۔

عن ابی یعفور: ابویعفور نے کہا میں نے معلی ابن خنیس سے، اس نے حسن ابن علی ابن ابیطالبؑ سے ملاقات کی انھوں نے کہا اے یہودی! ہمارے بارے میں جعفر ابن محمد نے جو کہا ہے وہ ہم کو بتاؤ؟ پھر کہا (معاذ اللہ) خدا کی قسم وہ یہودیت میں تم دونوں سے زیادہ ہیں یہودی شراب خوار ہوتے ہیں۔

عن ابی یعفور: میں نے امام ابوعبداللہ الصادقؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر حسن ابن حسن سے زنا ہو شراب خوری پر وفات پاتے تو ان کیلئے اس سے بہتر ہوتا جس چیز پر ان کو موت آئی۔

عن ابوبصیر: ابوبصیر نے کہا میں نے امام صادقؑ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا ﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا﴾ پھر ہم نے وارث کتاب ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں سے منتخب کیا (سورۂ فاطر، آیت ۳۲)

امامؑ: تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابوبصیر یہ اولاد فاطمہ کیلئے خاص ہے۔

امامؑ: جس نے اپنی تلوار کھینچی اور لوگوں کو اپنی طرف گمراہی کی دعوت دی وہ اولاد فاطمہ میں سے ہو یا ان کے

علاوہ وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے۔

راوی: میں نے کہا: اس میں جو داخل ہو اس کی ذمہ داری کیا ہے؟

امام علیہ السلام: ظالم لنفسہ وہ ہے جو لوگوں کو نہ گمراہی کی دعوت دے نہ ہدایت کی، ہم اہل بیت میں وہ جو میانہ رو اور اعتدال پسند ہے۔ جو امام علیہ السلام کے حق کو خوب پہچاننے والا ہے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے، وہ خود امام علیہ السلام ہے۔

محمد ابن ابی عمیر کوفی نے عبداللہ ابن الولید سمان سے روایت کی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لوگ اولو العزم اور تمہارے مولا امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عبداللہ سمان: میں نے کہا اولوالعزم پر وہ کسی کو بھی مقدم نہیں کرتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ سے فرمایا:

﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً﴾ اور ہم نے توریت کی تختیوں میں ہر شئے سے نصیحت کا حصہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے (سورۂ اعراف، آیت/۱۴۵) اللہ نے کل شی نہیں کہا بلکہ من کل شی کہا یعنی ہر چیز نہیں کچھ اور خدا نے جناب عیسیٰ کے لئے فرمایا:

﴿وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾ بعض ان مسائل کی وضاحت کردوں جس میں تمہارے درمیان اختلاف ہے (سورۂ زخرف، آیت/۶۳) یہاں بھی خدا نے عیسیٰ کیلئے بعض کہا کل نہیں کہا۔

ہاں تمہارے مولا امیر المومنین علیہ السلام کیلئے خدا نے فرمایا: ﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ اے رسول کہہ دیجئے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے (سورۂ رعد، آیت/۴۳)

﴿وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو (سورۂ انعام ۵۹)

﴿كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾ اس کتاب کا علم امیر المومنین علیہ السلام کے پاس ہے (سورۂ یس، آیت/ ۱۲)

عن عبداللہ ابن الفضل ہاشمی: ہاشمی نے کہا کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اس صاحب امر کیلئے غیبت ضروری ہے، ہر باطل پرست غیبت میں شک کریگا۔

راوی: میں نے کہا قربان جاؤں غیبت کیوں ہوگی؟

امام علیہ السلام: خدا کی گذشتہ حجتوں کی غیبت میں جو حکمت تھی وہی حکمت صاحب امر کی غیبت میں بھی ہے یہ حکمت ان کے ظہور کے بعد ہی منکشف ہوگی جس طرح کہ جناب خضر کا کشتی میں سوراخ کرنے، لڑکے کا قتل کرنے اور دیوار کے کھڑی کر دینے کی حکمت موسیٰ و خضر کی جدائی تک ظاہر ہوئی۔

اے فضل کے بیٹے! یہ امر اللہ کے ایک امر سے ہے اور اللہ کے راز میں سے ایک راز ہے اللہ کے غیبت میں سے ایک غیبت ہے، جو ہم کو علم ہے کہ اللہ حکیم ہے اور تصدیق کرتے ہیں کہ اس کے تمام افعال حکمت ہیں اگرچہ ان کی وجہیں ظاہر نہیں ہیں۔

عن علی ابن حکم عن ابان: ابان نے کہا کہ مجھے ابو جعفر محمد ابن نعمان ملقب بہ مومن طاق احول نے خبر دی:

زید ابن علی ابن الحسین علیہ السلام نے کسی کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا حالانکہ وہ پوشیدہ تھے تو میں ان کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے کہا اے ابو جعفر! اگر ہمارے خانوادہ میں سے کوئی تمہارے پاس بلانے کیلئے آئے تو کیا تم اس کے ساتھ جاؤ گے؟ ابو جعفر! میں نے کہا کہ اگر تمہارے والد گرامی یا تمہارے بھائی ہوں تو میں ان کے ساتھ نکلوں گا اور زید ابن علی نے مجھ سے کہا کہ میں اس قوم پر خروج کرنے اور اس سے جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو، میں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا، زید ابن علی نے مجھ سے کہا کہ کیا تم اپنے کو مجھ پر ترجیح دیتے ہو؟ میں نے ان سے کہا کہ میں صرف ایک ہی نفس ہوں پس اگر زمین پر تیرے علاوہ کوئی حجت خدا ہو تو آپ کو چھوڑ کر آگے نکل جانے والا نجات پانے والا ہے اور آپ کے ساتھ جانے والا ہلاک ہونے والا ہے اور اگر زمین پر کوئی امام حجت خدا نہ ہو تو آپ کو چھوڑنے والا اور ساتھ میں جانے والا دونوں برابر ہیں۔

ابو جعفر: زید نے مجھ سے کہا اے ابو جعفر! میں اپنے بابا زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تھا وہ مجھے اپنے ہاتھوں سے لقمہ کھلاتے گرم لقمہ میرے لئے ٹھنڈا کرتے، مجھ پر شفقت کرتے، وہ انھوں نے آگ کی گرمی سے نہیں ڈرایا انھوں نے تم کو دین کی خبر دی اور مجھ کو اس کی خبر نہیں دی۔

ابو جعفر! میں نے ان سے کہا جو دوزخ کی گرمی سے آپ کی اصلاح کرنا چاہے گا وہ آپ کو ان باتوں کی خبر نہیں دیگا کیوں کہ وہ خوف زدہ رہے گا کہ آپ اس کو قبول نہ کریں اور جہنم میں داخل ہو جائیں لیکن انھوں نے مجھ کو خبر دی ہے اگر میں اس کو قبول کروں تو نجات پاؤں اور اگر قبول نہ کروں تو میرے دوزخ میں جانے سے ان کے لئے کوئی

حرج نہیں ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ افضل ہیں یا انبیاء؟

زید: انبیاء افضل ہیں۔ ابو جعفر: میں نے کہا جناب یعقوب نے جناب یوسف سے کہا اے میرے بیٹے! اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ لوگ تمہارے لئے الٹی سیدھی تدبیروں میں لگ جائیں (سورۂ یوسف، آیت/۵)

انھوں نے خواب سے ان کو خبردار نہیں کیا کہ وہ لوگ کوئی الٹی سیدھی تدبیریں کریں لیکن انھوں نے ان سے چھپایا ایسے ہی آپ کے والد گرامی نے بھی آپ سے پوشیدہ رکھا کیوں کہ وہ آپ سے خائف تھے۔

ابو جعفر زید نے کہا خدا کی قسم! اگر تم جان لو کہ مجھ سے تمہارے مولا نے مدینہ میں بیان کیا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا اور کناسہ پر مجھے سولی دی جائے گی، بیشک انھوں نے بتایا کہ ان کے پاس ایک صحیفہ ہے جس میں میرے قتل ہونے اور سولی دے دیئے جانے کا ذکر موجود ہے۔

ابو جعفر، جب میں حج کیلئے گیا تو زید کی باتیں امام صادق علیہ السلام سے بیان کیں اور اپنے جوابات کا ذکر بھی کیا تو امام نے مجھ سے فرمایا!

تم نے ان کو آگے پیچھے، داہنے اور بائیں، نیچے اور اوپر سے ایسا گھیر لیا کہ اس کیلئے کوئی راستہ چھوڑا ہی نہیں جس پر وہ چل سکیں۔

ہشام ابن الحکم نے کہا کہ: ابن ابی العوجاء، ابو شاکر دیصانی زندیق عبد الملک بصری اور ابن مقفع بیت اللہ الحرام کے پاس جمع ہوئے اور حاجیوں کا استہزا کر رہے تھے اور قرآن پر طعن کر رہے تھے۔ ابن ابی العوجاء نے کہا آؤ ہم میں سے ہر ایک چوتھائی قرآن کو باطل کرے اور جب سال آئندہ ہم یہاں واپس آئیں اور جمع ہوں گے تو کل قرآن کو ہم نے باطل کر دیا ہوگا۔ بیشک قرآن کے باطل ہونے سے محمد کی نبوت باطل ہو جائیگی اور ان کی نبوت کے بطلان میں اسلام کا بطلان پوشیدہ ہے پھر جو ہم کہتے ہیں وہ ثابت ہو جائے گا، اس پر اتفاق کر کے سب متفرق ہو گئے پھر جب آئندہ سال خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے تو ابن ابی العوجاء نے کہا کہ جب سے ہم جدا ہوئے میں غور کرتا رہا کہ ﴿فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا﴾ جب وہ لوگ یوسف کی طرف سے مایوس ہو گئے تو الگ جا کر مشورہ کرنے لگے (سورۂ یوسف، آیت/۸۰) اس آیت کے معنی کیا ہیں میں اسکی فصاحت اور تمام معانی کے مقابلہ میں کچھ بھی اضافہ کرنے سے عاجز رہا، اس آیت نے مجھے دوسری آیات کے فکر سے باز

رکھا۔

عبد الملک نے کہا: جب سے میں تم لوگوں سے جدا ہوا ہوں ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ﴾ تا ضعف الطالب والمطلوب انسان تمہارے لئے ایک مثل بیان کی گئی ہے لہذا اسے غور سے سنو یہ لوگ جنھیں تم خدا کو چھوڑ کر آواز دیتے ہو یہ سب مل بھی جائیں تو ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چھین لے تو یہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے کہ طالب و مطلوب دونوں کمزور ہیں (سورۂ حج، آیت/۷۳)

آج تک اس آیت کے بارے میں غور کر رہا ہوں مگر اس کا مثل لانے سے عاجز ہوں۔

ابو شاکر دیصانی نے کہا: جب سے میں الگ ہوا ہوں ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے (سورۂ انبیاء، آیت/۲۲) اس آیت کے بارے میں سوچ رہا تھا مگر اس کا مثل لانے سے عاجز رہا۔

ابن المقفع نے کہا: اے میری قوم! قرآن بشر کے کلام سے نہیں ہے اور میں وقت جدائی سے اس آیت ﴿وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ﴾ قدرت کا حکم ہوا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان اپنے پانی کو روک لے اور پھر پانی گھٹ گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہر گئی اور آواز آئی قوم ظالمین کیلئے ہلاکت ہے (سورۂ ہود آیت ۴۴)

اس کے بارے میں غور کرتا رہا مگر اس کا صحیح علم و معرفت نہ ہوا اور اس کی مثل لانے سے قادر نہیں ہوں۔

ہشام نے کہا سب یہی گفتگو کر رہے تھے کہ امام کا گذر ہوا فرمانے لگے:

امام جعفر صادق بن محمد الصادق علیہ السلام گذرے اور فرمایا: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ اگر انسان اور جنات سب اس پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لا سکتے چاہے ایک دوسرے کے مددگار اور پشت پناہ ہی کیوں نہ ہو جائیں (سورۂ اسراء، آیت/۸۸)

پھر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھا اور سب نے کہا اگر اسلام کی کوئی حقیقت ہے تو وہ حقیقت منتہی نہیں ہوگی مگر جعفر بن محمد تک، خدا کی قسم ہم نے جب بھی ان کو دیکھا ان کی ہیبت ہم پر چھا گئی اور ہم لرزہ براندام ہو گئے پھر وہ سب لوگ عاجزی کا اقرار کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔

احمد بن عبداللہ نے اپنے باپ سے، انھوں نے شریک بن عبداللہ سے، اس نے اعمش سے اور اعمش نے کہا کہ ایک مرتبہ کچھ شیعہ یا خوارج کوفہ میں ابو نعیم نخعی کے پاس جمع ہوئے وہاں ابو جعفر مومن طاق احول بھی حاضر تھے۔

ابن ابی حذرہ خارجی نے کہا اے شیعو! تمہارے ساتھ میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ ابو بکر امام علیؑ اور تمام اصحاب سے چار خصلت کی وجہ سے افضل ہیں کہ کوئی شخص بھی ان فضیلتوں کے دفاع کرنے پر قادر نہیں ہے خانہ رسول میں دفن ہونے والوں میں وہ دوسرے ہیں۔ غار میں رسول اللہ کے ساتھ بھی دو میں سے ایک ہیں، انھوں نے لوگوں کو آخری نماز پڑھائی جس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی، وہ اس امت کے صدیق میں سے بھی دوسرے ہیں (اول رسول اکرم ﷺ، دوم ابو بکر) ابو جعفر مومن الطاق نے کہا اے ابو حذرہ! میں بھی تمہارے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ علیؑ ابو بکر اور تمام اصحاب سے انھیں چار فضیلت وخصلت کی وجہ سے افضل ہیں جسے تو نے بیان کیا اور یہی باتیں تمہارے حاکم کے لئے معیوب بھی ہیں اور تم پر امام علیؑ کی اطاعت تین وجہ سے لازم ہے قرآن نے ان کی توصیف بیان کی ہے رسول اللہ نے نص بیان کردی، عقلی دلائل نے اسے معتبر بنادیا، اور ان باتوں پر علی ابراہیم نخعی، علی ابواسحاق سبیعی وعلی سلیمان مہران اعمش نے اتفاق کیا ہے۔

مومن طاق اے ابو حذرہ! یہ بتاؤ کہ رسول اللہ نے اپنے گھر کو کیسے چھوڑا جسے اللہ نے اپنی جانب نسبت دیا اور لوگوں سے بغیر اجازت داخل ہونے کو منع کیا ہے وہ گھر ان کے اہل وعیال کے لئے میراث اور تمام مسلمانوں کے لئے صدقہ تھا؟ تم جو چاہو کہو، اپنے کو ابن ابی حذرہ لاجواب دیکھ کر خاموش ہوگیا اور اپنی غلطی جان گیا۔

مومن طاق، اگر رسول نے اپنا گھر اپنے اہل وعیال کے لئے بطور میراث چھوڑا تو اس وقت رسول کی نو بیویاں تھیں اور جس گھر میں تمہارے مالک دفن ہیں اس میں عائشہ بنت ابی بکر کا آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ ہے اور ان تک ان کے گھر میں سے ایک ہاتھ بھی نہیں پہنچے گا۔

اگر گھر کو بطور صدقہ چھوڑا تو یہ اس سے زیادہ اور بہت بڑی مصیبت ہے کیوں کہ خانہ رسول میں سے ان کو صرف اتنا ہی ملے گا کہ جتنا ایک ادنیٰ مسلمان کو اور امام علیؑ اور اولاد امام علیؑ کے علاوہ بغیر اجازت کسی کا بھی ان کے گھر میں داخل ہونا زندگی میں اور بعد وفات بھی معصیت وگناہ ہے اللہ نے ان کیلئے وہ سب حلال کیا ہے جو رسول کے لئے حلال تھا پھر مومن طاق نے خوارج سے کہا تم لوگ خوب جانتے ہو کہ رسول نے مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے امام علی کے دروازہ کے ابو بکر نے ایک روشندان چھوڑنے کا سوال کیا

تا کہ وہ اسی سے مسجد کو دیکھا کریں تو آپ نے انکار کردیا اور اس سے آپ کے چچا جناب عباس ناراض ہوئے تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ نے موسیٰ وہارون کو اپنی قوم کے لئے مصر میں گھروں کے بنانے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ موسیٰ وہارون اور ان کی ذریت کے علاوہ مسجد میں نہ کوئی مجب رات گزارے اور نہ ہی عورتوں سے مقاربت کرے لیکن میرے اور علی کیلئے ویسے ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کیلئے ہے اور ان کی ذریت ہارون کی ذریت کی مانند ہے کسی ایک کیلئے بھی مسجد رسول میں عورتوں سے مقاربت حلال نہیں اور نہ امام علیؑ اور ان کی ذریت کے علاوہ کسی مجب کو رات گذارنا حلال ہے ان تمام لوگوں نے کہا جیسا آپ نے کہا ویسا ہی ہے۔

ابو جعفر مومن طاق نے کہا: اے ابن ابی حذرہ! تیرا ایک چوتھائی دین گیا، یہ ہے میرے حاکم کی منقبت جس کے مثل کوئی نہیں ہے اور تمہارے صاحب کیلئے عیب ورسوائی ہے۔ تمہاری یہ بات کہ جب وہ دونوں غار میں تھے، مجھے بتاؤ کیا اللہ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین پر غار کے علاوہ سکون (سکینہ) نازل کیا ہے۔ ابن ابی حذرہ ہاں۔

مومن طاق: پھر تو غار میں سکون سے تیرے حاکم خارج ہوگئے اور ان کیلئے حزن مخصوص ہوگیا اور اس رات امام علیؑ کی جگہ نبی اکرم ﷺ کا بستر تھا اور انھوں نے اپنی جان کی بازی لگائی لہذا حضرت علیؑ کا مقام تمہارے حاکم کے مقام سے افضل وبرتر ہے۔

لوگوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

مومن طاق: اے ابی حذرہ! تمہارا نصف دین گیا۔

تمہاری یہ بات کہ ابو بکر اس امت کے دو صدیقوں سے ایک ہیں رسول اور ابو بکر۔ اللہ نے تمہارے لئے حاکم واجب قرار دیا ہے اور امام علی ابن ابی طالبؑ کیلئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ جو لوگ ان کے بعد آئے ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کردے اور ہمارے ان بھائیوں کو جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی اور ہمارے دلوں میں کسی طرح کا کینہ قرار دینا تو بڑا مہربان اور رحم والا ہے

(سورۂ حشر، آیت ۱۰)

جس بات کا تم نے دعویٰ کیا اس کو لوگوں نے بیان کیا ہے اور یہ قرآن کہہ رہا ہے اور اس کے لئے تصدیق جو

صدق کی گواہی دی ہے۔

قرآن کی تصدیق لوگوں کے نام رکھنے سے بہتر ہے پھر امام علی علیہ السلام نے بھی منبر بصرہ سے اعلان کیا ''انا الصدیق الاکبر'' میں صدیق اکبر ہوں اور میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا اور ان سے پہلے میں نے تصدیق بھی کی ہے۔ لوگوں نے کہا، آپ نے سچ کہا۔

مومن طاق: اے ابی حذرہ! تیرا تین چوتھائی دین گیا۔

تیری یہ بات کیا انھوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو نے اپنے حاکم کیلئے فضیلت کا دعویٰ کیا جو تمہارے مقصد کو پورا نہیں کرتی یہ فضیلت کی بہ نسبت تہمت سے زیادہ قریب ہے اگر یہ رسول اللہ کا حکم تھا تو انھوں نے نماز سے ان کو معزول کیوں کیا؟ تم جانتے ہو کہ جب ابوبکر آگے بڑھے تا کہ نماز پڑھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور ان کو نماز سے روک دیا اور خود نماز کا پڑھنا، دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک حیلہ تھا جو انھوں نے کیا اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو محسوس کیا تو بیمار ہونے کے باوجود بہت جلدی سے نکل کر آئے، ان کو اس جگہ سے ہٹایا تا کہ بعد رسول امت پر اس کو دلیل نہ بنائیں اور لوگوں کے پاس اس کے بارے میں کوئی عذر باقی نہ بچے۔

یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اس کا حکم دیا اور سورہ برأت کے پہچانے کی طرح ہے کہ انھیں وہ امر تفویض کیا پھر جبرئیل نے نازل ہو کر کہا اس کی تبلیغ سوائے آپ کے یا جو آپ سے ہو کوئی دوسرا نہیں انجام دے سکتا۔ آنحضرت نے امام علی علیہ السلام کو بھیجا تم جا کر ان سے سورہ لے لو اور ان کو تبلیغ سورہ سے معزول کر دیا۔ یہی قصہ نماز کا بھی ہے دونوں حالتوں میں تمہارے صاحب کے لئے مذموم و معیوب ہے کیوں کہ اس سے پوشیدہ باتوں کا اظہار ہوا، یہی دلیل واضح ہے کہ بعد رسول خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ تو کسی امر دین میں وہ محفوظ و مامون ہیں لوگوں نے تصدیق کی۔

مومن طاق: اے ابن ابی حذرہ! تمہارا سارا دین برباد ہو گیا اور جہاں تعریف کی وہیں رسوا ہوا۔ لوگوں نے مومن طاق سے کہا کہ اطاعت امام علی علیہ السلام کے دعویٰ کی دلیل پیش کرو۔

مومن طاق نے کہا کہ قرآن نے ان کا وصف بیان کیا ہے۔ ﴿یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُو اتَّقُو اللّٰہَ وَ کُونُو امَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾

اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ (سورۂ توبہ، آیت/۱۱۹)

ہم نے امام علی علیہ السلام کو اس صفت کے ساتھ پایا ﴿وَالصَّابِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ﴾ فقر و فاقہ، پریشانیوں اور بیماریوں اور میدان جنگ جیسے حالات میں صبر کرنے والے ہیں (سورۂ بقرہ آیت، ۱۷۷) ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور صاحبان تقویٰ و پرہیزگار ہیں۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ امام علی علیہ السلام ان امور میں غیروں سے بہتر ہیں کیونکہ کبھی بھی انھوں نے میدان جنگ سے فرار نہیں کیا ان کے علاوہ لوگ جنگ سے بھاگے، لوگوں نے آپ کی سچائی کی تصدیق کی۔

مومن طاق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں نص فرمادی ہے، آپ نے فرمایا:

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت میرے اہل بیت علیہم السلام یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے، جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہو جائیں۔ دوسری حدیث میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جس نے اس سے منہ موڑا وہ غرق ہو گیا۔ جو ان سے آگے بڑھ گیا وہ گمراہ ہو گیا، جو ثابت قدم رہا وہ ان سے ملحق ہو گیا۔ جو اہل بیت رسول علیہم السلام سے متمسک رہا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی کی بنا پر ہدایت یافتہ ہوگا اور جو ان کے علاوہ کسی سے متمسک ہوا وہ خود گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔

اے ابو جعفر مومن طاق آپ نے سچ کہا۔

دلیل عقلی: تمام انسان عالم کی اطاعت کو فرض شمار کرتے ہیں ہم نے پایا کہ امام علی علیہ السلام پر اجماع ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے زیادہ علم والے ہیں لوگ ان سے سوالات کرتے اور لوگ ان کے محتاج ہیں اور علی علیہ السلام ان تمام سے مستغنی ہیں، اس پر قرآن کی یہ آیت دلیل ہے۔

﴿اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾

جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تم کو کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلہ کر رہے ہو (سورۂ یونس، آیت/۳۵) اس دن سے بہتر کوئی واقعہ نہ تھا اس کامیابی سے بہت سے لوگوں نے مذہب تشیع اختیار کر لیا۔

ابو جعفر مومن طاق کا ابو حنیفہ کے ساتھ کئی مرتبہ مناظرہ ہوا جن میں ایک یہ ہے:

بیان کیا گیا کہ ایک دن ابو حنیفہ نے مومن طاق سے کہا تم لوگ رجعت کے قائل ہو؟ مومن طاق: ہاں

ابوحنیفہ: تم مجھ کو ابھی ایک ہزار دینار دیدو، رجعت میں واپس آ کر تم کو ایک ہزار دینار واپس کر دوں گا۔

مومن طاق: تم مجھ کو ضمانت دو کہ تم انسان ہی پلٹائے جاؤ گے، سور بن کر نہیں پلٹو گے۔

ایک دن ابوحنیفہ نے ابو جعفر مومن طاق سے کہا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے وفات رسول ﷺ کے بعد اپنے حق کا مطالبہ کیوں نہیں کیا اگر ان کا حق تھا تو مطالبہ کیوں نہیں کیا؟

مومن طاق: نے جواب دیا کہ وہ خوف زدہ تھے کہ کوئی ان کو بھی نہ قتل کر دے جس طرح انھوں نے سعد ابن عبادہ کو مغیرہ بن شعبہ کو تیر سے قتل کیا یا بروایت ولید کی تیر سے (شور کر دیا کہ ان کو جنات نے مار ڈالا جو ایک طنز تھا)

ایک دن ابوحنیفہ مومن طاق کے ساتھ کوفہ کی ایک گلی میں چلے جا رہے تھے کہ اسی وقت ایک منادی نے آواز لگائی کہ مجھے گم شدہ بچہ کا پتہ کون بتائے گا؟ مومن طاق نے کہا ہم نے کسی گم شدہ بچہ کو نہیں دیکھا، ہاں اگر گمشدہ بوڑھا چاہیے تو اس (ابوحنیفہ) کو لے جاؤ۔

جب امام صادق علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو ابوحنیفہ نے مومن طاق کو دیکھ کر ان پر طنز کیا، تمہارے امام کو موت آ گئی؟

مومن طاق نے جواب دیا: ہاں، مگر تمہارے امام کو قیامت تک مہلت دی گئی ہے (یعنی شیطان کو قیامت تک مہلت دی گئی ہے)

روایت کی گئی ہے کہ فضال ابن الحسن ابن فضال کوفی ابوحنیفہ کے پاس سے گذرے، جو مجمع کثیر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو حدیث اور فقہ لکھوا رہے تھے، فضال کوفی نے اپنے ساتھی سے کہا خدا کی قسم جب تک ابوحنیفہ کو شرمندہ نہ کر دوں یہاں سے نہیں جاؤں گا ان کے ساتھی نے کہا کہ ابوحنیفہ ان سے ہیں جن کی حالت آپ جانتے ہیں اور جس کی دلیل و حجت آپ پر ظاہر و آشکار ہے۔

فضال کوفی: خاموش! کیا تو نے دیکھا ہے کہ کسی گمراہ کی دلیل مومن کی دلیل سے بلند ہو جائے؟ پھر وہ اس کے نزدیک گئے سلام کیا اس نے اور سب نے جواب سلام دیا اور انھوں نے اس سے کہا: اے ابوحنیفہ! میرا ایک بھائی ہے جو کہتا ہے کہ بعد رسول لوگوں میں سب سے بہتر علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں اور میں کہتا ہوں کہ سب سے بہتر ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر ہیں، خدا آپ پر رحم کرے آپ کیا کہتے ہیں؟

کچھ دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر کو اٹھایا اور کہا کہ ان دونوں کیلئے یہی فضیلت کافی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ

کے بازو اپنی قبر میں مدفون ہیں اس سے زیادہ واضح دلیل کیا چاہتے ہو؟ فضال کوفی، یہ تو میں اپنے بھائی سے کہہ چکا ہوں اس نے کہا واللہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ ہے ان کی نہیں تو دونوں کا دفن ہونا ظلم ہے کیوں کہ ان کا حق نہیں ہے اور اگر ان دونوں کی جگہ تھی اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا تو ہبہ سے پلٹ جانا اور عہد کو بھول کر بہت برا کیا اچھا نہیں کیا۔ ابوحنیفہ نے سر جھکا لیا پھر کہا نہ تو رسول اللہ ﷺ کی جگہ ہے اور نہ ان دونوں کی لیکن انھوں نے عائشہ و حفصہ کے حق کو دیکھتے ہوئے لہذا دونوں اپنی بیٹیوں کے حقوق کے جب اس جگہ دفن ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ فضال کوفی: میں نے اس سے یہ بھی کہا تو اس نے کہا کہ آپ کو علم ہے کہ وفات رسول کے وقت نو بیویاں تھیں لہذا ان میں سے ہر ایک کا آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ بنتا ہے اور جب نویں حصہ پر نگاہ ڈالی تو صرف ایک ایک بالشت ہوتا ہے تو اس سے زیادہ وہ کیسے مستحق ہو گئے اس کے بعد کہا کیا وجہ ہے کہ عائشہ و حفصہ نبی اکرم ﷺ کی میراث پائیں اور ان کی بیٹی فاطمہ زہرا علیہا السلام کو میراث سے روک دیا جائے؟

ابوحنیفہ نے کہا: اے لوگو! اس کو میرے پاس سے بھگاؤ یہ خبیث رافضی ہے۔

ابولھذیل علاف (عالم معتزلی) سے حکایت ہے کہ انھوں نے کہا جب میں شہر رقہ پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں پر ایک دیوانہ آدمی (دیرزکی) ہے جس کا علم کلام بہت اچھا ہے میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس پر بڑی ہیبت ہے، تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے اپنی داڑھی و بال میں کنگھی پھیر رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ علاف نے جواب دیا عراق کا۔ اس مرد بزرگ نے کہا اچھا اچھا اہل علم و ادب سے۔ عراق کے کس شہر سے ہو؟ علاف: بصرہ کا۔ اچھا اہل علم و تجربہ۔ تم کون ہو؟

ابوالھذیل علاف مرد بزرگ متکلم ہاں علاف وہ تکیہ سے اٹھے اور مجھے بٹھایا پھر دوران گفتگو انھوں نے کہا تم لوگ امامت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

علاف: میں نے کہا آپ کی مراد کون سی امامت ہے؟

شیخ بزرگ: تم لوگ نبی اکرم ﷺ کے بعد کس کو مقدم کرتے ہو؟ علاف: میں نے کہا جس کو رسول اللہ ﷺ نے مقدم کیا۔ مرد بزرگ: وہ کون ہے؟

علاف: ابوبکر۔ مرد بزرگ نے مجھ سے کہا: اے ابوالھذیل! تم لوگ ابوبکر کو کیوں مقدم کرتے ہو؟

علاف: میں نے کہا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم لوگ اپنے میں سے بہترین و نیک ترین کو مقدم

کرواور افضل ترین کو حاکم بناؤ اور تمام لوگ ان سے راضی وخوش تھے۔ مرد بزرگ، اے ابوالھذیل! تو نے یہیں غلطی کی جو تو نے قول رسول بیان کیا تو خود تم لوگوں نے نقل کیا ہے۔ ابوبکر نے منبر سے کہا کہ میں تمہارا حاکم ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اور درانحالیکہ امام علی علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں اگر لوگوں نے کہا تو انھوں نے ابوبکر کو جھوٹ کی نسبت دی اور حکم نبی اکرم کی مخالفت کی اور انھوں نے خود اپنے لئے جھوٹ بولا تو جھوٹوں کو منبر رسول پر نہیں جانا چاہئے۔

تمہاری بات کہ لوگ ان سے راضی ہیں حالانکہ انصار نے کہا امیر ہم سے ہوں اور امیر تم میں سے بھی ہو۔ مہاجرین سے زبیر ابن عوام نے کہا میں امام علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کروں گا، وہ ان کی جان کو پڑ گئے اور ان کے بارے میں حکم دیا گیا کہ ان کی تلوار توڑ دی جائے اور توڑ دی گئی۔ ابوسفیان بن حرب نے آ کر کہا اے ابوالحسن! اگر آپ چاہیں تو میں سواروں اور پیادوں سے مدینہ کو بھر دوں! سلمان نے فارسی زبان میں کہا (کردید و نکردید وندانید کہ چہ کردید) تم نے جو چاہا کیا اور نہیں کیا اور تم جانتے بھی نہیں کہ تم نے کیا کیا۔ مقداد، ابوذر یہ لوگ بھی مہاجر وانصار ہیں۔

اے ابولھذیل! مجھے ابوبکر کے اس قول کے بارے میں بتاؤ جو انھوں نے منبر پر بیٹھ کر کہا میرے پاس ایک شیطان ہے جو مجھ سے ملحق ہو جاتا ہے جب تم لوگ مجھ کو غصے میں دیکھو تو مجھ سے ڈرو تا کہ میں تم پر سوار نہ ہو جاؤں۔ جب انھوں نے منبر پر تم کو اپنے مجنون ہونے کی خبر دی ہے تو پھر تمہارے لئے کیسے حلال ہے کہ تم مجنون کو حاکم بناؤ؟

اے ابوالھذیل! مجھے عمر کے اس قول کے بارے میں بھی بتاؤ کہ انھوں نے منبر پر بیٹھ کر کہا کہ کاش میں ابوبکر کے سینہ کا بال ہوتا پھر اس کے بعد جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کہا کہ ابوبکر کی بیعت ایک جلد بازی تھی اللہ اس کے شر سے بچائے اب کوئی ایسی بیعت کی طرف دعوت دے۔ تم اس کو قتل کر دو جوان کے سینہ کا بال ہونا پسند کرتا ہے اور اس جیسی بیعت کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہو اسے کیا کہا جائے۔

اے ابولھذیل! اس شخص کے بارے میں بتاؤ جس کا گمان ہو کہ رسول نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا وہ کیسے ہیں؟ اور ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا لیکن عمر نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا میں دیکھ رہا ہو کہ تمہارے امور خود تمہارے درمیان متضاد ہیں۔

اے ابولھذیل! یہ بھی سمجھاؤ کہ عمر نے چھ (۶) افراد کی شوریٰ بنائی اور ان کو اہل جنت سمجھتے تھے۔ اور کہا اگر دو

شخص چار کی مخالفت کریں تو تم لوگ دو کو قتل کر دینا اور اگر تین افراد دوسرے تین افراد کی مخالفت کریں تو ان تینوں کو قتل کر دینا جن میں عبدالرحمن ابن عوف نہ ہوں۔ بتاؤ اہل جنت کے قتل کرنے کا حکم دینا دیانت ہے؟

اے ابوالھذیل! یہ بھی سمجھاؤ جب عمر زخمی ہوئے ان کی کیا حالت تھی کہ عبداللہ ابن عباس: ان کے پاس آئے، عبداللہ ابن عباس میں نے عمر کو جزع وفزع کرتے دیکھ کر ان سے کہا یا امیر المومنین! یہ جزع وفزع کیسی ہے؟

عمر ابن خطاب: اے ابن عباس! یہ جزع فزع اپنی موت کے سبب نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ میرے بعد حاکم کون ہوگا؟

ابن عباس: میں نے کہا خلافت کا مالک وحاکم طلحہ ابن عبیداللہ کو بنا دیجئے۔

عمر ابن خطاب: وہ عورت پرست آدمی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہچانتے تھے پس ایسے شخص کو امور مسلمین کا ذمہ دار نہیں بنایا جا سکتا۔

ابن عباس: خلافت زبیر ابن عوام کے حوالہ کر دیجئے؟

عمر ابن خطاب: وہ ایک کنجوس آدمی ہے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ انھوں نے کاتتے ہوئے دھاگے کے گولے کے بارے میں بھی اپنی بیوی کی مخالفت کی پس بخیل شخص کو امور مسلمین پر حاکم نہیں بنایا جا سکتا۔

ابن عباس: میں نے کہا سعد ابن ابی وقاص کو خلافت دیجئے؟

عمر ابن خطاب: وہ ایک جنگجو ومجاہد شخص ہیں اور لائق خلافت نہیں۔

ابن عباس: عبدالرحمن ابن عوف کو حاکم بنا دیجئے؟

عمر ابن خطاب: وہ تو اپنے عیال سے ہی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

ابن عباس: عبداللہ ابن عمر کو جانشین بنا دیجئے؟

عمر ابن خطاب: اٹھ کر بیٹھ گئے، کہا اے ابن عباس! میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا میں ایسے آدمی کو حاکم بنادوں جو اپنی عورت کو طلاق دینے پر بھی قادر نہ ہو۔

ابن عباس: میں نے کہا عثمان ابن عفان کو حاکم معین کر دیجئے؟

عمر ابن خطاب: خدا کی قسم اگر میں اس کو بنادوں تو وہ ضرور ضرور آل ابی معیط کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کر دے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اس کو قتل کر دیں گے، انھوں نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا پھر میں خاموش ہو گیا

کیوں کہ میں امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی نسبت ان کے بغض وعناد کو جانتا تھا۔

عمر ابن خطاب: اے ابن عباس! تم اپنے مالک ومختار (امام علی علیہ السلام) کا ذکر کرو۔

ابن عباس: میں نے کہا پھر امام علی علیہ السلام کو ان کا حاکم بنا دیجئے۔

عمر ابن خطاب: خدا کی قسم میری جزع وفزع اسی لئے ہے کہ میں نے حق کو حقدار سے چھین لیا، خدا کی قسم اگر میں ان کو حاکم بنادوں تو وہ انھیں اعتدال پر قائم کردیں گے اور اگر لوگوں نے ان کی اطاعت کرلی تو وہ ان کو جنت میں داخل کریں گے۔ وہ اس طرح کہتے ہیں پھر چھ افراد کی شوریٰ بنا دیتے ہیں۔ وائے ہو اس کے لئے جو ان کو اپنا حاکم سمجھے۔

ابو الھذیل نے کہا خدا کی قسم وہ مجھ سے ایسے ہی کلام کرتے رہے ناگاہ وہ مخبوط الحواس اور مجنون ہو گئے۔ اس قصہ کو میں نے مامون سے بیان کیا اور یہ ان کا قصہ تھا جن کی عزت ومال کو حیلہ ودھوکہ سے ختم کردیا گیا تھا پھر مامون نے کسی کو بھیج کر ان کو بلوایا وہ آئے ان کا علاج نہیں ہوا وہ ٹھیک ہو گئے، ان کے مال ونقصانات کو واپس کیا گیا اور ان کو اپنا ندیم بنالیا۔ مامون کو اس وجہ سے شیعہ کہا جانے لگا۔ اللہ کا ہر حال میں حمد وشکر ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو علماء شیعہ کے فضائل کو بیان کرتی ہیں کیوں کہ وہ لوگ اہل بدعت وضلالت کو ضعیف الاعتقاد اور شیعہ مسکینوں پر مسلط ہونے سے روکے رکھتے ہیں اور اپنی طاقت اور اپنے امکان بھر ان کا قلع وقمع کرتے ہیں اسی میں وہ حدیث بھی ہے جو ہمارے گیارہویں امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے۔

امام جعفر ابن محمد الصادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعہ علماء ہمیشہ اس سرحد پر پڑاؤ ڈالتے ہیں جو ابلیس اور اس کے عفریتوں سے متصل ہوتی ہے اور وہی علماء ضعیف الاعتقاد شیعوں پر ابلیس کے حملہ کرنے سے ناصبیوں کو ان پر مسلط ہونے سے روکتے ہیں ہمارے شیعوں میں سے جو اس امر کی خاطر تیار رہے وہ ترک وروم وخزر سے ہزار ہزار مرتبہ جہاد کرنے والوں سے افضل وبرتر ہوگا کیوں کہ یہ ہمارے دوستوں کے دین کا دفاع کرتے ہیں اور مجاہدین ان کے ابدان واجسام کا دفاع کرتے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا احتجاج

حسن ابن عبد الرحمٰن حمامی نے کہا میں نے امام ابو ابراہیم موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ ہشام ابن الحکم کا خیال ہے اللہ تعالیٰ صاحب جسم ہے، جس کی مثل کوئی شئے نہیں ہے عالم، سمیع، بصیر، قادر، متکلم وناطق ہے کلام قدرت وعلم سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے ان میں سے کوئی شئے بھی مخلوق نہیں ہے۔

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اس کو قتل کرے کیا وہ نہیں جانتا کہ جسم محدود ہے؟ اور کلام متکلم کے علاوہ ہے معاذ اللہ ایسی باتوں سے میں بری ہوں، وہ نہ جسم ہے، نہ صورت، نہ محدود، اس کے علاوہ ہر شئے مخلوق ہے تمام اشیاء فقط اس کے ارادہ ومشیت سے وجود پاتی ہیں اس میں کوئی کلام (خیال) وگفتگو نہیں ہوتی۔

یعقوب میں جعفر سے مروی ہے کہ امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں کہوں کہ اللہ قائم ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے اس کو اس کے مقام سے جدا کردیا اس کو ایک مکان معین میں محدود کیا، اس کو اعضاء وجوارح کی حرکت سے محدود کیا اور دہن کے کھولنے کے تلفظ سے بھی محدود کیا لیکن میں ایسا کہتا ہوں کہ جو خدا فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾

اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شے کے کہنے کے بارے میں یہ ارادہ کرلے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے (سورۂ یس، آیت/۸۲) اس کا ہو جانا دل کے بغیر کسی خیال و وہم کے خدا کی مشیت مرضی ہے۔ وہ بے نیاز ہے اور اکیلا، وہ کسی بھی شریک کا محتاج نہیں کہ وہ اس کے امور مملکت کی تدبیر کرلے اور باب علم کو اس کے سامنے باز کرے۔

یعقوب ابن جعفر سے منقول ہے امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا ایک گروہ کا خیال ہے اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام: اللہ نہ تو نازل ہوتا ہے نہ نزول کی احتیاج رکھتا ہے اس کا منظر قریب وبعید سے مساوی ہے اس سے کوئی بعید نہیں اور اس سے کوئی قریب نہیں، وہ کسی شئے کا محتاج نہیں بلکہ ہر شئے اس کی محتاج ہے وہ صاحب فضل وکرم ہے اس کے علاوہ قابل عبادت کوئی نہیں وہ غالب رہنے والا صاحب حکمت ہے۔

توصیف کرنے والوں کا قول کہ اللہ آسمان دنیا میں اترتا ہے یہ اس کا قول ہے جو اللہ کو کمی وزیادتی کیطرف منسوب کرتا ہے مزید یہ کہ ہر متحرک کسی محرک یا وسیلہ حرکت کی احتیاج رکھتا ہے۔ جس نے اللہ کے بارے میں ایسا

گمان کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ تم لوگ صفات خدا میں کسی حد کے معین کرنے سے پرہیز کرو اور اسکو کمی و زیادتی یا تحریک و تحرک یا ھبوط و نزول یا اٹھنے اور بیٹھنے سے محدود کرنے میں بھی پرہیز کرو، بیشک اللہ صفت بیان کرنے والوں کی صفت تعریف کرنے والوں کی تعریف اور وہم کرنے والوں کے وہم سے بلند و برتر ہے۔

حسن ابن راشد کہتا ہے کہ امام کاظمؑ سے لوگوں نے پوچھا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ رحمٰن عرش پر غالب ہوا۔ اس آیت کے معنی کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: وہ ہر چھوٹی و بڑی چیز پر تسلط رکھتا ہے۔

یعقوب ابن جعفر سے نقل ہوا ہے ایک شخص بنام عبدالغفار (سلمی) نے امام کاظمؑ سے قول خدا: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾

وہ قریب ہوئے پھر اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا (سورۂ نجم، آیت ۸۔۹) کے بارے میں سوال کیا کہ جہاں پیغمبر ٹھہرے وہاں خدا حجابوں سے باہر آیا اور پیغمبر اسلامؐ نے آنکھ سے دیکھا اور رؤیت کی نسبت بصارت کو دی ہے یہ کیسے ہے؟

امام کاظمؑ نے فرمایا: کہ دنیٰ فتدلیٰ یعنی وہ نزدیک ہوئے اور نزدیکتر ہوئے کیوں کہ وہ کسی بھی جگہ سے زائل نہیں لیکن یہ نزدیک ہونا ذات روح کے ساتھ بدن کے نزدیک ہونے کیطرح نہیں ہے۔ عبدالغفار نے کہا میں نے نفس کی جیسی اس آیت کی توصیف کی اس وجہ سے وہ اپنی جگہ آگے نہیں بڑھا سوائے اس کے وہ اس سے زائل ہو گیا ورنہ ایسے توصیف نہ کرتا۔

امام کاظمؑ نے فرمایا: قریش میں اس لغت کا استعمال ایسے ہوتا ہے کہ اگر کوئی کہنا چاہے کہ میں نے سنا تو وہ کہتا ہے کہ "تَدَلَّيْتُ نَدَلِّى" جس کے معنی فہم ہے۔

داؤد ابن قبیصہ نے کہا: میں نے امام رضاؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بابا موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا گیا کیا خدا اس عمل سے مانع ہوتا ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے اور کیا اس سے نہیں کرتا ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے کیا جس کا اس نے قصد نہیں کیا اس پر مدد کرتا ہے؟

امام کاظمؑ نے فرمایا: تو نے پوچھا کہ کیا خدا اس سے مانع ہوتا ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے ایسا جائز نہیں ہے ورنہ یہ ہوگا کہ خود خدا نے ابلیس کو سجدہ آدم سے روکا ہے چونکہ اس نے اپنے عذر سے اس کو منع کیا ہوتا تو اس پر لعنت

نہ کرتا۔ تو نے یہ بھی پوچھا کہ خدا اس بات سے نہی کرتا ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ یہ بھی جائز نہیں ہے ورنہ ایسا ہی ہوگا کہ اس نے آدم کو درخت کا پھل کھانے سے نہی کیا ہے اور حقیقت میں چاہتا ہے کہ وہ اس کو کھائیں اگر ایسا ہی ہوتا تو مدارس کے بچے بلند آواز کیونکر پڑھتے "وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰى" آدم نے اپنے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تو وہ راہ راحت سے بے راہ ہو گئے خدا کے لئے درست نہیں کہ ایک عمل کا حکم دے اور ارادہ اس کے علاوہ ہو جو تو نے یہ پوچھا کہ کیا وہ اس پر مدد کرتا ہے جس کا اس نے قصد نہیں کیا، یہ بھی جائز نہیں اور خدا اس سے بلند و بالاتر ہے کہ وہ قتل انبیاء اور تکذیب انبیاء پر مدد کرے اور قتل امام حسینؑ اور ان کی بہترین اولاد کے قتل پر مدد کرے۔ اس کیلئے کیسے ممکن ہے کہ اس پر مدد کرے جو وہ چاہتا نہیں جبکہ اس نے اپنے مخالفین کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور اپنی اطاعت کی تکذیب کے سبب اور اپنی مخالفت کے ارتکاب کے سبب ان سب کی لعنت بھی کی ہے اگر تیرا کہنا صحیح ہو تو اسے فرعون کی اس کے کفر اور دعوائے ربوبیت میں مدد کرنا چاہئے کیا تم مانتے ہو کہ اللہ ہی نے فرعون سے چاہا کہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے؟

ایسا کہنے والوں کو توبہ کرنا چاہئے اگر اس نے توبہ کی تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی۔

امام حسن عسکریؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے فرمایا:

بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو خلق کیا اور وہ علم رکھتا ہے کہ وہ کیا کریں گی۔ اس نے ان کو کچھ حکم دیا اور کچھ باتوں سے روکا، اس نے جس شئے کا حکم دیا اسے نہ کرنے کا اختیار بھی دیا اور جس شئے سے روکا ہے اسے کرنے کا اختیار بھی دیا، وہ لوگ اس کی اجازت کے بغیر نہ کچھ کر سکتے ہیں نہ چھوڑ سکتے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق میں کسی پر بھی معصیت اور زبردستی نہیں کی ہے بلکہ اس نے انھیں مصائب سے آزمایا ہے جیسے کہ قول خدا ہے تا کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے بہتر کون ہے۔ قول امام بغیر اذن خدا کے کچھ کر سکتے ہیں نہ چھوڑ سکتے ہیں یعنی ان کو آزاد چھوڑا اور مجبور نہیں کیا اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

روایت کی گئی کہ ایک بار ابو حنیفہ مدینہ میں آئے اس کے ساتھ عبداللہ ابن مسلم بھی تھے، ابن مسلم نے کہا اے ابو حنیفہ علماء آل محمد میں سے جعفر ابن محمد الصادقؑ یہیں ہیں ہم ان کے پاس چلیں تا کہ ان سے کچھ علم حاصل کریں جب وہ دونوں وہاں آئے اس وقت شیعہ علماء کا ایک گروہ موجود تھا جوان کے گھر سے نکلنے کے یا اپنے گھر میں داخل ہونے کے منتظر تھے سب اسی حالت میں تھے کہ ایک کمسن بچہ نکلا جن کی ہیبت سے سب لوگ کھڑے ہو گئے۔

ابو حنیفہ نے اپنے ساتھی سے پوچھا: اے فرزند مسلم! یہ کون ہے؟

فرزند مسلم، یہ موسیٰ ابن جعفرؑ ہیں ابو حنیفہ، خدا کی قسم میں ضرور ان کو ان کے شیعوں کے سامنے شرمندہ کروں گا۔

فرزند مسلم، خاموش تم ان پر ہرگز قدرت نہیں رکھتے۔

ابو حنیفہ، خدا کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا پھر وہ امام موسیٰؑ کی جانب ملتفت ہوا اور کہا اے فرزند! تمہارے شہر میں آنے والا مسافر قضائے حاجت کے لئے کہاں جائے؟

موسیٰ بن جعفرؑ: دیوار کے پیچھے چھپے، پڑوسی کی نگاہ سے بچے، دریاؤں کے کنارے سے اور درختوں کے نیچے پھلوں کے گرنے کی جگہ سے پرہیز کرے، قبلہ کی طرف پیچھا اور آگا نہ کرے، پھر اس کے بعد اس کی مرضی ہے جہاں چاہے پیشاب پائخانہ کے لئے بیٹھے۔

ابو حنیفہ: اے پسر! معصیت کس کی طرف سے ہوتی ہے؟ موسیٰ ابن جعفرؑ، اے شیخ! تین حالت سے خالی نہیں۔ گناہ یا اللہ کیطرف سے ہوتا ہے اور بندہ سے کوئی مطلب نہیں، پس حکیم (خدا) کیلئے درست نہیں وہ اس کو سزا دے جس نے گناہ نہ کیا ہو یا گناہ بندہ اور اللہ دونوں کی جانب سے ہوتا ہے اور اللہ دونوں شریک سے قوی ہے بڑے شریک کیلئے درست نہیں کہ چھوٹے شریک کو وہ اس کے گناہ کی سزا دے یا گناہ صرف بندہ کی طرف سے ہے اللہ سے کوئی مطلب نہیں پس اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے سزا دے۔

فرزند مسلم نے کہا کہ ابو حنیفہ پر سکتہ چھا گیا گویا منہ میں پتھر ڈال پڑ گیا ہو۔

فرزند مسلم میں نے ابو حنیفہ سے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا کہ اولاد رسول اللہ ﷺ سے معترض نہ ہوں۔

علی ابن یقطین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جعفر دوانقی نے یقطین کو مقام قصر عبادی میں ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا وہ کنواں کھدوانے میں لگے رہے اور ابو جعفر دوانقی کی موت ہو گئی مگر کنواں سے پانی نہیں نکلا اس کی خبر خلیفہ مہدی کو دی گئی اس نے کہا کہ جب تک پانی نہ نکلے کھودتے رہو چاہے تمام بیت المال خرچ ہو جائے۔

راوی: نے کہا یقطین نے اپنے بھائی ابو موسیٰ کو کنواں کھدوانے کی ذمہ داری دیدی وہ بھی کھودتے رہے یہاں تک کہ بہت نیچے زمین میں ایک سوراخ پیدا ہوا اور اس سے ایک ہوا نکلی جس سے سب گھبرا گئے پس اس کی خبر ابو موسیٰ کو دی گئی۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ مجھے نیچے اتارو۔ ان کو محمل کے ایک حصہ میں بٹھا کر ڈول کو کنواں میں ڈالا نیچے اتارا گیا جب وہ کنواں کی تہہ میں پہنچے تو انھوں نے ایک خوفناک چیز دیکھی اور نیچے سے ہوا کی خوفناک آواز نکلی اس نے

حکم دیا کہ اس سوراخ کو مزید وسیع کرو، اسے ایک بڑے دروازہ کے شکل بنا دیا گیا پھر دو آدمیوں کو اس میں سے نیچے بھیجا گیا کہ تم لوگ خبر لے کر آؤ کہ وہ کیا ہے؟ وہ دونوں نیچے اترے اور حیران و پریشان رہے پھر دونوں نے رسی ہلائی اور ان کو اوپر لایا گیا پھر ان سے پوچھا کہ تم دونوں نے وہاں کیا دیکھا؟ دونوں نے کہا ایک امر عظیم، مرد، عورتیں، مکانات، برتن اور سامان سب پتھر میں مسخ ہو چکے ہیں، مردوں اور عورتوں کے اوپر کپڑے ہیں ان میں کچھ بیٹھے ہیں کچھ لیٹے ہیں اور کچھ ٹیک لگائے ہیں جب ہم نے ان کو مس کیا تو ان کے کپڑے غبار کی طرح اور گھر کے مکانات کی طرح بکھر گئے۔ یہ باتیں ابو موسیٰ نے خلیفہ مہدی کو لکھیں اور مہدی نے مدینہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کو لکھیں اور ان سے آنے کی گذارش کی آپ تشریف لائے۔ خلیفہ مہدی نے ان کو سب بتایا تو امامؑ نے بہت گریہ کیا اور کہا: اے امیر المومنینؑ! یہ لوگ قوم عاد کے بقیہ لوگ ہیں جن پر اللہ غضبناک ہوا اور ان کے گھروں کو ان کے اوپر گرا دیا یہی لوگ اصحاب احقاف ہیں۔

خلیفہ مہدی نے کہا اے ابو الحسن موسیٰ کاظم! احقاف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا الرمل، ریت۔

ابو احمد ہانی ابن محمد عبدی مجھ سے حدیث مرفوع میں بیان کیا امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

جب میں ہارون رشید کے دربار میں پیش کیا گیا میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب سلام دیا پھر کہا اے موسیٰ ابن جعفرؑ! کیا دو خلیفہ الگ الگ لوگوں سے خراج وصول کریں گے؟ امامؑ: میں نے کہا اے امیر المومنینؑ! میں اللہ کی آپ کیلئے پناہ چاہتا ہوں کہ آپ گنہگار نہیں اور ہمارے دشمنوں کی ہمارے خلاف جھوٹی جھوٹی باتیں قبول کریں آپ خود جانتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ہی سے لوگوں نے ہم پر بہتان بازی شروع کر دی تھی، جو جو الزام لگے آپ کو علم ہے اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو اپنا سمجھتے ہیں تو مجھے اجازت دیجئے کہ آپ سے ایک حدیث بیان کروں جو مجھے میرے بابا نے اور ان سے ان کے آباء واجداد نے اور ان سے میرے جد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہارون رشید میں نے آپ کو اجازت دی۔

امامؑ: میں نے کہا کہ مجھے میرے بابا نے اپنے آباء واجداد سے انھوں نے میرے جد رسول اللہ ﷺ سے آپ نے فرمایا:

جب ایک رشتہ دار کا جسم دوسرے رشتہ دار سے مس ہوتا ہے تو خون جوش مارتا ہے، رگیں پھڑک اٹھتی ہیں میں قربان ذرا آپ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیجئے۔

ہارون رشید: میرے قریب آیئے۔

امامؑ: میں ان کے قریب گیا اس نے میرا ہاتھ پکڑا، اپنی جانب کھینچ لیا اور دیر تک معانقہ کیا پھر مجھے چھوڑا اور کہا اے موسیٰ بیٹھے! تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں۔ میں نے دیکھا اس کی آنکھ آنسوؤں سے پر ہے اب میری جان میں جان آئی۔ ہارون رشید آپ نے اور آپ کے جد نے سچ فرمایا:

میرا خون جوش مارنے لگا اور میری رگیں پھڑک اٹھیں یہاں تک کہ مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور میری دونوں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا گئے میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ان چیزوں کے متعلق سوال کروں جو مجھے کھٹک رہی ہیں اور اب تک میں نے کسی سے نہیں پوچھا ہے اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دیا تو میں آپ کو چھوڑ دوں گا اور آپ کے خلاف کسی کی بات بھی نہیں مانوں گا اور میں جانتا ہوں کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے لہذا جو میرے دل میں ہے میں پوچھتا ہوں آپ اس کا صحیح صحیح جواب دیجئے۔

امام کاظمؑ: اگر آپ مجھ کو امان دیں تو میں آپ کو اپنے علم کے مطابق درست جواب دوں۔

ہارون رشید: آپ کیلئے میری جانب سے امان ہے، بشرطیکہ آپ سچ سچ بولیں اور اس تقیہ کو چھوڑ دیں جس کے لئے آپ بنی فاطمہ مشہور ہیں۔

امام کاظمؑ نے کہا: آپ جو چاہیں پوچھیں، ہارون رشید مجھے بتایئے کہ آپ لوگ اپنے کو ہم سے افضل کیوں سمجھتے ہیں حالانکہ ہم اور تم سب ایک ہی شجرہ نسب سے ہیں، بنی عبدالمطلب اور ہم اور تم ایک ہی تو ہیں فرق اتنا ہے کہ ہم بنی عباس ہیں اور تم ابوطالب کی اولاد ہو اور یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے اور قرابت رسول میں دونوں برابر ہیں۔

امام کاظمؑ: میں نے کہا کہ اس طرح کہ عبداللہ اور ابوطالب دونوں ایک ہی ماں باپ کے ہیں اور تمہارے جد عباس کی ماں عبداللہ و ابوطالب کی ماں نہیں ہیں۔

ہارون رشید! اچھا تو آپ لوگ کیوں دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ لوگ رسول کے وارث ہیں حالانکہ چچا بھتیجوں کو میراث سے محروم و محجوب کر دیتا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ابوطالب اس سے قبل وفات پا چکے تھے اور ان کے چچا عباس زندہ تھے؟

امام کاظمؑ: میں نے کہا اگر امیرالمومنین مناسب سمجھیں تو اس مسئلہ سے مجھ کو معاف رکھیں اس کے علاوہ آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھیں۔ ہارون رشید، نہیں آپ کو جواب دینا پڑے گا۔

امام کاظمؑ: میں نے کہا آپ مجھے امان دیجئے۔ ہارون رشید: کلام کرنے سے پہلے ہی میں آپ کو امان دے چکا ہوں۔

امام کاظمؑ: قول امام علیؑ میں یہ موجود ہے کہ صلبی اولاد (لڑکی ہو یا لڑکا) کے ہوتے ہوئے سوائے والدین، شوہر، زوجہ کے کسی ایک کو بھی میراث میں حصہ نہیں ملتا، صلبی اولاد کی موجودگی میں کسی اعتبار سے بھی چچا کی میراث ثابت نہیں نہ کتاب خدا سے نہ سنت نبوی سے بس صرف قبیلہ بنی تیم، بنی عدی اور بنی امیہ نے چچا کو باپ کہا ہے یہ بھی ان کی اپنی رائے ہے جو خلاف حقیقت ہے اور رسول خدا ﷺ کی بھی کوئی حدیث نہیں ہے۔ علماء اسلام میں سے جو بھی حضرت علیؑ کے قول کے قائل ہیں ان کے فیصلے بنی امیہ وغیرہ کے فیصلوں کے خلاف ہی ہوں گے چنانچہ یہ نوح ابن دراج ہیں جو اس مسئلہ میں قول امام علیؑ کو مانتے ہیں اور اسی کے مطابق حکم بھی کرتے اور فتویٰ دیتے اور آپ ہی نے ابن دراج کو شہر کوفہ و بصرہ کا گورنر بنایا اور انھوں نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی اور اس کی اطلاع امیرالمومنینؑ کو پہنچی آپ نے ابن دراج اور ان کے مخالفین کو حاضر ہونے کا حکم دیا ان میں سفیان ثوری ابراہیم مدنی فضیل ابن عیاض تھے انھوں نے اس مسئلہ میں اسی قول امام علیؑ کی گواہی دی، جب تم اس کو درست جانتے ہو تم لوگ اس کے مطابق فتویٰ کیوں نہیں دیتے حالانکہ نوح ابن دراج اسی کے مطابق حکم کرتے ہیں؟

انھوں نے کہا نوح ابن دراج میں جرأت بیان ہے اور ہم ڈرتے ہیں خلیفہ نے بھی ابن دراج کے فیصلہ کو بحال کر دیا کیوں کہ بقول قدماء عامة نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے امام علیؑ ہیں اسی طرح عمر ابن خطاب نے کہا ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں، لفظ قاضی ایک جامع لفظ ہے جو تمام اوصاف حمیدہ کو شامل ہے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کی تعریف میں جو کچھ کہا ہے قراۃ، فرائض، علم وغیرہ، یہ سب مفہوم قضا میں آ جاتے ہیں۔

ہارون رشید: اے موسیٰ! مجھے کو مزید بتائیں، امام کاظمؑ:

نجی نشستوں میں کہی ہوئی باتیں امانت ہوتی ہیں خصوصاً آپ کی نجی نشست۔

ہارون رشید کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

امام کاظمؑ: جناب عباس کے وارث نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کا وہ وارث ہو ہی نہیں سکتا جو مہاجر نہ ہو اور غیر مہاجر کیلئے ولایت ثابت نہیں ہو سکتی۔

ہارون رشید: اس بارے میں آپ کے پاس دلیل کیا ہے؟

امام کاظمؑ: میں نے کہا خدائے تبارک وتعالیٰ کا یہ قول ہے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا﴾

بیشک جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں ان کی ولایت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں جب تک ہجرت نہ کریں (سورۂ انفال، آیت ۷۲)

اور آپ کو علم ہے کہ میرے چچا عباس نے ہجرت نہیں کی تھی۔

ہارون رشید: اے موسیٰ ابن جعفرؑ! ہمارے دشمنوں میں سے کسی کو اس بارے میں بتایا ہے؟ یا اس مسئلہ میں کسی فقیہ نے کچھ نہیں کہا؟

امام کاظمؑ: خدا کی قسم کسی کو نہیں سوائے آپ کے مجھ سے کسی نے پوچھا بھی نہیں۔

پھر ہارون رشید نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگ عامہ وخاصہ کو کیوں اجازت دیتے ہیں کہ وہ آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کریں اور یابن رسول اللہ کہیں، حالانکہ آپ لوگ فرزند علیؑ ہیں کیوں کہ آدمی اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے فاطمہ زہراؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت تو ایک ظرف کی تھی اور نبی تو ماں کی جانب سے آپ کے نانا ہیں؟

امام کاظمؑ: میں نے کہا یا امیر المومنین! اگر رسول اللہ آپ کی بیٹی کی شادی کا پیغام دیں تو کیا آپ قبول کریں گے؟

ہارون رشید: سبحان اللہ کیوں نہیں قبول کروں گا بلکہ تمام عرب وعجم اور قریش پر فخر کروں گا۔

امام کاظمؑ: میں نے اس سے کہا لیکن نہ وہ ہماری بیٹی سے شادی کا پیغام دیں گے اور نہ ہم ان سے عقد کریں گے۔

ہارون رشید: ایسا کیوں ہے؟

امام کاظمؑ: کیوں کہ ہم ان کی اولاد ہیں وہ ہمارے والد ہیں اور آپ ان کی اولاد نہیں ہیں اور وہ تمہارے والد نہیں ہیں۔

ہارون رشید: اے موسیٰ ابن جعفرؑ! آپ نے بہت اچھی بات کہی پھر اس نے کہا کہ آپ لوگ اپنے کو ذریت رسول نسل رسول کیوں کہتے ہیں جب کہ رسول کو کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی اور نسل وذریت تو اولاد نرینہ سے چلتی ہے لڑکی سے نہیں حالانکہ آپ لوگ تو لڑکی کی نسل سے ہیں؟

امام کاظمؑ: آپ کو قرابت رسول اور اس قبر کا واسطہ اور اس میں آرام کرنے والے کا واسطہ اور آپ کو خدائی قسم دیتا ہوں کہ اس کے جواب سے مجھے معاف رکھیں۔

ہارون رشید: اے امام علیؑ کے بیٹے! مجھے بتاؤ کہ تمہارے پاس اس کی دلیل کیا ہے میں معاف نہیں کروں گا آپ ہی اولاد علیؑ کے سردار اور ان کے امام زمانہ ہیں۔ یہ باتیں مجھ تک پہنچی ہیں اور اس وقت تک میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ ایک ایک سوال کا جواب نہ دے لیں اور تمام دلائل قرآن سے ہوں کیونکہ آپ اولاد علیؑ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ قرآن کی کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کی تاویل آپ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور دلیل کے طور پر قرآن کی آیت پیش کرتے ہو: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ہم نے کتاب میں کسی شئے کے بیان میں کوئی کمی نہیں چھوڑی (سورۂ انعام، آیت ۳۸) اور آپ لوگ تمام علماء کی رائے اور ان کے قیاس سے اپنے کو مستغنی جانتے ہیں۔

امام کاظمؑ: کیا جواب دینے کی مجھے اجازت ہے؟ ہارون رشید، ہاں، پیش کیجئے؟

امام کاظمؑ: (بسم اللہ الرحمن الرحیم. وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ ان کی ذریت سے داؤد، سلیمان، وایوب، یوسف، موسیٰ، اور ہارون ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں اور زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس سب کے سب صالحین تھے (سورۂ انعام، آیت ۸۵،۸۴)

اے امیر المومنین! بتایئے کہ جناب عیسیٰ کے باپ کون تھے؟ ہارون رشید جناب عیسیٰ کے کوئی باپ نہیں تھے۔

امام کاظمؑ: ہم جناب عیسیٰ کو ان انبیاء کی ذریت میں جناب مریم کی وجہ سے شامل کیا گیا ہے اسی طرح ہم بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کی طرف سے ملحق ہوتے ہیں۔

امام کاظمؑ: اے امیر المومنینؑ! اگر آپ چاہیں تو مزید کچھ بیان کروں؟ ہارون رشید! ہاں بیان کیجئے۔

امام کاظمؑ: میں نے کہا قول خدا ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ

تَعالَوا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت ۶۱)

کسی ایک نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے مباہلہ کے دن چادر کے نیچے حضرت علی، فاطمہ، حسن، اور حسینؑ کے علاوہ کسی کو بھی لائے ہوں پس ابناء نا سے مراد حسن وحسین نساء نا سے مراد فاطمہ زہرا اور انفسنا سے مراد علی ابن ابیطالب ہیں۔

نیز تمام علماء نے اجماع کیا ہے کہ جبرئیل نے روز احد کہا ''اے محمد! یہ ہے امام علیؑ کی مواسات جو علیؑ نے دکھائی'' رسول نے فرمایا:

کیوں نہ ہو وہ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں تو پھر جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ دونوں سے ہوں پھر کہا" لا فتیٰ الاّ علی لا سیف الاّ ذو الفقار "یہ مدح ویسی ہی ہے کہ جیسے کہ اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم کے لئے فرمایا﴿قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ اِبْرَاهِيْمُ﴾

انھوں نے کہا ہم ایک جوان کو جانتے جس کا نام ابراہیم ہے (سورۂ انبیاء، آیت ۶۰)

ہم جبرئیل کے اس قول پر فخر کرتے ہیں وہ ہم میں سے ہیں۔

ہارون رشید نے احسنت کہا اور کہا اور اپنی حاجت وضرورت پیش کیجئے؟

امام کاظمؑ: میری پہلی حاجت یہ ہے کہ مجھے آپ اپنے ابن عم کو اجازت دیجئے کہ وہ اپنے جد نامدار کے حرم اور اپنے اہل وعیال کی جانب واپس ہو جائے۔

ہارون رشید: انشاء اللہ ہم اس کے بارے میں غور کریں گے۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک دن مامون رشید نے اپنے لوگوں سے کہا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مجھ کو تشیع کی تعلیم کس نے دی؟

قوم نہیں خدا کی قسم اس بارے میں ہم نہیں جانتے۔

مامون رشید مجھے میرے باپ ہارون رشید نے تشیع سکھایا اس سے کہا گیا یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو اس گھرانے والوں کو قتل کرتا تھا۔

مامون رشید: ان کو ملک وحکومت کی وجہ بقا کیلئے ان کو قتل کرتا تھا کیوں کہ ملک عقیم (بانجھ) ہوتا ہے پھر اس نے

کہا کہ ایک دن امام موسیٰ ابن جعفرؑ ہارون رشید کے پاس آئے وہ ان کیلئے کھڑا ہو گیا ان کا استقبال کیا اور صدر مجلس میں ان کو بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھا اور ان دونوں کے درمیان باتیں ہوتی رہیں پھر موسیٰ ابن جعفرؑ نے میرے باپ سے کہا یا امیر المومنین! اللہ نے حاکموں واولیان سلطنت پر فرض کیا ہے کہ وہ امت کے فقراء کی گری ہوئی حالت کو سنبھالیں اور مقروض افراد کے قرض ادا کریں، لوگوں کے بوجھ کو ہلکا کریں، بے لباس کو لباس پہنائیں اور قیدیوں کے ساتھ احسان کریں ایسا کرنے کیلئے آپ کا سب سے زیادہ حق ہے۔

ہارون رشید نے کہا اے ابوالحسنؑ! میں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ کھڑے ہو گئے تو وہ بھی کھڑا ہو گیا اور ان کی پیشانی کا بوسہ دیا پھر میرا باپ میری طرف اور امین اور موتمن کی جانب متوجہ ہوا اور کہا اے عبد اللہ اے محمد اے ابراہیم! تم اپنے ابن عم اور اپنے سید وسردار کے ساتھ جاؤ اور ان کی رکاب تھامو، ان کے لباس برابر کرو اور ان کے گھر تک انھیں چھوڑ کر آؤ پھر موسیٰ ابن جعفر نے مجھ سے چپکے چپکے بات کی اور مجھے خلافت کی بشارت دی اور مجھ سے کہا کہ جب تم خلیفہ ہو جاؤ تو میرے بیٹے سے اچھا سلوک کرنا پھر ہم واپس آگئے اور میں اپنے باپ کی اولاد میں سب سے زیادہ جری تھا جب سب چلے گئے اور خلوت ہوئی تو میں نے کہا یا امیر المومنین! یہ شخص کون ہے جس کی آپ نے اتنی تعظیم وتکریم کی کہ آپ اس کیلئے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اس کا استقبال کیا ان کو صدر مجلس میں جگہ دی۔ خود آپ وہاں نہیں بیٹھے، ہم کو رکاب تھامنے کا حکم دیا؟ ہارون رشید:

یہی لوگوں کے امامؑ ہیں یہی اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں اور اس کے بندوں پر اس کے خلیفہ ہیں۔

مامون رشید: میں نے کہا یا امیر المومنین! کیا یہ تمام صفات آپ میں نہیں پائے جاتے؟

ہارون رشید: میں ظاہر میں ہر روز زبردستی وغلبہ کے سبب جماعت وقوم کا امام ہوں لیکن موسیٰ ابن جعفرؑ امام حق ہیں خدا کی قسم اے میرے بیٹے! وہ خلافت رسول اللہ ﷺ کے مجھ سے اور تمام مخلوق سے زیادہ حقدار ہیں، خدا قسم اگر تم بھی میرے بیٹے ہو اس حکومت کو مجھ سے چاہو تو تمہاری گردن ماردوں گا اور تمہاری دونوں آنکھیں نکال لوں گا کیوں کہ ملک عقیم (وبانجھ) ہے۔

جب وہ مدینہ سے مکہ جانے لگے تو ایک کالی تھیلی لانے کا حکم دیا جس میں صرف دوسو دینار تھے پھر فضل ابن ربیع کو دیکر کہا اسے لے کر موسیٰ ابن جعفرؑ کے پاس جاؤ اور یہ پیغام دینا کہ امیر المومنین نے کہا ہے فی الحال ہمارا

ہاتھ تنگ ہے آئندہ ہمارا عطیہ بہت جلد آپ تک پہنچے گا۔

مامون نے کہا (یہ دیکھ کر) میں ان کے سامنے کھڑا ہوگیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! آپ نے تمام مہاجرین وانصار اور تمام قریش و بنی ہاشم کو پانچ ہزار دینار یا اس سے زیادہ بھی دیا حالانکہ آپ ان کے حسب ونسب کو بھی نہیں جانتے اور موسیٰ ابن جعفر جن کی آپ نے تعظیم وتکریم کی صرف دو سو دینار دیئے جن جن کو آپ نے عطا کیا یہ رقم سب سے کم ہے۔

ہارون رشید نے کہا خاموش ہو جا تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے اگر ان کی عظمت وبزرگی کے لحاظ سے ان کو میں عطا کردوں تو میں اس سے محفوظ نہیں ہوں کہ وہ کل اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کے ساتھ ایک لاکھ تلوار لے کر مجھ پر حملہ آور ہو جائیں، ان کا اور ان کے اہل بیت کی فقر وتنگی میرے اور تیرے لئے امن وسلامتی کا سبب ہے بجائے اس کے ان کے ہاتھ کشادہ ہو جائیں اور غنی بن جائیں۔

کہا گیا ہے کہ جب ہارون رشید مدینہ آیا اس کے ساتھ لوگ بھی تھے تو وہ زیارت کے ارادہ سے قبر نبی اکرم ﷺ پر آیا اور کہا "السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ" اور دوسروں پر فخر کرنے کی غرض سے کہا السلام علیک یا ابن عم، یعنی اے چچازاد بھائی اسی وقت امام موسیٰ ابن جعفرؑ قبر کی جانب بڑھے اور فرمایا "السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ، السلام علیک یا ابہ" اے بابا آپ پر سلام ہو، یہ سن کر ہارون کا چہرہ متغیر ہوگیا اور غیظ وغضب کے آثار ظاہر ہوئے۔

محمد ابن حسن نے امام موسیٰ کاظمؑ سے ہارون رشید کے سامنے مکہ میں سوال کیا کہ کیا محرم کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنی محمل کی چھت کے سایہ میں چلے؟ اس سے امام کاظمؑ نے فرمایا: اختیار کے ساتھ یہ جائز نہیں ہے۔ محمد ابن حسن: کیا اختیاری حالت میں سائے کے نیچے چلنا جائز ہے؟

امام کاظمؑ: ہاں جائز ہے۔

یہ سن کر محمد ابن حسن نے مضحکہ کیا پھر امامؑ نے فرمایا: کیا تجھے نبی کی سنت سے تعجب ہو رہا ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے بیشک رسول اللہ ﷺ حالت احرام میں سائبان کو اپنے سر سے اٹھا دیتے تھے اور سایہ کے نیچے چلتے تھے۔ اے محمد! احکام خدا میں قیاس نہیں کیا جاتا البتہ جس نے بعض احکام کو بعض پر قیاس کیا وہ راستہ سے بھٹک گیا اور گمراہ ہوگیا اس پر محمد ابن حسن خاموش ہوگیا پھر کوئی جواب نہیں دیا۔

ابو یوسف امام کاظمؑ سے خلیفہ مہدی کے حضور گفتگو ہوئی کہ امامؑ نے جو ابو یوسف سے ایسے ہی مسئلہ کے متعلق

پوچھا جس کا اس کے پاس جواب نہیں تھا اس نے امامؑ سے کہا کہ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

امامؑ: پوچھو: ابو یوسف، محرم کے سایہ سائبان کے کرنے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

امامؑ: سایہ نہیں کرسکتا، سایہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ابو یوسف: اگر کوئی خیمہ بنائے اور اس میں داخل ہو تو کیا حکم ہے؟

امامؑ: کوئی حرج نہیں سایہ کرسکتا ہے۔

ابو یوسف: دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

امامؑ: تم حائض کے بارے میں کہتے ہو کیا وہ نماز کی قضا کرے گی؟

ابو یوسف نہیں۔

امامؑ: کیا روزہ کی قضا کرے گی؟

ابو یوسف، ہاں امامؑ کیوں؟

ابو یوسف ایسا ہی حکم خدا وشریعت ہے۔

امامؑ: مسئلہ محرم بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ مہدی نے ابو یوسف سے کہا تم کسی لائق نہیں ہو کچھ نہیں کرسکتے۔

ابو یوسف نے کہا یا امیر المومنین! انھوں نے مجھ کو دندان شکن جواب دیا۔

امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ خاص شیعوں کے درمیان گزر رہے تھے، ایک شخص نے تنہائی میں آپ سے کہا، اے فرزند رسول میں خوف زدہ ہوں کہ فلاں ابن فلاں آپ کی وصایت وامامت کے عقیدہ کے اظہار میں آپ سے منافقت کرتے ہے۔

امام کاظمؑ نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

مرد شیعہ: ایک دن میں فلاں کی نشست میں حاضر تھا اور اس کے ساتھ اہل بغداد کے بزرگوں میں سے ایک شخص تھا صاحب نشست نے اس سے کہا کہ تم گمان کرتے ہو کہ تخت پر بیٹھے ہوئے اس خلیفہ کے علاوہ تمہارے دوست موسیٰ ابن جعفرؑ امام ہیں؟ تو آپ کے دوست نے اس سے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ موسیٰ ابن جعفرؑ امام ہیں، اگر میرا اعتقاد نہ ہو کہ وہ غیر امام ہیں تو مجھ پر اور جو اس کا معتقد نہ ہو اس پر اللہ ملائکہ اور

لوگوں کی لعنت ہو، صاحب نشست نے ان سے کہا جزاک اللہ خیراً جو بھی تمہارے بارے میں مجھ سے چغلی کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس بات پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جیسا تم نے سمجھا ایسا نہیں ہے لیکن تمہارا دوست تم سے زیادہ سمجھ دار ہے، بس اس نے اتنا کہا کہ موسیٰ غیر امام ہے موسیٰ اس کے علاوہ ہیں یعنی وہی امام ہیں۔ بیشک اس نے اپنے اس قول سے میری امامت کو ثابت کیا اور میرے علاوہ کی امامت کی نفی کی۔ اے بندہ خدا! اپنے بھائی کے بارے میں نفاق کا تمہارا گمان زائل وختم ہوگیا تو اللہ سے توبہ کرو۔ اس کے بعد اس کو اس کی کہی ہوئی باتیں سمجھ میں آئیں پھر شیعہ مرد نے کہا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس مال نہیں ہے جس کے ذریعہ میں (آپ کے سچے دوست) اس کو راضی کرلوں لیکن میں اپنے تمام اعمال اپنی عبادت اور آپ اہل بیت پر درود اور آپ کے دشمنوں پر لعنت میں سے کچھ حصہ اس کو ہبہ کرتا ہوں تا کہ وہ مجھ سے راضی اور خوش ہو جائے۔

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اب تو دوزخ سے نکل گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

جو فقیہ ہمارے ایسے یتیموں میں کسی ایک یتیم کو نجات دے جو اپنے ما یحتاج کے سیکھنے اور معارف واصول کے جاننے کیلئے ہم تک نہیں پہنچ سکتا وہ ابلیس کے لئے ہزار عابد سے زیادہ سخت وگراں ہے کیونکہ عابد صرف اپنے کو نجات دیتا ہے لیکن یہ مرد فقیہ اپنے ساتھ خدا کے بہت سے بندوں اور کنیزوں کو ابلیس کے اختیار اور اس کے رسولوں سے نجات دیتا ہے اسی سبب سے ایک فقیہ ایک ہزار ہزار عابد سے افضل و برتر ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام بہترین آواز اور بہترین قرأت کے مالک تھے انھوں نے ایک دن فرمایا کہ امام علی بن الحسین علیہ السلام قرآن پڑھتے تھے اور کوئی گذرنے والا ان کے پاس سے گذرتا تو ان کی بہترین آواز سے خوش ہو جاتا۔ اگر امام اپنی خوش آوازی کو ظاہر کر دیتے تو لوگ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔

امام کاظم علیہ السلام سے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھاتے تھے؟ کیا بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھتے تھے؟

امام علیہ السلام: بیشک رسول اللہ پیچھے کے لوگوں کی طاقت برداشت کے اعتبار سے اظہار فرماتے تھے۔

امام رضا علیہ السلام کا احتجاج

توحید اور عدل وغیرہ کے بارے میں مخالفت وموافق اپنوں اور غیروں سے امام رضا علیہ السلام کے احتجاج کا بیان۔

ایک شخص امام رضا علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا یا بن رسول اللہ! عالم کے حادث ہونے کی کیا دلیل ہے؟

امام رضا علیہ السلام: تم نہیں تھے پھر تم وجود میں آئے تم اچھی طرح جانتے ہو کہ خود کو وجود نہیں بخشا اور نہ تو تم جیسا کوئی تمہیں وجود میں لایا ہے۔

خادم امام رضا علیہ السلام محمد ابن عبداللہ خراسانی سے منقول ہے کہ ایک روز ایک زندیق امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا وہاں کچھ اور لوگ موجود تھے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

بتاؤ اگر قول تمہارا قول ہو اگرچہ ایسا نہیں ہے تو کیا ہم اور تم مساوی ہیں؟ ہمارے روزے، ہماری نمازیں، ہماری زکواۃ، ہمارے اعتقادات نے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے؟ وہ زندیق خاموش ہوگیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر قول ہمارا قول ہو اور حق بھی یہی ہے تو کیا ایسا نہیں ہے کہ تم ہلاک ہوئے اور ہم نے نجات پائی؟

زندیق: اللہ آپ پر رحمت نازل کرے۔ مجھے سمجھائیے کہ وہ خدا کیسا ہے اور کہاں ہے؟

امام رضا علیہ السلام: تجھ پر افسوس! جو تم نے گمان کیا وہ غلط ہے اس نے جگہ ومکان کو ایجاد کیا ہے وہ تھا لیکن کسی جگہ ومکان کا وجود نہ تھا اس نے کیفیت کو ایجاد کیا ہے وہ تھا لیکن کسی کیفیت کا وجود نہیں تھا لہذا کیفیت یا جگہ ومکان اور حواس سے اس کا درک نہیں ہو سکتا اور کسی چیز سے مشابہ بھی نہیں ہے۔

زندیق: جب حواس پنجگانہ میں سے کسی ایک سے بھی درک نہیں ہو سکتا تو وہ اصل ہے ہی نہیں۔

امام رضا علیہ السلام: تجھ پر افسوس ہے! جب تیرے حواس اس کے ادراک سے عاجز ہو گئے تو تو نے اس کی ربوبیت سے انکار کر دیا حالانکہ جب ہم اس کے ادراک سے عاجز ہو گئے تو ہم کو یقین ہو گیا کہ وہی ہمارا رب ہے اور وہ تمام اشیاء کے برخلاف شئے ہے۔

زندیق: مجھے بتائیے کہ وہ کب سے ہے؟

امام رضا علیہ السلام: تو مجھے بتا کہ وہ کب نہیں تھا تو میں بتاؤں کہ وہ کب سے ہے۔

زندیق: خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے؟

امام رضاؑ: جب میں اپنے جسم کو دیکھتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس کے طول و عرض کی وزیادتی کرنے اس نقصانات جسکو دفع کرنے اور اس کو فائدہ پہنچانے میں کوئی اختیار وقدرت نہیں رکھتا تو میں نے جان لیا کہ اس عمارت کا کوئی بنانے والا ضرور ہے لہذا میں اس پر ایمان لے آیا اس سے مزید یہ کہ میں نے افلاک کے چکر لگانے، بادلوں کے آنے جانے، ہواؤں کے چلنے سورج و چاند وستاروں کے حرکت کرنے اور تمام متقن آیات عجیبہ کو بھی دیکھا جس سے مجھ کو یقین ہو گیا ان سب کا کوئی مدبر کرنے والا اور پیدا کرنے والا ہے۔

زندیق: اللہ کو آنکھ کیوں نہیں دیکھ سکتی؟

امام رضاؑ: تاکہ اس کے اور دیکھی جانے والی اس کی مخلوق کے درمیان فرق رہے، اس کی شان اس سے بلند ہے کہ آنکھ اس کو دیکھے، یا فکر اس کا درک کرے یا عقل اس کو پائے۔

زندیق: میرے لئے اس کی حد و وصف بیان کیجئے؟

امام رضاؑ: اس کی کوئی حد و وصف نہیں ہے۔

زندیق: کیوں؟

امام رضاؑ: کیوں کہ ہر شے محدود اپنی حد تک منتہی ہوتی ہے اور جب اس نے حد و سرحد کو قبول کر لیا تو قابل زیادتی ہے جو زیادتی قبول کرے وہ کمی کو بھی قبول کرے، لہذا خدا نہ حد رکھتا ہے نہ زیادتی قبول کرتا ہے اور نہ ہی کمی، نہ ہی جزء جزء ہو سکتا ہے اور نہ ہی فکر سے اس کا درک ہو سکتا ہے۔

زندیق: آپ کا قول ہے کہ وہ لطیف، سمیع، بصیر، علیم اور حکیم ہے ان کا مقصد کیا ہے؟ کیا کوئی بغیر کان کے سن سکتا ہے کوئی بغیر آنکھ کے دیکھ سکتا ہے کوئی لطیف و ظریف ہے جو ہاتھ نہ رکھتا ہو کوئی حکیم ہے جو صنعت گر اور بنانے والا نہ ہو؟

امام رضاؑ: انسانوں میں لطیف اس کے لئے بولا جاتا ہے جو کوئی کام یا صنعت گری کرنا چاہتا ہو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب کوئی کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے یا کوئی کام کرنا چاہتا ہے اگر اسے دقت و ظرافت سے انجام دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں کتنا ظریف ہے؟ خدا جو خالق وجلیل ہے اس کو لطیف کیوں نہ کہا جائے، جب کہ اس نے لطیف وجلیل مخلوق کو خلق کیا ہے اور حیوانات میں ان کی روحوں کو رکھا اور مخلوق کی ہر جنس دوسری جنس سے صورت میں جدا گانہ ہے اور کوئی ایک دوسرے کی شبیہ نہیں ہے پس ان تمام مخلوقات میں سے ہر ایک اپنی ترکیب ظاہری میں

خالق لطیف وخبیر کے ہمکنار ہے۔

جب ہم نے درختوں اور ان کے کھائے اور نہ کھائے جانے والے پھلوں پر نگاہ ڈالی تو ہم نے کہا کہ ہمارا خالق لطیف ہے مگر جیسے مخلوقات اپنے کاموں میں لطیف ہے ویسے نہیں۔ ہم نے کہا کہ وہ سمیع ہے کیوں کہ زمین سے عرش تک کوئی مخلوق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی دریا میں ہو یا خشکی میں نہیں ہے جس کی آواز اس کے لئے پوشیدہ ہو ان کی زبانیں اور بولیاں اس کیلئے مشتبہ نہیں ہوتیں اور اس موقع پر ہم نے کہا کہ وہ سمیع ہے مگر بغیر کان کے سنتا ہے ہم نے کہا وہ بصیر دیکھنے والا ہے مگر آنکھ کے ذریعہ نہیں کیوں کہ وہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالے کیڑوں مکوڑوں کے اثر کو دیکھ لیتا ہے اور گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں بھی چیونٹی کی حرکت کو دیکھتا ہے ان کے نفع و نقصان اور ان کے جوڑوں اور نسلوں سے بھی خبردار ہے اس موقع پر ہم نے کہا کہ بصیر دیکھنے والا ہے مگر مخلوقات کی بصارت کے مانند دیکھنے والا نہیں ہے۔

راوی: نے کہا زیادہ وقت نہیں گذرا کہ وہ مسلمان ہو گیا (اس کے علاوہ بھی مطالب موجود ہیں)

ایک دوسری حدیث میں امام رضاؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

اللہ کا نام اس لئے ہے کہ اس کا علم حادث نہیں (یعنی پہلے اسے علم نہیں اور اب حاصل ہو گیا) وہ اسی علم سے اشیاء کو جانے اور اسی علم کی مدد سے مستقبل کے امور کی حفاظت کرے اور اپنی مخلوق کی خلقت میں غور و فکر کرے، مخلوقات میں سے عالم وہ ہے جس کا علم حادث ہے کیوں کہ اس سے قبل وہ جاہل تھا کتنے علم ایسے ہیں کہ جسے انھوں نے حاصل کیا پھر فراموش ہو گیا اور یہ جہل و نادانی سے دو چار ہو گئے خدا کو عالم کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کسی چیز سے بھی جاہل نہیں خالق و مخلوق دونوں کو عالم کہا جاتا ہے مگر دونوں کے معنی و مصداق میں فرق ہے اللہ تعالیٰ قائم ہے مگر ویسے نہیں جیسے تمام اشیاء اپنے پایوں پر زحمت و مشقت سے قائم رہتی ہیں مگر جب کہا جائے کہ اللہ قائم ہے اس کے معنی یہ کہ وہ ہر شے کا حافظ با اختیار مالک ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں ہمارے امور کو قائم کرنے والا ہے انسان کے ہر عمل میں خدا حافظ و قیم ہے لوگوں کے کلام میں قائم باقی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے تم کسی سے کہو فلاں کے کام کو میرے لئے بجا لاؤ یعنی اس کی محتاجی کو برطرف کرو، ہم انسانوں کا قیام اسے بھی کہتے ہیں جو اپنے پیروں پر کھڑا ہو اس جگہ پر اسم مشترک ہے مگر معنی و مفہوم میں تفاوت ہے۔

لفظ الخبیر: خبیر وہ ذات ہے جس سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں اور کوئی شئے اس کی پہنچ سے باہر نہیں لیکن بغیر کسی ایسے

تجربہ وآزمائش کے جس سے کچھ سیکھنے کو ملے اور اس سے علم حاصل ہو کر اگر آزمائش و تجربہ نہ ہوتا تو وہ کچھ بھی نہ جانتا کیوں کہ جو ایسا ہوگا وہ جاہل ہوگا اور خدا ہمیشہ سے تمام پیدا ہونے والی چیزوں سے آگاہ رہا ہے لیکن لوگوں میں خبر اس کو کہا جاتا ہے جو جاہل ہو اور باخبر ہونا چاہتا ہو اس جگہ بھی اسم مشترک ہے مگر معنی مفہوم متفاوت ہیں۔

لفظ ظاہر: خدا ظاہر ہے جس کے معنی کسی چیز پر سوار ہو کر یا بیٹھ کر بلند ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی ہیں کہ وہ ہر شئے پر غالب وقاہر ہے کہ ہر شئے پر غلبہ رکھتا ہے اور ہر شئے پر قدرت بھی رکھتا ہے جیسے بولا جاتا ہے کہ میں اپنے دشمن پر غالب ہوا اور خدا نے مجھ کو میرے دشمن پر فتح وکامیابی عنایت کی خدا تمام اشیاء پر خدا کا ظاہر ہونا بھی اس طرح ہے۔

ظہور خدا کے دوسرے معنی بھی ہیں جو بھی اس کا ارادہ کرے اس کے لئے وہ ظاہر ہے کہ اس پر کوئی شئے چھپی نہیں ہے جو بھی تدبیر دکھائی دے رہی ہے اسی کے اختیار میں ہے پس کون سا ظاہر ہے جو خدا سے ظاہر تر اور آشکار تر ہو کیوں کہ تم جہاں بھی نگاہ اٹھا کر دیکھو گے اس کی مخلوقات اور مصنوعات کا مشاہدہ کرو گے اور خود تمہارے وجود میں اس کے آثار ہیں جو دوسری اشیاء سے تم کو بے نیاز بنا دیں گے۔

ہم لوگوں میں ظاہر اسے کہتے ہیں جس کا وجود آشکار ہو اور تعریف وتوصیف سے معلوم ہو۔ یہ بھی اسم مشترک ہے اور معنی متفاوت ہیں۔

لفظ الباطن: اس کے معنی اشیاء کے اندر ہونا نہیں ہے کہ اشیاء کے اندر جذب ونافذ ہو بلکہ اس اعتبار سے کہ اشیاء کے اندر کی اطلاع وخبر رکھتا ہے اور تدبیر اس کے اختیار میں مثلاً کہا جاتا ہے کہ "ابطنتہ" میں اس سے آگاہ ہوا اور میں نے اس کے پنہاں رازوں کو جان لیا لیکن لوگوں کے لئے باطن کا استعمال اندر جا کر چھپ جانے میں ہوتا ہے یہ بھی اسم مشترک ہے اور معنی متفاوت ہیں، جب مامون رشید نے امام علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا تو تمام بنی ہاشم کو جمع کیا اور ان لوگوں کو ایسے کہا کہ میں امام علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہوں۔ اس بات سے بنی عباس کو حسد پیدا ہوئی اور ان لوگوں نے کہا کہ کیا ایک جاہل ونادان اور خلافت وسیاست سے ناآشنا وتابلد شخص کو ولی عہد بنائیں گے؟

کسی کو بھیج کر ان کو بلوائے تا کہ خود ان کی عدم صلاحیت ولیاقت کو دیکھیں جو ہماری بات کی دلیل بن جائے۔

مامون رشید نے آپ کو بلوایا آپ تشریف لائے۔ بنی عباس نے کہا اے ابوالحسن! منبر پر جا کر ہم کو نصیحت وہدایت کیجئے تا کہ ہم خدا کی صحیح معرفت کی بنیاد پر اس کی عبادت کریں۔

امام رضاؑ منبر پر تشریف لے گئے اور سر جھکا کر خاموش کچھ دیر تک بیٹھے رہے پھر مختصر حرکت کی اور اپنی جگہ سے اٹھ کو سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حمد خدا وثنائے پروردگار بجالائے نبی اکرمؐ اور ان کے اہل بیت پر صلوات پڑھی پھر فرمایا:

عبادت خدا کی پہلی شئے اس کی معرفت وشناخت ہے معرفت خدا کی بنیاد اس کی توحید ہے اساس وبنیاد توحید یہ ہے کہ تمام صفات کی اس کی ذات سے نفی کی جائے کیوں کہ عقل انسانی گواہ ہے کہ جو بھی صفت وموصوف سے مرکب ہو وہ مخلوق ہے (خالق نہیں) اور ہر مخلوق گواہ ہے کہ جو اس کا خالق ہے وہ نہ صفت ہے اور نہ موصوف ہر صفت وموصوف کو ایک دوسرے کے ہمراہ ہونا چاہئے اور دو چیزوں کا باہم ہونا ان کے حادث ہونے کی علامت ہے حادث ہونا ازلی ہونے کے منافی ہے کیوں کہ ازلی حادث نہیں ہوتا، اگر کوئی خدا کو اس کی مخلوق کی مشابہت سے پہچانے تو گویا اس نے حقیقت میں خدا کو پہچانا ہی نہیں جو اس کی کنہ وحقیقت کو پانا چاہے تو گویا وہ توحید کا قائل نہیں، جو اس کے مثل ومانند کا قائل ہو جائے تو وہ اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا جو اس کی انتہا کو فرض کر لے اس نے گویا اس کی تصدیق ہی نہیں کی، جو اس کیطرف اشارہ کرنا چاہے حقیقت میں وہ اس کی طرف نہیں گیا بلکہ وہ دوسری طرف چلا گیا، جو بھی اس کی تشبیہ دے گا گویا اس کا قصد اس نے نہیں کیا جو بھی خدا کے اجزا کا قائل ہوا، اس نے اس کے سامنے اپنے کو ذلیل وخوار نہیں سمجھا، جس نے اپنی قوت فکر سے اس کا توہم کیا تو اس نے اس کا ارادہ نہیں کیا۔ جو بھی اپنے نفس اور ذات کے ساتھ پہچانا جائے وہ مصنوع اور بنایا ہوا ہے جو بھی دوسری چیز میں اپنے علاوہ سے قائم وثابت ہو وہ معلول ہے اور ہر معلول علت کا محتاج ہے، خدا کی مخلوقات ومصنوعات کے ذریعہ خدا کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے اور عقل کے وسیلہ سے اس کی معرفت پائدار ہوتی ہے فطرت کے توسط سے لوگوں پر حجت تمام ہوتی ہے اللہ کا مخلوق کو خلق کرنا اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک حجاب ہے اس کا اپنے بندوں سے جدا ہونا مکانی ومادی نہیں ہے (یعنی از لحاظ مکان ومادہ مخلوق جدا ہے) بلکہ اس کے وجود میں فرق ہے اس کا اپنی مخلوقات کی خلقت کا آغاز کرنا دلیل ہے کہ خود خدا کے لئے کوئی ابتدا نہیں ہے (بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے) کیوں کہ جس چیز میں آغاز پایا جاتا ہو وہ کسی چیز کا آغاز کرنے والا نہیں بن سکتا خدا کا اپنی مخلوقات کو آلات واسباب سے مزین کرنا خود دلیل ہے خدا کسی آلات واسباب کا محتاج نہیں ہے کیوں کہ ان کا کسی میں پایا جانا اس کے لئے عجز

وکمزوری کی دلیل ہے، اس کے اسماء صرف ایک تعبیر اس کے افعال صرف ایک طرح کی افہام وتفہیم ہے اس کی ذات حقیقت ہے اس کی کنہ وحقیقت اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان تفریق وجدائی ہے جو اس کے اوصاف کو حاصل کرنا چاہے اس نے اس کو نہیں پہچانا جو اپنی فکر سے اس کا احاطہ کرنا چاہے اس نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا جو اس کی کنہ وحقیقت کو پانا چاہے گویا اس نے خطاو غلطی کی ہے۔ جو کہے کہ وہ کیسا ہے؟ اس نے اس کی تشبیہ دی جو کہے کہ وہ کیوں ہے؟ اس نے اس کیلئے علت تلاش کیا جو کہے کہ وہ کب سے ہے؟ اس نے اس کی خاطر وقت وزمانہ معین کیا جو کہے کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے اس کیلئے جگہ ومکان کا تصور کرلیا جو کہے کہ اس کی حد کہاں تک ہے؟ اس نے اس کے لئے انتہا فرض کرلی ہے۔ ہے کہ وہ کب تک رہے گا؟ اس نے اس کیلئے انتہا طے کردی اور جس نے ایسا کیا اس نے اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان حد مشترک قرار دیدیا۔ جس نے حد مشترک قرار دیا اس کے لئے اجزاء قرار دیدیا اور جس نے اس کے اجزاء قرار دیئے اس نے اس کے اوصاف بیان کردیئے اور جس نے اس کے اوصاف ظاہر کئے اس نے اس کے بارے میں خطا کی اور وہ ملحد وکافر ہو گیا مخلوقات کی تغییرات سے اللہ متغیر نہیں ہوتا جیسے کہ مخلوقات کے محدود ہونے سے وہ محدود نہیں ہوتا۔ وہ بغیر عنوان عدد کے احد واکیلا ہے وہ بغیر قابل لمس نہیں ہے پھر بھی بغیر دکھائی دیئے آشکار ہے وہ مخلوقات سے غائب ہوئے بغیر پنہان ہے وہ بغیر عدم کے موجود ہے وہ بغیر مسافت وفاصلہ کے دور ہے وہ بغیر مکان کے قریب ہے وہ بغیر جسم کے لطیف ہے، وہ بغیر کسی جبر کے افعال انجام دیتا ہے، وہ بغیر فکری قوت کے (معاملات) طے تمام کرتا ہے۔ وہ بغیر کسی حرکت کے تدابیر کرنے والا ہے۔ وہ بغیر کسی قصد کے ارادہ کرتا ہے۔ وہ بغیر کسی عزم وتصمیم کے اس کی مشیت ہوتی ہے۔ بغیر کسی وسیلہ حس کے درک کرنے والا ہے وہ بغیر آنکھ، کان اور دوسرے وسیلہ کے دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ اس کیلئے وہ زمان ومکان نہیں ہے اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ مختلف صفات اسے محدود نہیں کرتیں آلات واسباب اس کو مقید وپابند نہیں کرتے وہ زمانہ سے پہلے تھا عدم سے پہلے ہی اس کا وجود تھا اس کی ازلیت ہر آغاز سے پہلے تھی۔ حواس کا پیدا کرنا دلیل ثابت ہوا کہ اس کے لئے حواس نہیں۔ اس کے عناصر پیدا کرنے سے سمجھا کہ وہ عنصر نہیں رکھتا۔ اس کے اشیاء کے درمیان ضدیت رکھنے سے سمجھا اس کا کوئی ضد ومقابل نہیں۔ اس کے تمام امور میں ہماہنگی نے سمجھایا کہ اس کا کوئی قرین وہمنشین نہیں اسی (خدا) نے نور وظلمت، خشکی وتری اور سردی وگرمی کے درمیان تضاد پیدا کیا ہے اور اسی نے امور ناسازگار کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کردیا امور نزدیک کو ایک دوسرے سے جدا کردیا۔ امور کا

پراگندہ ہونا اور ان کا جمع ہونا پراگندہ کرنے والے اور جمع کرنے والے پر دلالت کرتا ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جس کو خدا نے فرمایا: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ اور ہر شئے میں سے ہم نے جوڑا خلق کیا شاید تم نصیحت حاصل کرو (سورہ ذاریات، آیت ۴۹) خدا نے مخلوق میں ہر پہلے اور بعد کے درمیان فرق رکھا تا کہ لوگ جان لیں کہ اس کیلئے قبل وبعد نہیں ہے۔ تمام موجودات کی فطرت وجبلت علامت ہے کہ ان کو فطرت وطبیعت عطا کرنے والا خود فطرت وجبلت نہیں رکھتا اور ان کے درمیان تفاوت کا ہونا دلیل ہے کہ ان میں تفاوت دینے والے میں کوئی نقص اور اس کی ذات میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ ان موجودات کا زمانہ کے ساتھ ہونا اس حقیقت کا اعلان ہے انھیں زمانہ دینے والا خود زمانہ سے مستغنی اور اس سے بالاتر ہے، بعض موجودات کو بعض سے پنہاں کر رکھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان مخلوقات کے علاوہ کوئی دوسرا حجاب اس (خدا) کے اور ان کے درمیان نہیں ہے۔ جب کوئی مربی نہ تھا تو وہ رب تھا۔ جب کوئی مملوک ومخلوق نہ تھی وہ تمام چیزوں کا مالک ومختار تھا۔ جب کوئی موجود نہ تھی کہ علم اس سے متعلق ہوتا تو بھی وہ عالم تھا۔ جب کوئی مخلوق نہ تھی تب بھی وہ خالق تھا۔ جب کسی مسموع (سنی جانے والی شی) کا وجود نہ تھا (تب بھی وہ سننے کا مصداق تھا) وہ سمیع تھا۔

ایسا نہیں ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرے تو اسے خالق کہا جائے بلکہ خلقت سے پہلے ہی وہ خالقیت کا مصداق تھا (خدا کے بارے میں) اس کے علاوہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس کیلئے آغاز نہیں ہے۔ اس کو حرف "من" جو ابتدا کا پتہ دیتا ہے اسے بیان کر کے بعض زمانہ سے غائب فرض نہیں کیا جا سکتا۔ حرف "قد" جو ایک زمانہ کے مقابلہ میں دوسرے زمانہ کی نزدیکی وقربت کو بیان کرتا ہے۔ اس کے زمانہ کی نزدیکی کو نہیں بجھ سکتا۔ حرف "لعل" جس کے معنی شاید اور احتمال کے ہیں اس (خدا) کے مفہوم کو نہیں بیان کر سکتا کیوں کہ ارادۂ خدا کا حصول یقینی ہے۔ لفظ "متیٰ" جس کے معنی کب اور کس زمانہ کے ہیں اگرچہ خدا کیلئے بول جائے۔ مگر اس کیلئے وقت معین کا پتہ نہیں دے سکتا۔ لفظ "زمان" خدا کیلئے اس معنی میں نہیں ہوگا کہ اللہ مظروف ہے اور زمانہ اس پر محیط ہو۔ لفظ "مع" جو ساتھ کے معنی میں ہے خدا کیلئے اس معنی میں نہیں ہوگا کہ وہ کسی چیز کا ساتھی ہمراہی ہو۔ آلات واسباب اپنے جیسوں کو محدود کردیتے ہیں اور ان سے مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ غیر از خدا تمام اشیاء میں موثر ہیں۔ ان کی ابتدا زمانی ہونا سبب ہے کہ اشیاء وموجودات قدیم نہ ہوں۔ قرب زمانی ہونے کے ازلی ہونے سے روک دیتا ہے۔ ان میں بعض حالات وصفات کا نہ پایا جانا ان کو کمالات سے دور کردیتا ہے۔ ان میں افتراق وجدائی کا وجود کرنے والے

کے وجود کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان کے درمیان تفاوت واختلاف کا وجود ان کے تفاوت کرنے والے کے وجود کی علامت ونشانی ہے۔ تمام اشیاء کے پیدا کرنے والے نے انھیں اشیاء کے ذریعہ لوگوں کی عقلوں کو روشن کردیا ہے اور انھیں کے وسیلہ سے آنکھوں سے پنہاں ہوگیا۔ خدا کے بارے میں استدلال کا میزان یہی تمام اشیاء و موجودات ہیں۔ اسی نے تمام اشیاء میں تغیرات رکھے ہیں اور ان کی دلیل اشیاء کی بنیاد پر ہے۔ ان اشیاء کے وجود کی وجہ سے اپنی وحدانیت کا اقرار انھیں الہام کردیا ہے۔

خداوند عالم کا اقرار اور اس کی تصدیق عقلوں اور فکروں سے پیدا ہوتی ہے اس کے اقرار واعتراف سے ایمان کامل ہوتا ہے بغیر معرفت خدا دیانت مکمل نہیں ہوتی، بغیر اخلاص کے معرفت حاصل نہیں ہوتی، اعتقاد تشبیہ کے ساتھ اخلاص نہیں پیدا ہوتا جو بھی خدا کیلئے صفات زائد بر ذات کا قائل ہوا اس نے خدا سے تشبیہ کی نفی نہیں بلکہ درواقع اس کے لئے تشبیہ کا قائل ہوگیا۔ جو شئے بھی کسی شئے میں ممکن ہو وہ اس کے صانع وخالق کے بارے میں محال وممتنع ہوگی۔

اس (خدا) پر کوئی حرکت وکوئی سکون عارض نہیں ہوتا اور اس پر کیسے عارض ہوگا جبکہ اس نے خود اس چیز کو ایجاد کیا ہے یا جس چیز کو اس نے خود آغاز دیا ہو وہ اسی کی طرف کیسے پلٹے گی؟! اگر ایسا ہی ہوتا تو نقص وکمی اس کی ذات تک پہنچ جاتی اور اس کی کنہ وحقیقت وحدت سے خارج ہوکر قابل اجزاء ہوجاتی اور اس کے ازلی ہوجانا محال ہوجاتا اور خالق مخلوق کے مثل ہوجاتا۔ اگر اس کیلئے پشت کا تصور ہوجائے تو اس کیلئے مقابل بھی متصور ہوگا اگر اس کیلئے مکمل ہونا فرض ہو تو نقصان وکم ہونا بھی فرض ہوسکتا ہے۔ جس کیلئے حادث ہونا محال نہ ہو وہ ازلی کیسے ہوسکتا ہے جس کیلئے ایجاد ہونا محال نہ ہو وہ اشیاء کا ایجاد کرنے والا کیسے ہوسکتا ہے؟! اگر ایسا تھا تو اس میں مخلوق ومصنوع ہونے کی علامت موجود ہوتی اور وہ خود علامت ونشانی ہوتا نہ یہ کہ دوسری موجودات اس کیلئے علامت ونشانی ہوں۔ جو قول محال حق وحقیقت کے خلاف ہو وہ حجت ودلیل نہیں بن سکتا خدا کے بارے میں ایسا سوال وجواب کے لائق نہیں۔

اس صورت کے علاوہ خدا کی تعظیم وتکریم بھی نہیں ہوسکتی، خدا کے بارے میں عقیدہ رکھنا کہ وہ بطور کلی مخلوقات سے مغایرت رکھتا ہے کوئی ظلم وافترا پردازی نہیں ہے موجود ازلی کیلئے محال ہے کہ وہ مرکب ہو یا دو ہونے کو کسی طرح بھی قبول کرے۔ جس کا کوئی آغاز نہ ہوا، اس کا مخلوق ہونا محال ہے اور اس کے لئے آغاز وانجام کا تصور ہونا

محال ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو بزرگ ومرتبہ والا ہے۔ جن لوگوں نے خدا کو دوسری موجودات کے ساتھ یکساں سمجھا ہے انھوں نے جھوٹ بولا ہے اور گمراہی وضلالت میں گرفتار ہوگئے ہیں اور کھلے ہوئے خسارہ میں ہیں اور محمد اور ان کی آل پاک پر خدا کا درود ہو۔

حسن بن محمد نوفل سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ سلیمان مروزی متکلم خراسان مامون رشید کے یہاں وارد ہوا اس نے اس کا بہت احترام کیا اور تحفہ وتحائف بھی دیے، پھر اس نے کہا میرے چچا کے بیٹے علی بن موسیٰ الرضاؑ حجاز سے میرے پاس آئے ہوئے ہیں وہ علم کلام اور متکلمین کو بہت دوست رکھتے ہیں لہذا تم ترویہ (۹ ذی الحجہ) کے دن مناظرہ کے لئے میرے پاس آجاؤ۔

سلیمان: اے امیر المومنین! میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کی نشست میں بنی ہاشم کے سامنے ایسے شخص سے کوئی سوال کروں جو دوسروں کے سامنے مجھ سے شکست کھاجائے اور اس سے زیادہ بحث ومباحثہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

مامون رشید: میں تیری قوت مناظرہ سے اچھی طرح واقف ہوں اسی لئے میں نے تم کو دعوت مناظرہ دی ہے میرا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ تم ان کو ایک ہی مسئلہ میں لاجواب کردو اور ان کے دلائل کو رد کردو۔

سلیمان: بہت اچھا، مجھ کو اور ان کو ایک ساتھ بیٹھا دیجئے اور ہم دونوں کو آزادی دیجئے۔ اس کے بعد مامون نے امام رضاؑ کے پاس کہلوا بھیجا کہ مرو کا ایک شخص جو خراسان کا بے نظیر وبے مثل متکلم ہے، ہمارے پاس آیا ہے اگر کوئی حرج ورکاوٹ نہ ہو تو تشریف لے آئیں۔

امامؑ: نے اٹھ کر وضو کیا اور مجلس مامون میں حاضر ہوئے۔ امام اور سلیمان کے درمیان عقیدہ بدا بمعنی ظہور کے بارے میں مناظرہ شروع ہوا کہ مصلحت کے تغیر ہونے سے بدا واقع ہوتا ہے۔

امامؑ: نے اس عقیدہ کی صحت کیلئے قرآن کی بہت سی آیات کو بطور شہادت ودلیل پیش کی۔

﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ﴾ اللہ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر پلٹا بھی دیتا ہے (سورۂ روم، آیت ۱۱)

﴿يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ﴾ وہ خلقت میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ کردیتا ہے (سورۂ فاطر، آیت ۱)

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ﴾ وہ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے (سورۂ رعد، آیت ۳۹)

﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ﴾ نہ کسی کی عمر طویل ہوتی ہے نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی

ہے مگر یہ سب کتاب الہی میں مذکور ہے (س. فاطر آیت/۱۱) ﴿وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ﴾ کچھ ایسے بھی ہیں جنھیں حکم خدا کی امید پر چھوڑ دیا گیا کہ یا خدا ان پر عذاب کرے گا یا ان کی توبہ کو قبول کرے گا (سورۂ توبہ، آیت/۱۰۶)

سلیمان: اے امیر المومنین! آج کے بعد میں کبھی اس بدا کا انکار نہیں کروں گا اور انشاء اللہ نہ کبھی جھٹلاؤں گا۔

مامون رشید: اے سلیمان! ابوالحسن سے جو چاہو پوچھ لو بشرطیکہ خوب غور سے سنو اور انصاف کرو۔

سلیمان نے کہا اے میرے آقا! اجازت ہے کہ کچھ پوچھوں؟

امام رضاؑ نے فرمایا: جو چاہو پوچھو۔

سلیمان نے پوچھا! جو کوئی ارادہ خدا کو حی، سمیع، بصیر و قدیر کے مثل اسم وصفت جانتا ہو اس کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟

امام رضاؑ: تم کہتے ہو کہ تمام اشیاء ظاہر ہوئی ہیں اور ایک دوسرے سے متفاوت ومختلف ہیں چونکہ اس (خدا) نے چاہا اور ارادہ کیا مگر تم یہ نہیں کہتے کہ تمام اشیاء ظاہر ہو گئیں اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں چونکہ وہ سمیع وبصیر ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ ارادہ، سمیع وبصیر وقدیر کے مثل نہیں ہے۔

سلیمان نے کہا کہ کیا خدا اول وازلی سے ہی مرید ہے؟

امام رضاؑ: اے سلیمان! بنابرایں اس کا ارادہ ایسی شئے ہے جو اس کے علاوہ ہے؟

سلیمان: ہاں

امام رضاؑ: اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے علاوہ ایک شئے کو اس کے ہمراہ ازلی ہی سے مانتے ہو۔

سلیمان: نہیں میں اس کے ہمراہ کسی چیز کو نہیں مانتا۔

امام رضاؑ: کیا ارادہ حادث ہے؟

سلیمان: نہیں وہ حادث بھی نہیں ہے، اس موقعہ پر مامون چلایا سلیمان! ایسے شخص سے دشمنی کر رہے ہو اور زبردستی کر رہے ہو؟ تم پر انصاف ضروری ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے اطراف صاحب نظر وبحث بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر مامون نے کہا اے ابوالحسن! بحث جاری رکھئے یہ خراسان کا متکلم ہے۔

امام رضاؑ نے اسی سوال کو دہرایا اور کہا اے سلیمان! کیا ارادہ خدا حادث ہے؟ بیشک جو شئے ازلی نہ ہو وہ حادث ہے۔ سلیمان، جیسے اس کا سمیع وبصیر وعلیم ہونا خود اسی سے ہے ایسے ہی اس کا ارادہ بھی اسی سے ہے۔

امام رضاؑ: کیا اس نے اپنے کو ارادہ کیا ہے؟

سلیمان: نہیں۔

امام رضاؑ: پھر تو مرید، سمیع وبصیر کے مثل نہیں ہے۔

سلیمان نے کہا کہ اس کا ارادہ خود اسی سے ہے جیسے کہ اس کا سننا اور دیکھنا اور جاننا تو خود اسی سے ہے۔

امام رضاؑ: پس اس کا ارادہ خود اس کا نفس ہے؟

سلیمان: نہیں،

امام رضاؑ: پس مرید، سمیع وبصیر کے مثل نہیں۔

سلیمان: اس نے خود کو ارادہ کیا جیسے کہ وہ خود کو دیکھتا ہے اور خود سے آگاہ ہے۔

امام رضاؑ: اس نے خود کو ارادہ کیا اس کے معنی کیا ہیں؟ یعنی جس کا اس نے ارادہ کیا وہ کوئی چیز ہے؟ ایسی چیز کو زندہ یا سمیع یا بصیر یا قدیر ہو؟

سلیمان: ہاں۔

امام رضاؑ: کیا وہ اپنے ارادہ ہی سے ایسا ہوا ہے؟

سلیمان: نہیں۔

امام رضاؑ: تم یہ جو کہہ رہے ہو کہ اس نے ارادہ کیا تا کہ حی وسمیع وبصیر ہو کوئی مطلب نہیں کیوں کہ اس کی حیات اور اس کا دیکھنا وسننا ہی اس کا ارادہ تھا۔

سلیمان، ہاں وہ اپنے ارادہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس منزل پر مامون اور تمام حوالی موالی ہنس پڑے اور امام بھی ہنس پڑے۔ مامون نے کہا کہ متکلم خراسان پر رحم ونرمی کیجئے اور اس کو اذیت نہ کیجئے۔

امام رضاؑ: اے سلیمان! تمہارے اعتقاد کی بناء پر خدا نے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوا ہے یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جس سے خداوند عالم کی توصیف نہیں ہو سکتی، پس سلیمان اپنی جگہ خاموش بیٹھ گیا۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا: اے سلیمان! کیا ایک اور سوال کروں؟

سلیمان: میں آپ پر قربان! پوچھئے۔

امام رضاؑ: اپنے اور اپنے اصحاب کے بارے میں بتاؤ کہ تم لوگوں سے اپنی جانی پہچانی ہوئی باتوں سے بحث و مباحثہ کرتے ہو یا بغیر جانی و پہچانی ہوئی باتوں سے؟

سلیمان: جو جانتے اور پہچانتے ہیں اس بنیاد پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔

امام رضاؑ: وہ چیز جس کو لوگ مانتے ہیں یہ ہے کہ ارادہ کرنے والا خود ارادہ کے بغیر ہوتا ہے نیز ارادہ کرنے والا ارادہ سے قبل ہوتا ہے۔ بیشک فاعل مفعول کے علاوہ ہے۔ یہ تمہارے قول کو باطل کرتا ہے اور ارداہ کرنے والا دونوں ایک ہی ہیں۔

سلیمان: میں قربان! یہ مطلب لوگوں کے علم وفہم کی بنیاد پر نہیں ہے۔

امام رضاؑ: پس بغیر علم و معرفت کے دعوئ علم کرتے ہو اور کہتے ہو کہ ارادہ بھی سمع و بصیر کے مانند ہے لہذا تمہارا اعتقاد عقل و علم کے بنیاد پر نہیں ہے۔

سلیمان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا: جو کچھ جنت و جہنم میں ہے کیا سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے؟

سلیمان: ہاں۔

امام رضاؑ: اللہ جن آئندہ ہونے والی باتوں کا علم رکھتا ہے کیا وہ وجود میں آئیں گی؟

سلیمان: ہاں۔

امام رضاؑ: اب اگر جیسے ہونا چاہئے تھا ویسے ہو گیا تو کیا وہ اس میں زیادہ کرنے کی اب بھی طاقت رکھتا ہے یا اس کی حالت پر چھوڑ دیا ہے؟

سلیمان: وہ اس میں اضافہ کرتا ہے۔

امام رضاؑ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے ایسی چیز کا اضافہ کیا ہے کہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ بعد میں وجود میں آئے گی۔

سلیمان: میں آپ پر فدا! اضافوں اور زیادتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

امام رضاؑ: تمہارے نظریہ کے مطابق کہ جنت و دوزخ میں جو کچھ ہوگا خدا کے احاطہ علم سے باہر ہے کیوں کہ

اس کیلئے انتہا کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اگر جنت و دوزخ میں ہونے والی تمام باتوں کا علم نہ رکھتا ہو تو کچھ اس میں ان کا وجود کے پہلے وہ ان کو نہیں جانتا ہوگا۔ خدا ایسی باتوں اور ایسے عقائد سے منزہ و مبرہ ہے۔

سلیمان: جو میں نے کہا کہ خدا ان کا علم نہیں رکھتا اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی انتہا نہیں ہے اور خود خدا نے ان کی توصیف جاودان اور ہمیشگی سے کی ہے لہذا میں ان کی انتہا معین نہیں کر سکتا۔

امام رضاؑ: خدا کا علم ان کے منتہی ہونے کا سبب نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ اس کا علم رکھتا پھر بھی وہ اس میں اضافہ کرتا ہے اور جو بڑھایا ہے اس کو کم بھی کر دیتا ہے۔ خدا نے قرآن میں ارشاد فرمایا: ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾

جب تمہارے جسموں کی کھالیں جل جائیں گی تو ان کی جگہ پر دوسری کھالوں کو لگا دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں (سورہ نساء، آیت/۵۶)

خدا نے اہل جنت کیلئے کیا فرمایا ﴿عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ﴾ نہ ختم ہونے والی نعمتیں (سورہ ہود، آیت/۱۰۸)

﴿وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ﴾ اس جنت میں کثیر پھل ہوں گے جو ختم نہیں ہوں گے اور نہ ان پر روک ٹوک ہوگی (سورہ واقعہ، آیت/۳۲-۳۳)

خداوند عالم ان کی زیادتیوں کو جانتا ہے لہذا زیادتیوں سے دریغ نہیں کرتا، کیا تم سمجھتے ہو کہ اہل جنت جو کھاتے اور پیتے ہیں خدا اس کی جگہ دوسرا نہیں لاتا؟

سلیمان: کیوں نہیں۔

امام رضاؑ: جب خدا نے ان کی جگہوں پر دوسرے پھل لگا دیے تو کیا اس نے اپنی عطا و بخشش کو قطع کر دیا ہے؟

سلیمان: نہیں۔

امام رضاؑ: گویا ایسا ہے کہ میووں کے استعمال کے بعد دوبارہ لگ جانا نہ منقطع ہوا ہے اور نہ منقطع ہوگا۔

سلیمان، ہاں ان کو اضافات سے روکتا ہے اور اضافاتی چیز ان کو نہیں دیتا۔

امام رضاؑ: اس طرح سے جو کچھ بھی جنت و جہنم میں ہے وہ مٹ جائے گا اور وہ ختم ہو جائے گا اور یہ بات حکم خدا کہ اس میں سب کچھ ہمیشہ رہے گا کہ خلاف ہے کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾

وہاں ان کیلئے جو کچھ بھی وہ چاہیں گے تو سب حاضر رہے گا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے (سورۂ ق، آیت ۳۵)

کبھی خدانے کہا جنت میں نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں، کبھی فرمایا اس میں کثرت سے پھل ہوں گے، جو نہ ختم ہوں گے اور نہ کوئی روک ٹوک ہوگی۔

سلیمان کوئی جواب نہ دے سکا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اے سلیمان! یہ بتاؤ کہ ارادہ فعل ہے یا غیر فعل ہے؟

سلیمان، ہاں یہ فعل ہے۔

امام رضاؑ: پس ارادہ حادث ہے کیوں کہ افعال ظاہر ہوتے ہیں؟

سلیمان، ہاں! فعل نہیں ہے۔

امام رضاؑ: پس (خدا کے علاوہ) اس کے ساتھ ایک دوسری شئی ازل ہی سے رہی ہے؟

سلیمان ارادہ وہی انشاء (کسی شئے کا پیدا کرنا) اور ایجاد ہے۔

امام رضاؑ: اسلیمان! یہ وہی بات ہے جس پر تم لوگوں نے ضرار بن عمرو قاص معتزلی اور اس کے ہم اعتقاد لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو کچھ کتا، سور، بندر، انسان اور حیوانات وغیرہ اور جو کچھ زمین، آسمان، دریا اور خشکی میں پیدا کیا ہے وہی سب خدا کا ارادہ ہے ارادہ خدا ہی زندہ ہوتا ہے، راستہ چلتا ہے، کھاتا ہے اور پیتا ہے، نکاح کرتا ہے اور پیدا کرتا ہے ظلم کرتا ہے اور برے کاموں کا مرتکب ہوتا ہے، کافر ہوتا ہے اور مشرک ہوتا ہے، کسی سے برائت و بیزاری کرتا ہے اور دشمنی کرتا ہے یہ اس کی حد ہے۔

سلیمان، ارادہ سمیع و بصیر اور علم کے مثل ہے۔

امام رضاؑ: دوبارہ اپنی پہلی بات پر واپس آگئے۔ اچھا بتاؤ کیا سمیع و بصیر اور علم کوئی مصنوع ہے؟

سلیمان: نہیں۔

امام رضاؑ: پس تم کیسے ارادہ کی نفی کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اس نے ارادہ نہیں کیا ہے اور کبھی کہتے ہو اس نے ارداہ کیا ہے؟ حالانکہ تم خود ہی کہتے ہو کہ ارادہ خدا کا بنایا ہوا ہے اور اس کا مفعول نہیں ہے۔ سلیمان یہ ایسا ہی ہے کہ ہم کہیں کہ وہ کبھی جانتا ہے اور کبھی نہیں جانتا۔

امام رضاؑ: یہ دونوں برابر نہیں ہیں کیوں کہ معلوم کی نفی علم کی نفی نہیں ہے حالانکہ مراد ارادہ شدہ کی نفی ارادہ کی نفی ہوتی ہے کیوں کہ اگر کسی شئے کا ارادہ نہ ہو تو در حقیقت کسی ارادہ کا وجود ہی ہے لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم موجود ہوتا ہے لیکن معلوم کا وجود نہیں ہوتا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ بحث ایسے ہی ہوتی رہی کہ سلیمان گذشتہ مسئلہ کی تکرار کرتا اور آخر تک پہنچ جاتا دوبارہ پھر ابتدا کرتا اور اپنی اقرار شدہ باتوں کا انکار کر دیتا اور انکار شدہ باتوں کا اقرار کرتا ہے۔

امام رضاؑ: نے ہر منزل پر جواب مسکت دیا اور کتنی مرتبہ اس کی شکست ظاہر ہوگئی۔

ہم اس بحث کو طولانی ہونے کی وجہ ترک کرتے ہیں۔ انتہا یہ ہوئی کہ سلیمان نے کہا کہ ارادہ وہی قدرت ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جس کا خدانے ارادہ نہیں کیا اس پر بھی قادر ہے یہ مطلب یقینی ہے چونکہ خدانے فرمایا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو جو کچھ وحی کے ذریعہ آپ کو دیا گیا ہے اسے اٹھالیں (سورۂ انبیا، آیت ۸۶)

اگر ارادۂ خدا ہی قدرت ہوتی خدانے اٹھالینے کا ارادہ کیا تھا کیوں کہ وہ اس کے عمل کی قدرت رکھتا ہے پھر سلیمان کوئی جواب نہ دے سکا۔ مامون رشید نے کہا یہ تمام بنی ہاشم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں پھر تمام اہل مجلس متفرق ہوگئے۔

صفوان ابن یحییٰ کہتے ہیں کہ ابوقرہ محدث جو شیوعہ کے دوست تھے مجھ سے امام ابوالحسن الرضاؑ سے ملاقات کی اجازت لینے کی خواہش کی میں نے ان سے اجازت چاہی انھوں نے اس کو اجازت دیدی۔ میں اس کو لے کر گیا اس نے امامؑ سے بہت سے حلال، حرام، فرائض واحکام کا سوال کیا، یہاں تک کہ اس کا سوال توحید خدا تک پہنچ گیا پس اس نے امامؑ سے کہا آپ مجھ کو بتائیے کہ جناب موسیٰ کے ساتھ خدانے کیسے بات کی؟

امام رضاؑ: خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں کہ ان سے کس زبان میں کلام کرے سریانی زبان میں یا عبرانی زبان میں، ابوقرہ نے اپنی زبان کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں صرف اس زبان سے سوال کرتا ہوں۔

امام رضاؑ: اس طرز تفکر پر سبحان اللہ! اور اسے مخلوق سے مشابہت دینے اور دوسرے کلام کرنے والوں کی طرح خدائے حق کا تکلم کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، کوئی بھی شئے اس کے مثل نہیں ہے بولنے والا ہو یا عمل کرنے والا ہو۔ ابوقرہ: پس وہ کیسا ہے؟

امام رضاؑ: خالق کی گفتگو مخلوق سے مخلوق کی گفتگو خالق کی طرح نہیں ہے کہ وہ لب و زبان سے ہوتی ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہوجا، خدانے جناب موسیٰ سے اپنی مشیت کی بناء پر امر و نہی کے بارے میں کلام کیا ہے بغیر اس کے نفس

میں کوئی تردد وشک ہو۔

ابوقرہ نے پوچھا: کتب آسمانی کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

امام رضاؑ: توریت، انجیل، زبور، قرآن اور ہر نازل شدہ کتاب سب کے سب کلام خدا ہے ان کو خدا نے عالمین کی نورانیت وہدایت کیلئے نازل کیا ہے۔ یہ سب کے سب ظاہر ہوئے ہیں اور وہ خدا کے علاوہ ہیں جہاں خدا فرماتا ہے: ﴿اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِکْرًا﴾

یا قرآن ان کے اندر کسی طرح عبرت پیدا کردے (سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۳) ﴿مَا یَاْتِیْهِمْ مِنْ ذِکْرٍ مِنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ﴾

ان کے پاس پروردگار کی طرف سے کوئی نئی یاددہانی نہیں آتی مگر یہ کہ کان لگا کر سن لیتے ہیں اور کھیل تماشہ میں لگ جاتے ہیں (سورۂ انبیاء، آیت ۲) اپنی تمام نازل کی ہوئی کتاب کا سبب خود اللہ ہی ہے۔

ابوقرہ: کیا وہ سب نیست ونابود نہیں ہوں گے؟

امام رضاؑ: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ماسوی اللہ سب کچھ فنا ہونے والا ہے، خدا کے علاوہ سب کچھ اسی کا فعل ہے، توریت، انجیل، زبور اور قرآن بھی اس کے فعل ہیں۔

کیا تو نے لوگوں کو کہتے ہوئے نہیں سنا "قرآن کا رب" اور خود قرآن مجید روز قیامت کہے گا: اے میرے رب وہ فلاں شخص ہے حالانکہ خدا خود اس کو اس سے بہتر پہچانتا ہے جو دنوں میں بھوکا و پیاسا رہتا، راتوں کو شب بیداری کرتا، پس اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ اسی طرح توریت، انجیل اور زبور بھی ہے یہ سب ظاہر اور مخلوق ہیں، انھیں اس نے پیدا کیا جس کے مثل کوئی نہیں ہے وہی تو کتابیں صاحبان عقل کیلئے ہدایت ہیں، پس جس نے مان لیا کہ وہ ہمیشہ سے اس کے ساتھ ہیں درحقیقت یہ کہتا ہے کہ خدا اول قدیم اور یکتا نہیں ہے اور مسلسل کلام اس کے ساتھ تھا وہ ابتدا رکھتا اور معبود نہیں ہے۔

ابوقرہ: ہم تک روایت کی گئی ہے کہ تمام کتابیں روز قیامت آئیں گی اور تمام انسان ایک بلند جگہ پر صف بستہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے یہاں تک کہ تمام کتابیں میدان قیامت خدا کی بارگاہ میں واپس ہو جائیں گی کیوں کہ وہ خدا سے ہیں اور اس کا جز ہیں اور اسی کی جانب پلٹنا ہے۔

امام رضاؑ: نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں ایسا ہی کہتے ہیں کہ وہ اس کی روح ہیں، اور اس کا جز ہیں

اور اسی کی جانب واپس ہوں گے۔ مجوس بھی آگ اور سورج کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ دونوں اس کا جز ہیں اور اسی میں مراجعت کریں گے، ہمارا خدا جز جز ہونے یا مختلف ہونے سے بلند وبرتر ہے۔ مختلف ہونا اور صفات سے تالیف ہونا اور ملنا سب جز جز ہوتا ہے کیوں کہ جو بھی جز جز ہو جائے وہ وہم وگمان میں آتی ہے اور کثرت و قلت مخلوق ہیں جو اپنے پیدا کرنے والے خالق کی دلیل وحجیت ہیں۔

ابوقرہ: ہم تک روایت پہنچی ہے کہ خدا نے اپنے دیدار اور اپنے تکلم کو دو نبیوں کے درمیان تقسیم کردیا ہے، موسیٰ کیلئے اپنا تکلم رکھا اور محمد عربی کیلئے اپنی رؤیت قرار دی۔

امام رضاؑ: جس نے اللہ کی جانب سے جن وانس کو پیغام دیا کہ آنکھ اس کو درک نہیں کرتی، مخلوق کا علم اس کا احاطہ نہیں کرتا اور اس کے مثل کوئی شئے نہیں ہے، کیا وہ محمد عربی کا جز تھا؟

ابوقرہ: ہاں۔

امام رضاؑ: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص تمام مخلوق کے پاس آئے اور ان سے اپنے اللہ کیطرف سے آنے کی خبر دے، ان کو حکم خدا سے اس کی طرف بلائے اور کہے کہ اس کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اور علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اس کے مثل کوئی شئے نہیں پھر وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میں نے اس کا علمی احاطہ کرلیا اور وہ انسانی شکل میں ہے؟ تجھے شرم نہیں آتی کہ زندیقوں نے بھی خدا کی جانب ایسی باتوں کی نسبت نہیں دی کہ وہ ایک شئے کو خدا کی جانب سے لائے پھر اس کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

ابوقرہ: اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی﴾ اس نے اسے ایک بار اور بھی دیکھا ہے (سورۂ نجم، آیت ۱۳)

امام رضاؑ: اس آیت کے بعد وہ آیت ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کی دیکھی باتوں پر دلالت کرتی ہے کہ خدا فرماتا ہے:

﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی﴾ دل نے اس بات کو جھٹلایا نہیں جس کو آنکھوں نے دیکھا نہیں۔ (سورۂ نجم، آیت ۱۱)

یعنی محمد کی آنکھ نے جو کچھ دیکھا ان کے دل نے اس کو نہیں جھٹلایا پھر خدا نے محمد کی دیکھی ہوئی باتوں کی خبر دی اور فرمایا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے پروردگار کی بہت سی بڑی آیات کو دیکھا اور خدا کی آیات خود خدا کے علاوہ

ہے پھر فرماتا ہے:

لوگ خدا کا علمی احاطہ نہیں کر سکتے حالانکہ اگر دیکھنے والے اس کو دیکھیں تو ان کے علم نے اس کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کی معرفت حاصل ہو چکی ہے۔

ابوقرہ: تو کیا آپ ان روایات کی تکذیب کر رہے ہیں؟

امام رضاؑ: اگر روایات قرآن کے مخالف ہیں تو میں تکذیب کرتا ہوں اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا، آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، اس کے مثل کوئی شئے نہیں ہے۔

ابوقرہ نے امامؑ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾

پاک ہے وہ جو اپنے بندہ کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (سورۂ اسراء، آیت ۱)

امام رضاؑ: خدا نے بتایا کہ وہ ان کو لے گیا پھر بتایا کہ ان کے لے جانے کا سبب کیا ہے تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ لہٰذا خدا کی آیات خدا کے علاوہ ہیں پھر اس کام کے کرنے اور ان کے دکھانے کی علت ہی بیان کی اور فرمایا:

﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَآیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ﴾ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لانے والے ہیں (سورۂ جاثیہ، آیت ۶)

خدا نے بتا دیا کہ آیات خدا، خدا کے علاوہ ہیں۔

ابوقرہ: پس خدا کہاں ہے؟

امام رضاؑ: کہاں، مکان ہے حاضر غائب کے لئے یہ سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غائب نہیں ہے کوئی آگے بڑھنے والا اس پر مقدم نہیں ہوتا وہ جگہ موجود، مدبر صانع، حافظ اور زمین و آسمان کا نگراں روکے رہنے والا ہے۔

ابوقرہ: کیا وہ ہر ایک سے جدا گانہ آسمان کے اوپر نہیں ہے؟

امام رضاؑ: وہ زمین و آسمان کا ہی اللہ ہے وہی زمین و آسمان میں معبود ہے۔ وہی ماؤں کے ارحام میں تمہاری جیسی تصویر چاہتا ہے بناتا ہے۔ تم جہاں بھی ہو گے وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اسی نے آسمان کو بنایا ہے۔ حالانکہ وہ

دھواں تھا، اسی نے آسمان بنایا اور سات آسمان بنائے، وہی آسمان پر غالب ہوا، وہ تھا اور مخلوق نہیں تھی۔ وہ ویسا ہی تھا اور خلقت درکار نہ تھی، دوسرے منتقل ہونے والوں کی طرح منتقل نہیں ہوا۔

ابوقرہ: آپ لوگ دعا کے وقت ہاتھوں کو آسمان کی جانب کیوں بلند کرتے ہیں؟

امام رضاؑ: خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے ہر ایک سے الگ الگ عبادت کا مطالبہ کیا ہے اور اس نے عبادت کیلئے بہت سے مقامات کو معین کیا ہے کہ بندہ اس جگہ پر اس کی عبادت کرے اور بندوں کو اس عبادت میں کیا پڑھنا ہے کون سے عمل کرنے ہیں اور کیا کیا کرنا ہے سب کی رعایت لازم قرار دی ہے تاکہ نماز میں چہرہ قبلہ کی جانب ہو حج وعمرہ کو وہیں انجام دیا جائے اور وقت دعا اپنے ہاتھوں کو کھول کر آسمان کی طرف بلند کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کے سامنے طلب وبندگی وذلت واحتیاج کی حالت کا اظہار ہو۔

ابوقرہ: خدا سے اہل زمین قریب تر ہیں یا ملائکہ آسمان؟

امام رضاؑ: اگر نزدیک ہونے سے تمہارا مقصد بالشت وہاتھ کے اعتبار سے ہے کہ تمام اشیاء خدا کے فعل ہیں تو کوئی بھی اس کو دوسرے سے روک نہیں سکتا کہ جیسے کہ وہ اعلیٰ ترین مخلوق کے امور چلاتا ہے تو ویسے ہی اپنی کمزور ترین مخلوق کو چلاتا ہے اور وہ بغیر کسی زحمت ومشقت کے مشاور ومددگار سے بے نیاز ہو کر مخلوق کے اول وآخر کو ایک ہی طرح چلاتا ہے اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ خدا تک پہنچنے کے وسیلہ کے اعتبار سے زیادہ قریب کون ہے تو ان میں سے جو خدا کا زیادہ مطیع وفرمانبردار ہے وہ خدا سے زیادہ قریب ہے تم خود بیان کرتے ہو کہ خدا کے تقرب کی نزدیک ترین حالت سجدہ کی حالت ہے اور یہ بھی ہے کہ ایک دن چاروں سمت مشرق مغرب اوپر اور نیچے کے رہنے والے چار فرشتے آپس میں ملاقات ہوئی سب نے ایک دوسرے سے پوچھا کہاں سے آئے سب نے کہا خدا کی جانب سے آیا ہوں اور مجھے فلاں مقصد کیلئے بھیجا ہے اس سے واضح ہے کہ یہ قربت منزلت ومقام کے اعتبار سے ہے نہ کہ تشبیہ وتمثیل۔

ابوقرہ: کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا محمول ہے؟

امام رضاؑ: ہر محمول مفعول ہے اور جو دوسرے کی جانب منسوب کیا جائے وہ محتاج ہے پس محمول لفظ کے اعتبار سے اسم نقص ہے اور حامل فاعل ہے اور وہ لفظ میں مدح کے موقع پر ہوتا ہے اسی طرح سے اوپر نیچے اعلیٰ اسفل بھی ہیں حالانکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ بہترین نام خدا کے ہیں پس انھیں ناموں سے اسے پکارو۔ اس نے اپنی کسی

کتاب میں اپنا نام محول نہیں بیان کیا بلکہ وہ ہر خشکی و دریا میں حائل ہے اور زمین و آسمان کا روکے رکھنے والا ہے اور جو کچھ بھی ماسوئی اللہ ہے وہ محول ہے تا حال میں نے نہیں سنا کہ کسی خدا پر ایمان لانے والے اور اس کی عظمت کرنے والے نے اپنی دعا میں یا محول کہا ہو۔

ابوقرہ: روایت ہے کہ جب اللہ غضبناک ہوتا ہے تو حاملان عرش فرشتے اس کے غضب کو جان جاتے ہیں اور اس کی سنگینی اپنے دوش پر محسوس کرتے ہیں اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور جب غصہ فرو ہو جاتا ہے تو عرش ہلکا ہو جاتا ہے اور فرشتے اپنی جگہ واپس ہو جاتے ہیں کیا آپ اس روایت کی تکذیب کرتے ہیں؟

امام رضاؑ: یہ بتاؤ کہ ابلیس پر لعنت کرنے کے وقت سے آج تک اور قیامت تک خدائے تعالی ابلیس اور اس کے شاگردوں سے خوش ہے یا غضبناک؟

ابوقرہ: وہ ان سب پر غضبناک ہے۔

امام رضاؑ: کب وہ خوش ہوگا کہ ان فرشتوں کے کاندھوں کا بوجھ ہلکا ہوگا درانحالیکہ وہ اپنی صفت غضب میں ہمیشہ ابلیس اور اس کے شاگردوں پر باقی ہے پھر امامؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس کہ تو نے اپنے خدا کی ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے کی توصیف کرنے کی جرأت و ہمت کیسے کی اور جو حالت مخلوق پر طاری ہوتی ہے تو نے اسے خدا کیلئے جاری کر دیا؟ وہ زوال پذیر مخلوق ہونے اور محل تغیر ہونے سے پاک و منزہ ہے۔

راوی: حدیث صفوان نے کہا کہ یہ سن کر ابوقرہ متحیر رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا یہاں تک اٹھا اور چلا گیا۔

عبدالسلام بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے امام رضاؑ سے سوال کیا کہ اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے کہ اہل ایمان جنت میں اپنے اپنے مکان و مقام سے اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے؟

امام رضاؑ: اے اباصلت! اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو اپنی تمام مخلوق پر یہاں تک کہ انبیاء و ملائکہ پر بھی فضیلت دی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی ہے ان کی بیعت کو اپنی بیعت شمار کی ہے اور دنیا و آخرت میں ان کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دی ہے خدا کا ارشاد ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی (سورۂ نساء، آیت/۸۰)

پھر فرمایا: جن لوگوں نے تمہاری بیعت کی حقیقت میں انھوں نے خدا کی بیعت کی ہے اور خدا کے ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے (سورۂ فتح، آیت/۱۰)

خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے میری زندگی میں یا میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے خدا کی زیارت کی پیغمبر اسلام ﷺ کا مقام جنت میں تمام درجات سے بلند و بالا ہے پس جس نے جنت میں اپنے مکان و مقام سے آنحضرت کی زیارت کی تو گویا اس نے اللہ کی زیارت کی۔

اباصلت: میں نے کہا اے فرزند رسول! اس روایت کا مفہوم کیا ہے کہ "لا الہ الا اللہ" کہنے کا ثواب اللہ کے چہرہ کا دیکھنا ہے؟

امام رضاؑ: اے اباصلت! جو وجہ اللہ کی توصیف مخلوقات کے چہرہ و صورت کی طرح کرے وہ کافر ہو گیا خدا کے چہرہ سے مراد انبیاء پیغمبر اور اس کی حجت ہیں وہی وہ لوگ ہیں جن کے توسط سے اللہ اس کے دین اور اس کی معرفت کی توجہ کی جاتی ہے خدا کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ جو بھی روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جانے والے ہیں صرف تمہارے رب کی ذات جو صاحب جلال و اکرام ہے وہی باقی رہنے والی ہے (سورۂ رحمن، آیت/۲۶،۲۷)

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ اس کی ذات کے علاوہ سب چیزیں ختم ہو جائینگی (سورۂ قصص، آیت/۸۸)

روز قیامت انبیاء، رسل اور حجت خدا، ان کے مقامات میں دیکھنا اور ان کی زیارت کرنا مومنین کے لئے بہت بڑا ثواب ہے اور رسول خدا نے فرمایا ہے:

جو بھی میرے اہل بیتؑ، میری عترت سے بغض رکھے قیامت کے روز نہ وہ مجھے دیکھے گا اور نہ میں اسے دیکھوں گا پھر فرمایا: تمہارے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھ سے جدا ہونے کے بعد دوبارہ مجھے نہیں دیکھیں گے۔

اے اباصلت خداوند عالم کی کوئی جگہ و مکان نہیں ہے۔ آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اور عقل و فکر سے اس کی حقیقت کو پایا نہیں جا سکتا۔

اباصلت: میں نے کہا اے فرزند رسول اللہ ﷺ! کیا جنت و جہنم پیدا ہو چکی ہیں؟

امام رضاؑ: ہاں جب رسول اللہ ﷺ معراج پر گئے تو جنت میں داخل ہوئے ہیں اور انھوں نے جہنم کو دیکھا ہے۔

اباصلت: میں نے کہا کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ دونوں نزد خدا مقدور تو ہیں مگر ابھی پیدا نہیں ہوئیں ہیں؟

امام رضاؑ: نہ وہ لوگ ہم سے ہیں نہ ہم ان سے ہیں جس نے جنت وجہنم کی خلقت کا انکار کیا جس نے نبی اکرم ﷺ اور ہماری تکذیب کی اور وہ ہمارے دوستوں میں نہیں ہے اور ہمیشہ آتش دوزخ میں رہے گا خدا کا فرمان ہے:

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ یہی وہ جہنم ہے جس کا مجرمین انکار کرتے ہیں اب اس کے اور کھولتے پانی کے درمیان چکر لگاتے رہیں گے (سورۂ رحمن، آیت ۴۳،۴۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا تو جبرئیل میرے ہاتھ کو تھام کر مجھے جنت میں لے گئے اور مجھ کو ایک خرما دیا میں نے اس کو کھایا وہ نطفہ کی صورت میں میری صلب میں مستقر ہوا پھر جب میں زمین پر آیا اور خدیجہ سے ملا، جس کے بعد فاطمہؑ پیدا ہوئیں۔ لہذا میری بیٹی فاطمہ حوراء انسیہ ہیں اور جب میں جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنی بیٹی فاطمہ کو سونگھ لیتا ہوں۔

قول خدا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ جس دن کچھ چہرے سبز وشاداب ہوں گے اپنے پروردگار کی نعمت پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے (سورۂ قیامت، آیت ۲۲۔۲۳)

امام رضاؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یہ شکلیں اور صورتیں درخشاں ہیں اور اپنے پروردگار کے ثواب کے منتظر ہوں گی۔

امام رضاؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: جو بھی میرے کلام کی اپنی رائے سے تفسیر کرے وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا، جس نے کسی مخلوق سے مجھ کو تشبیہ دی اس نے مجھ کو نہیں پہچانا، جس نے میرے دین میں قیاس کا استعمال کیا وہ میرے دین پر نہیں ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جس نے قرآن کی آیات متشابہات کو آیات محکمات کی جانب پلٹا دیا وہ صحیح راستے کی ہدایت پا گیا پھر امام رضاؑ نے فرمایا:

قرآن کی مانند ہماری احادیث میں بھی محکم ومتشابہ موجود ہیں پس اس کے متشابہات کو بھی اس کے محکمات کی طرف پلٹا دو ان کے متشابہات کی پیروی نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جس نے اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی وہ مشرک ہے اور جو خدا کی جانب سے نہی کی ہوئی چیز کو اس کی طرف نسبت دے وہ کافر ہے۔

حسین ابن خالد نے کہا کہ میں نے امام رضاؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند عالم ہمیشہ سے عالم، قادر، حی، قدیم اور سمیع وبصیر ہے تو میں نے کہا یا ابن رسول اللہ! ایک گروہ کا کہنا ہے کہ خداوند عالم ہمیشہ سے ایسا عالم تھا کہ اس سے علم کبھی زائل نہیں ہوا، با قدرت قادر تھا، باحیات زندہ تھا، قدم کے ساتھ قدیم، سننے والا تھا، بابصارت دیکھنے والا تھا؟

امام رضاؑ: جو ایسی بات کہے اور اعتقاد رکھتا ہو در حقیقت وہ خدا کے ساتھ دوسرے خدا کا بھی قائل ہو گیا ہے ایسا شخص ہمارا دوست شمار نہیں ہو سکتا پھر آپ نے فرمایا کہ خدا ہمیشہ سے بذات خود عالم، قادر، حی، قدیم، سمیع، وبصیر رہا ہے، مشرکین ومشبہین کے قول سے بالاتر ہے۔ حسین ابن خالد نے کہا کہ میں نے امام رضاؑ سے کہا یا بن رسول اللہ! لوگ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت میں خلق کیا؟

امام رضاؑ: اللہ ان کو قتل کرے انھوں نے حدیث کے پہلے حصہ کو حذف کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں کے پاس سے گذرے جو ایک دوسرے کو گالی دے رہے تھے آپ نے سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ خدا تیرے چہرہ اور جو بھی تیرے جیسا ہو اس کے چہرہ کو بدنما بنائے۔ یہ سن کر رسول اسلام ﷺ نے اس سے فرمایا: اے بندہ خدا! اپنے بھائی کو یہ گالی نہ دو کیوں کہ اللہ نے حضرت آدم کو اسی کی شکل وصورت میں پیدا کیا ہے۔

ابراہیم بن ابی محمود نے کہا کہ میں نے امام رضاؑ سے کہا کہ یا بن رسول اللہ؟ آپ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو لوگوں نے بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے؟

امام رضاؑ: کلمات اللہ کی تحریف کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا: بلکہ انھوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں اور شب جمعہ کو اول شب میں ایک فرشتہ کو آسمان دنیا پر نازل کرتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ وہ پکارے کہ کیا کوئی مانگنے والا ہے: میں اس کو عطا کروں کوئی توبہ کرنے والا ہے، میں اس کی توبہ قبول کروں، کوئی استغفار کرنے والا ہے میں اسے بخش دوں؟

اے خیر کے طلبگار ادھر آ جا اے طالب شر اپنے ہاتھ روک لے۔ طلوع فجر تک فرشتہ یہی ندا دیتا ہے۔ طلوع صبح کے بعد وہ ملکوت آسمان پر واپس ہو جاتا ہے اسی طرح میرے بابا نے میرے جد نے اپنے آباء واجداد سے اور رسول اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

محمد بن سنان سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے امام ابوالحسن رضاؑ سے سوال کیا کہ کیا خداوند عالم مخلوقات

کے خلق کرنے سے قبل اپنے نفس کو پہچانتا تھا؟

امام رضاؑ: ہاں۔ راوی میں نے کہا کیا وہ اپنے نفس کو دیکھتا تھا اور اپنی آواز سنتا تھا؟

امام رضاؑ: اسے اس کی ضرورت نہیں تھی کیوں کوئی خود سے کوئی سوال نہیں کرتا وہ خود اپنی ذات ہے اور اس کی ذات خود وہی ہے خود اس کی قدرت نافذ ہے لہذا اسے اپنا کوئی نام منتخب کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس نے اپنے ناموں کا انتخاب دوسروں کیلئے کیا ہے کہ اس کو اسی نام سے پکاریں کیونکہ اگر اس کو اس کے نام سے نہ پکارا جائے وہ پہچانا نہیں جائے گا، اس کا پہلا منتخب شدہ نام "علی عظیم" ہے کیونکہ ہر شئے پر برتر ہے حقیقت میں وہ اللہ ہے اور اس کا نام "العلی العظیم" ہے یہی اس کا پہلا نام ہے کیونکہ وہ ہر شئے پر برتری رکھتا ہے۔

امام رضاؑ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ﴿یوم یکشف عن ساق﴾

جس دن (ساق) پنڈلی کھول دی جائے گی (سورہ ق، آیت/۴۲) ساق ایک نور کا حجاب ہے جسے ہٹا دیا جائے گا تو اہل ایمان سجدہ ریز ہو جائیں گے اور منافقین کی پشت کو سخت کر دیا جائے گا کہ وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

﴿کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ یاد رکھو انہیں قیامت کے روز پروردگار کی رحمت سے محجوب (وممنوع) کر دیا جائے گا (سورہ مطففین، آیت/۱۵) اس آیہ کریمہ کے بارے میں امام رضاؑ سے سوال کیا گیا، امام رضاؑ نے فرمایا:

خدا کی ایسی توصیف نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی مکان میں ہو اور اس کے بندے پردہ کے پیچھے ہوں اور اس کو نہ دیکھتے ہوں بلکہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے ثواب سے محروم ہیں۔

﴿وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا﴾ تمہارا پروردگار اور ملائکہ صف در صف آ جائیں گے (سورہ فجر، آیت/۲۲)

امام رضاؑ سے آیت کے بارے میں سوال ہوا؟ امام رضاؑ نے فرمایا:

آنا جانا اور منتقل ہونا خدا کی صفت نہیں ہے بلکہ مقصد ہے کہ تمہارے پروردگار کا امر آئے گا۔

﴿ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ﴾ کیا یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں ابر کے سایہ کے پیچھے سے عذاب خدا یا ملائکہ آ جائے اور ہر امر کا فیصلہ ہو جائے (سورہ بقرہ، آیت/۲۱۰) اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا؟

امام رضاؑ نے فرمایا:

کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا ملائکہ کو بادل کے پیچھے سے ان کی خبر گیری کیلئے بھیج دے اور اس طرح نازل ہوئی ہرگز نہیں (مراد عذاب ہے)

﴿سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ﴾ ان کا مضحکہ اڑایا (سورہ توبہ، آیت/۷۹) ﴿اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ﴾ خدا ان کا استہزاء کرتا ہے (سورہ بقرہ، آیت/۱۵)

﴿وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ﴾ یہودیوں نے عیسیٰ سے مکاری کی تو اللہ نے بھی جوابی (مکاری کی) تدبیر کی اور خدا بہترین تدبیر کرنے والا ہے (سورہ آل عمران، آیت/۵۴) ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ﴾

منافقین خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور خدا ان کو دھوکہ میں رکھنے والا ہے (سورہ نساء، آیت/۱۴۲)

امام رضاؑ سے ان آیات کے بارے میں پوچھا گیا؟

امام رضاؑ نے فرمایا: خداوند عالم نہ مسخرہ کرتا ہے نہ استہزاء نہ فریب دیتا ہے نہ مکر و دھوکہ لیکن خدا ان کو ان کے عمل مسخرہ استہزاء فریب و مکر کے مطابق اس کا بدلہ دیتا ہے خدا ان باتوں سے بلند و بالا ہے ظالمین جو کہتے ہیں اور مانتے ہیں۔

﴿نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ﴾ ان لوگوں نے اللہ کو فراموش کیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا (سورہ توبہ، آیت/۶۷)

امام رضاؑ سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام رضاؑ نے فرمایا:

خدا سے نہ سہو و غلطی ہوتی ہے نہ وہ کسی شئے کو فراموش کرتا ہے بلکہ سہو و نسیان ان مخلوق کیلئے ہے جو نہ تھی پھر پیدا ہو گئی۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی ہے کہ اللہ فرماتا ہے تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے (سورہ مریم، آیت/۶۴) بلکہ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اپنے اور قیامت کے فراموش کرنے والوں کو اس طرح بدلہ دے گا کہ وہ لوگ خود اپنے کو بھول جائیں گے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے: ﴿نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ﴾ جنھوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے انھیں کو بھلا دیا (سورہ حشر، آیت/۹) فرمایا ہے: ﴿فَالْیَوْمَ نَنْسٰھُمْ کَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِھِمْ ھٰذَا﴾ آج ہم ان کو اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح انھوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا (سورہ اعراف، آیت/۵۱) یعنی ہم ان کو اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ، جس طرح ان لوگوں نے ملاقات کے دن کی تیاری کو ترک

کر دیا تھا یعنی ہم ان کو اسی کی سزا دے رہے ہیں ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَاۗءِ﴾ خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ نا چاہتا ہے (جب وہ باب ہدایت کو اپنے لئے بند کر لیتا ہے) اس کے سینے کو ایسا تنگ و دشوار بنا دیتا ہے جیسے آسمان کیطرف بلند ہو رہا ہے (سورۂ انعام، آیت/۱۲۵) امام رضاؑ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا؟

امامؑ نے فرمایا: اللہ جس کی دنیا میں ایمان رکھنے کے ساتھ آخرت میں جنت کی طرف رہنمائی کرنا چاہتا ہے تو خدا کے سامنے سر جھکائے اس پر اعتماد کرنے اور اس کے وعدہ ثواب پر سکون کے لئے اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے تا کہ وہ مطمئن ہو جائے اور جس کو دنیا میں کفر و معصیت کی وجہ سے آخرت میں جنت سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے تا کہ حالت کفر و شک میں گرفتار اور اپنے اعتقاد قلبی میں مضطرب رہے گویا وہ آسمان کیطرف جا رہا ہے اور اللہ ایمان نہ لانے والوں پر ایسی ہی گندگی و نجاست ڈال دیتا ہے۔

ابوالصلت ہروی نے کہا کہ مامون نے امام رضاؑ سے آیت ذیل کے بارے میں سوال کیا ﴿وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ خداوند عالم کی ذات وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش (تخت اقتدار) پانی پر تھا تا کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سب سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے (سورۂ ہود، آیت/۷)

امام رضاؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے پہلے عرش پانی اور ملائکہ کو پیدا کیا تو ملائکہ نے اپنے کو اور عرش و پانی کو دیکھ کر خدا کے وجود پر استدلال کیا پھر اس نے عرش کو پانی پر رکھا تا کہ اس کے ذریعہ ملائکہ کو اپنی قدرت دکھائے اور ملائکہ جان لیں کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے پھر اس نے عرش کو اپنی قدرت سے بلند کر کے ساتوں آسمان کے اوپر رکھ دیا پھر زمین و آسمان کو چھ دنوں میں خلق کیا درانحالیکہ عرش پر غالب و مسلط تھا اور چشم زدن میں اسے پیدا کر سکتا تھا لیکن اللہ نے اسے چھ دنوں میں خلق کیا تا کہ زمین و آسمان میں پیدا ہونے والی ایک ایک شئے ملائکہ کو دکھائے اور وجود میں آنے والی ہر شئے ہر مرتبہ ملائکہ کیلئے وجود خدا کی دلیل بن جائے۔ خدا نے عرش کو محتاجی کے سبب نہیں پیدا کیا ہے کیوں کہ وہ عرش اور تمام مخلوق سے بے نیاز ہے خدا کے لئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے کیوں کہ وہ جسم نہیں خدا مخلوق کی تمام صفات سے بلند و بالا ہے۔

اور قول خدا ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سب سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے خدا نے اپنی مخلوق کو خلق کیا تا کہ وہ ان کو اپنی اطاعت و عبادت کے مکلف ہونے سے آزمائے، یہ امتحان و تجربہ کی بنیاد پر نہیں ہے کیوں کہ وہ ہمیشہ سے ہر شئے کا عالم ہے۔

مامون رشید نے کہا آپ نے مجھے آسودہ خاطر کر دیا، اے ابوالحسن! خدا آپ کو آسودہ خاطر کرے۔

پھر اس نے امام رضاؑ سے کہا: ﴿وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ. وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ اگر خدا چاہتا تو روئے زمین پر رہنے والے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ سب مومن بن جائیں اور کسی نفس کے امکان میں نہیں ہے کہ بغیر پروردگار کی اجازت ایمان لے آئے (سورۂ یونس، آیت/۹۹/۱۰۰) آپ اس آیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

امام رضاؑ: مجھ سے میرے بابا موسیٰ ابن جعفر نے انھوں سے ان کے بابا جعفر ابن محمد، انھوں نے ان کے بابا محمد ابن علی نے، انھوں سے ان کے بابا علی ابن الحسین نے، انھوں سے ان کے بابا حسین ابن علی نے، انھوں نے ان کے بابا علی ابن ابی طالبؑ نے آپ سے فرمایا: مسلمانوں نے پیغمبر اسلام ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ آپ کے قبضہ میں ہیں اگر آپ ان کو اسلام کیلئے مجبور کرتے تو ہماری تعداد زیادہ ہوتی اور ہم دشمنوں کے سامنے طاقتور ہو جاتے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو جواب دیا کہ میں کسی ایسی بدعت کے ساتھ اپنے پروردگار سے نہیں ملاقات کرنا چاہتا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا اور اپنے سے غیر مربوط کام میں دخالت نہیں کرنا چاہتا، پس اللہ نے آیت نازل کی اے محمد! اگر خدا چاہتا تو زمین میں جو بھی ہے سب (دنیا ہی میں بر سبیل اضطراب و اجبار) ایسے ہی ایمان لے آتے جیسے آخرت میں عذاب دیکھ کر ایمان لائیں گے اگر میں ایسا کرتا تو وہ لوگ میری طرف سے ثواب و مدح کے مستحق نہ ہوتے لیکن میں نے چاہا کہ وہ اپنے اختیار سے بغیر جبر ایمان لائیں تا کہ میری جانب سے اکرام و احترام کے اور بہشت جاویداں میں ہمیشہ رہنے کے حقدار ہو جائیں۔ (اے رسول) کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ وہ لوگ ایمان لے آئیں (سورۂ یونس، آیت/۹۹)

کسی کے امکان میں نہیں ہے کہ وہ بغیر پروردگار کی اجازت کے ایمان لائے۔ اس کا مطلب ایمان لانے سے

محرومیت نہیں کہ وہ ایمان لانے سے بالکل محروم ہیں بلکہ اس کا مقصد کا یہ ہے کہ بغیر خدا کے چاہئے ہوئے ایمان نہیں لا سکتے اذن واجازت خدا کا مفہوم یہی ہے کہ اس نے دنیا میں ایمان لانے کا حکم دیا جو مکلف ہونے اور عبادت کرنے کی جگہ ہے لوگوں کے ایمان لانے پر اس وقت جبر کیا جا سکتا ہے جب ان سے تکالیف شرعیہ وعبادت کو اٹھالیا جائے۔

مامون رشید: آپ نے مجھے مطمئن کر دیا، آپ کو بھی اطمینان نصیب ہو آپ اس قول خدا کے بارے میں بھی بیان فرمائیں:

﴿الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا﴾ وہ لوگ جن کی آنکھوں پر ہمارے ذکر کا پردہ پڑا ہوا تھا اور سننے پر قادر نہیں تھے (سورۂ کہف، آیت ۱۰۱)

امام رضاؑ: آنکھ کا پردہ ذکر خدا سے مانع نہیں ہوتا اور ذکر خدا آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا لیکن خدا نے علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے قبول نہ کرنے والوں کو نابینا سے تشبیہ دیا ہے کیونکہ رسول خداﷺ کا قول ان کو بہت گراں گذرا اور وہ لوگ ان کی باتوں کو نہیں سن سکے۔

مامون نے کہا آپ نے مجھ کو آسودہ خاطر کر دیا، اللہ آپ کو آسودہ خاطر کرے۔

عبدالعظیم ابن عبداللہ حسنی سے روایت ہے انھوں نے ابراہیم ابن ابی محمود سے انھوں نے کہا میں نے امام رضاؑ سے آیت ذیل کے بارے میں سوال کیا:

﴿وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ﴾ ان کو اس اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ انھیں کچھ سوجھتا ہی نہیں (سورۂ بقرہ، آیت ۱۷)

امام رضاؑ: لفظ ترک مخلوقات کے لئے استعمال ہوتا ہے ان الفاظ سے اللہ کی توصیف نہیں ہو سکتی لیکن جب وہ اللہ جان لیتا ہے کہ وہ لوگ کفر وضلالت کو نہیں چھوڑیں گے تو اپنے لطف ونصرت کو ان سے روک لیتا ہے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

راوی: نے اس آیت ذیل کے بارے میں پوچھا: ﴿خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ﴾ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی (سورۂ بقرہ، آیت ۷)

امام رضاؑ: ختم وہ مہر ہے جو قلب کفار پر ان کے کفر کی سزا میں لگائی گئی ہیں جیسے اللہ نے فرمایا: ﴿طَبَعَ اللَّهُ

عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

بلکہ خدا نے ان کے کفر کی بناء پر ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اب چند ایک کے علاوہ کوئی ایمان نہ لائے گا (سورۂ نساء، آیت ۱۵۵)

راوی: نے امام رضاؑ سے سوال کیا کہ کیا خدا اپنے بندوں کو معصیت ونافرمانی کے ارتکاب پر مجبور کرتا ہے؟

امام رضاؑ: ہرگز نہیں بلکہ اس نے ان کو اختیار دیا ہے اور توبہ کرنے کی مہلت بھی دیتا ہے۔

راوی: نے کہا کیا خداوند عالم اپنے بندہ کو اس کام کا مکلف بناتا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے؟

امام رضاؑ: وہ کیسے ایسا کر سکتا ہے حالانکہ وہ خود فرماتا ہے کہ تمہارا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا پھر امامؑ نے فرمایا:

مجھ سے میرے بابا موسیٰ ابن جعفرؑ نے انھوں نے اپنے آباء واجداد سے، امام علی ابن ابیطالب نے ارشاد فرمایا:

جس نے گمان کیا کہ اللہ اپنے بندوں کو گناہ پر مجبور کرتا ہے یا تکلیف مالایطاق دیتا ہے تم اس کے ذبیحہ کو نہ کھاؤ اس کی گواہی قبول نہ کرو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اس کو زکات نہ دو۔

یزید ابن عمر کہتا ہے کہ میں نے مقام مرو میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کہا یا ابن رسول اللہ! جعفر ابن محمد الصادقؑ سے ہم تک روایت پہنچی ہے انھوں نے فرمایا "لا جبر ولا تفویض بل امربین بین الامرین" نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ وہ چیز ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس حدیث کے معنی کیا ہیں؟

امام رضاؑ: جس کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال کو انجام دیتا ہے پھر انھیں افعال پر ہم پر عذاب کرے گا یہ شخص جبر کا قائل ہو گیا اور جس نے یہ گمان کر لیا اللہ نے خلقت اور رزق وروزی کے دینے کا مسئلہ ائمہ معصومین کے حوالہ کر دیا ہے وہ تفویض کا قائل ہو گیا جبر کا قائل مشرک ہے۔

راوی: میں نے کہا یا ابن رسول اللہ "امر بین" کیا ہے؟

امام رضاؑ: خدا کے حکم دئے ہوئے امور کو انجام دینے کا راستہ اور خدا کے منع کئے ہوئے امور کو ترک کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔

راوی: میں نے کہا کیا اعمال بندگان کے بارے میں خدا کی مشیت وارادہ جاری ہوتا ہے؟

امام رضاؑ: اطاعت وعبادت میں اس کے ارادہ ومشیت کا مقصد ہے کہ اس نے اس کا حکم دیا اس سے خوش ہوا اور اس کی انجام دہی میں تعاون کیا ہے اور گناہوں میں اس کی مشیت وارادہ کا مطلب ہے کہ اس نے اس سے منع کیا ہے اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس کے کرنے میں بندوں کا تعاون نہیں کرتا۔

راوی: کیا اعمال بندگان کے بارے میں خدا کا کوئی فیصلہ بھی ہے؟

امام رضاؑ: ہاں بندے کوئی بھی عمل خیر وشر انجام نہیں دیتے مگر اس میں خدا کا کوئی حکم اور فیصلہ ضرور پایا جاتا ہے۔

راوی: اس قضا کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟

امام رضاؑ: خدا کے حکم وفیصلہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ بندوں کو ان کے تمام اعمال خیر وشر کی جزا وسزا دنیا وآخرت میں دیئے جانے کا حکم دیتا ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ امام رضاؑ سے جبر وتفویض کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی زبردستی اطاعت نہیں ہوسکتی اور اس کی معصیت اس طرح نہیں ہوتی کہ وہ ان پر غالب ہے اس نے بندوں کو اپنے ملک میں آزاد نہیں چھوڑ دیا، وہ خود ان چیزوں کا مالک ہے جس کا اس نے ان کو مالک بنایا ہے اور وہ خود قادر ہے جس پر اس نے ان کو قادر بنایا ہے اگر بندے اس کی اطاعت کا عزم وارادہ کریں تو خدا مانع نہیں ہوگا اور اگر معصیت وگناہ کا عزم وارادہ کریں تو اگر وہ چاہتا تو ان کو روک دیتا لیکن چونکہ اس نے کوئی روک نہیں لگائی لہذا وہ معصیت کے مرتکب ہوگئے، اس نے ان کو گناہ میں نہیں ڈالا۔ امامؑ بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

جو بھی ان باتوں کے حدود کی رعایت کرے وہ اپنے ہر مخالف پر غالب رہے گا۔

حسین ابن خالد نے کہا میں نے امام رضاؑ سے کہا یا بن رسول اللہ! آپ کے آباء وطاہرین کی روایت کی بنا پر لوگ ہم کو جبر وتشبیہ کے قائلین میں شمار کرتے ہیں۔

امام رضاؑ: اے فرزند خالد! یہ بتاؤ کہ جبر وتشبیہ کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ کی روایت زیادہ ہیں یا ہمارے آباؤ اجداد کی روایت؟

راوی: میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی احادیث منقولہ زیادہ ہیں۔

امام رضاؑ: اس بنیاد پر ان کو کہنا چاہئے کہ خود پیغمبر اسلام ﷺ جبر وتشبیہ کے قائل ہیں۔

راوی: میں نے کہا ان کا اعتقاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں کہا بلکہ ان پر بہتان باندھا گیا ہے۔

امام رضاؑ: ان کو یہ بھی کہنا چاہئے ہمارے اجداد نے کچھ نہیں کہا ان پر بھی الزام لگایا گیا ہے۔

فرمایا کہ جو خدا کے بارے میں جبر وتشبیہ کا قائل ہو وہ کافر ومشرک ہے، ہم اس سے دنیا وآخرت میں بیزار ہیں۔ اے فرزند خالد عظمت خدا کو گھٹانے والے غالیوں نے جبر وتشبیہ کی روایات کو وضع کر کے ہماری جانب منسوب کر دیا، جس نے ان کو دوست رکھا اس نے ہم سے دشمنی کی، جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے ہم کو دوست بنایا، جس نے ان سے رابطہ رکھا اس نے ہم سے قطع تعلق کیا اور جو ان سے قطع تعلق کرے اس نے ہم سے رابطہ جوڑا، جس نے ان کے ساتھ نیکی کی اس نے ہمارے ساتھ برائی کی جس نے ان کے ساتھ برائی کی اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی، جس نے ہمارا اکرام کیا اس نے ان کی اہانت کی اور جس نے ان کا اکرام کیا اس نے ہماری اہانت کی جس نے ان کو اور ان کے اقوال کو قبول کیا اس نے ہمارے قول کو رد کیا، جس نے ان کو رد کیا اس نے ہم کو قبول کیا، جس نے ان کے ساتھ نیکی کیا اس نے ہمارے ساتھ برائی کیا اور جس نے ان کے ساتھ برائی کیا اس نے ہمارے ساتھ نیکی کیا، جس نے ان کی تصدیق کی اس نے ہماری تکذیب کی اور جس نے ان کی تکذیب کی اس نے ہماری تصدیق کی، جس نے انھیں کوئی چیز عطا کی اس نے ہم کو محروم کیا اور جس نے انھیں محروم کیا در حقیقت اس نے ہم کو عطا کیا۔ اے فرزند خالد! ہمارے شیعوں کو انھیں اپنا دوست ومددگار نہیں بنانا چاہئے؟

دوسرے اہل مذاہب سے امام رضا کا احتجاج

اہل کتاب، مجوسی، صابئی کے رئیس اور دوسرے اہل مذاہب سے امام رضا علیہ السلام کا احتجاج ومناظرہ کا ذکر:

حسن ابن محمد نوفلی کہتے ہیں کہ جب امام رضا (مدینہ سے) مامون کے پاس آئے تو اس نے اپنے وزیر فضل ابن سہل کو حکم دیا کہ علماء ادیان، علماء متکلمین مثلاً جاثلیق رأس الجالوت، علماء صائبین، علماء زردشتیان، علماء رومیان اور علماء علم کلام کو جمع کرو اور میرے ابن عم فرزند موسیٰ ابن جعفر کو بھی بلاؤ تا کہ وہ لوگ میرے ابن عم کی باتوں کو سنیں اور یہ ان کی باتوں کو سنیں۔ فضل ابن سہل نے سب کو بلایا جب سب جمع ہو گئے تو مامون کو بھی خبر دی، اس نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا مامون نے سب کو خوش آمدید کہا پھر اس نے ان لوگوں سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو اجباری طور پر بلایا ہے اور چاہتا ہوں کہ مدینہ سے آئے ہوئے میرے ابن عم سے آپ لوگ مناظرہ کریں کل آپ لوگ اوّل وقت یہاں آیئے کوئی بھی مخالفت نہ کرے۔ سب نے کہا اے امیر المومنین ہم آپ کے مطیع ہیں، ہم کل اسی وقت ضرور حاضر ہوں گے انشاء اللہ۔

نوفلی کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے بات کر رہے تھے کہ ناگاہ خادم امام یاسر داخل ہوئے اور کہا یا سیدی!

مامون نے آپ کو سلام پہنچایا ہے اور کہا ہے کہ آپ کا بھائی آپ پر قربان! مختلف مذاہب کے علماء اور علماء علم کلام میرے پاس آئے ہوئے ہیں کیا آپ میرے پاس آ کر ان سے بحث ومباحثہ کرنا پسند کریں گے؟ اگر نہ چاہیں تو زحمت کی ضرورت نہیں اگر مائل ہوں تو ہم آپ کے پاس آ جائیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: سلام کہنا اور بتا دینا کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا: انشاء اللہ کل صبح حاضر ہوں گا۔

راوی: جب خادم باہر چلا گیا تو امام نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا: اے نوفلی! تم عراقی ہو اور اہل عراق ظریف اور نکتہ سنج طبیعت کے مالک ہوتے ہیں، ان تمام علماء و ادیان اور جمع کرنے سے تمہاری نگاہ میں مامون کا کیا مقصد ہے؟

راوی: میں نے کہا کہ وہ آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے اور وہ آپ کے علم کا اندازہ کرنا چاہتا ہے اور معاملہ کی غیر معتمد و کمزور بنیاد پر بنایا گیا اور بہت ہی خطرناک مقصد ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: اس باب میں اس کی بنیاد کیا ہے؟

راوی: میں نے کہا متکلمین اور اہل بدعت مثل علماء نہیں کیونکہ عالم درست وصحیح باتوں کا انکار کرتے لیکن یہ لوگ انکار کرنے والے اور مغالطہ کرنے والے ہیں اگر وحدانیت کی بنیاد پر ان سے بحث کی جائے تو کہتے ہیں کہ اس کی وحدانیت ثابت کرو، اگر آپ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں تو کہتے ہیں کہ ان کی رسالت ثابت کرو، پھر مغالطہ کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں کہ مقابل خود ہی اپنی دلیل باطل کر دیتا ہے اور بحث سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔

میں نے کہا میری جان قربان: آپ ان سے دور رہے یہ سن کر امام علیہ السلام مسکرائے اور کہا: اے نوفلی! کیا تم ڈرتے ہو کہ وہ میری دلیل کو باطل کر دیں گے؟

راوی: میں نے کہا نہیں، خدا کی قسم آپ کے بارے میں مجھ کو کوئی ڈر نہیں اور خدا سے امیدوار ہوں کہ وہ آپ کو کامیابی دے گا۔

امام رضا علیہ السلام: اے نوفلی! جاننا چاہتے ہو کہ مامون اس کام سے کب پشیمان ہوگا؟

راوی: میں نے کہا ہاں۔

امام رضا علیہ السلام: میں اہل توریت سے ان کی توریت سے، اہل انجیل سے ان کی انجیل سے، اہل زبور سے ان کی زبور سے اور صابئین کے عراقی زبان میں زردشتیوں سے فارسی میں رومیوں سے رومی زبان میں اور تمام علماء سے ان کی ان کی زبان میں بحث کروں گا اور جواب دے کر ان پر غالب ہو جاؤں گا اور وہ سب میری باتوں کو قبول کریں گے تو مامون جان لے گا جس کے پیچھے وہ بھاگ رہا ہے اس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے، اس وقت پشیمان اور شرمندہ ہوگا۔

"لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" جب صبح ہوئی فضل بن سہل امام علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا میں آپ کے قربان: فرزند عم آپ کے منتظر ہیں اور لوگ جمع ہو چکے ہیں، آپ کیا تشریف لائیں گے؟

امام رضا علیہ السلام: تم جلدی جلدی چلو انشاء اللہ میں بھی پہنچ رہا ہوں۔ امام علیہ السلام نے وضو کیا اور تھوڑا سا ستو تناول فرمایا اور ہم کو بھی دیا، نکلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک مامون کے پاس پہنچ گئے وہاں مجمع بھرا ہوا تھا اور امام علیہ السلام کے چچا محمد ابن جعفر صادق علیہ السلام کچھ سادات کے ساتھ اور سردار لشکر بھی اس نشست میں حاضر تھے۔

جب امام علیہ السلام داخل ہوئے تو مامون اور دوسرے افراد مجلس احترام امام میں کھڑے ہو گئے اور امام علیہ السلام مامون کے ساتھ بیٹھے حتیٰ کہ جب مامون نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا تب وہ لوگ بیٹھے کچھ دیر تک مامون خود امام علیہ السلام سے گفتگو کرتا

رہا پھر جاثلیق کی طرف رخ کر کے کہا اے جاثلیق! یہ علی ابن موسیٰ ابن جعفرؑ میرے ابن عم، دختر رسول اللہ فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰؑ کی اولاد سے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے بحث و مناظرہ کرو اور انصاف سے کام لو۔

جاثلیق: یا امیر المومنین! میں ایسے شخص سے کیا بحث کروں، جو ایسی کتاب سے استدلال کرتا ہے جسے میں مانتا نہیں اور ایسے نبی کے اقوال کو دلیل بناتا ہے جس پر میرا ایمان نہیں؟ امام رضاؑ: اے نصرانی! اگر انجیل سے دلیل بیان کروں تو کیا تو اس کو قبول کرے گا؟

جاثلیق: کیا میں انجیل کو رد کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! میں اسے اپنے باطن کے خلاف بھی قبول کروں گا۔

امام رضاؑ: اب جو چاہو سوال کرو اور مجھ سے اس کا جواب سنو۔

جاثلیق: حضرت عیسیٰ کی نبوت اور ان کی کتاب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا آپ ان دو کے منکر ہیں؟

امام رضاؑ: میں نبوت حضرت عیسیٰ ان کی کتاب اور جو انھوں نے اپنی امت کو بشارت دی اور حوارین نے جن باتوں کا اقرار کیا سب پر ایمان رکھتا ہوں اور جس عیسیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور ان کی بشارت نہیں دی ان کا منکر ہوں۔

جاثلیق: کیا کوئی حکم دو شاہد عادل نہیں چاہتا؟

امام رضاؑ: کیوں نہیں۔

جاثلیق: پس آپ دو ایسے گواہ پیش کیجئے جو آپ کے دین کے علاوہ عیسائیت کو بھی قبول کرتے ہوں اور ہم سے بھی ایسے ہی گواہی مانگیں۔

امام رضاؑ: اب تو نے انصاف کی بات کی کیا تم ان کی بات قبول کرو گے جو حضرت عیسیٰ کے نزدیک مقام و منزلت رکھتے تھے؟

جاثلیق: وہ شخص عادل کون ہے اس کا نام بتائیے؟

امام رضاؑ: تم یوحنائے دیلمی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جاثلیق: آپ نے حضرت مسیح کے نزدیک ترین و محبوب ترین شخص کا نام لیا۔

امام رضاؑ: میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کیا انجیل میں نہیں آیا ہے کہ یوحنا نے کہا کہ حضرت مسیح نے مجھ کو دین محمد عربی

کی خبر دی ہے اور بشارت دی ہے کہ میرے بعد حضرت محمد ﷺ آئیں گے اور میں نے بھی حوارین کو بشارت دی ہے اور تم ان پر ایمان لاؤ؟

جاثلیق: ہاں یوحنا نے حضرت مسیح سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور ایک شخص کی نبوت اور اس کے اہل بیتؑ کی اور ان کے وصی کی بشارت دی ہے لیکن اس کا وقت بیان نہیں کیا اور اس کی شناخت نہیں کرائی کہ ہم اس کو پہچان لیں۔

امام رضاؑ: اگر میں کسی انجیل پڑھنے والے کو بلاؤں کہ وہ آ کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کے متعلق آیات انجیل کی تلاوت کرے تو کیا تم ایمان لاؤ گے؟

جاثلیق: بہت اچھی بات ہے۔

امام رضاؑ: نے قسطاس (نسطاس) رومی سے کہا کہ تم کو انجیل کا سفر سوم کتنا یاد ہے؟ اس نے کہا مجھے مکمل یاد ہے۔

پھر آپ راس الجالوت کیطرف مڑے اور کہا راس کہ کیا تو نے انجیل پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

امام رضاؑ: میں انجیل کا سفر سوم پڑھتا ہوں اگر محمد عربی ان کی آل پاک اور ان کی امت کیلئے کچھ ہو تو اس کی گواہی دینا اگر ان کے بارے میں کوئی بات نہ ہو تو گواہی نہ دینا۔ امامؑ نے سفر سوم پڑھا اور ذکر رسول اسلام ﷺ پر پہنچ کر ٹھہر گئے، فرمایا: اے نصرانی تجھے عیسیٰ اور ان کی ماں کی قسم کہ تو سمجھ گیا ہوگا کہ میں انجیل کا عالم ہوں؟

اس نے کہا: ہاں

پھر آپ نے حضرت محمد ﷺ ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت سے متعلق مطالب کی تلاوت کی اور فرمایا: اے نصرانی! بتاؤ کیا یہ عیسیٰ بن مریم کا قول نہیں ہے کہ اگر تم نے انجیل کی کہی ہوئی باتوں کی تکذیب کی تو گویا تم نے حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی تکذیب کی اور اگر تم نے ان مطالب کا انکار کیا تو تمہارا قتل واجب ہوگا کیوں کہ تم نے اپنے پروردگار کا اور اپنے نبی اور کتاب کا انکار کیا۔

جاثلیق: جو مطالب بھی انجیل سے ثابت ہوگا میں اس کا انکار نہیں کروں گا بلکہ ایمان لاؤں گا۔

امام رضاؑ: تم لوگ ان کے اقرار پر گواہ رہنا۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا جو چاہو سوال کرو۔

جاثلیق: حضرت عیسیٰ کے حوارین اور انجیل کے علماء کی تعداد کتنی تھی؟

امام رضاؑ: ایک شخص سے پوچھا حوارین بارہ افراد تھے اور ان کا عالم اور ان سے برتر جناب لوقا تھے نصاریٰ

کے علماء تین شخص تھے یوحنا اکبر باج، یوحنا دیلمی زجاز اور یوحنا قرقیسیا اور رسول خدا ﷺ، اہلبیت ؑ اور ان کی امت سے متعلق مطالب باتیں ان کے پاس موجود تھے اور انھوں نے ہی امت عیسیٰ و بنی اسرائیل کو حضرت محمد عربی کی نبوت ان کے اہل بیت ؑ اور ان کی امت کی بشارت دی ہے۔

پھر فرمایا: اے نصرانی! خدا قسم میں محمد عربی پر ایمان رکھنے والے حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتا ہوں، مجھے تمہارے عیسیٰ پر ان کمزوری و ناتوانی اور ان کے کم نماز پڑھنے اور کم روزہ رکھنے کے علاوہ اور کوئی دوسرا اعتراض نہیں ہے۔

جاثلیق: خدا کی قسم آپ نے اپنے علوم کو برباد کر دیا اور اپنے امر کو کمزور بنا دیا میں سمجھتا تھا کہ آپ مسلمانوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

امام رضا ؑ: مگر کیا ہو گیا؟

جاثلیق: آپ کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ ضعیف تھے اور نماز کم پڑھتے تھے روزہ کم رکھتے تھے حالانکہ وہ ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں رہے اور ایک رات بھی نہیں سوئے وہ ہمیشہ قائم اللیل و صائم النہار تھے۔

امام رضا ؑ: یہ بتاؤ وہ کس کے تقرب کے لئے نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے۔

جاثلیق: جواب نہ دے سکا اور ساکت رہ گیا۔

امام رضا ؑ: اے نصرانی! میں تجھ سے ایک اور سوال کرتا ہوں۔

جاثلیق: پوچھئے اگر جانتا ہوں گا تو جواب دوں گا۔

امام رضا ؑ: تم کیوں نہیں مانتے کہ حضرت عیسیٰ خدا کی اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے؟

جاثلیق: اس لئے کہ مردوں کو زندہ کرنے والا بیماروں کو شفا دینے والا، برص و جذامی کو ٹھیک کر دینے والا، رب ہونے اور پرستش کرنے کے لائق ہے۔

امام رضا ؑ: جناب الیسع پیغمبر بھی حضرت عیسیٰ کے مانند کام کرتے تھے وہ پانی پر چلتے، مردوں کو زندہ کرتے، نابینا اور برص و جذامی کو شفا دیتے لیکن ان کی امت نے ان کو نہیں مانا اور کسی نے بھی ان کی پرستش نہیں کی اسی طرح جناب حزقیل پیغمبر نے بھی ۳۵ ہزار لوگوں کو مرنے کے ۶۰ سال بعد زندگی عطا کی پھر امام ؑ نے رأس الجالوت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے رأس الجالوت! کیا تو نے بنی اسرائیل کے ان جوانوں کے بارے میں توریت میں پڑھا ہے جن کو بیت

المقدس پر حملہ کے وقت بخت نصر نے اسیر کیا تھا اور ان میں سے کچھ کو بابل لے کر گیا ان کے مرنے کے بعد جناب حزقیل نے زندہ کیا یہ بات توریت میں موجود ہے جو بھی اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

رأس الجالوت: میں نے آپ کی باتیں سنیں اور اس سے باخبر ہوں۔

امام رضا ؑ: تو نے سچ کہا پھر کہا اے یہودی! غور سے دیکھو کہ میں توریت کے اس سفر کو صحیح پڑھتا ہوں کہ نہیں پھر توریت کی چند آیتیں امام ؑ نے تلاوت کی۔ یہودی امام ؑ کی تلاوت و آواز کو سن کر متعجب ہوا اور جھومنے لگا پھر امام ؑ نے جاثلیق کی طرف رخ کر کے پوچھا کیا یہ لوگ جناب عیسیٰ سے پہلے تھے یا جناب عیسیٰ ان سے پہلے تھے؟

جاثلیق: وہ لوگ عیسیٰ سے پہلے تھے۔

امام رضا ؑ: قریش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے مردوں کو زندہ کرنے کیلئے کہا، رسول اسلام ﷺ نے امام علی ؑ کو ان کے قبرستان کی جانب بھیجا اور فرمایا جن جن لوگوں کو زندہ کرنے کیلئے کہیں بلند آواز سے ان کا نام لے کر پکارو اے فلاں اے فلاں! اللہ کے رسول محمد ﷺ نے تم کو حکم دیا ہے کہ خدا کے اذن سے اٹھ جاؤ! انھوں نے جا کر جس کو پکارا سب سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

قریش نے ان امور کے بارے میں ان سے سوال کیا انھوں نے ان مردوں کو محمد عربی کے نبوت کی خبر دی۔ مردوں نے کہا اے کاش ہم بھی ان کا زمانہ پاتے تو ان پر ایمان لاتے، رسول اسلام ﷺ نے بھی نابینا، جذامی اور دیوانوں کو شفا دی ہے، چرندوں، پرندوں، جن و شیاطین نے ان سے کلام کیا ہے لیکن ہم ان کو خدا نہیں مانتے اور ان انبیاء کے فضائل کے منکر نہیں ہیں اگر تم عیسیٰ کو اپنا رب مانتے ہو تو حضرت یسع اور حزقیل کو اپنا خدا مانو کیوں کہ ان دونوں نے بھی عیسیٰ کی طرح مردوں کو زندہ کیا اور دوسرے معجزات دکھائے ہیں۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے ہزاروں افراد طاعون کے خوف سے اپنے وطن کو چھوڑ کر نکل پڑے لیکن وہ سب کے سب ایک ہی لمحے میں مر گئے، وہاں کے لوگوں نے ان کے چاروں طرف دیوار گھیر دی اور ان کو اسی میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کا ادھر سے گزر ہوا اتنی ساری ہڈیاں دیکھ کر ان کو بہت تعجب ہوا خدا نے ان کی جانب وحی کی کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری خاطر ان کو زندہ کر دوں تا کہ تم ان کو ڈراؤ اور اپنے دین کی تبلیغ کرو؟ نبی نے کہا ہاں اے پروردگار وحی خدا ہوئی کہ ان کو پکارو، انھوں نے کہا اے بوسیدہ ہڈیوں والے! تم اللہ کی اجازت سے اٹھ جاؤ، وہ سب کے سب اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے زندہ ہوئے اور اٹھ کھڑے ہو گئے،

دوسرے حضرت ابراہیم نے پرندوں کو لیا اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تھوڑا تھوڑا گوشت الگ الگ پہاڑوں پر رکھ دیا پھر ان کو بلایا تو وہ زندہ ہو کر ان کے پاس آ گئے اس طرح جناب موسیٰ بنی اسرائیل میں سے ستر افراد کو لے کر کوہ طور گئے، انھوں نے کہا آپ نے خدا کو دیکھا ہے ہم کو بھی دکھایئے؟ جناب موسیٰ میں نے ان کو نہیں دیکھا ہے ان لوگوں نے کہا کہ جب تک ہم ظاہر میں خدا کو نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔

پس ایک بجلی چمکی جس نے ان کو جلا کر نابود کر دیا اور موسیٰ تنہا بچے، انھوں نے خدا سے عرض کیا پروردگار! میں بنی اسرائیل میں سے ستر افراد کو چن کر لایا تھا اور اب تنہا جاؤں گا تو میری قوم اس واقعہ کو کیسے قبول کرے گی؟ اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے موت دیتا اور ان کو بھی۔ کیا تو ہم کو چند احمقوں کی وجہ سے ہلاک کر دے گا؟ خدا نے ان لوگوں کو بھی مرنے کے بعد زندہ کر دیا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: میری کہی ہوئی کسی بات کا بھی تم انکار نہیں کر سکتے کیونکہ ان تمام باتوں کو توریت، انجیل، زبور اور قرآن نے بیان کیا ہے اگر ہر مردہ کو زندہ کرنے والا اور نابینا جذامی اور دیوانوں کو شفا دینے والا خدا ہوگا تو ہم تم سب ایسے کو خدا مانیں۔ اے نصرانی! اب تم کیا کہتے ہو؟۔

جاثلیق: نے کہا آپ کی بات بالکل صحیح ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

پھر امام رضا علیہ السلام: رأس الجالوت کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے یہودی! میں حضرت موسیٰ پر نازل کی ہوئی دس آیات کی تجھ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا محمد عربی اور ان کی امت کی بات توریت میں لکھی ہوئی ہے کہ جب اس شتر سوار کے پیروکار کی آخری امت آئے گی جو خدا کی بہت تسبیح کرے گی نئی نئی تسبیح نئے نئے عبادت خانہ میں ہوگی تب بنی اسرائیل کو اس امت کی اور ان کے بادشاہوں کی طرف آ جانا چاہئے تاکہ ان کا دل مطمئن ہو جائے چونکہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہوگی جس کے ذریعہ زمین کے تمام گوشہ و کنار کے کفار سے انتقام لیں گے، کیا یہ بات توریت میں اسی طرح لکھی ہوئی نہیں ہے؟

رأس الجالوت نے کہا کہ ہاں ہم توریت میں ایسا ہی پاتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے جاثلیق سے فرمایا: اے نصرانی! کتاب شعیا کے بارے میں تمہارے پاس کتنا علم ہے؟ جاثلیق نے کہا میں اس کے حرف حرف کو جانتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا: کہ کیا تم مانتے ہو کہ یہ ان کے اقوال میں سے ہے؟

اے لوگو میں نے گدھے پر سوار اس شخص کی تصور کو دیکھا جو بدن پر نور کے لباس تھے اور اس شتر سوار کو بھی دیکھا کہ جس کا نور چاند کے نور کے مانند تھا؟ ان دونوں نے کہا ہاں جناب شعیا نے ایسا ہی کہا ہے۔

امام رضا علیہ السلام: اے نصرانی! کیا تم نے انجیل میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول پڑھا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے خدا کی طرف جاؤں گا اور فارقلیطا آئے گا۔ وہی میری اور حق کی گواہی دے گا جیسے کہ میں نے اس کی گواہی دی ہے وہی تمہارے لئے تمام چیزوں کی تفسیر کریگا وہی تمام امت کی رسوائیوں کو ظاہر کریگا اور وہی کفر کے خیموں کے ستون کو توڑے گا۔

جاثلیق: آپ انجیل سے جو کچھ بھی بیان کریں گے میں اس کا اقرار کروں گا۔

امام رضا علیہ السلام: اے جاثلیق! کیا میں تم کو انجیل اول کے بارے میں بتاؤں کہ وہ کہاں گم ہوگئی پھر تم لوگوں نے اس کو کہاں پایا؟ اور کس نے اس انجیل کو تمہارے لئے وضع کیا ہے؟

جاثلیق: صرف ایک دن کے لئے گم ہوئی تھی پھر ہم نے اس کو تر و تازہ پایا، یوحنا و متی نے اسے حاصل کیا۔

امام رضا علیہ السلام: انجیل کے قصہ اور اس کے علماء کے بارے میں تم کو بہت کم معلومات ہے اگر ویسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو انجیل کے بارے میں اختلاف کیوں ہے؟

یہ اختلاف اسی انجیل میں ہے جو تمہارے ہاتھوں میں ہے اگر پہلے ہی کی طرح ہوتی تو تم اختلاف کا شکار نہ ہوتے لیکن میں واضح کر دوں کہ جب انجیل اول گم ہوئی تو نصاریٰ اپنے علماء کے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے ان سے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم قتل ہوئے اور انجیل بھی ہم سے گم ہوگئی تم عالم ہو تمہارے پاس کیا ہے؟

الوقا، مرقابوس، یوحنا و متی نے کہا بیشک انجیل ہمارے سینوں میں ہے اور ہم اس کے عالم ہیں ہم ہر یکشنبہ کو ایک ایک سفر تم کو سنائیں گے محزون و مغموم نہ ہو اپنے کنیسہ (عبادت خانہ) کو خالی نہ کرو ہم ہر یکشنبہ کو ایک ایک سفر کی تلاوت کریں گے اس طرح تمام انجیل جمع ہو جائیگی۔

امام رضا علیہ السلام نے مزید فرمایا: انجیل اول کے گم ہونے کے بعد الوقا، مرقابوس، یوحنا و متی نے تمہاری خاطر اس انجیل کو وضع کیا، یہی چار پہلے شاگردوں سے تھے کیا اس بات کو جانتے ہو؟

جاثلیق: ابھی تک ہم کو اس بات کا علم نہیں تھا مگر اب مجھ کو علم ہوگیا اور آپ کے علم کے سبب آج انجیل کا معاملہ میرے سامنے واضح ہوگیا اور آپ سے دوسری باتوں کو بھی میں نے سنا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ سب حق ہے

آپ کے فرمودات سے بہت استفادہ کیا ہے۔

امام رضاؑ: تمہاری نگاہ میں ان افراد کی گواہی کیسی ہے؟

جاثلیق: ان کی گواہی قابل قبول ہے اور یہ سب علما انجیل ہیں اور جس کی یہ لوگ گواہی دیں وہ حق ہے۔ امام رضاؑ نے مامون و حاضرین مجلس سے کہا کہ آپ لوگ اس پر گواہ رہئے گا ان لوگوں نے کہا ہاں ہم گواہ ہیں۔

پھر امامؑ نے جاثلیق سے کہا تجھ کو بیٹے (عیسیٰ) اور ان کی ماں (مریم) کے حق کا واسطہ سے قسم دیتا ہوں کیا تم کو جناب متّیٰ کے قول کا علم ہے کہ جناب مسیح داؤد ابن ابراہیم ابن اسحٰق ابن یعقوب ابن یہودا ابن خضرون کے بیٹے ہیں مرقابوس نے جناب عیسیٰ کے اصل و نسب کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کلمہ خدا ہیں اور خدا نے ان کو انسانی جسم میں قرار دیا ہے اور وہ انسانی صورت میں ہیں جناب الوقا نے کہا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اور ان کی ماں دونوں گوشت و خون کے انسان تھے کہ روح القدس ان دونوں کے اندر حلول کئے ہوئے ہیں۔ تمہارے قبول شدہ کلام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عیسیٰ نے خود فرمایا:

اے حواریوں میں تم سے سچ بات کہتا ہوں کہ سوائے اونٹ سوار خاتم الانبیاء کے کوئی بھی آسمان پر جا سکتا ہے اور آ سکتا ہے تم اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جاثلیق: یہ حضرت عیسیٰ کا قول ہے، ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔

امام رضاؑ: الوقا مرقابوس اور متّیٰ کی گواہیاں عیسیٰ اور ان کے حسب کے بارے میں تمہاری نگاہ میں کیا ہیں؟

جاثلیق: حضرت عیسیٰ پر بہتان لگایا ہے۔

امام رضاؑ: اے لوگو! جاثلیق اس نے ان کی صداقت و پاکیزگی کی تائید نہیں کی، کیا اس نے ان کے علماء انجیل ہونے اور ان کے اقوال کے حق ہونے کی گواہی نہیں دی؟

جاثلیق: اے مسلمانوں کے عالم! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ان چار افراد کے بارے میں معاف رکھیں۔

امام رضاؑ: ہم نے معاف کیا اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

جاثلیق: اب کوئی دوسرا سوال کرے، خدا قسم مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ مسلمانوں کے علماء میں آپ جیسا کوئی موجود ہوگا۔

امامؑ رأس الجالوت کی جانب مڑے اور فرمایا: میں تجھ سے سوال کروں یا تم مجھ سے سوال کروگے۔

رأس الجالوت: میں آپ سے پوچھوں گا اور صرف توریت، انجیل، زبور داؤد اور صحف ابراہیم و موسیٰ سے جوابات قبول کروں گا۔

امام رضاؑ: اگر میں موسیٰ کی توریت عیسیٰ کی انجیل اور داؤد کے زبور کے علاوہ جواب دوں تم ہرگز قبول نہ کرنا۔

رأس الجالوت: نبوت موسیٰ کو کہاں سے ثابت کیجئے گا؟

امام رضاؑ: یہودی! موسیٰ ابن عمران، عیسیٰ ابن مریم اور زمین میں خلیفہ جناب داؤد نے ان کی نبوت کی گواہی دی ہے۔

رأس الجالوت: جناب موسیٰ ابن عمران کے قول کو ثابت کیجئے۔

امام رضاؑ: اے یہودی! جانتے ہو کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو وصیت کرتے ہوئے کہا عنقریب تمہارے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر آئے گا اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنا، کیا اسرائیل یعقوب اور اسماعیل کے درمیان کی قرابت اور ان دونوں کے جناب ابراہیم کی طرف سے رشتہ کو جانتے ہو اور کیا فرزندان اسماعیل کے علاوہ بنی اسرائیل کے دوسرے کوئی بھائی ہیں؟

رأس الجالوت: ہاں یہ وہی حضرت موسیٰ کا قول ہے میں اسے رد نہیں کرتا۔

امام رضاؑ: برادران بنی اسرائیل میں سے محمد عربی کے علاوہ کوئی پیغمبر آیا ہے؟

اس نے کہا نہیں امام رضاؑ کیا تمہاری نظر میں یہ بات صحیح نہیں ہے رأس الجالوت بالکل صحیح ہے لیکن چاہتا ہوں کہ توریت سے ثابت کیجئے۔

امام رضاؑ: کیا توریت نے نہیں بیان کیا ہے کہ طور سینا کی جانب سے نور آیا اور کوہ ساعیر سے ہم پر چمکا اور کوہ فاران سے ہم پر ظاہر ہوا؟

رأس الجالوت: ان کلمات کو جانتا ہوں مگر اس کی تفسیر کا علم نہیں ہے۔

امام رضاؑ: میں تجھے بتاتا ہوں طور سینا کی طرف سے نور آیا، اس سے مراد خدا کی وہ وحی ہے جو کوہ طور سینا سے جناب موسیٰ پر نازل ہوئی اور کوہ طور ساعیر سے لوگوں پر چمکی، اس قول سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں خدا نے جناب عیسیٰ پر وحی نازل فرمائی اور کوہ فاران سے مراد مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جس کا فاصلہ مکہ سے ایک یا دو دن کا ہے۔ تمہارے اور تمہارے دوستوں کے مطابق توریت میں جناب شعیا نبی نے کہا ہے کہ میں دو سواروں کو

دیکھ رہا ہوں کہ جن کے لئے زمین چمک رہی ہے ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر سوار ہے۔ گدھے کا سوار کون ہے اور اونٹ کا سوار کون ہے؟

رأس الجالوت: میں ان کو نہیں پہچانتا ان کے بارے میں آپ ہی بتایئے؟

امام رضاؑ: گدھے پر سوار حضرت عیسیٰ ہیں اور اونٹ پر سوار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کیا توریت کی اس بات کا انکار کرتے ہو؟

رأس الجالوت نہیں میں انکار نہیں کرتا۔

امام رضاؑ: کیا تم حیقوق نبی کو پہچانتے ہو؟ رأس الجالوت، ہاں میں جانتا ہوں۔

امام رضاؑ: حیقوق پیغمبر نے ایسا فرمایا: تمہاری کتاب میں بھی موجود ہے کہ خداوند عالم کوہ فاران سے بیان لایا، محمد ﷺ اور ان کی تسبیحات سے آسمان بھر گیا ہے اس کے سوار دریا خشکی پر سوار ہوں گے یعنی ان کی امت ساری زمین پر غالب ہوگی بیت المقدس کی بربادی کے بعد ہمارے لئے ایک جدید کتاب لائے گا اس سے مراد قرآن مجید ہے کیا ان باتوں پر ایمان رکھتے ہو؟

رأس الجالوت: ہاں ان باتوں کو نبی حیقوق نے فرمایا ہے ہم اس کے منکر نہیں ہیں۔

امام رضاؑ: جناب داؤد نے اپنی زبور میں فرمایا: جسے تم بھی مانتے ہو، خداوندا! فترت کے بعد سنت قائم کرنے والے کو مبعوث کردے، کیا محمد عربی کے علاوہ کوئی ہے جس نے ہر زمانہ فترت کے بعد سنت الٰہی کو زندہ کیا ہو؟

رأس الجالوت حضرت داؤد کے اس قول کو ہم جانتے ہیں اور انکار نہیں کرتے لیکن اس سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں اور ان کا زمانہ ہی زمانہ فترت ہے۔

امام رضاؑ: تو نہیں جانتا اور اشتباہ کرتا ہے عیسیٰ نے سنت توریت کی مخالفت نہیں کی ہے بلکہ وہ اس کے موافق رہے یہاں تک کہ خدا نے ان کو آسمان پر اٹھالیا، انجیل میں اس طرح تحریر ہے کہ پس نیکوکار عورت جائے گی اور اس کے بعد فارقلیطا آئے گا اور وہ تنگیوں وسختیوں کو آسان بنادے گا تمہاری خاطر ہر چیز کی تفسیر کرے گا اور جیسے میں نے اس کی گواہی دی ہے وہ میری گواہی دے گا میں تمہارے لئے امثال لایا ہوں اور وہ تاویل لائے گا کیا انجیل کے ان مطالب پر ایمان رکھتے ہو؟

رأس الجالوت: ہاں میں اس کا انکار نہیں کرتا۔

امام رضاؑ: اے رأس الجالوت! میں تم سے تمہارے نبی موسیٰ ابن عمران کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

رأس الجالوت: پوچھئے۔

امام رضاؑ: موسیٰ کی نبوت پر کیا دلیل ہے؟ یہودی نے کہا کہ وہ معجزات لائے کہ گذشتہ انبیاء میں سے کوئی نہیں لایا۔

امام رضاؑ: وہ کون سے معجزات ہیں؟

یہودی، دریا کا شگافتہ کرنا، عصا کا اژدہا بن جانا، پتھر پر ضرب لگا کر چند چشموں کا جاری کردینا، ید بیضا اور وہ آیات ومعجزات جن پر دوسرے قادر نہیں ہیں۔

امام رضاؑ: تو نے سچ کہا، موسیٰ کی نبوت کی حقانیت پر یہ دلیل ہے کہ انھوں نے وہ کام کئے جو دوسرے نہیں کرسکتے تم صحیح کہتے ہو جو بھی دعویٰ نبوت کرے وہ ایسا کام کر کے دکھائے کہ دوسرے اس کے کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو کیا اس کی تصدیق کرنا تم پر واجب نہیں ہے۔ یہودی نہیں کیوں کہ موسیٰ کے خدا سے تقرب کی وجہ سے کوئی مثال ونظیر نہیں تھی اور ہر نبوت کے دعویٰ کرنے والے پر ایمان لانا ہمارے لئے واجب نہیں ہے مگر یہ کہ جناب موسیٰ کے معجزات جیسا معجزہ رکھتا ہو۔

امام رضاؑ: تم جناب موسیٰ کے ماقبل انبیاء کا اقرار کیسے کرتے ہو حالانکہ نہ انھوں نے دریا کو شگافتہ کیا، نہ پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے نہ ان کے ہاتھوں سے ید بیضا کا اظہار ہوا اور نہ عصا سانپ میں تبدیل ہوا؟

یہودی میرا مقصد یہ ہے کہ جو بھی اپنی نبوت کے ثبوت میں معجزہ پیش کرے اگرچہ موسیٰ جیسا معجزہ نہ ہو اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

امام رضاؑ: اے رأس الجالوت! پھر تم لوگ جناب عیسیٰ بن مریم پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ وہ مردوں کو زندہ کرتے، نابینا وجذامی کو ٹھیک کردیتے، مٹی سے پرندہ بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو مٹی کا مجسمہ خدا کے اذن سے زندہ ہو کر اڑنے لگتا۔

رأس الجالوت: کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا مگر اس کی گواہی ثابت نہیں ہے ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

امام رضاؑ: کیا تم نے حضرت موسیٰ کے معجزات کو دیکھا ہے یا اس کے بارے میں قابل اعتماد واطمینان افراد سے تم نے سنا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا؟

رأس الجالوت: ہاں ایسا ہی ہے کہ ہم نے سنا ہے، دیکھا نہیں۔

امام رضاؑ: جناب عیسیٰ کے معجزات کے بارے میں بھی اخبار متواترہ تم تک پہنچی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم موسیٰ کی تصدیق کرتے ہو اور ایمان لاتے ہو لیکن عیسیٰ پر ایمان نہیں لاتے؟ مرد یہودی لاجواب و ساکت ہو گیا۔

پھر امام رضاؑ نے فرمایا: بس اسی طرح محمد عربی کی نبوت اور دوسرے تمام انبیاء کی نبوت ہے۔ ہمارے پیغمبر کے معجزات میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایک یتیم تھے جو جانوروں کو بھی چراتے تھے۔ کسی سے کچھ سیکھا نہیں کسی معلم کے پاس آمد و رفت نہیں کی پھر وہ ایسا قرآن لائے جس میں انبیاء کے قصہ اور ان کی خبریں حرف بہ حرف موجود ہیں آئندہ قیامت تک کی باتیں لکھی ہوئی ہیں گھر میں چھپ کر کئے ہوئے کاموں کی خبر دیتے اور لاتعداد معجزات ظاہر ہوئے۔

رأس الجالوت: عیسیٰ و محمد کا مسئلہ ہماری نظر میں ثابت نہیں ہے غیر ثابت شدہ چیزوں پر ایمان لانا جائز نہیں ہے۔

امام رضاؑ: اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ و محمد کی گواہی دینے والے نے باطل و غلط گواہی دی ہے؟

یہودی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر امامؑ نے ہربذ اکبر کو بلایا اور امامؑ نے اس سے فرمایا: جس زردشت کو تم نبی مانتے ہو اس کی نبوت کی دلیل کیا ہے؟

ہربذ اکبر: وہ ایسی چیز لائے کہ اس کے پہلے کوئی بھی نہیں لے آیا، البتہ ہم نے خود نہیں دیکھا ہے لیکن گذشتگان کیطرف سے ہم تک یہ بات نقل ہوئی ہے کہ انھوں نے بہت سی چیزوں کو ہمارے لئے حلال کیا جو کسی نے حلال نہیں کی تھی لہٰذا ہم اس کی پیروی کرتے ہیں۔

امام رضاؑ: جو اخبار تم تک پہنچی ہیں تم اسی کی پیروی کرتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں

امام رضاؑ: گذشتہ تمام امتیں بھی ایسی ہی ہیں، گذشتہ امتوں کی خبریں بھی موسیٰ، عیسیٰ، محمد عربی کی بنیاد پر ہیں اور انھیں سے امتوں کے ہاتھ میں آئی ہیں، ان انبیاء پر ایمان نہ لانے کی وجہ کیا ہے اور ان کے علاوہ پر ایمان لانے کا سبب کیا ہے؟

ہربذ اپنی جگہ پر دم بخود رہ گیا۔

پھر امامؑ نے تمام حاضرین سے کہا اگر تم میں کوئی بھی مخالف اسلام ہو اور کچھ پوچھنا چاہتا ہو تو بغیر شرمندگی کے پوچھ لے۔

اس وقت متکلم عمران صابی اٹھا اور کہا اے لوگوں کے عالم! اگر آپ نے دعوت سوال نہ دیا ہوتا تو میں آپ سے سوال نہ کرتا، میں نے کوفہ، بصرہ، شام اور جزیرہ کا سفر کیا اور بہت سے متکلمین سے ملاقات بھی کی لیکن کوئی بھی ایسے وجود واحد کو ثابت نہ کر سکا کہ اس کے علاوہ کوئی بھی وحدانیت خدا پر قائم نہیں ہے اگر اجازت ہو تو میں آپ سے سوال کروں؟

امام رضاؑ: اس مجمع میں اگر کوئی عمران صابی ہے تو وہ تم ہو۔

عمران صابی: ہاں وہ میں ہی ہوں۔

امام رضاؑ: اے عمران! پوچھ لیکن انصاف کا دامن نہ چھوڑنا اور بیہودہ و فاسد باتوں اور انحراف حق سے پرہیز کرنا۔

عمران صابی خدا قسم! اے میرے آقا! میری خواہش ہے کہ آپ میرے سامنے فقط اس بات کو ثابت کریں کہ جس سے میں ہمیشہ متمسک رہ سکوں اور دوسری شئے کی مجھے کوئی احتیاج و ضرورت نہ رہ جائے۔

امام رضاؑ: جو چاہو پوچھو حاضرین نے ازدحام کر دیا اور ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہو گئے۔

عمران صابی: اولین موجود مخلوق کیا تھی؟

امام رضاؑ: تم نے پوچھا ہے تو خوب غور کرو۔

واحد ہمیشہ واحد تھا، ہمیشہ موجود تھا، بغیر اس کے کہ کوئی شئے اس کے ہمراہ ہو اس نے بغیر کسی سابق تجربہ کے مخلوقات کو مختلف حدود و عارضات کے ساتھ خلق کیا، نہ اس کو کسی چیز میں قرار دیا، نہ کسی چیز میں محدود کیا، نہ اس کے مثل و مانند کوئی چیز ایجاد کیا، نہ کسی چیزوں کو اس کے مثل بنایا، اس کے بعد مخلوقات کو مختلف صورتوں، مختلف رنگوں اور مختلف مزوں میں پیدا کیا حالانکہ ان کا محتاج نہیں تھا اور کسی منزلت و مقام تک پہنچنے کیلئے بھی خلقت کا محتاج نہیں تھا، اس خلقت میں خود اسے نہ کوئی فائدہ ہے نہ نقصان کیا تو مطالب کو سمجھ رہا ہے؟

عمران صابی: ہاں خدا قسم! اے میرے آقا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اگر خدا نے مخلوقات کی احتیاج کی وجہ سے پیدا کیا ہوتا تو صرف ان کو پیدا کرتا جن سے ان کو اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد مل سکتی ہو اور اس صورت میں مناسب یہ ہوتا کہ اپنی مخلوقات کو چند برابر پیدا کرتا کیوں کہ جتنے اعوان و مددگار زیادہ ہوں گے مدد لینے والا اتنا ہی قوی و مضبوط ہوگا۔

پھر امام رضاؑ اور عمران صابی کے درمیان بہت دیر تک سوال و جواب ہوتا رہا اور امامؑ نے اس کو ہر سوال کے جواب میں خاموش کر دیا، یہاں تک کہ اس نے کہا اے میرے آقا! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ویسا ہی ہے جیسے آپ نے اس کی توصیف کی لیکن ایک مسئلہ باقی رہ گیا ہے۔

امام رضاؑ جو پوچھنا ہو پوچھو۔ عمران صابی میں خدائے حکیم کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ وہ کس چیز میں ہے؟ کیا اسے کوئی چیز احاطہ کئے ہوئے ہے؟ آیا ایک شئے کی طرف مکان بدلتا ہے؟ کیا وہ کسی شئے کا محتاج ہے؟

امام رضاؑ: اے عمران! میں بتاتا ہوں میرے جواب پر غور کرو کیوں کہ یہ لوگوں کو پیش آنے والے بہت پیچیدہ ترین مسائل ہیں جیسے کم عقل، کم علم، و کم فہم، لوگ نہیں سمجھتے اور نصف مزاج عقلاء بھی اس کے درک سے عاجز ہیں۔

پہلا مطلب: اگر خدا کی مخلوقات اپنی احتیاج کی وجہ سے خلق کیا ہوتا تو جائز ہوتا کہ اپنی مخلوقات کی جانب تغیر مکانی کرے کیونکہ وہ ان کا محتاج ہے لیکن خدا نے کسی مخلوق کو اپنی احتیاج کے سبب نہیں پیدا کیا ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے رہا ہے لہذا نہ کسی شئے میں ہوگا نہ کسی شئے پر مگر مخلوقات ایک دوسرے کو روکے ہوئے ہیں ایک دوسرے میں داخل ہیں اور ایک دوسرے سے خارج بھی ہیں اور خداوند متعال اپنی قدرت سے ان تمام چیزوں کو روکے ہوئے ہے، نہ وہ کسی شئے میں داخل ہوتا ہے نہ خارج اور نہ ہی حفاظت و نگرانی اس کو خستہ کرتی ہے اور نہ وہ ان کی نگہبانی سے عاجز ہے کوئی بھی مخلوق اس امر کی کیفیت کو نہیں جانتا، مگر خود خدا، اور وہ لوگ جن کو خود خدا نے آگاہ کیا ہے اور وہ لوگ اس کے رسول اس کے خواص اس کے راز دار اس کی شریعت کے محافظین ہیں وہ حکم چشم زدن یا اس سے جلدی ہی نافذ ہو جاتا ہے جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، وہ شئے اس کے ارادہ و مشیت سے وجود میں آ جاتی ہے مخلوقات میں سے کوئی شے بھی دوسری شے سے اس سے زیادہ نزدیک نہیں ہے اور کوئی شے دوسری شے سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اے عمران! کیا تو نے سمجھا۔ عمران ہاں! اے میرے سید و سردار میں سمجھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ویسا ہی ہے جیسا آپ نے اس کی توصیف کی اور اس کی توحید کو بیان کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے ہیں جو نور ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں پھر وہ جانب قبلہ سجدہ ریز ہو گیا اور اسلام قبول

کر لیا۔

حسن ابن محمد نوفلی نے کہا جب تمام متکلمین نے عمران صابی کو اس حالت میں دیکھا جو کہ بہت بڑا مناظرہ کرنے والا تھا اور ابھی تک اس پر کوئی غالب نہ ہو سکا تھا تو کوئی امامؑ کے قریب نہ گیا اور کسی نے سوال بھی نہیں کیا رات قریب ہو گئی اور مامون اور امام رضاؑ اٹھے اور اندر چلے گئے اور لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ گھر واپس آنے کے بعد امامؑ نے اپنے غلام سے فرمایا: اے غلام! عمران صابی کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ، میں نے کہا آپ پر قربان میں اس کی منزل جانتا ہوں وہ ہمارے بعض برادران شیعہ کے پاس مقیم ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے ایک سواری بھی لے جاؤ تا کہ وہ سوار ہو کر آئے، میں عمران کے پاس گیا اور اس کو لے کر آیا۔ امامؑ نے اس کا استقبال کیا اور ایک لباس منگا کر اسے پہنایا ایک سواری دیا اور دس ہزار درہم منگا کر اس کو ہدیہ دیا۔

راوی: میں نے عرض کیا آپ نے اپنے جد امیر المومنین جیسا کردار پیش کیا۔

امام رضاؑ: ایسا کرنا واجب ہے پھر رات کے کھانے کا حکم دیا اور مجھے اپنی داہنی جانب اور عمران کو بائیں جانب بٹھایا، فراغت طعام کے بعد امامؑ نے عمران صابی سے کہا اپنی منزل پر واپس جاؤ اور کل سویرے آنا میں تم کو مدینہ کی غذا کھلاؤں گا۔ اس واقعہ کے بعد مختلف فرقوں کے متکلمین عمران کے پاس آتے اور وہ ان کو دلائل و براہین سے لاجواب کر کے باطل کر دیتا اور وہ لوگ واپس چلے جاتے، مامون نے اس کو دس ہزار درہم ہدیہ دیا اور فضل ابن سہل نے بھی مال دیا اور امام رضا نے اس کو شہر بلخ کے صدقات پر مامور کر دیا اور اس نے اس طریقہ سے بہت فائدہ حاصل کیا۔

علی ابن جہم کہتے ہیں کہ ایک دن میں دربار مامون میں حاضر ہوا اور وہاں پر امام رضاؑ موجود تھے مامون نے امامؑ سے کہا اے فرزند رسول! کیا آپ کا یہ قول نہیں ہے کہ انبیاء معصوم ہیں۔

امامؑ: ہاں، مامون "وعصٰی آدمُ رَبَّه فغوٰی"

(آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس گمراہ ہو گئے) آدم نے اپنے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہیں کیا توراحت کے راستہ سے بے راہ ہو گئے، خدا کے اس قول کے معنی کیا ہیں؟

امام رضاؑ: اللہ تعالی نے حضرت آدم سے کہا اے آدم! تم اپنی زوجہ کے ساتھ جنت میں آرام کرو اور جہاں

چاہو آرام سے کھاؤ صرف اس درخت کے قریب نہ جانا کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (سورۂ بقرہ، آیت/۳۵) خدا نے یہ نہیں کہا کہ اس درخت سے یا اس کے ہم جنس درخت سے نہ کھانا وہ دونوں اس درخت کے قریب نہیں گئے صرف وسوسہ شیطانی کی وجہ سے دوسرے درخت سے کھالیا اور شیطان نے ان سے کہا خدا نے تم کو اس درخت سے نہیں روکا ہے بلکہ اس کے علاوہ سے نزدیک ہونے کو منع کیا ہے اور تم کو اس کے پھل کھانے سے بھی نہیں روکا ہے مگر اس لئے کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا جاودان ہو جاؤ، اس نے قسم کھائی کہ یقیناً میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، اس سے پہلے آدم حوا نے جھوٹی قسم کھانے والوں کو نہیں دیکھا تھا اس نے ان دونوں کو دھوکا دیا۔ پس قسم پر اعتماد کر کے دونوں نے اس کا پھل کھالیا۔ یہ واقعہ جناب آدم کے ظاہری نبوت کے پہلے کا ہے اور یہ گناہ کبیرہ بھی نہ تھا کہ آدم جہنم کے عذاب کے مستحق ہوتے بلکہ گناہ صغیرہ میں سے تھا جسے خدا معاف کر دیتا ہے ایسی نافرمانی انبیاء کے لئے نبوت سے پہلے جائز ہے لیکن جب خدا نبوت کیلئے ان کا انتخاب کر لیتا ہے تو پھر ان کو ایسی نافرمانی سے بھی معصوم بنا دیتا ہے کہ پھر کوئی بھی چھوٹی بڑی نافرمانی نہیں ہوتی۔ خدا نے فرمایا پھر آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس راہ راست سے دور ہو گئے پھر ان کے رب نے ان کو منتخب کیا اور ان کی توبہ قبول کی اور راہ راست کی ہدایت کر دی۔

قول خدا، بیشک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو تمام عالم پر منتخب کیا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ معاف شدہ گناہ صغیرہ سے امام رضاؑ کی مراد ترک مستحبات اور انجام مکروہات کا انجام دینا ہے نہ کہ وہ چھوٹا سا فعل قبیح جو اس کی نسبت کی وجہ سے بڑا ہے کیوں کہ عقل و روایات منقولہ کی دلیل اسی کا اقتصاد کرتی ہے (اور ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء ولادت سے وفات تک معصوم ہوتے ہیں اور ان سے کوئی نافرمانی نہیں ہوتی)

پھر مامون نے پوچھا ﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا.. ﴾ جب خدا نے ان دونوں کو صالح فرزند دیدیا تو اللہ کی عطا میں اس کا شریک قرار دیدیا (سورۂ اعراف، آیت/۱۹۰) خدا کے اس قول کا مطلب کیا ہے؟

امام رضاؑ: جناب حوا جناب آدم سے پانچ سو مرتبہ حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے آدم و حوا نے خدا سے عہد و پیمان کرتے ہوئے دعا کی تھی اور کہا تھا کہ اگر تو ہم کو ایک نیک و صالح فرزند عطا کرے گا تو

ہم تیرے شکر گذار بندوں میں ہوں گے (سورۂ اعراف، آیت/۱۸۹)

جب خدا نے بغیر کسی مرض و بیماری کے صحیح و سالم نسل عنایت کی اور وہ دو قسم کے تھے بیٹی اور بیٹا ان دونوں نے خدا کا شریک قرار دیا اور اپنے ماں باپ کیطرح انھوں نے اس کا شکر نہیں ادا کیا خدا کا ارشاد ہے: ﴿فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ خدا ان شریکوں سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے (سورہ اعراف، آیت/۱۹۰)

مامون: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچ مچ فرزند رسول خدا ہیں: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي﴾

جب تاریکی شب چھا گئی اور انھوں نے ایک ستارہ دیکھا تو کہا کہ کیا یہی میرا رب ہے (سورۂ انعام، آیت/۷۶)

مامون نے کہا: اے فرزند رسول خدا! آیت مذکورہ کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

امام رضاؑ: جناب ابراہیم تین گروہ کے درمیان بھیجے گئے تھے، ایک گروہ ستارۂ زہرہ کی پرستش کرتا تھا، دوسرا گروہ چاند کو پوجتا تھا اور تیسرا گروہ سورج کی عبادت کرتا تھا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ابراہیم اپنی پناہ گاہ مخفی سے باہر آئے اور رات ہو گئی تو جب انھوں نے ستارہ زہرہ کو دیکھا تو انکار کرتے ہوئے کہا یہی میرا خدا ہے؟ جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں ڈوبنے والے کو دوست نہیں رکھتا کیوں کہ غروب ہونا محدث (حادث) کی علامت ہے قدیم نہیں، جب چاند کو چمکتا دیکھا تو بطور انکار کہا کہ یہ میرا رب ہوگا؟ جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر پروردگار ہدایت نہ کرے گا تو میں گمراہوں میں ہو جاؤں گا پھر جب صبح ہوئی اور چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا تو از روئے انکار کہا یہ خدا ہوگا یہ تو زہرہ و چاند سے زیادہ بڑا ہے؟ یہ سب آپ نے بطور انکار کہا تھا، ابراہیم نہ خبر دے رہے تھے نہ اقرار کر رہے تھے پھر جب وہ سورج بھی ڈوب گیا تو آپ نے زہرہ و ماہ و خورشید کے پرستاروں سے کہا اے میری قوم! میں تمہارے شرک سے بری و بیزار ہوں میرا رخ تمام تر اس خدا کی طرف ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں باطل سے کنارہ کش ہوں اور مشرکوں سے نہیں ہوں، ان تمام باتوں سے جناب ابراہیم کا صرف یہ مقصد تھا کہ ان کا عقیدہ اور دین کا بطلان واضح ہو جائے اور ان پر ثابت ہو جائے کہ زہرہ اور چاند و سورج جیسی چیزیں عبادت کے لائق نہیں ہیں عبادت صرف ان کے اور آسمان و زمین کے خالق کیلئے سزاوار ہے جو دلائل ابراہیم نے اپنی قوم کے سامنے پیش کئے وہ خدا کے عطیات میں تھے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

یہ ہماری دلیل ہے جیسے ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا۔

مامون: اے فرزند رسول! اکمل خیر خدا کی طرف سے ہے ﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾

پروردگار! مجھے دکھادے مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے، خدا نے کہا تم ایمان نہیں لائے، ابراہیم نے کہا کیوں نہیں لیکن اطمینان قلب چاہتا ہوں (سورۂ بقرہ، آیت/۲۶۰)

پھر مامون نے کہا اے فرزند رسول! اس آیت میں خدا کی مراد کیا ہے؟

امام رضاؑ: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو وحی فرمائی کہ میں نے اپنے بندوں میں سے اپنے لئے ایک دوست کا انتخاب کیا ہے لہٰذا اگر وہ مردوں کو زندہ کرنے کی خواہش کرے تو میں اس کو کروں گا، ابراہیم کے دل میں الہام ہوا کہ وہی اس کے دوست و خلیل ہیں تو انھوں نے کہا اے خدا! مجھے دکھا کہ مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے خدا نے کہا کیا تم کو یقین نہیں ہے ابراہیم ہاں لیکن خلت و دوستی کے یقین کیلئے اطمینان قلب چاہتا ہوں، اللہ نے فرمایا: چار پرندوں کو لے لو اور ان کو ذبح کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور الگ الگ پہاڑ پر ٹکڑوں کو رکھ دو پھر آواز دو وہ دوڑتے ہوئے آجائیں گے یاد رکھو خدا صاحب عزت و صاحب حکمت والا ہے۔

ابراہیم نے ایک گیدڑ ایک مور ایک بطخ اور مرغ کو لیا انھیں کاٹ کر مخلوط کر دیا اور اپنے اطراف کے پہاڑوں پر لے جا کر رکھ دیا ان کی منقاروں کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور ان کے نام لے لے کر پکارا تھوڑا سا دانہ اور پانی بھی اپنے پاس رکھا اس کے اجزاء اڑ اڑ کر ایک دوسرے کے قریب آئے یہاں مکمل جسم تیار ہو گیا اور ہر ایک اپنے سر کو تلاش کر کے جا کر مل گیا ابراہیم نے ان کی منقاروں کو چھوڑا تو سب اڑ گئے پھر نیچے آ کر سب نے اس میں پانی پیا اور دانہ کھایا اور کہا یا نبی اللہ! آپ نے ہم کو زندہ کیا، خدا آپ کو زندہ رکھے۔ ابراہیم نے کہا خدا ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ مامون نے کہا اے ابوالحسن! خدا آپ کو برکت دے اب آپ اس آیۂ کریمہ کی وضاحت فرمائیے ﴿فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾

موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا تو وہ مر گیا یہ یقیناً شیطان کا عمل تھا (سورۂ قصص، آیت/۱۵)

امام رضاؑ نے فرمایا: جناب موسیٰ فرعون کے شہروں میں سے ایک شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب اہل شہر غفلت میں تھے یہ مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت تھا انھوں نے دو لوگوں کو جو ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے

دیکھا ان میں سے ایک موسیٰ کا پیروکار تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ کو ان کے پیروکار نے اپنے مخالف کے مقابلہ میں پکارا پس موسیٰ نے اس قبطی کو ایک گھونسا مارا یعنی موسیٰ اپنے حکم پروردگار سے اس کو ایک گھونسا مارا اور وہ مر گیا تو موسیٰ نے کہا یہ شیطان کا عمل تھا یعنی موسیٰ کا مقصد صرف اسے مارنا پیٹنا تھا نہ کہ اسے قتل کرنا اور شیطان کھلا ہوا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

پھر مامون نے کہا جناب موسیٰ کے قول کے کیا معنی ہیں کہ " انی ظلمت نفسی فاغفرلی" میں نے اپنے اوپر ستم کیا تو مجھے معاف کر دے؟

امام رضاؑ نے فرمایا: جناب موسیٰ کا مقصد یہ تھا کہ اس شہر میں آ کر میں نے اپنی شان کے خلاف کام کیا پس تو مجھے معاف کر دے، یعنی مجھ کو دشمنوں سے چھپا لے تاکہ وہ مجھ کو قید کر کے قتل نہ کر دیں۔ لہٰذا خدا نے ان کو معاف کر دیا یعنی دشمنوں سے بچا لیا۔ خداوند عالم غفور و مہربان ہے۔ اے میرے پروردگار! تو نے قوت کی صورت میں جو نعمت مجھے دی ہے میں نے ایک گھونسہ میں ایک آدمی کو قتل کر دیا میں ہرگز ہرگز مجرمین کا مددگار نہیں ہوں بلکہ میں اس قوت سے تیری راہ میں اتنی کوشش کروں گا کہ تو راضی و خوشنود ہو جائے گا۔ اس کے بعد صبح کے وقت موسیٰ شہر میں داخل ہوئے تو خوفزدہ اور حالات کی نگرانی کرتے ہوئے کہ اچانک دیکھا جس نے کل مدد کے لئے پکارا تھا پھر فریاد کر رہا تھا موسیٰ نے کہا یقیناً تو کھلا ہوا گمراہ ہے کل تو نے ایک شخص سے نزاع کیا اور آج بھی لڑائی کر رہا ہے میں تمہاری ضرور تادیب کروں گا اور انھوں نے ارادہ کیا اس کو مارے (پھر جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر حملہ آور ہوں جو دونوں کا دشمن ہے تو اس نے کہا کہ موسیٰ تم اسی طرح مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک بے گناہ کو قتل کیا تھا تم صرف روئے زمین پر سرکش حاکم بن کر رہنا چاہتے ہو اور یہ نہیں چاہتے کہ تمہارا شمار اصلاح کرنے والوں میں ہو)

مامون نے کہا خدا آپ کو انبیاء کی طرف سے جزائے خیر دے اے ابوالحسن خدا کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟ ﴿قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾

جناب موسیٰ نے فرعون سے کہا: وہ قتل میں نے اس وقت کیا تھا جب میں قتل سے غافل تھا (سورۂ شعراء، آیت/۲۰)

امام رضاؑ نے فرمایا: جب جناب موسیٰ فرعون کے پاس آئے تو اس نے حضرت موسیٰ سے کہا: (تم نے وہ کام کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو) (سورۂ شعراء، آیت/۱۹)

پھر جناب موسیٰ نے جواب دیا وہ قتل میں نے اس وقت کیا تھا جب میں راستہ بھولا ہوا تھا یعنی میں راستہ بھول کر اشتباہاً تمہارے شہر میں آ گیا تھا (پھر جب میں نے تجھ سے ڈر کر گریز کیا تو خدا نے مجھ کو حکمت و نبوت عطا فرمائی اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے قرار دیا) درانحالیکہ خدا نے اپنے نبی محمد عربی سے فرمایا:

کیا اس نے تم کو یتیم پا کر پناہ نہیں دی یعنی کیا اس نے تم کو تنہا نہیں پایا اور لوگوں کو تمہاری جانب موڑ دیا (اس نے تم کو احکام سے ناواقف پایا) یعنی اپنی قوم میں گم شدہ تھے کوئی تم کو پہچانتا نہ تھا تو اس نے تمہاری معرفت کی طرف لوگوں کی ہدایت کردی اور اس نے تم کو تنگدستی میں دیکھا تو غنی کر دیا یعنی اس نے تم کو مستجاب الدعوات بنا کر بے نیاز کر دیا۔ مامون نے کہا اے فرزند رسول! اللہ آپ کے وجود کو بابرکت قرار دے۔ آپ اس قول خدا کی وضاحت فرمائیں ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي﴾ جب موسیٰ ہمارا وعدہ پورا کرنے کوہ طور پر آئے اور ان کا پروردگار ان سے ہم کلام ہوا تو موسیٰ نے عرض کیا خداوندا تو مجھے اپنی ایک جھلک دکھا دے خدا نے فرمایا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے (سورہ اعراف، آیت ۱۴۳) یہ کیسے ممکن ہے کہ جناب موسیٰ نہ جانتے ہوں کہ خدا دیکھا نہیں جا سکتا اور وہ ایسا سوال کریں؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: بیشک جناب موسیٰ کلیم اللہ جانتے تھے کہ اسے آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا لیکن جب اللہ نے ان سے کلام کیا اور ان کو اپنے سے قریب کر کے نجویٰ کیا اور جناب موسیٰ نے اپنی قوم میں واپس آ کر ان کو بتایا کہ خدا نے ان سے کلام کیا انھیں قریب کیا اور ان سے نجویٰ کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ کیطرح ہم بھی خدا کا کلام نہ سن لیں ان کی قوم کے افراد کی تعداد ۷ لاکھ تھی انھوں نے ان میں سے ستر ہزار کا انتخاب کیا پھر ان میں سے سات (۷۰۰۰) ہزار کو چنا، پھر ان میں سے سات (۷۰۰) سو کا انتخاب کیا پھر ان میں سے ستر افراد کو اپنے پروردگار کے معین کئے ہوئے وقت پر کوہ طور پر لے کر چلے اور ان کو پہاڑ کے دامن میں چھوڑ کر جناب موسیٰ کوہ طور پر چڑھے اور خدا سے سوال کیا کہ ان سے کلام کرے اور اپنے کلام ان کو سنائے پس اللہ نے ان سے کلام کیا اور انھوں نے کلام خدا اوپر نیچے داہنے بائیں آگے اور پیچھے ہر طرف سے سنا کیوں کہ خدا نے درخت میں آواز پیدا کر دی اور اسے ہر طرف پھیلا دی یہاں تک کہ انھوں نے ہر طرف سے آواز سنی لیکن انھوں نے کہا کہ ہم اسے کلام خدا نہیں مانیں گے جب تک کہ خدا کو بظاہر نہ دیکھ لیں جب انھوں نے اتنی بڑی بات کہی اور تکبر و سرکشی کی تو خدا نے ان لوگوں پر ایک بجلی گرائی اور ان کے ظلم و ستم کی وجہ سے بجلی نے ان کو

موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا خداوندا! جب میں بنی اسرائیل کے پاس واپس جاؤں گا تو وہ کہیں گے چونکہ تم خدا سے مناجات کے دعویٰ میں جھوٹے تھے لہٰذا تم نے انھیں لے جا کر قتل کر دیا اس وقت میں انھیں کیا جواب دوں گا؟ اسی وجہ سے خدا نے ان کو زندہ کیا اور موسیٰ کے ساتھ بھیجا ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اللہ سے سوال کریں کہ وہ اپنے کو دکھائے کہ آپ اس کو دیکھیں وہ آپ کی درخواست قبول کرے گا اور آپ ہم کو بتائیے کہ خدا کیسا ہے تاکہ ہم اس کو اچھی طرح پہچان لیں۔

موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اللہ آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا اس کی کوئی کیفیت نہیں ہے وہ صرف نشانیوں اور علامتوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔

قوم نے کہا کہ جب تک آپ خدا سے سوال نہ کریں ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اے پروردگار! تو نے بنی اسرائیل کی باتوں کو سنا تو ان کے اصلاح و فلاح کا بہتر جاننے والا ہے۔ تو خدا نے ان کی جانب وحی کی اے موسیٰ! جو ان لوگوں نے تم سے پوچھا وہ تم مجھ سے سوال کرو کیوں کہ میں ان کی نادانی کا تم سے مواخذہ نہیں کروں گا۔ اس وقت جناب موسیٰ نے کہا اے پروردگار! تو مجھے اپنے کو دکھا تاکہ تجھ کو دیکھوں خدا نے فرمایا:

تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن اس پہاڑ کیطرف دیکھو اگر تم اپنی جگہ قائم رہ سکے تو اس وقت پہاڑ سے نیچے آ کر عنقریب مجھے دیکھو گے جب خدا نے پہاڑ پر اپنی تجلی دکھائی جو اس کی ایک آیت تھی اس تجلی نے پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب افاقہ ہوا تو موسیٰ نے کہا اے خدا! تو پاک و پاکیزہ ہے میں توبہ کرتا ہوں یعنی میں اپنی قوم کی جہالت سے دور ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں کہ تجھے دیکھا نہیں جا سکتا۔ مامون نے کہا آپ کا سارا خیر خدا کی جانب سے ہے اے ابو الحسن! خدا کے اس قول کی بھی وضاحت فرمائیں ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ﴾ زلیخا نے ان کے ساتھ برا ارادہ کر ہی لیا تھا اور اگر یہ بھی اپنے پروردگار کی برہان و دلیل نہ دیکھ چکے ہوتے تو یہ بھی قصد کر بیٹھتے (سورۂ یوسف، آیت ۲۴)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے لیکن جاننا چاہئے کہ حضرت یوسف معصوم نہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے نہ اسے انجام دیتا ہے۔ مجھ سے میرے بابا نے حدیث بیان کی ان سے ان کے بابا نے حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا: زلیخا نے ارادہ کر لیا کہ وہ برائی کرے اور حضرت یوسف نے عزم مصمم کر لیا کہ وہ یہ کام نہیں کریں گے۔

مامون: خدا کے اس قول کی بھی وضاحت فرمائیں ﴿وَذَاالنُّونِ اِذْذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ (اے حبیب) ذوالنون پیغمبر (یونس) کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آ کر چل نکلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے (سورہ انبیاء، آیت ۸۷)

امام رضاؑ: وہ حضرت یونس ابن متی تھے جو اپنی قوم سے غصہ ہو کر چلے گئے ظن یعنی انھوں نے یقین کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے یہ آیت اس آیت کی طرح ہے کہ جب خدا نے ان کو آزمایا اور ان کا رزق تنگ کر دیا تو انھوں نے تاریکی میں آواز دی رات کی تاریکی دریا کی تاریکی اور مچھلی کے شکم کی تاریکی میں جناب یونس نے آواز دی ﴿اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں تو پاک و منزہ ہے میں ہی ظالمین میں سے تھا یہ شکم ماہی میں اس عبادت کے ترک کی وجہ سے ہوا جس میں آنکھیں روشن ہوتیں تو خدا نے ان کی دعا کو مستجاب کیا اور فرمایا اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک شکم ماہی میں رہتے۔

مامون: اس آیت کے بارے میں بتایئے ﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا﴾ یہاں تک کہ پیغمبران امت کے ایمان نہ لانے سے ناامید ہو گئے اور سمجھ لیا کی ہماری تکذیب کی گئی تو ان کے پاس ہماری خاص مدد آ پہنچی (سورۂ یوسف، آیت ۱۱۰)

امام رضاؑ: خدا فرماتا ہے کہ جب انبیاء اپنی قوم سے ناامید ہو جاتے اور قوم مان لیتی کہ معاذ اللہ انبیاء جھوٹ کہتے ہیں اس وقت ہم ان انبیاء کی مدد کرتے ہیں۔

مامون: اے ابوالحسنؑ! اس آیت قرآنی کو سمجھایئے ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾

خدا تمہارے گذشتہ و آئندہ کے گناہ کو بخش دے؟ (سورہ فتح، آیت ۲)

امام رضاؑ: مشرکین مکہ کی نگاہ میں رسول اسلام سے زیادہ کوئی گنہگار نہیں تھا کیوں کہ وہ لوگ اللہ کے علاوہ تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے، جب محمد عربی نے ان کو کلمہ اخلاص لا الہ الا اللہ کی دعوت دی تو ان کو بہت گراں گذرا اور ان لوگوں نے کہا کہ کیا اس نے تمام خداؤں کو مٹا کر بس ایک خدا قرار دیا ہے یہ بہت تعجب خیز شئے ہے چند لوگ یہ کہہ کر چل کھڑے ہوئے کہ یہاں سے چل دو اور اپنے خداؤں کی عبادت پر جمے رہو یقیناً اس میں اس کی

کوئی ذاتی غرض ہے، ہم لوگوں نے تو یہ بات پچھلے دین میں کبھی سنی بھی نہیں ہو گی یہ اس کی من گھڑت ہو (سورہ ص، آیت ۴ / ۵)

جب خدا نے شہر مکہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے فتح کیا تو ان سے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تا کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ان تمام گناہ معاف کر دیے جو دعوت توحید دینے کی وجہ سے مشرکین مکہ کے نزدیک تھا کیونکہ بعض مشرکین اسلام لائے اور بعض مکہ سے نکل کر چلے گئے اور جو باقی رہے دعوت اسلام کے وقت انکار توحید پر قادر نہیں تھے پس رسول کے غلبہ کے بعد ان کی نگاہ میں گناہ بھی پوشیدہ ہو گئے اور خدا نے معاف کر دیا۔

مامون: اے ابوالحسنؑ! آپ اس آیت کے بارے میں بھی وضاحت کریں ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ﴾

خدا آپ سے درگذر کرے آپ نے ان کو جرأت کیوں دی تھی (سورہ توبہ، آیت ۴۳)

امام رضاؑ: یہ آیت اس طرح ہے کہ میں دروازے سے کہوں کہ دیوار کان رکھتی ہے اس آیت میں خدا نے اپنے پیغمبر کو مخاطب بنایا ہے لیکن اس کا اصل مقصد اور مراد رسول کی امت ہے۔ ایسے ہی خدا کا یہ قول بھی ہے ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے (سورہ زمر، آیت ۶۵)

اسی طرح یہ آیت بھی ہے: ﴿وَلَوْ لَا اَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا﴾

اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم بھی ذرا ذرا جھکنے ہی لگتے۔ (سورہ اسراء، آیت ۷۴)

مامون: اے فرزند رسول! آپ نے سچ فرمایا اس آیت کے بارے میں بھی بیان فرمائیں: ﴿وَاِذْ تَقُولُ لِلَّذِی اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِی فِی نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَن تَخْشَاهُ﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب تم اس شخص (زید) سے کہہ رہے تھے جس پر خدا نے احسان کیا تھا اور تم نے بھی احسان کیا تھا کہ وہ اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈرے اور تم خود اس بات کو اپنے

دل میں چھپائے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تم اس سے ڈرو (سورۂ احزاب، آیت ۳۷)

امام رضاؑ نے فرمایا: ایک دن رسول خدا ﷺ کسی مقصد سے زید ابن حارثہ کے گھر گئے زید کی بیوی غسل کر کے آئی تو آپ نے فرمایا: پاک و منزہ ہے وہ خدا جس نے تجھ کو پیدا کیا پیغمبر اسلام ﷺ کا مقصد ان کے قول کی نفی تھی جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور خدا بھی فرماتا ہے: (اے مشرکین مکہ) کیا خدا نے تمہیں چن چن کر بیٹے دیئے ہیں اور اپنے لئے فرشتوں سے بیٹیاں لی ہیں، اس میں شک نہیں کہ تم بہت بڑی بات کہتے ہو (سورۂ اسراء، آیت ۴۰)

لہذا جب رسول اسلام ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے تجھ کو خلق کیا وہ ایسے بیٹے رکھتا ہو جو ایسے غسل و طہارت کا محتاج ہو جب زید گھر واپس ہوئے تو اس کی بیوی نے رسول خدا کے آنے اور وہ جملہ کہنے کی خبر دی۔ زید دوڑے ہوئے خدمت پیغمبر میں آئے اور عرض کیا اے رسول خدا ﷺ! میری بیوی کچھ بد اخلاق ہے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ رسول نے اس سے کہا اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو) اللہ نے اپنے رسول کو ازواج کی تعداد اور (زینب) زوجہ زید کے رسول کی زوجہ ہونے کی پہلے ہی خبر دیدی تھی۔ پیغمبر نے یہ بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھی اور زید سے نہیں کہا اور وہ لوگوں کے کہنے سے ڈرتے تھے کہ محمد ﷺ اپنے غلام کو آزاد کر کے کہتے ہیں کہ تمہاری بیوی میری بیوی بنے گی یہ کہہ کر لوگ آپ کی عیب جوئی کریں گے تو خدا نے یہ آیت نازل کی کہ اے رسول اس وقت کو یاد کرو جب تم نے اس سے کہا جس کو میں نے اسلام کی نعمت دی ہے اور تم نے اس کو آزادی سے نوازا ہے کہ اپنی بیوی کو رکھو اور خدا سے ڈرو اور تم خود اس کو اپنے دل میں چھپائے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تم اس سے ڈرو) پھر زید بن حارثہ نے ان کو طلاق دیدیا اور اس نے وعدہ پورا کیا تو خدا نے اس کا عقد اپنے نبی محمد ﷺ سے کر دیا اسی کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا طلاق دیدیا تو ہم نے اس عورت (زینب) کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ عام مومنین کو اپنے لئے پالک لڑکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں (جب وہ اپنا مطلب پورا کر چکیں طلاق دیدیں) کسی طرح کی تنگی نہ

رہے اور خدا کا حکم تو کیا کرایا ہوتا قطعی ہوتا ہے (سورۂ احزاب، آیت ۳۷)

چونکہ خدا کو علم تھا کہ منافقین اس عمل نکاح سے پیغمبر کی عیب جوئی کریں گے تو خدا نے یہ آیت نازل کی کہ خدا نے اپنے رسول کے لئے جو فرض مقرر کیا ہے اس میں ان کے لئے کوئی گناہ و حرج نہیں۔

مامون: اے فرزند رسول آپ نے میرے سینہ کو شفا بخش دی جو چیز مجھ پر مشتبہ و مشکل تھی آپ نے واضح کر دی، اللہ اپنے انبیاء و اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے۔

علی ابن جہم نے کہا کہ اس کے بعد مامون نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اور امامؑ کے چچا محمد ابن جعفر ابن محمد کے ہاتھ پکڑ کر انھیں اپنے ساتھ لے گیا میں بھی ان دونوں کے ساتھ پیچھے پیچھے گیا راستہ میں مامون نے ان سے کہا آپ نے اپنے بھتیجے کو کیسا پایا؟

انھوں نے کہا وہ عالم ہیں میں نے ان کو کسی عالم کے پاس آتے جاتے نہیں دیکھا۔

مامون نے کہا: تمہارے بھتیجے وہ اہل بیت نبوت ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ تمام نیک لوگ میری عترت اور تمام پاک و پاکیزہ لوگ میری نسل میں سے ہوں گے، وہ بچپن سے بردبار اور بزرگی میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہوں گے، پس تم ان کو کچھ نہ سکھانا وہ لوگ تم لوگوں سے زیادہ علم والے ہیں وہ تم کو دروازۂ ہدایت سے نہیں نکالیں گے اور دروازۂ ضلالت میں داخل نہیں کریں گے اور امام رضاؑ اپنے گھر واپس آگئے دوسرے دن میں خدمت حضرت میں حاضر ہوا اور مامون و امام کے چچا کی گفتگو سے ان کو آگاہ کیا امام مسکرائے پھر کہا اے فرزند جہم! جو تو نے ان سے سنا ہے اس سے دھوکا نہ کھانا عنقریب وہ مجھے دھوکہ سے قتل کرے گا اور خداوند عالم اس سے میرے خون کا انتقام لے گا۔

امام رضا علیہ السلام کا احتجاج

ایسے صفات کا بیان جسے اللہ نے امامت سے مخصوص کیا ہے:

امامت سے متعلق ایسے صفات جن کے ذریعہ اس تک رسائی ہو اور ایسے لوگوں کی سرزنش جو انتخاب امام کو جائز جانتے ہیں۔ امامت کے سلسلہ میں جو غالی ہیں ان کی مذمت اور شیعوں کو وقت حاجت توریہ وتقیہ کا حکم اور حسن تادیب کے بارے میں امام رضا علیہ السلام کے احتجاجات

ابو ایوب بغدادی نے کہا کہ ابن سکیت نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو معجزہ ید بیضاء اور ابطال جادو کے ساتھ کیوں مبعوث کیا اور حضرت عیسیٰ کو معجزہ امراض کی شفا (طب) اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلام اور خطبوں کے ساتھ کیوں مبعوث کیا؟

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا اس وقت جادو کا غلبہ تھا اور لوگوں کو اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہذا اللہ نے جناب موسیٰ کو جادو کے باطل کرنے کا معجزہ دیا تا کہ ان کے ذریعہ ان پر حجت قائم ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ کو اس وقت بھیجا جب کہ علاج، امراض بہت تھے اور لوگوں کو طب کی شدید ضرورت تھی اسی لئے خدا کی جانب سے جناب عیسیٰ کو معجزہ دیا گیا، جو ان کی طاقت سے باہر تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے اور برص وجذام کے مریض کو حکم خدا سے ٹھیک کر دیتے، اسی کے ذریعہ سے اللہ نے ان پر اپنی حجت تمام کی۔

بیشک اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس زمانہ میں مبعوث کیا جب کلام اور خطبوں کا دور دورہ تھا اور اس نے شعر کا بھی اضافہ کیا تو اس نے اپنے حبیب کو احکام اور مواعظ والی کتاب دے کر مبعوث کیا جس سے مشرکین کے عقاید کو باطل کیا اور لوگوں پر حجت قائم کی۔

راوی: ابن سکیت یہ جواب سن کر مسلسل کہتا رہا کہ خدا قسم میں نے آج تک آپ جیسا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

پھر اس نے کہا کہ اب آپ فرمائیں کہ آج مخلوق پر کیا چیز حجت ہے؟

امام رضا علیہ السلام: عقل اسی کے ذریعہ سے خدا کی سچائی پہچانی جاتی ہے اور اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور اس کے بہتان کو پہچان کر اس کی تکذیب ہوتی ہے۔

ابن سکیت نے کہا خدا کی قسم صحیح جواب یہی ہے۔

مولف کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اس کلام کے ضمن میں یہ اشارہ کر دیا کہ خدا کی منتخب شدہ صادق فرد صالح سے دنیا خالی نہیں رہ سکتی کہ افراد مکلف مشکوک ومشتبہ مسائل میں اسی کی جانب رجوع کرتے ہیں اور جس کی صداقت پر خدا گواہی دے مکلف اپنی عقل کے سہارے اسی سے متصل ہوتا ہے اگر عقل نہ ہوتی تو صادق اور کاذب کے درمیان امتیاز نہیں ہو سکتا پس وہی خدا کی مخلوق پر خدا کی پہلی حجت ہے۔

قاسم ابن مسلم نے اپنے بھائی عبدالعزیز ابن مسلم سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا:

ہم مرو کے مقام پر امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے ہمراہ قیام کے زمانے میں ساتھ تھے ہم وہاں کی جامع مسجد میں پہلی مرتبہ جمع ہوئے تو وہاں لوگ مسئلہ امامت اور اس کے کثرت اختلاف کے بارے میں بحث وگفتگو کر رہے تھے۔ میں امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو لوگوں کی گفتگو سے باخبر کیا تو امام مسکرائے پھر فرمایا اے عبدالعزیز! یہ لوگ جاہل ہیں اور اپنے عقاید اور دین میں فریب کھا چکے ہیں بیشک اللہ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو قبض نہیں کیا مگر یہ کہ اسلام کو ان کیلئے مکمل کر دیا اور ان پر قرآن نازل کر دیا۔ اسی میں ہر شئے کی تفصیل ہے اسی میں حلال وحرام حدود واحکام اور انسان کے احتیاج تمام چیزوں میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ہم نے کتاب میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کی ہے (سورہ انعام، آیت/٣٨) اور میں رسول اکرم کی آخری عمر حجۃ الوداع میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ...﴾ آج کے دن تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور دین اسلام سے تمہارے لئے راضی ہو گیا (سورہ مائدہ، آیت/٣) پس مسئلہ امامت تکمیل دین سے ہے اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انھوں نے اپنی امت کیلئے دین کے تمام علوم کو بیان کر دیا اور ان کے راستوں کو آشکار نہیں کر دیا، ان کو راہ حق پر لگا نہیں دیا اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ان کیلئے علامت وپرچم اور راہنما وامام علیہ السلام معین نہیں کر دیا انھوں نے احتیاج امت کی کسی شے کو بھی بغیر بیان وظہور کے نہیں چھوڑا پس جس نے گمان کیا کہ خداوند عالم نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا اس نے کتاب خدا کو رد کیا اور جس نے کتاب خدا کو رد کیا وہ کافر ہے۔ کیا لوگ امامت کی قدر وقیمت اور امت میں اس کے مقام ومنزلت کو جانتے ہیں تا کہ انتخاب امامت کا اختیار ان کیلئے جائز ہو جائے؟ بیشک امامت جس کی قدر سب سے زیادہ بزرگ، جس کی شان سب سے زیادہ عظیم، جس کا مقام سب سے زیادہ بلند اور جس کا باطن

سب سے زیادہ عمیق ہے لوگ اپنی عقل وخرد سے اس تک نہیں پہنچ سکتے یا اپنی رائے سے اسے منصوب نہیں کر سکتے اور اپنے اختیار سے اسے معین نہیں کر سکتے۔

امامت ایسی منزلت ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کو نبوت وخلت کے بعد امامت عنایت کی اور ایسی فضیلت ہے جس سے اللہ نے ابراہیم کو شرف بخشا اور ان کے نام کو بلند فرمایا ﴿اِنّی جَاعِلُکَ لِلنّاسِ اِمَامًا﴾ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا تو ابراہیم نے خوش ہو کر کہا اور یہ امامت میری ذریت میں بھی ہوگی تو خدا نے فرمایا یہ میرا عہد و پیمان ظالمین تک نہیں پہنچ سکتا پس اس آیت نے ہر ظالم امامت کو قیامت تک کیلئے باطل کر دیا اور امامت منتخب شدہ افراد کیلئے معین ہوگئی پھر خدا نے ابراہیم کی نسل کے مخصوص و پاکیزہ لوگوں کو امامت دے کر ابراہیم کو مکرم و بزرگ بنا دیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے انعام میں ابراہیم کو اسحاق جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا کیا اور ہم نے سب کو نیک بخت بنایا اور ان سب کو لوگوں کا پیشوا بنایا جو کہ ہمارے حکم سے ان کی ہدایت کرتے اور ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب کے سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔ (سورہ انبیاء، آیت ۷۲، ۷۳)

پس امامت ہمیشہ ان کی ذریت میں رہی اور ہمیشہ ایک کے بعد دوسرا امامت کا وارث بنتا گیا یہاں تک نبی اکرم ﷺ ان کے وارث بنے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ابراہیم سے قریب وہ لوگ تھے جو خاص ان کی پیروی کرتے تھے اور اس پیغمبر، اہل ایمان بھی ہیں جو ایمان لائے اور مومنوں کا مالک خدا ہے (آل عمران، آیت ۶۷)

امامت صرف انہیں سے مخصوص نہیں ہے اور اللہ کے حکم سے اس کے فرض کئے ہوئے طریقہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ عہدہ امامت؛ امام علیؑ کے حوالہ کیا اور اس کے بعد امامت ان کی برگزیدہ اولاد کو ملی جنہیں خدا نے علم و ایمان بخشا ہے اور خدا نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو خدا کی بارگاہ سے علم و ایمان دیا گیا ہے وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم تو خدا کی کتاب کے مطابق روز قیامت تک ٹھہرے رہے (سورہ روم، آیت ۵۶) لہذا امامت قیامت تک اولاد امام علیؑ کیلئے مخصوص ہے کیوں کہ محمد عربی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ لہذا اس نادان جماعت کو اپنی رائے سے امام معین کرنے کا کہاں سے اختیار ہوگا؟

بیشک امامت انبیاء کی منزلت اور اوصیاء کی میراث ہے۔

بیشک امامت وخلافت الٰہی اور خلافت رسول نیز مقام امیر المومنینؑ اور میراث حسن وحسینؑ ہے۔

بیشک امامت دین اسلام کا ستون، مسلمانوں کا نظام، دنیا کی صلاح اور اہل ایمان کی عزت ہے۔

بیشک امامت اسلام کی بنیاد اور اس کی بلند و بالا شاخ ہے۔

بیشک امام ہی کے توسط سے نماز، روزہ، زکات، حج، جہاد کی تکمیل ہوتی ہے، امام کے ذریعہ غنائم وصدقات کی زیادتی اور حفاظت ہوتی ہے اور حدود واحکام جاری ہوتے ہیں، اسلامی حکومت اس کے اطراف کے حدود کی حفاظت ہوتی ہے۔ امام امانتدار، رفیق ومہربان باپ اور بھائی جیسا شفیق اور مصائب میں بندوں کی پناہ گاہ ہوتا ہے۔

امام اللہ کی زمین پر اس کا امین ہوتا ہے۔ اللہ کے بندوں پر اس کی حجت ہوتا ہے۔

شہروں میں اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے، اس کی جانب بلانے والا ہوتا ہے۔ حریم الٰہی کی حمایت کرنے والا ہے۔ امام ہی حلال خدا کو حلال اور حرام خدا حرام کرتا ہے۔ حدود الٰہی کو جاری کرتا ہے۔ دین خدا کا دفاع اور حکمت آمیز نصیحت اور دلیل قاطع کے ذریعہ راہ خدا کی جانب دعوت دیتا ہے۔

امام: دنیا کیلئے درخشاں آفتاب کے مانند ہے اور وہ افق میں ایسے ہے کہ جہاں نہ ہاتھ کی رسائی ہے اور نہ آنکھوں کی پہنچ ہے۔ امام چودھویں کا چمکتا ہوا چاند روشن چراغ نور، ساطع تاریک راتوں اور بے آب وگیاہ میدانوں اور دریاؤں میں راستہ دکھانے والا ستارہ ہے۔

امام: پیاسوں کیلئے شیریں پانی اور ہدایت کیلئے نشانی اور ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔

امام: اس نور کے مانند ہے جو گمشدہ لوگوں کیلئے بلندی پر روشن کیا جاتا ہے۔ ہولناک حوادث میں راہنما ہے اور جو اس سے جدا ہوا وہ نابود وہلاک ہوا۔

امام: برسنے والے بادل پر برکت کی بارش چمکدار سورج پھیلی ہوئی زمین پر پر جوش چشمہ اور ایک ہنر و گلستان ہے۔

امام: گناہوں سے پاک ہر عیب سے مبرا پاک دعلم ودانش سے مخصوص حلم و بردباری میں معروف دین اسلام کا اساس ونظام اہل اسلام کیلئے عزت کا سبب منافقین پر غیظ وغضب اور کافرین کی تباہی وہلاکت ہے۔

امام: یگانہ روزگار ہوتا ہے نہ کوئی اس کا مقابل ہو سکتا ہے، نہ کوئی اس کے برابر، نہ اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے، نہ اس کی کوئی مثال، نہ کوئی نظیر، تمام فضائل بغیر کسی سعی وکوشش اور بغیر کسی درخواست وسوال کے اس سے مخصوص ہیں

بلکہ یہ خصوصیات وامتیازات خدائے منان ووہاب کی جانب سے اسے عنایت ہوا ہے لہذا کون ہے جو ان اوصاف کے ساتھ معرفت امام تک پہنچ سکے اور اس کے اختیارات اور وصف کو پاسکے؟

افسوس افسوس عقلیں اسی میں گم ہیں، خرد حیران و پریشان ہیں، آنکھیں حسرت زدہ ہیں، تمام بزرگ چھوٹے ہیں۔ حکماء متحیر ہیں خردمندان قاصر و عاجز ہیں خطباء محصور و محدود ہیں صاحبان دانش جاہل ہیں شعراء کمزور و پست ہیں۔ ادباء عاجز و مجبور ہیں صاحبان بلاغت قاصر و عاجز ہیں کہ امام کی شان میں سے کوئی شان اور اس کے فضائل میں سے کوئی ایک فضیلت بیان کرسکیں، پس سب اپنی کمزوری و تقصیر کے معترف ہیں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کی توصیف کی جائے یا اس کی حقیقت بیان کی جائے اس کے کچھ اسرار کو سمجھا جاسکے یا کوئی اس کا قائم مقام ہوسکے۔

ہرگز نہیں کہاں سے اور یہ چیز کیسے ممکن ہے درانحالیکہ وہ ستارہ کے مانند ہے کہ جو دست درازوں کے ہاتھ سے دور اور توصیف کرنے والوں کی توصیف سے برتر ہے یہ مقام و منزلت لوگوں کے اختیار و عقل سے کتنی دور ہے؟ اور یہ مقام کہاں پایا جاسکتا ہے؟

کیا وہ لوگ مانتے ہیں کہ یہ منزلت آل رسولؐ کے علاوہ پائی جاسکتی ہے؟ خدا کی قسم انھوں نے خود اپنے کو جھٹلایا باطل آرزوؤں نے اس کو سست و کمزور بنادیا کیوں کہ انھوں نے بلند و سخت اور لرزتی ہوئی جگہ پر اپنے قدم کو رکھا ہے کہ نتیجہ میں ان کے قدم پھسلیں گے اور وہ گڑھے میں گر جائیں گے انھوں نے اپنی متحیر و کمزور عقل اور اپنی گمراہ کرنے والی رائے سے امام کا انتخاب کیا کہ انھیں سوائے دوری و گمراہی کے کچھ نصیب نہ ہوگا۔ خدا ان کو قتل کرے وہ کب تک غلط نسبت دیتے رہیں گے؟ حالانکہ انھوں نے بخشی کو طلب کیا اور زبان پر جھوٹی باتوں کو لائے اور گہری ضلالت و گمراہی میں گر پڑے اور حیرت و تعجب میں مبتلا ہوگئے کیوں کہ انھوں نے بصیرت رکھتے ہوئے امام کو چھوڑ دیا اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کرکے دکھایا اور ان کو راہ خدا سے روک دیا حالانکہ وہ صاحب بصیرت تھے۔ انھوں نے خدا اور رسول کے اختیارات سے رخ موڑ کر اپنے اختیار کی طرف رخ کرلیا درانحالیکہ ان کو قرآن پکار رہا ہے کہ ﴿وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ﴾ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان کیلئے جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب ان کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ لوگ خدا کا جس چیز کو شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور برتر ہے (سورہ قصص، آیت ۶۸) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی مومن و مومنہ کیلئے مناسب نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے اس کام کو کرنے کا اختیار نہ ہو (سورۂ

احزاب، آیت ۳۶)

خداوند عالم نے فرمایا تم کو کیا ہوگیا ہے تم کیسا حکم لگاتے ہو یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھ لیتے ہو کہ جو چیز تم پسند کروگے وہاں ضرور ملے گی یا تم نے ہم سے قسم لے رکھی ہیں جو روز قیامت تک چلی جائیں گی کہ جو کچھ تم حکم دوگے وہی تمہارے لئے ضرور حاضر ہوگا ان سے پوچھو تو ان میں ان کا کون ذمہ دار ہے یا (اس باب میں) ان کے اور لوگ بھی شریک ہیں تو اگر یہ لوگ سچے ہیں تو اپنے شریک کو سامنے لائیں (سورۂ قلم، آیت ۳۶، تا ۴۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں غور نہیں کیا یا تمہارے دلوں پر قفل لگا ہوا ہے (سورۂ محمد، آیت ۲۴) یا خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے کہ وہ کچھ سمجھتے نہیں یا انھوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ سنتے نہیں اس میں شک نہیں کہ زمین پر چلنے والے تمام حیوانات سے بدتر خدا کے نزدیک وہ بہرے و گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے، اگر خدا ان میں نیکی کی بو بھی دیکھتا تو ضرور ان میں سننے کی قابلیت عطا کرتا مگر یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر خدا ان کو سننے کی قابلیت بھی دیتا تو بھی منہ پھیر کر بھاگتے (سورۂ انفال، آیت ۲۱ تا ۲۳) انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی (سورۂ بقرہ، آیت ۹۳)

امام کا مقام اور منزلت خدا کے فضل سے ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا صاحب فضل عظیم ہے۔ انتخاب امام سے ان کو کیا نسبت ہے؟ امام ایسا عالم ہے جس کے لئے جہل نہیں، وہ سرپرست ہے جو کبھی پیچھے نہیں پلٹتا۔ امام طہارت، طریقت، زہد اور علم و عبادت کا معدن ہے اور خصوصاً رسول خدا کا معین کیا ہوا ہے اور حضرت زہرا بتولؑ کی پاک نسل سے ہے، اس کے نسب میں کوئی سیاہی (عیب) نہیں کوئی صاحب حسب اس کے قریب نہیں ہوسکتا۔

امامؑ: خاندان قریش سے جناب ہاشم کے عالی نسب سے آل رسول کی عترت سے اور مرضی خدا کے مقام کا مصداق ہوتا ہے۔ امام شریفوں کا شرف اور درخت عبد مناف کی شاخ ہے، امام علم کی نشو ونما کرنے والا اور حلم کو کامل کرنے والا ہے، امام امامت کیلئے پیدا کیا گیا ہے، سیاست کا عالم اور مفروض الطاعت ہے، امر خدا کا قائم کرنے والا، بندگان خدا کا نصیحت کرنے والا اور دین خدا کا محافظ ہے۔ بیشک انبیاء وائمہ خدا کی جانب سے موفق ومؤید ہیں اور اس نے ان کو اپنے خزانہ علم و حکمت سے وہ کچھ دیا ہے جو غیروں کو نہیں دیا، لہذا ان کا علم تمام زمانہ کے

علم سے بلند و بالا ہے۔ وہ فرماتا ہے ﴿اَفَمَنْ یَّهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾

جو شخص دین حق کی راہ دکھاتا ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ شخص جو خود ہی اس وقت تک ہدایت نہیں پاتا جب تک کوئی اسے راہ نہ دکھادے تم کو کیا ہوگیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو (سورۂ یونس، آیت ۳۵) دوسری جگہ فرماتا ہے: جسے جسے حکمت دیدی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا (سورہ بقرہ، آیت ۲۶۹) جناب طالوت کے بارے میں اللہ نے فرمایا: بیشک اللہ نے منتخب کیا اور علم و جسم میں اسے زیادتی وسعت دی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور خدا صاحب وسعت و علم ہے (سورہ بقرہ، آیت ۲۴۸) خدا نے اپنے نبی اکرم ﷺ کیلئے فرمایا اور تم پر تو خدا کا بڑا فضل ہے (سورہ نساء، آیت ۱۱۳) خداوند عالم نے رسول کے اہل بیتؑ اور ان کی عترت میں سے ائمہ معصومینؑ کے بارے میں فرمایا: خدا نے جو تم کو اپنے فضل سے قرآن عطا کیا اس کے رشک میں جلے جاتے ہیں ہم نے تو ابراہیم کو کتاب و عقل کی باتیں عطا کی ہیں اور ان کو بہت بڑی سلطنت بھی دی ہے پس ان میں سے کچھ لوگ کتاب پر ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کی سزا کیلئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کافی ہے (سورہ نساء، آیت ۵۴،۵۵) بیشک خدا نے جس بندہ کو اپنے بندوں کے امور کے لئے منتخب کیا اسے اس امر مہم کی وجہ شرح صدر عطا کیا حکمت کے چشمہ کو اس کے دل پر رواں کردیتا ہے علم و دانش اسے الہام کرتا ہے پھر اس کے بعد کوئی بھی سوال بغیر جواب نہیں رہ جاتا اور کوئی بھی راہ صواب کو گم نہیں کرسکتا۔

وہ امام معصوم اور موفق ہوتا ہے وہ ہر خطا ولغزش سے محفوظ ہوتا ہے، خدا نے یہ خصوصیت اس لئے دی ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے کیا انسان ایسی باتوں پر قادر ہے وہ امام کا انتخاب کرے؟ یا ان کے منتخب شدہ میں ایسے اوصاف موجود ہیں کہ اس کو مقدم کیا جائے؟ کعبہ کی قسم انھوں نے حق کے ساتھ دشمنی کی اور کتاب خدا کو پیچھے ڈال دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں، ہدایت وشفا تو کتاب خدا ہی میں ہے انھوں نے اس کو کنارے کردیا اور اپنی خواہشات کا اتباع کیا اور خدا نے ان کی سرزنش کی اور دشمن کو بد بخت بنادیا، خداوند عالم نے فرمایا جو شخص خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنے ہوئی وہوس کی پیروی کرے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا، بیشک خدا سرکش ظالم لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہچایا کرتا (سورہ قصص، آیت ۵۰)

پھر خدا نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کافر ہیں ان کیلئے ڈگمگاہٹ ہے اور خدا ان کے اعمال کو برباد کردے گا (سورۂ محمد، آیت ۸) پھر خدا نے فرمایا وہ اللہ اور صاحبان ایمان کے نزدیک بہت بڑا دشمن ہے اور اسی طرح اللہ ہر متکبر و جبار کے قلب پر مہر لگاتا ہے (سورۂ غافر، آیت ۳۵)

حسن ابن علی ابن فضال سے روایت ہے کہ علی بن موسیٰ الرضاؑ نے فرمایا: امام کی بہت سی علامتیں ہیں:

امامؑ: علم وحکمت، تقویٰ وحلم، شجاعت وسخاوت اور عبادت میں سب سے بہتر و برتر ہوتا ہے، ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے، پاک ومطہر ہوتا ہے جیسے وہ اپنے آگے دیکھتا ہے ویسے ہی اپنے پیچھے دیکھتا ہے اس کا سایہ نہیں ہوتا، شکم مادر سے دونوں ہتھیلیوں کے بل زمین پر پیدا ہوتا ہے اور بلند آواز سے شہادتیں کہتا ہے۔ امام محتلم نہیں ہوتا اس کی آنکھ سوتی ہے لیکن قلب نہیں سوتا وہ محدث یعنی صدائے وحی کو سنتا ہے لیکن فرشتہ کو نہیں دیکھتا، پیغمبر اسلام ﷺ کی زرہ اس کے جسم پر بالکل درست ہوتی ہے، اس کے پیشاب وپاخانہ کو نہیں دیکھا جاسکتا کیوں کہ اللہ نے زمین کو مامور کیا ہے کہ جو بھی اس سے خارج ہو اسے نگل لے۔

امامؑ کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے وہ لوگوں کے لئے خود ان کے نفس سے بہتر ہوتا ہے اور لوگوں پر خود ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان وہمدرد ہے، وہ خدا کے سامنے لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع ہے، حکم خدا پر سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے جن چیزوں سے لوگوں کو نہی کرتا ہے وہ ان سے زیادہ دور رہنے والا ہے اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے حتی کہ اگر وہ دعا کرے کہ چٹان دو حصوں میں ہوجائے تو وہ ہوجائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے اسلحہ اور آپ کی تلوار ذوالفقار بھی امامؑ کے پاس ہے اس کے پاس وہ صحیفہ ہے جس میں قیامت تک کے شیعوں کے نام ہیں اور ایک صحیفہ ہے جس میں قیامت تک کے ان کے دشمنوں کے نام ہیں، ان کے پاس جامعہ بھی ہے جو ایک صحیفہ ہے جس کا طول ستر ہاتھ ہے اس میں اولاد آدم کے تمام احتیاجات کا ذکر موجود ہے اس کے پاس جفر اکبر وجفر اصغر بھی ہے اس میں تمام علوم ہیں یہاں تک کہ ایک خراش کی دیت، ایک تازیانہ یا نصف تازیانہ یا ثلث تازیانہ مارنے کی دیت بھی اس میں تحریر ہے، مصحف فاطمہ بھی ان ہی کے پاس ہے۔

خالد ابن ابی الہشیم فارسی نے روایت کی ہے: میں نے ابوالحسن الرضاؑ سے کہا کہ لوگوں کا گمان ہے کہ زمین میں بہت سے ابدال ہیں تو یہ ابدال کون لوگ ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: وہ لوگ سچ کہتے ہیں ابدال وہی اوصیاء ہیں جب خدا نے تمام انبیاء کو اٹھالیا محمد عربی کو خاتم

الانبیاء قرار دیا تو اس نے زمین پر انبیاء کا ابدال قرار دیا، امام رضاؑ سے غالیوں اور مفوضین کی مذمت، ان کے کفر وضلالت ان سے اور ان کے دوستوں سے بیزاری کے بارے میں روایت ہوئی ہے اور ان کے اس فاسد باطل اعتقاد کی طرح جانے کی علت بھی بیان کی ہے اس میں سے کچھ اسی کتاب میں پہلے ذکر ہوا ہے۔

ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد سے بھی روایات بیان ہوئی ہیں جن میں ان غالیوں پر لعن کرنے اور بیزاری کرنے کا حکم ہے ایسے ہی ان کے حالات کے ظاہر کرنے کا دستور بھی ہے اور ان بداعتقادی کو ہر جگہ آشکار کرنے کو کہا گیا تا کہ ضعیف الاعتقاد شیعہ ان کی باتوں سے دھوکہ نہ کھائیں اور ایسا نہ ہو کہ ان کے مخالفین کو یقین ہو جائے کہ تمام شیعہ امامیہ بھی اسی کے معتقد ہیں ہم ان سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور ان سے بھی جو ایسا اعتقاد رکھتے ہیں۔

امام رضاؑ نے دین اسلام سے ان کی گمراہی اور دوری کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے کہ امام رضاؑ نے فرمایا: ان گمراہ کی کافر جماعت ہے غالیوں اور مفوضہ کے پاس ان کے نفوس کے اندازہ کے مطابق اپنی جہالت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے یہاں تک کہ حیرانی وسرگردانی اس میں شدت پیدا کر دے اور ان کی تعظیم میں اضافہ کر دے یہی تمام چیزیں سبب بنیں کہ وہ اپنے باطل نظریات کو جاری رکھیں اور وہ اپنی ناقص عقلوں پر انحصار کرتے ہوئے غیر ضروری اور واجب راستوں پر چل پڑے اور دین اسلام قوم اور راہ مستقیم سے منحرف ہو گئے یہاں تک کہ انھوں نے قدر خدا کو چھوٹا کر دیا اور اس کے امر کو حقیر جانا اس کی شان وعظمت کی اہانت کی کیونکہ کہ انھوں نے جانا ہی نہیں کہ وہ بالذات قادر وغنی ہے، اس کی قدرت وطاقت کسی سے عاریت نہیں لی گئی اور اس کا اعلیٰ وغنی ہونا کسی سے وابستہ نہیں ہے، وہ ذات ایسی ہے جسے چاہے فقیر بنا دے اور جسے چاہے غنی کر دے جسے چاہے قدرت کے بعد عاجز ومجبور بنا دے اور جسے چاہے غنی ہونے کے بعد فقیر بنا دے۔ تمام بندگان خدا نے اس بندہ کی طرف دیکھا جسے اللہ نے اپنی قدرت سے مخصوص کیا تھا تا کہ اس پر اپنے فضل وکرم کو ظاہر کرے اور اپنی کرامت کے لئے اسے منتخب کیا تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں پر اپنی حجت کو تمام کرے اور اپنی اطاعت پر دیئے ہوئے ثواب اس کے لئے قرار دے اور اسے اپنے فرمان پر عمل کرنے کا سبب قرار دے اور ہر خطا ونسیان سے اپنے بندوں کے امان کا سبب اس کے لئے ہو جسے ان پر حجت اور نمونہ معین کیا ہے، پس سب لوگ دنیا کے بادشاہوں میں سے بادشاہ کے طلبگاروں کیطرح ہو گئے جو اس کے (بادشاہ) فضل کے خواہاں اور اس کے انعام کے امیدوار رہتے ہیں اس کے سایہ میں پناہ کی آس لگائے ہیں اور اس کی نیکی سے خوش

ہیں اور وہ ان طلبگاروں کی جانب اپنی اس بہترین عطا کے ساتھ پلٹنے کی امید لگائے ہیں جس نے ان کی طلب دنیا میں مدد کی اور ان کو پست کمزور مکاسب ومطالب سے اعراض کرنے سے نجات دی پس ان کے درمیان سے ایک گروہ نے اس بادشاہ کی راہ کا سوال کیا تا کہ اس کے راستہ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کریں اور اسکی طرف اپنی رغبت مبذول کریں کیوں کہ ان سے کہا گیا تھا کہ عنقریب تم لوگ پیادہ وسوار کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کو دیکھو گے، لہذا جب تم اس کا مشاہدہ کرو تو ان کا خوب احترام کرو اور بمقدار واجب اس کی مملکت کا اقرار کرو، خبردار اس کو دوسرے نام سے نہ پکارو اس کے علاوہ دوسرے کی اس جیسی تعظیم نہ کرو، ورنہ بادشاہ کے حق کے پائمال کرنے والے ہو گے اور اگر اس کی قدر وعزت کو کم کرو گے تو اس کی بہت بڑی سزا کے مستحق ہو گے۔

اس پر انھوں نے کہا کہ ہم اپنی تمام کوشش وطاقت اس راہ میں لگا دیں گے، دیر نہیں ہوئی تھی کہ بادشاہ کا ایک غلام ان سواروں کے درمیان ظاہر ہوا جسے خود اس بادشاہ نے تشکیل دیا تھا اور ساتھ ساتھ ایک مرد جوان کے درمیان تھا اور کچھ اموال ان کے سامنے تھے جب ان لوگوں نے نگاہ ڈالی تو چونکہ وہ طالب بادشاہ تھے اور اسے نہیں دیکھا تو بندہ کو بادشاہ کی طرف سے جو کچھ عطا ہوا تھا اسے دیکھ کر انھوں نے اس کو بہت کچھ شمار کیا اور منعم کوئی دوسرا ہے اور وہ اس کے بندوں میں سے صرف اور اس بندہ کا ویسے ہی احترام کیا جیسے کہ بادشاہ کا کرتے تھے اور ایک بندہ ہے اس بات کو انھوں نے دل سے نکال دیا۔ اس بندہ کو اسی بادشاہ کا نام دیدیا اور اس کا انکار کر دیا کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ ہے یا اس بندہ کا کوئی بادشاہ ہے ان کے اس رفتار وکردار کو دیکھ کر بادشاہ کی عطا کردہ نعمت کے پانے والے بندے اور باقی سپاہ نے ان کی سرزنش کی اور ان کو اس طریقہ سے روکا اور تمام القاب وصفات سے اظہار برأت وبیزاری کو بتایا کہ بیشک بادشاہ جس نے اس بندہ کو سب کچھ عطا فرمایا اور اسے یہ مقام عنایت کی اور تم جس عقیدہ کے قائل ہو گئے ہو وہی بادشاہ کے عذاب وغضب کا موجب ہے اور تمہاری تمام آرزوئیں فنا ہو جائیں گی لیکن ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور اپنی بات پر اڑے رہے۔

وہ ایسا ہی رہا یہاں تک کہ جب انھوں نے اس کو اس کے بندہ کے برابر کر دیا اور اسے اس کی حکومت وحاکمیت میں معیوب بنا دیا اور اس کے عظیم حق کو پائمال کر دیا تو بادشاہ کا غیظ وغضب ان پر نازل ہو گیا اور ان تمام کو اس نے اپنے قید خانہ میں محبوس کر دیا اور ان کو عذاب وسختی کا مزہ چکھانے کیلئے کچھ افراد کو مامور کر دیا۔

اسی طرح غالیوں کے گروہ نے امیر المومنینؑ کو بندہ پایا، جن کو خدا نے بزرگ بنایا تا کہ ان کی فضیلت کو ظاہر

کرے اور ان کے ذریعہ اپنی حجت قائم فرمائے انھوں نے بھی اپنے خالق کو اپنے نزدیک چھوٹا شمار کیا، خداوند عالم نے امام علیؑ کو بندہ بنایا اور انھوں نے خدا کو اپنا رب ماننے کے بجائے امام علیؑ کو بڑھا کر بڑا کر دیا اور امام علیؑ کو خدا کا نام دے دیا، پس امام علیؑ اور ان کے شیعوں نے ان کو اس سے منع کیا اور ان سے امام علیؑ و اولاد علیؑ سب کے سب اس کے محترم بندے اس کی مخلوق اور اسی کی طرف سے معین شدہ ہیں وہ قدرت نہیں رکھتے مگر وہی جو خدائے رب العالمین نے انھیں قدرت و توانائی دی ہے وہ کسی چیز کے مالک نہیں مگر وہی خدا نے جس کا ان کو مالک بنایا، وہ کسی شے کے مالک نہیں نہ موت، نہ حیات، نہ نشور، نہ قبض، نہ بسط، نہ حرکت، اور نہ سکون مگر وہی جو اختیارات خدا نے ان کو دیئے اور جن کا ان کو مکلف بنایا اور بیشک ان کا پروردگار اور خالق مخلوقات کی صفات سے منزہ و مبرہ ہے اور محدودیت کی خصوصیت سے بالاتر ہے۔ بیشک جو بھی امام علی و اولاد علیؑ کو یا ان میں سے کسی کو بھی اپنا معبود اللہ مان لے وہ کافر ہے اور راہ راست سے گمراہ ہے۔

افسوس! غالی گروہ نے ان سب کا انکار کیا اور اپنی خواہشات میں گرفتار رہے نتیجہ ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور ان کی تمنائیں محرومیت کا شکار ہوئیں اور وہ دردناک عذاب میں رہ گئے۔

اسی طرح سے امام حسن عسکریؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ امام علی رضاؑ نے فرمایا:

جو بھی امیر المومنینؑ کی ولایت سے تجاوز کرے (اور ان کو معبود مان لے) ان پر غضب و عذاب خدا ہے اور وہ گمراہوں سے ہیں۔

خود امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہم کو عبودیت سے آگے نہ بڑھاؤ پھر جو چاہو کہو پھر بھی ہمارے حق کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتے۔ غلو سے پرہیز کرو جیسے کہ نصاریٰ نے غلو کیا کیوں کہ میں غالیوں سے بیزار ہوں۔ اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے فرزند رسول! ہماری خاطر اپنے پروردگار کی توصیف کیجئے کیونکہ ہمارے ساتھی اس کے بارے میں اختلاف میں گرفتار ہیں، امامؑ نے بہترین تعریف و توصیف بیان کی اور جو شے اس کے لائق نہیں ہے اس سے منزہ و مبرہ بتایا اس شخص نے کہا اے فرزند رسول! میرے ماں باپ قربان میرے ساتھی آپ حضرات کی ولایت کو قبول کرتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ کے بتائے ہوئے تمام اوصاف امام علیؑ کے صفات ہیں اور وہی تمام عالم کے رب ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ یہ بات سن کر امامؑ کا سارا بدن کانپ اٹھا اور پسینہ میں ڈوب گئے اور فرمایا:

خدا پاک و منزہ ہے ہر اس شے سے جس کے ظالمین و کافرین قائل ہیں کیا امام علیؑ دوسروں کیطرح کھانا کھاتے اور پیتے نکاح کرتے اور لوگوں کیطرح بالکل ظاہر و آشکار تھے؟ اور ان صفات کے ساتھ وہ باخضوع نماز پڑھتے اور خدا کے سامنے ذلیل و خوار حالت میں کھڑے ہوتے اور ہمیشہ خدا کے سامنے توبہ و انابہ کرتے رہتے کیا ان صفات والا معبود ہوتا ہے؟ اگر یہ خدا ہو جائے تو تم میں سے ہر ایک خدا ہے کیونکہ یہ سارے اوصاف حادث و حدوث کی علامت ہیں اور وہ ان سب میں شریک ہیں لہذا حضرتؑ خدا نہیں ہیں۔ اس شخص نے کہا اے فرزند رسول خدا! ان کا اعتقاد ہے کہ ان سے معجزات ظاہر ہوئے جن پر خدا کے علاوہ کوئی قادر نہیں یہ دلیل ہے کہ وہ خدا ہیں اور یہ دوسری حادث عاجز مخلوق کے درمیان خدائی صفات کے ساتھ ظاہر ہوئے اسی نے لوگوں کو اشتباہ اور فریب میں ڈال دیا اور ان کو آزمایا تا کہ وہ اس کو پہچان لیں اور ان کا ایمان لانا خود ان کے اختیار سے ہو۔

امام رضاؑ نے فرمایا: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وہ لوگ اس بات سے کنارہ کشی نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص پلٹ کر اسی عقیدہ کو دوہرا کر کہے کہ جب امام علیؑ سے فقر و فاقہ کا اظہار ہو تو یہ دلیل ہے کہ اگر ایک فرد ان صفات کا مالک ہو اور ضعیف و محتاج شخص بھی اسی طرح ہو تو اس کا عمل معجزہ نہیں ہو سکتا یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس نے ایسے معجزات ظاہر کئے وہ معجزات اس قادر مطلق کا فعل ہے جو مخلوق سے شباہت نہیں رکھتا اور نہ اس حادث محتاج کا بھی فعل نہیں جو کمزوروں کا شریک ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ مامون باطن میں چاہتا تھا کہ امام رضاؑ بحث و مباحثہ میں کمزور عاجز ہو جائیں اور ان کا حریف غالب ہو جائے اگر چہ ظاہراً اس کے خلاف تھا لہذا اس نے فقہاء و متکلمین کو جمع کیا اور اس نے مخفیانہ ان سے کہا کہ تم لوگ ان سے امامت کے بارے میں مناظرہ کرو (اور ایسا کرو کہ وہ مغلوب ہو جائیں)

جب امامؑ حاضر مجلس ہوئے تو آپ نے ان سے کہا کہ تم اپنے میں سے ایک کا انتخاب کرو جو تمہاری طرف سے مجھ سے گفتگو کرے اس طرح کہ جو اس پر ماننا لازم ہو وہ تم پر بھی مان لینا ضروری ہے۔ انھوں نے بھی اپنے میں سے ایک کا انتخاب کیا جس کی شناخت یحییٰ بن ضحاک سمرقندی سے ہوتی ہے اور خراسان میں اس کا کوئی مثل نہیں تھا۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اے یحییٰ جو چاہو سوال کرو، اس نے کہا میں مسئلہ امامت کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ آپ اس کی امامت کا کیونکر دعویٰ کرتے ہیں جس نے امامت ہی نہیں کی اور اس کی امامت کو چھوڑ دیا جس نے

امامت کی اور لوگ بھی اس کی امامت سے راضی رہے؟

امام رضاؑ نے فرمایا: اے یحییٰ! تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ایسے شخص کی تصدیق کرتا ہے جس نے خود اپنی تکذیب کی اور ایسے کی تکذیب کرتا ہے جو اپنے کو سچا جانتا ہے بتاؤ ان دونوں میں سے کون حق والا اور صحیح ہے اور کون باطل و خطا کار ہے؟ یہ سن کر یحییٰ خاموش ہو گیا۔ مامون نے اس سے کہا اس کا جواب دو! اس نے کہا یا امیر المومنین! مجھے اس کے جواب سے معاف فرمایئے۔ مامون نے کہا اے ابوالحسن! اس سوال سے آپ کا مقصد کیا ہے بیان فرمایئے؟

امام رضاؑ: یحییٰ کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ بیان کرے کہ کس رہبر نے خود اپنی تکذیب کی ہے اور کس نے خود اپنی تصدیق کی ہے، اگر اس کا اعتقاد ہو کہ انھوں نے خود اپنی تکذیب کی تو جھوٹا امامت کے لائق نہیں ہے اگر قبول کرے کہ انھوں نے اپنی تصدیق کی ہے تو ان کے پہلے رہبر خلیفہ نے کہا کہ میں تمہارا ولی بن گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں دوسرے نے کہا ہے کہ خلیفہ اولٰ ابو بکر کی بیعت ایک خطا و اشتباہ تھی اللہ اس بیعت کے شر سے بچائے۔ لہٰذا جو بھی اس کی تکرار کرے تم لوگ اس کو قتل کر دو۔ خدا کی قسم! تم لوگ ایسے شخص کے بارے میں قتل کے علاوہ راضی نہ ہونا، پس جو بھی لوگوں میں سب سے بہتر نہ ہو اس میں نہ علم ہوگا نہ جہاد و کوشش اور نہ ہی دوسری کوئی فضیلت۔ جس کی بیعت ایک خطا و اشتباہ ہو اور اس جیسا کرنے والے واجب القتل ہو تو ایسے شخص کی امامت کیسے مورد قبول ہو اور یہ بھی اس صورت میں پھر وہ منبر پر کہتا ہے کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر سوار ہو جاتا ہے جب وہ مجھے گمراہ کر دے تو تم مجھے راہ راست پر لگا دینا، جب مجھ سے غلطی ہو تو میری رہنمائی کر دینا، بناء بر این یہ اپنے قول کے مطابق خود امام نہیں ہیں، خواہ صادق ہو یا کاذب یحییٰ کے پاس کوئی جواب نہ تھا مامون نے کلام امام سے حیرت زدہ ہو کر کہا اے ابوالحسن! پوری روئے زمین پر آپ کے علاوہ ایسی عمدہ بحث و گفتگو کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: ہمارے شیعہ و محب عالم اپنے فقر و احتیاج و ذلت کے دن (قیامت) کیلئے جو سب سے بڑا توشہ و زاد راہ ذخیرہ کرتے ہیں وہ علمی نصرت و حمایت ہے کہ وہ ہمارے کمزور دوستوں کی اپنے علم سے مدد کرتے ہیں اور دشمنان خدا و رسول ناصبیوں کے ہاتھوں سے ان کو نجات دلاتے ہیں جب ایسا عالم قبر سے اٹھے گا تو ملائکہ اس کی قبر سے جنت میں اس کی جگہ تک اس کے استقبال کے لئے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور اس کو اپنے پروں پر اٹھا کر یہ کہتے ہوئے لے جائیں گے تجھے مبارک ہو، تجھ پر رحمت ہو اے

نیکوں سے کتوں کو دور کرنے والے اور ائمہ طاہرین کی حمایت و طرفداری کرنے والے۔

روایت میں ہے کہ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ایک شخص امام رضاؑ کے پاس آیا اور کہا اے فرزند رسول! آج میں نے ایک عجیب بات دیکھی، امامؑ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ہمارا ایک دوست تھا جو آپ آل محمد سے اظہار محبت و ولایت اور آپ کے دشمنوں سے اظہار بیزاری و نفرت کرتا تھا لیکن آج میں نے اس کو دیکھا کہ لوگ اس کے اوپر کپڑا ڈالے ہوئے بغداد میں پھرا رہے ہیں اور اس کے آگے ایک شخص ندا دے رہا ہے اے مسلمانو! اس رافضی کی توبہ سنو پھر لوگوں نے اس سے کہا کہو؟ تو وہ اس طریقہ سے کہتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بہترین آدمی ابا بکر، جب وہ یہ الفاظ اپنی زبان پر لاتا تو سب چلاتے ہوئے توبہ کر لیا اور ابو بکر کو علیؑ پر فضیلت و برتری دیدی۔

امام رضاؑ نے فرمایا: خلوت و تنہائی میں تکرار کرنا۔

راوی: نے وقت خلوت امامؑ سے دوبارہ بیان کیا۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے اس آدمی کی بات کی تفسیر پہلی مرتبہ ان نالائق لوگوں کے سامنے صرف اس لئے نہیں کی کہ وہ بات ان تک پہنچ جائے اور وہ جان لیں پھر اس کو تکلیف پہنچائیں۔

سنو! یہ اس نے یہ نہیں کہا کہ رسول خدا ﷺ کے بعد بہترین شخص ابو بکر ہیں کہ جس سے امام علیؑ پر اس کی فضیلت ظاہر ہو بلکہ اس نے بجائے ابو بکر کے ابا بکر کہا اور ان کو منادیٰ قرار دیا ہے یعنی اے ابو بکر (وہ اشارہ) یہ امام علیؑ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہیں تا کہ اپنے آگے پیچھے چلنے والے جاہلوں کو خوش کر سکے اور ان کے شر و اذیت سے محفوظ رہ سکے، خداوند متعال نے اس توریہ کو ہمارے شیعوں اور چاہنے والوں کیلئے بطور رحمت قرار دیا ہے۔

امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ جب ہمارے جد امام علی رضاؑ کو ولی عہد بنا دیا گیا تو آپ کے دربان نے آ کر آپ سے کہا کہ لوگوں کا ایک گروہ دروازہ پر کھڑا ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم امام علیؑ کے شیعہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا میں فی الحال مشغول ہوں ان کو واپس کر دو۔

اس گروہ کے آنے جانے اور امامؑ کے منفی جواب دینے میں دو مہینے گذر گئے کہ وہ لوگ روزانہ آتے اور امامؑ ان کو واپس کر دیتے پھر وہ امام کی ملاقات سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ تم ہمارے آقا سے کہو کہ ہم آپ کے

جد علی ابن ابی طالبؑ کے شیعہ ہیں اور یہ ماجرا ہمارے لئے ہمارے دشمنوں کی شماتت و سرزنش کا سبب بن گیا ہے اور اگر اس بار بھی ہم واپس ہوئے تو اس شرمندگی اور دشمنوں کی شماتت و طعنوں اور آنے جانے کی تکلیف کے سبب اپنے شہر سے بھاگ جائیں گے۔

پس امام رضاؑ نے فرمایا: انھیں اندر آنے کی اجازت دو، وہ لوگ داخل ہوئے اور امامؑ کو سلام کیا امامؑ نے نہ ان کے سلام کا جواب دیا اور نہ ہی ان کو بیٹھنے کو کہا بلکہ وہ اسی طرح کھڑے رہے۔

ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول! یہ کتنی بڑی جفا ہے اور کتنی خفت ہے اور اس کے بعد یہ پردہ داری آ قا کون سی مصیبت باقی رہ گئی ہے جو ہمارے سر پر آئے گی؟

پھر تو امام رضاؑ نے فرمایا: اس آیت کو پڑھو کہ جو بھی مصیبت تم تک پہنچی وہ خود تمہارے کئے ہوئے گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے ہے اور خدا تو گناہوں کو معاف کر دیتا ہے (سورۂ شوریٰ، آیت ۳۰) خدا کی قسم! میں نے اس عمل میں صرف خداوند عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنینؑ اور اپنے آباء طاہرین کی اقتدا کی ہے انھوں نے تمہاری سرزنش کی میں نے بھی اقتدا کی۔

انھوں نے کہا اے فرزند رسول! ایسا کیوں؟

امامؑ نے فرمایا: تمہارا دعویٰ ہے کہ تم لوگ امیر المومنینؑ کے شیعہ ہو تم پر افسوس ان کے شیعہ تو امام حسن، امام حسینؑ، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار اور محمد بن ابی بکر ہیں ان لوگوں نے ان کے کسی بھی امر و حکم کی مخالفت نہیں کی اور تم اکثر اعمال میں ان کے مخالف ہو تم نے اپنے بہت سے فرائض میں کوتاہی کی ہے اور تم نے اپنے دینی بھائیوں کے عظیم حقوق کو خدا کے بارے میں کمزور و پست کر دیا، تم وہاں تقیہ کرتے ہو جہاں تقیہ کرنا واجب نہیں اور جہاں تقیہ ضروری ہے وہاں اسے ترک کرتے ہو اگر تم پہلے ہی کہتے کہ ہم امام علیؑ کے دوست و محبّ ہیں اور ان کے دوستوں کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھتے ہیں تو میں تمہارے قول کا منکر نہ ہوتا لیکن تم نے ایک بہت بڑے مرتبہ و فضیلت کا دعویٰ کر دیا ہے اگر تمہارا عمل تمہارے قول کے مطابق نہ ہوتا تو تمہارے لئے ہلاکت ہے مگر یہ کہ تمہارے پروردگار کی رحمت اس کا تدارک اور تلافی کرے۔

پس اس گروہ نے کہا اے فرزند رسول ہم اپنے اس قول کی خدا سے توبہ و استغفار کرتے ہیں اور ہم ویسا ہی کہتے ہیں جیسا ہمارے مولا نے ہم کو سکھایا کہ آپ کے محبّ ہیں اور آپ کے محبّ کے محبّ اور آپ کے دشمن کے دشمن ہیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا: ہمارے دوستو اے ہمارے بھائیو! مرحبا مرحبا آگے آؤ آگے آؤ اور اتنا نزدیک بلایا کہ ہر ایک سے معانقہ کیا۔

پھر اپنے دربان سے کہا کہ تو نے ان کو کتنی مرتبہ روکا؟ اس نے کہا ساٹھ مرتبہ۔

امامؑ نے فرمایا: ان کے پاس اتنی مرتبہ جاؤ اور آؤ اور ہر بار انھیں میرا سلام پہنچاؤ، انھوں نے اپنے اس توبہ استغفار سے اپنے گناہوں کو پاک کر لیا ہے اور ہماری ولایت و محبت کے سبب مستحق کرامت ہو گئے ہیں ان کے اور ان کے اہل و عیال کے امور اور مسائل کو معلوم کرو اور پھر ان کو بہت سارا نفقہ اور ہدیہ وغیرہ دے کر ان کے نقصانات کا جبران کر دو۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا احتجاج

ابو ہاشم داؤد ابن قاسم جعفری کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ میں احد کے معنی کیا ہیں؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اس کی وحدانیت پر سب کا اتفاق کرنا جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہے: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ﴾

اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے زمین و آسمان کو خلق کیا اور چاند و سورج کو اپنا مطیع بنایا ہے وہ ضرور کہیں گے اللہ (سورہ عنکبوت، آیت ۶۱)

پھر اس کے بعد وہ خدا کے شریک و ساتھی کے قائل ہوتے ہیں۔

راوی: میں نے پوچھا کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ (سورۂ انعام، آیت ۱۰۳) آنکھیں اس کو درک نہیں کر سکتی کا مفہوم کیا ہے؟

امام تقی علیہ السلام: اے ابو ہاشم! دلوں کے اوہام آنکھوں کی قوت بصارت سے زیادہ دقیق ہیں تو اپنے وہم سے (ملک) سندھ و ہند اور دوسرے شہر کہ جہاں تم گئے نہیں ہو اس کا درک کرتے ہو لیکن اپنی آنکھ سے ان کے درک پر قادر نہیں ہو جب دلوں کے اوہام اس خدا کا ادراک نہیں کر سکتے تو آنکھوں کی بصارت کیا درک کرے گی۔

امام تقی علیہ السلام سے سوال ہوا کہ کیا اللہ کیلئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک شے ہے؟

امام تقی علیہ السلام: ہاں اس طرح تم اس کو دو حد سے خارج کر دو گے۔ حد ابطال یعنی اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور حد تشبیہ یعنی اس کو مخلوق کیطرح قرار دینا۔

ابو ہاشم جعفری نے نقل کیا کہ میں ابو جعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس تھا کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ جو اسماء و صفات خدا کیلئے قرآن میں بیان ہوئے ہیں کیا وہ اسماء اور صفات پروردگار ہیں؟

امام جواد علیہ السلام: تیرے کلام کے دو معنی ہیں، اگر تیرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ اسماء خود وہی خدا ہیں تو خدا متعدد و کثیر ہو جائے گا اور خدا اس سے بلند و برتر ہے۔ اگر تمہارا مقصود یہ ہے کہ یہ اسماء و صفات جاوید و ازلی ہیں تو ازلی ہونے کے بھی دو معنی ہیں اول اگر تم مانو کہ خدا ہمیشہ ان کا عالم تھا اور ان کے لائق تھا تو صحیح ہے دوم اگر یہ کہو کہ ان اسماء و

صفات کی تصویر اور ان کے حروف و الفاظ ہمیشہ سے تھے تو میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ خدا ازل میں کوئی دوسری شے رہا ہو بلکہ خدا تھا اور کوئی مخلوق نہ تھی پھر اس نے ان تمام اسماء و صفات کو ظاہر کیا تا کہ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہو اور ان کے توسط سے خدا کی بارگاہ میں تضرع کیا جا سکے اور اس کی پرستش کی جائے اور وہ سب اس کے ذکر ہوں خدا تھا اور ذکر کے ذریعہ یاد کیا جا سکتا ہے وہی خداوند قدیم ہے جو کہ ہمیشہ تھا اور تمام اسماء وصفات مخلوق ہیں، اس کے معانی اور جو ان سے مقصود ہے وہی خدا ہے کہ الگ الگ ہونا اور مل جانا کہ اختلاف وتالیف اس کیلئے سزاوار نہیں ہے جو شے جزء رکھتی ہے وہ اختلاف بھی رکھتی ہے (نہ کہ خدائے یگانہ) یہ نہیں کہنا چاہئے کہ خدا کم ہے اور زیادہ ہے بلکہ وہ بذات خود قدیم ہے کیوں کہ جو چیز ایک نہ ہو وہ جزء جزء ہونے کو قبول کرتی ہے اور خدا ایک ہے اور تجزیہ پذیر نہیں ہے اور اس کیلئے زیادتی و کمی کا تصور نہیں ہوتا جو تجزیہ پذیر نہ ہو اور اس کیلئے کمی و زیادتی کا تصور ہو وہ ایک مخلوق ہے جو اپنے خالق پر دلالت کرتی ہے، جو تم کہتے ہو کہ خدا قدیر و توانا ہے گویا تم خبر دے رہے ہو کہ کوئی شے اس کو ناتواں و مجبور نہیں کرتی۔

اپنے اس جملہ سے تم نے اس سے عاجزی و مجبوری کو دور کر دیا اور اس کے علاوہ کیلئے ثابت کر دیا جب تم کہو کہ خدا عالم ہے اس جملہ سے تم نے اس سے جہل و نادانی کو ختم کر دیا اور اس کے غیر کیلئے نادانی کو ثابت کر دیا چونکہ خدا ہر شے کا نابود کرنے والا ہے تو تمام الفاظ و حروف کو بھی نابود کرتا ہے اور جو اس کے علم و دانائی میں ہمیشگی ہے وہ ہمیشہ ہے۔

اس شخص نے کہا کہ (عدم الفاظ کی صورت میں) ہم اپنے خدا کو سمیع سننے والے کا نام کیسے دیتے ہیں؟

امام تقی علیہ السلام: اس جہت سے کہ جو شے کانوں سے درک ہوتی ہے وہ خدا پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن اس کان سے اس کی توصیف نہیں کرتے جو سر میں موجود ہے اسی طرح سے اس کو بصیر (بینا) کہا جاتا ہے حالانکہ آنکھوں سے درک ہونے والی اشیاء و رنگ و شخص وغیرہ اس پر مخفی نہیں ہے لیکن آنکھوں کی بینائی سے اس کی تعریف نہیں کرتے، اسی طرح اس کو لطیف بھی کہتے ہیں کیوں کہ وہ ہر لطیف (شے کا) عالم ہے جیسے مچھر اور اس سے بھی چھوٹی مخلوق ہے۔ وہ ان کی راہوں، جنسی شعور، ان کی اپنے بچوں سے محبت اور اپنے بچوں کیلئے پہاڑوں، دریاؤں اور خشک زاروں سے کھانے پینے والی اشیاء کو بھی جانتا ہے اسی سے ہم نے سمجھ لیا کہ مچھر کا پیدا کرنے والا بدون کیفیت لطیف ہے کیفیت صرف مخلوق کیلئے ہے، اسی طرح ہم اپنے خدا کو قادر قوی کہتے ہیں مگر جسمانی طاقت کے اعتبار سے نہیں جو

مخلوق میں مشہور ہے اگر اس کی طاقت (پہلوانوں) کے جسمانی طاقت کے مانند ہو تو یہ مخلوق سے تشبیہ ہو جائے گی اور زیادتی کا احتمال ہوگا اور جس سے زیادتی کا احتمال ہو تو اس سے کمی کا بھی احتمال ہوگا اور جو چیز بھی ناقص ہو وہ قدیم نہیں ہے اور جو چیز قدیم نہیں ہے وہ عاجز نہیں ہے، ہمارا خدا ان کے مانند نہیں ہے اور وہ ہر ضد شریک دکیفیت ونہایت وتبدیلی سے خالی نہیں ہے کسی قلب ودل پر اس کی تشبیہ کرنا اور اوہام سے محدود کرنا اور اس کی تصور کشی کرنا حرام ہے ذات اقدس الٰہی اپنی مخلوق کے ابزار و اوزار سے بلند و بزرگ ہے اور مخلوق کی نشانیوں سے پاک ومنزہ ہے اور خدا کسی کی برتری و بزرگ کرنے سے بزرگ و برتر ہے۔

ریان بن شعیب بیان کرتا ہے کہ جب مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد امام جواد علیہ السلام سے کرنے کا قصد کیا اور بعض عباسیوں کو اس کی خبر لگی تو ان پر بہت گراں گذرا اور اس تصمیم سے ناراحت ہوئے اور خوف زدہ ہوئے کہ کہیں اس کا انجام ان کے بابا امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی طرح ولی عہدی پر تمام نہ ہو، اس سبب سے انھوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا پھر خاندان مامون کے بزرگوں نے آ کر مامون سے کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم آپ ام الفضل اور فرزند امام علی رضا علیہ السلام کے عقد کے ارادہ کو چھوڑ دیجئے کیوں کہ ہم خوف زدہ ہیں کہ کہیں ہمیں خدا کا دیا ہوا منصب ہمارے ہاتھوں سے نکل نہ جائے اور تم خدا کے پہنائے ہوئے لباس عزت کو ہم سے اتار نہ لو کیوں کہ تم ہمارے بنی ہاشم سے دیرینہ وتازہ کینہ ودشمنی سے اچھی طرح واقف ہو اور گذشتہ خلفاء کے طریقہ کو بھی جانتے ہو کہ انھوں نے ہمیشہ جلاوطن کر کے ان کو ذلیل کیا ہے اور تم نے ان کے بابا امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ جو طریقہ وکردار رکھا تھا ہم اسی سے ڈرے ہوئے تھے مگر خود خداوند عالم نے ان کی جانب سے ہماری تشویق کو برطرف کر دیا۔

تم کو خدا کی قسم کہیں جلد ہی ہمارے دلوں کے نکلے ہوئے غم واندوہ کو دوبارہ واپس نہ لا دو، تم ان دونوں کی تزویج سے صرف نظر کرو اور خاندان بنی عباس کی کسی ہمسر فرد کا ام الفضل کے لئے انتخاب کر لو۔

مامون نے ان لوگوں سے کہا کہ جو کچھ بھی تمہارے اور اولاد ابو طالب کے درمیان ہے اس کا سبب صرف تم لوگ ہو اگر تم لوگ خود انصاف کرو تو وہ خلافت کے سب سے زیادہ لیاقت رکھتے ہیں تمہارے بقول ان کی نسبت گذشتہ خلفاء کا طریقہ معاندانہ رہا ہے جس سے انھوں نے قطع رحمی کا ثبوت دیا میں ان کی طرح کرنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں میں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے لئے جو کچھ کیا ہے اس سے نادم نہیں ہوں، بدون شک وشبہ میں نے خود ان سے امور خلافت کے سنبھالنے کی درخواست کی اور میں نے خود اپنے کو اس سے دور رکھا

لیکن انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور جو مقدارت خدا سامنے آئے تم نے اسے دیکھا۔

میں نے محمد ابن علی الجواد علیہ السلام کو اپنی بیٹی کے عقد کیلئے صرف اس لئے منتخب کیا ہے کہ وہ اس کم سنی کے باوجود علم ودانش میں زمانہ کے تمام علماء سے بہتر و برتر ہیں درحقیقت ان کا علم تعجب آور ہے میں امیدوار ہوں کہ ان کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں وہ خود تمام لوگوں پر اسے ظاہر وآشکار کر دیں گے تا کہ لوگ جان لیں کہ جو کچھ میں نے کیا وہی صحیح ہے۔

عباسیوں نے مامون کو جواب دیا اگر چہ اس نوجوان کی رفتار وگفتار نے تم کو متحیر کر دیا ہے اور تم کو شیدائی بنا لیا ہے لیکن وہ بچے ہیں کہ ان کی معرفت وفہم کا میزان ہلکا ہے لہٰذا ان کو مہلت دے کر صبر کیجئے تا کہ وہ عالم بن جائیں اور علم دین میں فقیہ بن جائیں اور علم حاصل کر لیں اس کے بعد ان کے بارے میں جو چاہتا کرنا۔

مامون نے کہا تم پر وائے ہو! اس جوان کو میں تم سے زیادہ پہچانتا ہوں وہ اس خاندان سے ہیں کہ جن کا علم خدا کی جانب سے ہوتا ہے اور بے انتہا عمیق اور الہامات پروردگار کا خلاصہ ہے ان کے آباء واجداد ہمیشہ علم دین وادب میں تمام لوگوں سے بے نیاز رہے ہیں اور ان کے حد کمال تک پہنچنا کسی کے دسترس میں نہیں ہے اور سب لوگ ان کی بارگاہ کے محتاج ہیں، اگر تم چاہو تو ان کا امتحان لے لو تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ میں نے صحیح بات کہی اور بات کی سچائی تمہارے اوپر ظاہر ہو جائے؟

انھوں نے کہا ہم ان کے امتحان سے خوش ہیں آپ اجازت دیجئے کہ ہم کسی شخص کا انتظام کریں تا کہ وہ دین کے مسائل اور فقہی احکام کا ان سے سوال کرے، اگر انھوں نے صحیح جواب دیا پھر ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور آپ پر تنقید بھی نہیں کریں گے اور امیر المومنین (مامون) کی محکم واستوار فکر ونظر اپنے اور غیر دور اور نزدیک ہر ایک پر آشکار ہو جائے گی اور اگر جواب سے عاجز رہے تو اس صورت میں ہماری بات صاف ہو جائے گی کہ یہ معاملہ مصلحت کی بنیاد پر تھا۔

مامون نے کہا جب چاہو میرے سامنے اس کام کو انجام دو۔

وہ لوگ مامون کے پاس سے باہر نکلے اور طے کیا کہ اس کام کے لئے اس زمانہ کے قاضی بزرگ یحییٰ بن اکثم کو بلایا جائے تا کہ وہ امام جواد علیہ السلام سے ایسا سوال کرے کہ وہ اس کے جواب سے عاجز ہوں انھوں نے اس کو اس مہم کے لئے بہت سے اموال وہدایا کا وعدہ کیا اس کے بعد وہ لوگ مامون کے پاس آئے اور اس سے وقت کی تعیین کے

لئے درخواست کی کہ اس وقت مامون کے سامنے سب لوگ حاضر ہوں، مامون نے بھی مناظرہ کیلئے ایک دن معین کیا اور اس روز سب آ گئے اور یحییٰ ابن اکثم بھی حاضر ہوا، مامون نے حکم دیا کہ امام جواد علیہ السلام کے لئے توشک بچھائی جائے اور اس پر دو گاؤ تکیہ رکھی جائے اس وقت امام علیہ السلام کی عمر ۹ سال چند مہینے تھی آپ تشریف لائے اور ان دو تکیہ کے درمیان بیٹھ گئے۔

یحییٰ بھی امام علیہ السلام کے سامنے بیٹھا، تمام اہل مجلس نے اپنی اپنی جگہ سنبھالی اور مامون بھی امام علیہ السلام کی توشک سے ملی ہوئی ایک توشک پر بیٹھا۔

یحییٰ نے مامون سے کہا: اے امیر المومنین! اجازت دیجئے تو ابو جعفر سے سوال کروں؟

مامون نے کہا خود انھیں سے اجازت لو۔

یحییٰ نے امام علیہ السلام کی جانب مڑ کر کہا میں قربان! سوال کرنے کی اجازت ہے؟

امام علیہ السلام: ہاں پوچھو۔

یحییٰ: اگر کوئی شخص حالت احرام میں شکار کرلے تو اس کا حکم کیا ہے؟

امام جواد علیہ السلام: اس نے داخل حرم شکار کیا ہے یا خارج حرم؟ وہ عالم مسئلہ تھا یا جاہل مسئلہ؟ عمداً شکار کیا یا خطاء سے؟ وہ آزاد تھا یا غلام؟ اس نے پہلی مرتبہ یہ کام کیا یا کہ اس سے قبل بھی کیا تھا؟ شکار پرندہ ہے یا غیر پرند؟ اس پر اصرار کر رہا ہے یا کہ نادم و پشیمان ہے؟ دن میں شکار کیا یا کہ رات میں؟ احرام، احرام عمرہ تھا یا احرام حج؟

یحییٰ مبہوت ہو گیا اور عجز و ناتوانی اس کے چہرہ سے ظاہر ہونے لگی اور زبان لکنت کرنے لگی وہ بھی ایسے کہ تمام اہل مجلس سمجھ گئے۔ مامون نے کہا الحمد اللہ بات وہی ہوئی جس کی پیشگوئی میں نے کی تھی پھر اپنے اہل خاندان کی جانب نظر ڈالتے ہوئے مامون نے کہا اب تم کو معلوم ہو گیا اور اس نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا: میں قربان! خواستگاری کیجئے اور اپنا خطبہ پڑھئے کیونکہ میں نے آپ کو اپنی دامادی کیلئے پسند کیا اور اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کی ہمسر قرار دیا۔ اگر چہ ایک گروہ اس سے راضی نہیں ہے۔ اب امام علیہ السلام نے ان الفاظ میں خطبہ پڑھا: خدا کی حمد و ثنا اس کی نعمتوں کا اعتراف و اقرار اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' اس کی وحدانیت میں اخلاص ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا کا درود ہو اور ان کی برگزیدہ عترت پر بھی بندوں پر خدا کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے حلال کے ذریعہ حرام کے ارتکاب سے بے نیاز کر دیا اور فرمایا کہ اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں سے باصلاحیت افراد کے

نکاح کا اہتمام کرو۔ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں مالدار بنادے گا کہ خدا بڑی وسعت والا اور صاحب علم ہے (سورہ نور، آیت ۳۲)

اس کے بعد آپ نے اس طرح فرمایا: میں محمد ابن علی ابن موسیٰ عبد اللہ مامون کی بیٹی ام الفضل کی خواستگاری کرتا ہوں اور اس کا مہر اپنی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہر قرار دیتا ہوں جو کہ پانچ سو درہم خالص ہے۔ اے امیر المومنین (مامون)! کیا آپ اسے اتنی مہر میں میری ہمسر قرار دیتے ہیں؟

مامون ہاں! اے ابو جعفر! میں اپنی بیٹی ام الفضل کو گفتہ شدہ مہر میں آپ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔ اے ابو جعفر! کیا آپ نے اسے قبول کیا؟

امام تقی علیہ السلام: ہاں میں نے قبول کیا اور راضی ہوں۔

پھر مامون نے کہا آپ لوگوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے رتبہ کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائے۔

راوی حدیث ریان کا بیان ہے تھوڑی دیر بعد ملاحوں کی آپس کی گفتگو کے مانند میں نے آوازیں سنیں پھر میں نے غلاموں کو دیکھا کہ چاندی کی بنی ہوئی سینیوں کو لائے جو ابریشم سے بنی ہوئی رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں اور وہ سینیاں عطر سے بھری ہوئی تھیں۔

مامون نے حکم دیا کہ حاضرین کو اس سے معطر کرو اور پورے محل میں عطر پھیلا دو تا کہ سب اس عطر سے معطر ہو جائیں۔ اس کے بعد غذا کے ظروف لائے گئے اور سب نے کھانا کھایا پھر انعامات لائے گئے اور ہر ایک کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے دیا گیا۔

جب نشست برخواست ہو گئی اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ سب چلے گئے تو مامون نے امام کی جانب رخ کر کے کہا، میں قربان! اگر صلاح ہو تو محرم کے شکار کی شقیں بیان فرمائیں تا کہ ہم بھی اس سے استفادہ کریں۔

امام جواد علیہ السلام: اگر محرم نے حرم کے باہر بڑے پرندہ کا شکار کیا تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے، اگر حرم کے اندر کیا ہو تو دو بکری کفارہ، اگر پرندہ کے جوجہ کو حرم کے باہر شکار کیا تو وہ ایک بکری کا ایسا بچہ دے جو اس نے دودھ پینا چھوڑ دیا ہو، اگر حرم کے اندر شکار کیا تو اس کا کفارہ بکری کا بچہ ساتھ اس جوجہ کی قیمت بھی دے، اگر شکار حیوان وحشی ہو مثلاً جنگلی گدھا تو اس کا کفارہ ایک گائے ہے، شتر مرغ کے شکار کا کفارہ ایک اونٹ ہے ہرن کے شکار کا کفارہ ایک بکری ہے اگر ان حیوانات وحشی کو اس نے حرم کے اندر شکار کیا تو اس کا کفارہ دو برابر ہو جائے گا، اگر احرام عمرہ کا

ہے تو قربانی کو خانہ کعبہ تک پہنچانا پڑے گا اور قربانی مکہ میں ہوگی اور اگر احرام حج کا ہوگا تو قربانی منیٰ میں ہوگی، عالم مسئلہ و جاہل مسئلہ دونوں شکار کے کفارہ میں برابر ہیں، قصداً شکار کرنے میں کفارہ کے علاوہ گناہ بھی ہے دھوکے کے شکار میں گناہ نہیں ہے آزاد شخص کا کفارہ خود اسی کے ذمہ ہے غلام کا کفارہ مالک کو ادا کرنا پڑے گا، بالغ پر کفارہ واجب ہوتا ہے نابالغ پر کسی طرح کا کفارہ نہیں، پشیمان انسان آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور اصرار کرنے والے کو اس عذاب کا بھی سامنا کرنا پڑیگا۔

مامون آفرین اے ابوجعفر! خدا آپ کو خیر عطا فرمائے، اب آپ بھی یحییٰ سے سوال کریں جیسے آپ سے اس نے سوال کیا؟

امامؑ نے یحییٰ سے فرمایا: کیا سوال کروں؟

یحییٰ جیسا آپ چاہیں اگر معلوم ہوگا تو جواب دوں گا ورنہ آپ سے بہرہ مند ہوں گا۔

امامؑ نے فرمایا: بتایئے وہ عورت کونسی ہے جو صبح کے وقت ایک مرد پر حرام تھی دن چڑھے حلال ہوگئی وقت ظہر پھر حرام ہوگئی، وقت عصر پھر حلال ہوگئی، مغرب کے وقت پھر حرام ہوگئی، عشا کے وقت پھر حلال ہوگئی اور وقت صبح پھر حلال ہوگئی، یہ کیسی عورت ہے اور یہ حلال و حرام کیوں ہوئی؟

یحییٰ ابن اکثم نے کہا خدا کی قسم میں اس کا جواب نہیں جانتا اور حلال و حرام ہونے کا سبب بھی نہیں معلوم اگر صلاح ہو تو آپ ہی بہرہ مند فرمائیں۔

امام تقیؑ: یہ عورت کسی کی کنیز تھی غیر نے نظر ڈالی وہ حرام تھی جب دن چڑھے اس نے خرید لیا حلال ہوگئی، وقت ظہر آزاد کر دیا حرام ہوگئی، وقت عصر عقد کر لیا حلال ہوگئی وقت مغرب ظہار واقع ہوا حرام ہوگئی، وقت عشا کفارہ ظہار ادا کر دیا حلال ہوگئی، وقت شب طلاق دیدیا حرام ہوگئی، صبح رجوع کر لیا حلال ہوگئی۔

مامون نے حاضرین کی جانب رخ کر کے کہا کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جو سوال کا ایسا جواب دے سکے یا پہلے والے سوال کی تفصیل کو ایسے سنا ہو۔ سب نے کہا ہرگز نہیں امیر المومنین (مامون) اپنی افکار میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

مامون تم پر افسوس ہے یہ خاندان تمام لوگوں کے درمیان فضیلت و برتری سے مخصوص ہو گیا ہے ان کے لئے بچپن کمال و بلندی سے مانع نہیں ہے کیا تم کو علم نہیں کہ رسول خدا نے اپنی دعوت نبوت کو امیر المومنین علی ابن ابی

طالبؑ سے شروع کیا اور رسول خداﷺ نے اس کمسنی میں سوائے امام علیؑ کے کسی کو بھی دعوت اسلام نہیں دی اور حسن و حسین نے چھ سال سے کم عمر میں ان کی بیعت کی۔ رسول خدا نے اس سن میں ان دو کے علاوہ کسی سے بیعت نہیں لی؟

جو فضیلت ان کو حاصل ہے تم نہیں پا سکتے، جان لو کہ خدا نے ان کو اس سے مخصوص کیا ہے کہ ان میں سے بعض بعض سے ہیں جو کچھ ان کے آخر کیلئے ہے وہی سب ان کے اول کیلئے بھی ہے اہل مجلس نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے سچ کہا۔

پھر وہ سب اٹھ کر چلے گئے اور دوسرے دن امام ابوجعفرؑ اور دوسرے سب لوگ اسی جگہ حاضر ہوئے جہاں تمام حکومت کے افسر سردار وغیرہ لشکر خلیفہ کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ بھی مامون و امام کو عقد کی مبارک باد دینے کیلئے حاضر ہوئے وہاں چاندی کے تین طبق لائے گئے جو مشک و زعفران سے بنائے ہوئے گلدستہ سے پُر تھے اور گلدستہ میں چھوٹے چھوٹے پاپ کیطرح پتے لٹکائے گئے تھے اور ان میں کپڑے اموال سلطنتی عطیوں اور زمین و باغات کے حوالہ و تحریریں لکھی تھیں پھر مامون نے حکم دیا کہ ان گلدستہ کو ہر ایک کے سامنے پیش کیا جائے جس کے سامنے وہ گلدستہ جاتا وہ اس کو کھولتا اور حوالہ نکال کر مامون کے خزانہ دار کے پاس جاتا اور اپنا انعام دریافت کرتا دوسری طرف سے سونے کی تھیلیاں لاکر درمیان میں رکھی گئیں اور مامون نے افسروں اور لشکر کے سرداروں اور باقی لوگوں میں اسے تقسیم کیا۔ نتیجہ میں تمام حاضرین اس مجلس سے وقتی ثروتمند ہو کر نکلے۔ اسی طرح سے مامون نے فقرا، مساکین کو صدقات دیئے اس دن کے بعد سے ہمیشہ مامون امام جوادؑ کی عزت اور تکریم کرتا، ان کو اپنی اولاد اور اپنی خاندان سے بھی ہر جگہ مقدم رکھتا۔

منقول ہے کی مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد امام جوادؑ سے کرنے کے بعد ایک دن ایک نشست میں امامؑ کی حاضری میں یحیٰ ابن اکثم اور بہت سے لوگ جمع تھے۔ یحیٰ ابن اکثم نے کہا اے فرزند رسول اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے کہ ایک دن جبرئیل امین رسول اسلام پر نازل ہوئے اور کہا:

اے محمدﷺ! خداوند عالم بعد سلام فرماتا ہے کہ ابوبکر سے پوچھئے کہ کیا وہ مجھ سے راضی ہے حالانکہ میں اس سے راضی ہوں۔

امام جوادؑ: میں ابوبکر کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں لیکن اس حدیث کے راوی پر واجب ہے کہ اس حدیث کا

رسول کی دوسری حدیث سے موازنہ اور مقابلہ کرے کیوں کہ رسول اسلام ﷺ نے آخری حج کے سفر میں ارشاد فرمایا: مجھ پر جھوٹ کی کثرت ہوگئی ہے اور میرے بعد مزید اضافہ ہوتا جائے گا پس جو بھی عمداً مجھ پر جھوٹ کا الزام لگائے گا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے گا اور فرمایا: جب میری کوئی حدیث تم تک پہنچے تو اسے کتاب خدا اور سنت پیغمبر میں پیش کرو جو حدیث ان دونوں کے موافق ہو اسے لے لو اور جو ان دونوں کے مخالف ہوں اسے ترک کر دو جو حدیث تو نے نقل کی ہے وہ کتاب خدا کے موافق نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (سورہ ق، آیت ۱۶)

ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے نفس کے وسوسہ کو بھی ہم جانتے ہیں اور ہم رگ گردن سے زیادہ اس سے قریب ہیں۔ تمہاری حدیث کی بناء پر ابوبکر کی خوشی اور ناراضگی خدا پر مخفی تھی اور اس نے ان کے چھپے ہوئے راز کا سوال کیا؟ یہ مطلب محال عقلی ہے۔

یحی ابن اکثم: حدیث رسول ہے کہ ابوبکر اور عمر کی مثال زمین میں جبرئیل اور میکائیل کی مثال آسمان کیطرح ہے۔

امام جوادؑ: یہ مطلب بھی قابل غور ہے کیوں کہ جبرئیل و میکائیل دو مقرب فرشتے ہیں جنھوں نے ہرگز ہرگز پروردگار کی معصیت نہیں یہاں تک وہ ایک لحہ کے لئے بھی اطاعت خدا سے جدا نہیں ہوئے لیکن ابوبکر و عمر بہت دنوں تک مشرک تھے اگر چہ بعد میں ایمان لائے پس ان کی زیادہ عمر شرک میں گذری لہذا ان دونوں کی ان دونوں سے تشبیہ محال ہے۔

یحی ابن اکثم: آپ اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ صرف (ابوبکر و عمر) وہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں؟

امام جوادؑ: یہ حدیث بھی محال ہے کیوں کہ تمام اہل جنت جوان ہوں گے ان میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا یہ بنی امیہ کی جعلی حدیث ہے جو انھوں نے رسول اسلام کی اس حدیث کے مقابلہ میں بنائی ہے کہ حسن و حسینؑؒ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یحی ابن اکثم: یہ بھی حدیث ہے کہ عمر ابن خطاب بہشت کا چراغ ہے؟

امام جوادؑ: یہ حدیث بھی محال ہے کیوں کہ جنت میں تمام ملائکہ مقرب تمام انبیاء و مرسلین اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے تو کیا ان سے جنت منور نہیں ہوگی کہ پھر عمر کے نور کی ضرورت ہو۔

یحی ابن اکثم: سکون و آرام عمر کی زبان سے جاری ہوتا ہے اس حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے؟

امام جوادؑ: میں عمر کی فضیلت کا منکر نہیں لیکن ابوبکر عمر سے افضل تھے اور انھوں نے منبر پر اعلان کیا میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر عارض ہوتا ہے جب میں منحرف ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔

یحی ابن اکثم: رسول خدا ﷺ سے منقول ہے کہ اگر میں نبوت پر مبعوث نہ ہوتا تو عمر بھیجے جاتے؟

امام جوادؑ: کتاب خدا اس حدیث سے زیادہ سچی ہے خدا کا ارشاد ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے ان کا پیمان لیا اور تم سے اور نوح سے جو عہد و پیمان خدا نے انبیاء سے لیا کیسے ممکن ہے کہ اس کو تبدیل کر دے اور انبیاء میں سے کسی نے بھی ایک لحہ کے لئے بھی خدا کا شریک نہیں بنایا۔ لہذا کیسے ہو سکتا ہے کہ جو عمر مشرک رہا ہو وہ نبوت پر مبعوث ہو جائے اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت نبی تھا جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

یحی ابن اکثم: رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جب کبھی وحی منقطع ہو جاتی تو مجھے گمان ہوتا کہ آل خطاب پر نازل ہوگئی؟

امام جوادؑ: یہ بھی محال ہے کیوں کہ جائز نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنی نبوت میں شک کریں خداوند متعال نے فرمایا ہے کہ اللہ نے ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے (سورۂ حج، آیت ۷۵)

پس کیسے ممکن ہے کہ نبوت خدا کے منتخب شدہ فرد سے مشرک کی طرف منتقل ہو جائے۔

یحی ابن اکثم: رسول اسلام ﷺ سے منقول ہے کہ اگر عذاب خدا نازل ہو جائے تو صرف عمر نجات پائیں گے؟

امام جوادؑ: یہ بھی محال ہے کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے کہ خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تم ان کے درمیان ہو گے خدا ان کو معذب نہیں کریگا درانحالیکہ وہ توبہ و استغفار کرتے ہوں (سورۂ انفال، آیت ۳۳)

اس آیت میں خدا نے خبر دی کہ جب تک رسول خدا ﷺ اور توبہ کرنے والے ہوں خدا ان پر عذاب نہیں کرے گا۔

عبدالعظیم ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جوادؑ سے عرض کیا میرے مولا! میری آرزو یہ ہے کہ اہل بیت محمد میں سے جو قائم ظلم و ستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کریگا وہ قائم آپ کی ذات ہوگی۔

امامؑ نے فرمایا: ہم میں سے ہر ایک امر خدا کا قائم کرنے والا اور اس کے دین کی ہدایت کرنے والا ہے لیکن

جس قائم کے ذریعہ خداوند عالم کافرین ومنکرین کے وجود کی نجاست سے زمین کو پاک کرکے عدل وانصاف سے پر کرے گا وہ شخص ہوگا کہ جس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ اور اس کی شخصیت ان سے پنہاں ہوگی اور اس کا نام لینا حرام ہوگا، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا ہمنام اور ہم کنیت ہوگا اس کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی ہر مشکل اس کی خاطر آسان ہوگی، اس کے اصحاب کی تعداد اہل بدر کیطرح تین سو تیرہ ہوگی جو زمین کے دورترین علاقہ سے آکر اس کے گرد جمع ہوں گے اور یہی خدا کا قول ہے۔ تم جہاں بھی ہو گے خدا تم کو جمع کردیگا بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے (سورۂ بقرہ، آیت ر ۱۴۸) جس وقت مخلص افراد کی یہ تعداد جمع ہوجائے گی خدا اپنے امر کو ظاہر کریگا اور جب عقد یعنی دس ہزار آدمی کی تعداد مکمل ہوجائے گی تو خدا کی اذن واجازت سے قیام کرے گا اور اتنے دشمنان خدا کو قتل کرے گا کہ خدا راضی ہوجائے گا۔

عبدالعظیم نے کہا میں نے حضرت سے عرض کیا میرے سردار وہ کیسے سمجھیں گے کہ خدا راضی وخوش ہوگیا؟

امام جواد علیہ السلام نے فرمایا: خدا ان کے دل میں رحمت ڈال دے گا اور جب وہ مدینہ آئے گا تو لات وعزیٰ کو نکال کر دونوں کو آگ میں جلائے گا۔

امام علی نقی ہادی علیہ السلام کا احتجاج

امام علی نقی علیہ السلام سے بذریعہ نامہ درباہ توحید سوال کیا گیا کہ کیا خدا ہمیشہ ایک تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہیں تھی پھر اس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور اپنے لئے اسماء انتخاب کیا اور ہمیشہ اسماء وحروف اس کے ساتھ قدیم سے تھے؟

امام نقی علیہ السلام نے خط کے جواب میں تحریر کیا خداوند عالم ہمیشہ سے موجود تھا پھر جو اس نے ارادہ کیا ہوگیا، اس کے ارادہ کا نہ کوئی مخالف ہے اور نہ اس کے حکم کی کوئی عیب جوئی کرنے والا ہے، وہم کرنے والوں کے اوہام بے راہ ہوگئے، تیز نظر والوں کی نگاہ قاصر ہوگئی، وصف کرنے والوں کے وصف فنا ہوگئے، اہل باطل کی باتیں اس کی حیرانی کی شان وشوکت کے درک سے یا اس کے مرتبہ بالا کی دستیابی سے نابودی وتباہی کو پہنچ گئی وہ اس منزل پر ہے کہ کوئی انتہا نہیں اور اس مقام میں ہے کہ جس پر اشارہ وعبادت کے ذریعہ آنکھ نہیں پہنچ سکتی۔

احمد ابن اسحاق نے ہم سے بیان کیا میں نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت مبارک میں خط لکھا اور ان سے رؤیت خدا اور لوگوں کے طرز تفکر کے بارے میں سوال کیا؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا جب تک دیکھنے والے اور دیکھی جانے والی شے کے درمیان ہوا نہ ہو کہ جس سے نگاہ عبور کرے رؤیت محقق نہیں ہوتی اور جب ہوا منقطع ہوجائے اور نور نابود ہو تو رؤیت صحیح نہیں ہے اور رائی ومرئی کے درمیان روشنی کے اتصال کے ضروری ہونے میں خطاو غلطی ہونا لازم ہے اور خداوند متعال خطاواشتباہ سے پاک ومنزہ ہے پس ثابت ہوگیا کہ آنکھوں سے اس کا دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ کہ اس سے اسباب کا مسببات سے اتصال لازم آئے گا۔

عباس ابن بلال کہتا ہے کہ میں نے امام ہادی علیہ السلام سے آیت ہ اللّٰہ نور السموات والارض ہ اللہ زمین وآسمان کا نور ہے، کے بارے میں سوال کیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمام اہل آسمان وزمین کا ہدایت کرنے والا ہے۔

اہل اہواز نے امام ہادی علیہ السلام سے خط لکھ کر جبر وتفویض کے بارے میں سوال کیا امام علیہ السلام نے اس کا جواب اس انداز سے دیا کہ تمام امت نے بدون اختلاف اجماع کیا ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک قرآن بغیر کسی شک و تردید کے حق ہے اور تمام اہل اسلام اجتماعی طور پر اس کے موافق ہیں اور اس کی آیات کی تصدیق کی بنا پر ہدایت

یافتہ ہیں کیوں کہ فرمان نبوی ہے کہ تیری امت کسی ضلالت وگمراہی پر اجماع نہیں کرے گی۔ رسول اسلام ﷺ نے اس حدیث کے ذریعہ سمجھایا کہ امت بغیر اختلاف جس پر اجماع کرے وہ فقط حق ہے اور حدیث کے معنی یہی ہیں نہ وہ جس کی بے عقل لوگ تاویل کرتے ہیں اور نہ وہ جھوٹی حدیث اور خرافاتی روایت جس کو معاندین و مخالفین نے ابطال قرآن کیلئے پکڑ رکھا ہے اور قرآن کی نص صحیح کی مخالفت کر کے اپنی ہلاک کرنے والی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور قرآن کی واضح وروشن آیات کی بھی تحقیق کرتے ہیں ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم کو راہ صواب وہدایت کی توفیق عطا کرے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: جب قرآن کی کوئی آیت کسی حدیث کی تصدیق وتحقیق کردے تو اس حدیث کا منکر گروہ کسی جھوٹی حدیث سے اس کا تعارض کرتا ہے انھوں نے اس انکار اور دفع قرآن سے لوگوں کو گمراہ وکافر بنادیا جس صحیح ترین حدیث کی قرآن سے تحقیق ثابت ہوتی ہے وہ اجماعی حدیث ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا:

میں تمہارے لئے اپنی جگہ دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت اگر تم ان دونوں سے متمسک ہوگے ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے اور بغیر حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے، جدا نہیں ہوں گے۔

یہی حدیث دوسرے لفظوں میں اسی معنی کے ساتھ پیغمبر اسلامﷺ سے منقول ہوئی ہے کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیتؑ اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے جب تک تم ان دونوں سے متمسک ہوگے گمراہ نہیں ہو گے۔ ہم اس حدیث کے تمام شواہد نص قرآن میں پاتے ہیں مثلاً آیت ولایت بس تمہارے ولی وسرپرست خدا و رسول اور وہ اہل ایمان جو قیام نماز کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں (سورہ مائدہ، آیت ۵۵)

علماء کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ جس مومن نے حالت رکوع میں زکاۃ دی وہ امیر المومنین امام علیؑ ہیں، منقول ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنی انگوٹھی حالت رکوع میں صدقہ دی خدا نے ان کی قدردانی میں اس آیت کو نازل کیا پھر اس کی تائید میں نبی اکرمﷺ کی یہ حدیث بھی ہے "من کنت مولا فهذا علی مولا" خدایا علیؑ کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھ، دوسری حدیث بھی ہے کہ علیؑ میرے قرض کو ادا کریں گے اور میرے وعدہ کو وفا کریں گے اور وہی میرے بعد تم پر خلیفہ ہوں گے اور جب رسول نے مدینہ والوں پر علی کو خلیفہ بنایا تو آپ نے کہا یا رسول اللہﷺ! آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑے جا رہے ہیں،

اس کے جواب میں رسول اسلامﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کیلئے ہارون تھے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ہم نے دیکھا کہ قرآن روایات کی تصدیق اور ان شواہد کے واضح ہونے کی قرآن نے گواہی دی چونکہ یہ روایات موافق قرآن ہیں لہذا ان کا اقرار امت پر لازم ہے اور قرآن بھی ان احادیث کے موافق وسازگار ہے۔ جب ہم نے قرآن واحادیث کو دوسرے دلائل کے موافق ومؤید پایا تو ان احادیث پر عمل کرنا سب پر واجب ولازم ہے سوائے اہل عناد وفساد کے کوئی اس سے سرکشی نہیں کرے گا۔

پھر امام ہادیؑ نے فرمایا: ہماری اصل گفتگو اور مقصد جبر وتفویض اور ان دونوں کی تشریح کرنا تھا، اس مقدمہ کے بیان کرنے کا مقصد اپنے بیانات ودلائل کو قرآن وحدیث سے مطابقت کرنا ہے تاکہ وہ ہماری مراد کی دلیل بن جائیں اور ہمارے بیانات مضبوط ہو جائیں یہ سب بخواست خدا ہے۔

پھر امام ہادیؑ نے فرمایا: جب امام صادقؑ سے جبر وتفویض کے مسئلہ میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا کہ (نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ امر وحکم ان دونوں کے درمیان ہے) ایک شخص نے پوچھا اے فرزند رسول خدا! ان کے مراتب کیسے ہیں۔

امام ہادیؑ (اس مسئلہ جبر وتفویض میں) عقل کی سلامتی راہ کی آزادی اور کافی زیادہ وقت اور درپیش سفر توشہ راہ اور انجام کار پر شخص کی تحریک کے وسیلہ وغیرہ کی شمولیت بھی درکار ہیں۔ یہ پانچ چیزیں ہیں کسی بندہ میں کوئی ایک مفقود ہو تو اسی کمی کی نسبت اس کی تکلیف ساقط ہوگی، میں ان تین ابواب جبر، تفویض، منزل بین منزلتین میں سے ہر ایک کیلئے مثال دوں گا تاکہ تلاش حقیقت کرنے والے کا ذہن اس کے معنی سے نزدیک ہو جائے اور شرح کی تحقیق کرنا آسان ہو جائے اور وہ بھی ایسے کہ آیات قرآنی بھی اس کی تصدیق وتائید کریں اور توفیق وعصمت خدا کے ساتھ ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: جبر وہ عقیدہ ہے جس کے معتقدین قائل ہیں کہ خدائے عزیز وجلیل نے بندوں کو گناہ پر مجبور کیا ہے اور اسی حال میں ان پر عذاب بھی کرتا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس نے خدا کو اس کے حکم میں ظلم سے منسوب کیا اور اس کی تکذیب کی ہے اور اپنے عقیدہ سے کلام خدا کی بھی رد کی ہے کہ خدا کا ارشاد ہے: تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ تمہارے ہاتھوں سے پہلے کی بھیجی ہوئی چیزوں کی سزا ہے اور بیشک

اللہ بندوں پر ستم کرنے والا نہیں ہے۔ اس طرح کی بہت سی آیات ہیں۔

پس جو گمان کرے کہ وہ گناہ پر مجبور ہے اور اپنے گناہ کو خدا کیطرف پلٹائے اور اپنے عذاب گناہ میں اس کو ظلم و ستم سے نسبت دے اور اس کو ستمگار سمجھے اس نے قرآن کو جھوٹا شمار کیا اور جس نے قرآن کی تکذیب کی وہ اجماع امت کے مطابق کافر ہو گیا۔

عقیدۂ جبر کی مثال دی جاتی ہے کہ ایک شخص ایک ایسے غلام کا مالک آقا ہے جسے نہ خود اپنا کوئی اختیار ہے اور نہ اس کے پاس کوئی مال دنیا ہے اور اس کا ارباب بھی جانتا ہے ارباب یہ سب جانتے ہوئے بھی غلام کو حکم دیتا ہے کہ بازار جا کر فلاں سامان لے آؤ لیکن اس شے کی قیمت نہیں دیتا اگرچہ ارباب کو خود علم ہے کہ تمام اشیاء کا کوئی مالک ہے جو بغیر قیمت دیئے ہوئے چیز اٹھانے نہیں دے گا اور مالک نے خود اپنی تعریف عدل وانصاف سے کی ہے اور اپنے کو حکیم وغیر ظالم سمجھتا ہے اور سامان واشیاء نہ لینے کی صورت میں اپنے غلام کو سزا کی دھمکی دیتا ہے۔ لہذا جب غلام سامان کیلئے بازار گیا تو کوئی بھی صاحب مال بغیر قیمت کچھ بھی نہیں دیتا اور خود غلام کے پاس قیمت نہیں، لامحالہ ناامید اور خالی ہاتھ اپنے مالک کیطرف واپس آتا ہے پھر مالک غصہ کرتا ہے اور اس کو سزا دیتا ہے، اس صورت میں وہ جس نے اپنا تعارف حکمت اور عدل وانصاف سے کرایا وہ ستم گار اور باطل پرست ہے، اگر اس مجازات اور حکمت کی نفی نہ کرے، خدائے عظیم: بیان کرنے والوں کی بزرگی سے بھی بزرگ وبرتر ہے۔

پھر عالم (لقب امام علیہ السلام) نے ایک طولانی گفتگو کے بعد فرمایا کہ امام صادق علیہ السلام نے جس تعویض کو باطل قرار دیا اور اس کے معتقدین کو خطا کار جانا ہے وہ عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے امر ونہی کا اختیار بندے کے سپرد کر دیا ہے اور اس نے ان کے حوالہ کر دیا۔

اس بارے میں یہ ایک دقیق کلام ہے۔ جس کی دقت وگہرائی تک سوائے عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ائمہ ہدی کے کوئی نہیں پہنچ سکتا، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اگر اللہ نے بندوں کے اختیار بطور تفویض خود ان کے حوالہ کر دیا تھا تو ان کے تمام اختیار کئے ہوئے معاملات و اعمال کو اسے قبول کرنا چاہئے اور ان کو ثواب کا استحقاق بھی ہونا چاہئے اور اس صورت میں ان کی کسی سرکشی وسرپیچ پر کوئی عذاب نہیں ہونا چاہئے اس کلام کے دو معنی پیدا ہوتے ہیں۔

اول: بندوں نے خدا کے خلاف احتجاج کیا اور اس کو اپنی رائے ونظریہ کے اختیار کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا

ہے، اس صورت میں خواہ نخواہ خدا کی سستی وکمزوری لازم آتی ہے۔

دوم: خداوند عالم ان کو امر ونہی پر آمادہ کرنے سے عاجز ہے لہذا اس نے اپنے امر ونہی کو ان کے حوالہ کر دیا اور ان کے مقصد کے مطابق کو مان لیا، اس وقت اپنی مرضی سے ان کو آمادہ نہیں کر سکا اسی وجہ سے اس نے کفر وایمان کا اختیار انھیں بندوں کو دے دیا ہے، اس کی مثال اس آدمی کی ہے کہ جس نے ایک غلام خریدا تا کہ وہ اس کی خدمت کرے اور اس کی سرپرستی کا قائل ہو اور اس کے دستورات وفرامین کی پیروی کرے اور خود مالک قاہر، عزیز وحکیم کا مدعی ہے اور اپنے غلام کو امر ونہی بھی کرتا ہے اور اپنی پیروی کی صورت میں اس سے بہت ثواب کا وعدہ کیا ہو اور نافرمانی کی صورت میں دردناک سزا سے ڈرایا بھی ہو لیکن غلام اپنے مالک کی مرضی کی مخالفت کرے اور اس کے دستورات کی خلاف ورزی کرے خلاصہ یہ ہے کہ اپنے مالک کے امر ونہی کی کوئی پرواہ نہ کرے بلکہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرے اور اپنے ارادہ کی پیروی کرے، اس حال میں مالک بھی اپنی مرضی ودستورات کی اطاعت کی پروا نہ کر سکتا ہو، نتیجہ میں وہ امر ونہی اپنے غلام کے سپرد کر دے اور غلام اپنی مرضی سے کام کرے نہ مالک کی مرضی سے پھر ایک بار مالک اپنے غلام کو ایک کام کی انجام دہی کی خاطر بھیجتا ہے اور غلام اپنے مالک کی مرضی کے خلاف دوسرے کام کیلئے چلا جاتا ہے اور اپنی مرضی کی پیروی کرتا ہے پھر جب وہ اپنے مالک کے پاس واپس آتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ وہ میرے حکم کے خلاف چیز لایا ہے اور وہ پوچھے کہ تم نے میرے حکم کی کیوں خلاف ورزی کی تو غلام جواب دیتا ہے کہ میں نے اس اختیار پر اعتماد کیا جو آپ نے مجھے دیا تھا اس لئے میں نے اپنی خواہش کی پیروی کی کیوں کہ شخص مختار بلا مانع ہے، اس لئے تفویض وتخطیر محال ہے۔

پھر امام ہادی علیہ السلام نے فرمایا: اس بناء پر جو مانے کہ خداوند عالم نے اپنے امر ونہی کی قبولیت بندوں کے سپرد کر دی ہے تو اس نے خدا کیلئے عجز ومجبوری ثابت کیا اور ہر عمل ہر چیز کی قبولیت اس کیلئے واجب کر دی اور اس نے خدا کے امر ونہی کو باطل کر دیا ہے۔

پھر امام ہادی علیہ السلام نے فرمایا: بیشک میرا یہ اعتقاد ہے کہ بندوں کو اپنی قدرت سے خلق کیا اور ان سب کو طاقت بخشی تا کہ اس قوت کے ساتھ امر ونہی کی رعایت کرتے ہوئے اس کی پرستش واطاعت کریں اور خدا نے خود اسے ان کیلئے پسند کیا ہے اور ان کو ایسی معصیت سے روکا ہے۔ گنہ گاروں کی مذمت کی ہے اور ان پر عذاب کرے گا اور امر ونہی کا اختیار خدا ہی کو ہے، جو چاہے انتخاب کرے اور اس کا حکم دے اور جو ناپسند ہو اس سے روکے اور سزا دے، اس نے

جو قدرت اپنے بندوں کو دی ہے بندے اسی سے اس کے حکم کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کریں کیوں کہ وہ خود عادل ہے اور انصاف وحکومت اسی سے ہے، اس نے عذر آشکار کر کے اور انجام کار سے ڈرا کر اپنی حجت تمام کر دی ہے اور انتخاب اسی کے ساتھ ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کرتا ہے۔

ایک مرتبہ اس نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کیا اور اس نے اپنی مخلوق کی جانب ان کو رسول بنا کر بھیجا اگر اس نے اپنے امور کا اختیار اپنے بندوں کے حوالے کر دیا ہوتا، تو قریش کے لوگوں کو امیہ بن ابی الصلت ابو مسعود ثقفی کا انتخاب کرنا درست ہوتا کیوں کہ وہ دونوں ان کے نزدیک محمد عربی سے بہتر تھے اسی لئے انھوں نے کہا کہ یہ قرآن ان دو بڑے لوگوں (مکہ سے ولید ابن مغیرہ اور طایف سے ابو مسعود جو مال ومقام کے لحاظ سے مشہور تھے) پر کیوں نہیں نازل ہوا، اس بیان کا مقصود قول بین قولین بحث دو کلام میں ہے، جبر وتفویض میں نہیں ہے۔ اسی مضمون کے کچھ مطالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اس وقت بیان کئے جب عبایہ ابن ربعی نے آپ سے استطاعت کے بارے میں سوال کیا تھا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عبایہ بتاؤ استطاعت وقدرت کا تو خود تنہا مالک ہے یا تم اور خدا دونوں؟ عبایہ ساکت رہ گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عبایہ بولو، اس نے کہا اے امیر المومنین علیہ السلام! کیا کہوں، اگر آپ نے کہا ہوتا کہ میں اور خدا مالک ہیں یا تو آپ کو قتل کر دیتا، اگر آپ کہتے کہ صرف تنہا بغیر خدا پھر بھی میں آپ کو قتل کر دیتا۔

اس نے کہا اے امیر المومنین علیہ السلام! میں اب کیا کہوں؟

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: تم کہو کہ تم اجازت خداوندی سے اس استطاعت کے مالک ہو اب اگر خدا تیرے علاوہ کسی کو بھی اس کا مالک بناتا ہے اگر وہ اس کا اختیار تمہارے سپرد کر دے تو یہ اس کی عطا وبخشش ہے اور اگر محروم کر دے تو یہ اس کا امتحان ہے کیوں کہ وہ اس شے کا مالک ہے جس کا اختیار تم کو بخش دیا اور اس پر بھی جس پر تم کو قدرت مند بنا دیا، کیا تم نے نہیں سنا کہ لوگ جب ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' کہتے ہیں تو اس کا مقصد خداوند عالم سے قوت وطاقت کی طلب ہوتی ہے؟

عبایہ نے کہا: اے امیر المومنین علیہ السلام! اس کی تاویل کیا ہے؟ امام علی علیہ السلام ہمارے لئے معصیت خدا سے بچنے کی کوئی طاقت نہیں ہے سوائے خدا کی حفاظت ونگہداری کے سوائے خدا کی مدد ویاوری کے ہمارے پاس اطاعت خدا کی

کوئی طاقت نہیں ہے۔

راوی: کہتا ہے یہ باتیں سن کر عبایہ اٹھا اور امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں اور قدموں کا بوسہ لینے لگا۔

پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے خدا کے فرمان کے شواہد پیش کئے جیسے اور ہم یقیناً تم سب کا امتحان لیں گے تا کہ یہ دیکھیں کہ تم میں جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون ہیں اور اس طرح تمہارے حالات کو باقاعدہ جانچ لیں (سورۂ محمد، آیت/۲۹) پھر سورۂ اعراف، آیت/۱۸۲) میں فرمایا جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہم انھیں عنقریب اس طرح گرفتار کریں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا ﴿أن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُم لا يُفتَنُونَ﴾ (سورۂ عنکبوت، آیت/۲)

وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا ﴿وَلَقَد فَتَنَّا سُلَيمَانَ﴾

اور ہم نے سلیمان کا امتحان لیا ﴿قَالَ فَإنَّا قَد فَتَنَّا قَومَكَ مِن بَعدِكَ وَأضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ (سورۂ طہ، آیت/۸۵)

اور ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا تو موسیٰ نے کہا ﴿إن هِيَ إلَّا فِتنَتُكَ﴾ پروردگارا! یہ سوائے تیرے امتحان کے کچھ نہیں ہے ﴿لِيَبلُوَكُم فِيمَا آتَاكُم﴾ (سورۂ آیت ۴۷) اپنے دیئے ہوئے قانون سے تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے ﴿ثُمَّ صَرَفَكُم عَنهُم لِيَبتَلِيَكُم وَلَقَد عَفَا عَنكُم وَاللهُ ذُو فَضلٍ عَلَى المُؤمِنِينَ﴾ (سورۂ عمران، آیت/۱۵۲)

اس کے بعد تم کو ان کفار سے پھیر دیا تا کہ تمہارا امتحان لیا جائے فرمایا پھر ہم نے ان کو اسی طرح آزمایا جس طرح باغ والوں کو آزمایا تھا (سورۂ قلم، آیت/۴)

تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے حسن عمل کے اعتبار سے بہتر کون ہے (سورۂ ملک، آیت/۲)

(اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند کلمات سے آزمایا (سورۂ بقرہ، آیت/۱۲۴) اگر خدا چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لیتا لیکن وہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزماتا ہے (سورۂ محمد، آیت/۴) پھر امام علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب آیات قرآن مجید میں امتحان وآزمائش کے معنی میں موجود ہیں۔

امام ہادی علیہ السلام نے فرمایا:

اگر وہ لوگ کہیں کہ خدا کے اس قول (جسے چاہتا ہے خدا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے منزل ہدایت

تک پہنچادیتا ہے) پر کیا دلیل ہے؟

ہم کہیں گے کہ اس آیت کے دو معنی ہیں معنی اول اس سے اس نے اپنی قدرت کا اعلان کیا ہے یعنی وہ ہر شخص کی گمراہی وہدایت پر قدرت وطاقت رکھتا ہے، اگر وہ اپنی قدرت سے دونوں میں سے ایک پر جبر وزبردستی کرے تو نہ ان کو ثواب ملے گا اور نہ ہی عقاب جیسا کہ میں نے خط کے جواب میں وضاحت کی ہے۔

معنی دوم ہدایت خدا سے مراد اس کی راہنمائی ہے جیسے کہ آیت (اور قوم ثمود کو بھی ہم نے ہدایت دی لیکن انھوں نے گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں زیادہ پسند کیا (سورۂ فصیلت، آیت ر۱۷)

اور ایمان نہیں کہ ہر متشابہ ومبہم آیت ان آیات محکم پر حجت ودلیل بن سکیں جس کی تحصیل وتقلید کا حکم دیا گیا ہے اور بر بنا، قول خدا (کہ اس نے آپ پر کتاب نازل کی جن میں سے کچھ آیات محکم واضح ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ ہیں اب جن کے دلوں میں کجی ہے وہ انھیں متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور اپنی من مانی تاویلیں کریں (سورہ آل عمران، آیت ر۷)

خداوند عالم نے فرمایا: اے رسول! آپ میرے بندوں کو بشارت دیدیجئے جو باتوں کو سنتے اور جو بات اچھی ہوتی ہے اس کا اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحبان عقل ہیں (سورہ زمر، آیت ر۱۸)

میں امید وار ہوں کہ خدا ہم کو اور تم کو اس کی توفیق دے جو اس کی رضایت وخشنودی کا سبب ہو اور کرامت و تقرب سے نزدیک فرمائے اور اس کی طرف رہنمائی فرمائے جو ہمارے اور تمہارے لئے خیر وباقی رہنے والی ہو کیوں کہ صرف وہی ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے حکیم وجواد اور مجید ہے۔

ابو عبداللہ زیادی کہتا ہے کہ جس زمانہ میں متوکل عباسی مسموم ہوا تھا اس نے خدا سے نذر کی تھی کہ اگر شفا دے تو میں مال کثیر صدقہ دوں گا جب وہ تندرست ہوگیا اور شفا ہوگئی تو وفائے نذر کیلئے مال کثیر کے بارے میں فقہاء سے دریافت کیا ان کے درمیان اختلاف ہوگیا کسی نے کہا ایک ہزار درہم کسی نے دس ہزار درہم کسی نے ایک لاکھ درہم معین کیا۔

متوکل کے دربان حسن نے کہا اے امیر المومنین! لوگوں میں سے ایک ہی شخص ہے جو صحیح جواب دے سکتا ہے اگر میں اسے لاؤں تو آپ اس کے عوض مجھے کیا دیں گے؟

متوکل نے کہا اگر تو نے سچ کہا تو دس ہزار درہم دوں گا ورنہ سو کوڑے ماروں گا۔ دربان نے کہا قبول ہے پھر وہ

امام ہادیؑ کے پاس آیا اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ امامؑ نے فرمایا: وہ اسی درہم صدقہ دے وہ متوکل کے پاس واپس آیا اور وہی جواب بتایا۔ متوکل نے کہا ان سے اس کی دلیل پوچھو؟

وہ دوبارہ امامؑ کے پاس آیا اور دلیل پوچھی امامؑ نے فرمایا:

خداوند عالم نے اپنے پیغمبر سے فرمایا: بیشک اللہ نے بہت سے میدان جنگ میں تمہاری مدد کی (سورۂ توبہ، آیت ر۲۵)

ہم نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میدان جنگ کو شمار کیا وہ اسی (۸۰) جنگیں ہیں۔ حاجب متوکل کے پاس آیا اور اس کو باخبر کیا متوکل خوش حال ہوا، اس کو دس ہزار درہم عطا کیا۔

جعفر ابن رزق اللہ کہتا ہے کہ ایک مرد نصرانی نے ایک مسلمان عورت سے زنا کا ارتکاب کیا اسے متوکل کے پاس لائے جب حد جاری ہونے کو سنا تو مسلمان ہوگیا۔

یحیٰ ابن اکثم نے کہا کہ اس کے ایمان نے اس کے شرک وافعال قبلی کو ختم کردیا، بعض نے کہا اس پر تینوں حد جاری ہوگی بعض نے کچھ کہا بعض نے کچھ کہا، متوکل نے حکم دیا کہ امام ابوالحسن علی نقیؑ سے خط لکھ کر پوچھو۔

امام ہادیؑ نے صرف خط پڑھا اور لکھ دیا کہ اسے اتنے کوڑے مارے جائیں کہ مر جائے۔

یحیٰ نے نہیں مانا اور مقام عسکر کے فقہاء نے بھی انکار کیا ان لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ان سے اس کی علت پوچھئے کیوں کہ نہ قرآن نے اس بارے میں کچھ بیان کیا اور نہ سنت رسول میں کچھ موجود ہے۔

متوکل نے امامؑ کے پاس لکھا کہ تمام فقہا اس مسئلہ کے منکر ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس بارے میں نہ کوئی آیت ہے نہ کوئی سنت رسول، لہذا آپ بیان فرمائیں کہ کیوں اسے اتنے کوڑے مارے جائیں کہ وہ مر جائیں؟

پس امام ہادیؑ نے جواب تحریر کیا کہ ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ..﴾ جب انھوں نے ہمارے سخت عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جن باتوں میں شرک کیا کرتے تھے سب کا انکار کر رہے ہیں تو عذاب کے دیکھنے کے بعد کوئی ایمان کام آنے والا نہیں تھا (سورۂ غافر، آیت ر۸۴۔۸۵)

پھر متوکل نے حکم دیا اس مجرم نصرانی کو اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔

یحیٰ ابن اکثم نے عالم اہلبیت امام ہادیؑ سے اس آیت ﴿سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾ اگر

روئے زمین تمام قلم بن جائیں اور سمندر کا سہارا دینے کیلئے سات سمندر اور آ جائیں تو بھی کلمات الٰہی تمام ہونے والے نہیں ہیں (سورۂ لقمان، آیت ر۲۷)

کے بارے میں سوال کیا کہ وہ سات دریا کون ہیں اور کلمات الٰہی کیا ہیں؟

امام ہادیؑ نے فرمایا: چشمہ کبریت، چشمہ یمن، چشمہ برہوت، چشمہ طبریہ، چشمہ آب گرم ماسیدان، چشمہ آب گرم آفریقا، چشمہ باحروان؛ ہم وہ کلمات خدا ہیں کہ ہمارے فضائل کو درک نہیں کیا جا سکتا اور نہ وہ ختم ہو سکتے ہیں۔

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں: میرے بابا امام علی نقیؑ کو معلوم ہوا کہ ایک شیعہ فقیہ و عالم نے اپنی دلیل سے ایک ناصبی کو لاجواب کر دیا وہ بھی ایسے کہ اس کی رسوائی بالکل ظاہر ہو گئی۔ ایک دن وہی فقیہ خدمت امام ہادیؑ میں حاضر ہوا وہاں بہت دور تک توشک بچھی ہوئی تھی وہ توشک کے باہر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے چاروں طرف کچھ علویان اور بنی ہاشم جمع تھے امامؑ نے اس فقیہ کو بار بار آگے آنے کیلئے کہا یہاں تک کی توشک پر جگہ دی اور انھیں کیطرف اپنا رخ کیا۔ نشست میں بیٹھے ہوئے بزرگوں کو یہ عمل بڑا لگا، علویوں نے تو کچھ نہیں کہا لیکن ہاشمی بزرگوں نے کہا:

اے فرزند رسول خدا آپ ایسے عام لوگوں کو سادات بنی ہاشم اور اولاد ابو طالب و بنی ہاشم پر فوقیت دے رہے ہیں؟

امام ہادیؑ نے فرمایا: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا تھوڑا سا حصہ دیا گیا کہ انھیں کتاب خدا کی طرف فیصلہ کے لئے بلایا جاتا ہے تو ایک فریق مکر جاتا ہے اور وہ بالکل کنارہ کشی کرنے والے ہیں (سورۂ آل عمران، آیت ر۲۳)

کیا تم حکم قرآن پر راضی ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں

امام ہادیؑ: کیا خدا نے نہیں فرمایا: اے ایمان والو! جب تم سے نشست میں وسعت پیدا کرنے کیلئے کہا جائے تو دوسروں کو جگہ دیدو تا کہ خدا تم کو جنت میں جگہ دے سکے اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ کہ خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے (سورۂ مجادلہ، آیت ر۱۱)

کیا مومن عالم کو غیر مومن عالم پر فوقیت دینے سے راضی نہیں ہو؟ جس طرح کہ اللہ مومن کو غیر مومن پر ترجیح

دینے پر راضی ہے۔

اس بارے میں خدا نے فرمایا ہے: اللہ نے ایمان لانے والے اور صاحبان علم کے درجات کو بلند کیا ہے یا یہ کہ اللہ نے صاحبان شرف نسب کے درجات کو بلند کیا ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ خدا نے فرمایا: کیا وہ لوگ جو علم رکھنے والے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟

پس تم اس مرد فقیہ کی فوقیت و بلندی کا انکار کیوں کر رہے ہو؟ بیشک ان دلائل الٰہی سے فلاں ناصبی کو اس فقیہ کا شکست دینا جو خدا نے صرف اسے دی ہے تمام نسبی شرف سے افضل و بالاتر ہے۔

ایک عباسی نے کہا اے فرزند رسول خدا! آپ نے ہمارے اوپر اس کو شرف بخشا جو نسب میں ہمارے مقام پر نہیں ہے حالانکہ شرف نسب کی فضیلت اول اسلام سے آج تک ہمیشہ رہی ہے۔

امام ہادیؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا حضرت عباس نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی حالانکہ وہ تیمی تھے اور عباس ہاشمی؟ کیا عبداللہ ابن عباس عمر ابن خطاب کے ماموروں کا رندہ نہیں تھے حالانکہ وہ خلفاء عباسی ہاشمی کے باپ تھے اور عمر قبیلہ عصدی سے تھے؟ کیوں عمر نے شورائی خلافت میں افراد قریش کے علاوہ کو داخل کیا اور حضرت عباس کو بھی دور رکھا؟ اگر تم ہمارے عمل غیر ہاشمی پر فضیلت دینے کے منکر ہو تو بیعت عباس یا ابوبکر اور عبداللہ ابن عباس کی عمر کی ماموریت کا بھی انکار کرو، اگر وہ سب جائز تھا تو یہ سب بھی جائز ہے۔ امامؑ کے یہ فرمودات ایسے تھے کہ ہاشمیوں (عباسیوں) کے مقابلہ میں پتھر ڈال دیا گیا۔

منقول ہے کہ امام ہادیؑ نے ارشار فرمایا: اگر امام قائمؑ کی غیبت کے بعد علماء نہ ہوتے جو لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس کی جانب رہنمائی کرتے، خدائی دلائل سے اس کا دفاع کرتے، خدا کے ضعیف و کمزور بندوں کو شیطان اور اس کے شاگردوں کے جال سے چھڑاتے اور دشمنان اہل بیتؑ سے نجات دلاتے تو تمام لوگ دین خدا سے پلٹ کر مرتد ہو جاتے لیکن علماء وہ ہیں جو ہمارے ضعیف شیعوں کے قلوب کی مہار اپنے ہاتھ میں رکھ کر چلاتے ہیں جیسے کہ ملاح کشتی میں بیٹھنے والوں کو اپنے اختیار میں رکھتا ہے یہی لوگ خدا کے نزدیک افضل و برتر ہیں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا احتجاج

اسنادگذشتہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے آیت ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور انھیں کیلئے بہت بڑا عذاب ہے (سورۂ بقرہ، آیت ۷) اس بارے میں ارشاد فرمایا:

ان لوگوں پر نشانی لگادی جائے گی کہ کوئی بھی فرشتہ جس وقت بھی اسے دیکھے گا وہ پہچان لے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لانے والے ہیں ان کے کانوں پر بھی ایسی ہی علامت ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے کیوں کہ انھوں نے اپنی تکالیف شرعی سے منہ موڑ لیا اور حکم خدا میں کوتاہی کی اور باعتبار ایمان جو ان کیلئے لازم ہوا اور اس سے جاہل رہے، لہذا وہ ان کیطرح ہو گئے جن کی دونوں آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ ہو۔ بیشک خدائے عزوجل بیہودہ وفساد سے منزہ ہے اور اپنی منع کی ہوئی باتوں کا بندوں سے مطالبہ کرنے سے بھی پاک ہے اس بندوں کو نہ اپنے غلبہ کا حکم دیا اور نہ اس راستہ پر چلنے کا جس کو اس نے اجباری طور پر روک رکھا ہے۔ پھر اس نے آیت میں فرمایا (ان کے لئے عذاب عظیم ہے) یعنی آخرت کا وہ عذاب جو کافرین کیلئے مہیا ہوا ہے اور دنیا میں بھی ان کیلئے عذاب جن کی اصلاح چاہتا ہے جیسے کہ اصلاحی عذاب جس کا مقصد اپنی اطاعت کیلئے بیدار کرنا ہوتا ہے یا عذاب اصطلام (استیصال) تا کہ اسے اپنی عدل وحکمت کے موافق قرار دے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے پہلی روایت کی طرح بھی امام صادق علیہ السلام کے حوالہ سے تفصیل نقل ہوئی ہے، بوجہ طوالت ہم نے اس سے صرف نظر کیا ہے۔

اسنادگذشتہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس آیت ﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً.. ﴾ اسی پروردگار نے تمہارے لئے زمین کا فرش اور آسمان کو شامیانہ بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کیلئے پھل پیدا کیا لہذا جان بوجھ کر اس کیلئے کسی کو مثل نہ بناؤ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲)

اس آیت کے بارے میں ارشاد فرمایا: خدا نے زمین کو تمہاری طبیعت کے مطابق اور تمہارے جسم جیسا بنایا نہ تو اتنا گرم کہ تم کو جلا ڈالے نہ اتنا سرد کہ تم کو منجمد کردے۔ ہوا کو نہ تو اتنا خوشبودار بنایا کہ سر درد پیدا کردے نہ اتنا بدبودار کہ تکلیف دہ ہو جائے۔ زمین پانی کیطرح نہ اتنی نرم ہے کہ تم کو غرق کردے، نہ اتنی سخت کہ تم اس میں گھر نہ بنا سکو

اور قبر نہ کھود سکو بلکہ خدائے تعالیٰ نے اس میں اتنی صلابت وسختی رکھی کہ تمہارے لئے نفع بخش ہوتا کہ تم خود اور تمہارے مکان اس پر ٹھہر سکیں اور ان میں کچھ خاصیتیں رکھیں جو کہ گھر بنانے قبر کھودنے اور دوسرے منافع کے لئے تم سے مناسبت رکھتی ہے پس اسی طرح اس نے زمین کو تمہارے لئے فرش وبستر قرار دیا ہے پھر فرمایا: آسمان کو تمہارے لئے شامیانہ بنایا۔ اس آیت میں بناء سے مراد چھت ہے اور وہ سقف ہے، جس کے اطراف چاند سورج اور ستارے تمہارے منافع کی خاطر ہمیشہ چکر لگا رہے ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: بارش اس لئے اوپر سے نیچے آئی ہے تا کہ وہ بلند ترین پہاڑوں اونچے ٹیلوں اور غاروں کی گہرائی تک پہنچ سکے پھر یہ بارش کبھی تیز وتند اور ہلکی چھوٹی بڑی بوندیں زمین تک آتی ہے تا کہ زمین اسے اپنے اندر جذب کرے اور اس بارش کو ایک جگہ یا ایک ہی مرتبہ نازل نہیں کیا کہ تمہاری ساری زمینیں ہمارے درخت کھیت باغ اور پھول اور پھل نابود ہو جائیں۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا (میوؤں کو تمہاری روزی کیلئے نکالا) یعنی جو کچھ زمین سے روئیدہ ہوتا ہے سب کچھ تمہارے لئے رزق وروزی ہے امام علیہ السلام آخر آیت میں فرمایا: (تم خدا کو مثال نہ قرار دو) یعنی بتوں کو اس کے مثل وبرابر قرار نہ دو جو عقل، بینائی، توانائی وطاقت نہیں رکھتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ بت تم کو دی ہوئی خدائی نعمتوں پر کوئی اختیار وقدرت نہیں رکھتے۔

بواسطہ اسنادگذشتہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے آیت ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ ان (یہودیوں) میں سے کچھ امی ہیں کہ سوائے بیہودہ امیدوں کے کتاب میں سے کچھ نہیں جانتے حالانکہ یہ ان کا صرف خیال خام ہے (سورہ بقرہ، آیت ۷۸) کے بارے میں منقول ہے کہ لفظ امی ان کی ماں کی طرف منسوب ہے یعنی جیسے وہ شکم مادر سے باہر آئے نہ لکھنا جانتے نہ پڑھنا جانتے (کتاب سے کچھ نہیں جانتے) اس سے مراد آسمان کی کتاب ہے نہ کہ جھوٹوں کی کتابیں لیکن وہ دونوں میں تمیز نہیں رکھتے (سوائے بے ہودہ آرزوؤں) سوائے اس کے کہ جو کتاب ان کے لئے پڑھی جاتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی کتاب اور اس کا کلام ہے اور اگر اس کتاب کے خلاف پڑھا جائے تو کچھ بھی فرق نہیں کر پاتے (یہ ان کا صرف خیال خام ہے) یعنی ان کے علماء و رؤسا نے انھیں صرف نبوت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ اور امامت پر عترت رسول علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تکذیب کے بارے میں پڑھ کر سنایا ہے اور وہ حرف انھیں علماء کی تقلید کرتے ہیں حالانکہ ان پیشواؤں کی تقلید ان پر حرام کی گئی تھی۔ پس وائے ہو ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر یہ کہتے ہے یہ خدا کی طرف سے ہے تا کہ اسے تھوڑے دام میں بیچ لیں ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی (سورہ بقرہ، آیت ۷۹)

امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا: یہودی قوم تھی کہ اس نے محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات اپنی طرف سے گڑھ لیا جبکہ وہ سب صفات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف وجداگانہ تھیں انھوں نے اپنے مستضعفین سے کہا کہ یہ اس نبی کے صفات ہیں جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوگا وہ ایک بھاری بدن بھاری پیٹ لمبی گردن اور کالی وسفید داڑھی والا آدمی ہے حالانکہ آنحضرت اس کے برخلاف تھے اور وہ آج سے پانچ سو سال کے بعد آئے گا ان سب باتوں سے ان کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ مستضعفین پر ان کی حکومت باقی رہے اور ہمیشہ وہ ان کی گرفت میں رہیں اور اپنے کو رسول اللہ اور علی اولاد علی علیہم السلام کی خدمت کی زحمتوں سے بچائے رکھیں، پس خداوند عالم نے فرمایا وائے ہو ان پر جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جو کچھ اس سے حاصل کرتے ہیں افسوس جن لوگوں پر محمد مصطفی علی واولاد علی علیہم السلام کے صفات میں تحریفات کیں اور ان کا ذکر کیا ان کیلئے دوزخ کی بدترین جگہوں میں سخت ترین عذاب ہوگا پھر ویسا ہی عذاب اس مال کی وجہ سے ہوگا جو انھوں نے اپنے عوام کو محمد عربی رسول خدا کے انکار اور ان کے وصی و برادر امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام ولی خدا کے انکار پر باقی وثابت رکھا اور اموال حاصل کئے۔

امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے کہا کہ اگر یہودی عوام کو کتاب اللہ کا صرف اتنا ہی علم ہو جو ان کے علماء نے ان کو سنایا ہے تو ان کے پاس اسے ماننے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے تو پھر خدا نے اپنے علماء کی تقلید کرنے اور ان کی باتوں کے قبول کرنے سے ان کی مذمت وسرزنش کیوں کی کیا ایسا نہیں ہے کہ یہودی عوام بھی ہماری عوام کی مانند اپنے علماء کی تقلید کرتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے عوام کے درمیان ایک جہت سے فرق ہے ایک جہت سے برابری اس لحاظ سے دونوں برابر ہیں اپنے ہمارے عوام کی اپنے علماء کی تقلید پر ویسے ہی سرزنش کی ہے جیسے یہودیوں کے عوام اور علماء کی مذمت کی ہے اور اس لحاظ سے کہ تفریق ہے ایسا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا اے فرزند رسول خدا! اس مطلب کی مزید وضاحت کیجئے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یہودی عوام صریحاً اپنے علماء کے جھوٹ ان کا حرام کھانا رشوت لینے اور واجبات کے حکم کو سفارش مہربانی اور چاپلوسی کی وجہ سے بدل دینے سے باخبر واقف تھے اور ان کے شدید تعصب کے سبب اپنے دین سے جدا ہونے کو یہودی عوام جانتے تھے۔

وہ لوگ جب بھی تعصب برتیں گے تو جن سے تعصب کرتے ہیں لامحالہ ان کے حقوق کو بھی پائمال وبرباد کریں گے اور اموال کو بدون حق دیں گے اور اسی وجہ سے ان کے اوپر ظلم کریں گے، ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کے

علماء حرام کمائی کرتے ہیں اور اپنے قلوب کے معارف سے مجبور ہو کر وہ لوگ اس نکتہ پر پہنچے کہ جس کا کردار ان کے علماء کی طرح ہو وہ فاسق ہے اور خدا کیلئے ان کی تصدیق کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی مخلوق وخالق کے درمیان رابطہ کے طور پر ان کی تصدیق جائز ہے چونکہ انھوں نے ایسے کی تقلید کی جن کو انھوں نے پہچان لیا تھا اور جان لیا تھا لہذا ان کی باتوں کا قبول کرنا، ان کی حکایت کی تصدیق کرنا اور ان کی جانب سے پہنچی ہوئی باتوں پر عمل کرنا جائز ودرست نہیں ہے اور واجب ہے کہ وہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کے بارے میں گہرائی سے غور کریں کیوں کہ انحضرت کے دلائل پوشیدہ رہنے سے زیادہ آشکار روشن ہیں اور ان پر ظاہر نہ ہونے سے زیادہ مشہور ہیں۔

اور ہماری امت کے عوام بھی ویسے ہی ہیں اگر اپنے علماء کو ظاہری فسق وفجور میں ان کے شدید تعصب میں اور مال دنیا اور حرام دنیا پر ٹوٹ پڑنے میں گرفتار پائیں اور ان کو بجائے اپنے طرفداروں کی اصلاح کے ان کی نابودی وبربادی پر کمربستہ دیکھیں اور وہ ان کو دیکھیں بجائے اپنے طرفداروں سے خوبی ونیکی کے ذلت واہانت کے زیادہ حقدار ہیں ان حالات میں بھی اگر ہماری عوام میں سے کوئی بھی ایسے فقہاء کی تقلید کرے تو وہ ان یہودیوں کیطرح ہو جائے گا جن کی اللہ نے فاسق فقہاء کی تقلید کرنے کی وجہ سے مذمت وسرزنش کی ہے پس فقہاء میں سے جو اپنے نفس کا محافظ ہو اپنے دین کا نگہبان ہو اپنی خواہشات کا مخالف ہو اور اپنے مولا کے امر کا مطیع ہو عوام کو ایسے فقیہ کی تقلید کرنا چاہئے یہ شرائط صرف بعض فقہاء شیعہ میں پائے جاتے ہیں نہ کہ تمام فقہاء میں، عامہ کے فاسق فقہاء کی طرح جو بھی عمل قبیح وفسق وفجور کا مرتکب ہو اس کے ہماری طرف منسوب کئے ہوئے مطالب کو قبول نہ کرو، ان کا احترام نہ کرو، بیشک ہماری بہت سی احادیث عمداً مخلوط ہوگئی ہیں کیوں کہ فاسقین ہمارے کلام کو سنتے ہیں اور جہالت کے سبب ان تمام کو تحریف کرتے ہیں اور اپنی کم علمی کی وجہ سے دوسرے معنی اخذ کرتے ہیں اور دوسرا گروہ جان بوجھ کر ہم پر بہتان لگاتا ہے تاکہ دنیا کے اموال اس کے ذریعہ حاصل کریں اور وہی اموال ان کیلئے جہنم کی آگ کے شعلوں میں اضافہ کردیں گے۔

ان میں سے ایک گروہ مذہب کا دشمن ہے، جو ہماری مذمت وقدح پر قادر نہیں ہے، وہ لوگ ہمارے بعض صحیح علوم کو حاصل کرتے ہیں اور شیعوں تک پہنچاتے ہیں اور دشمنوں سے ہماری عیب جوئی کرتے ہیں اور اس جھوٹ کے کئی گناہ برابر ہمارے اوپر الزام جھوٹ کا اضافہ کرتے ہیں ہم ان تمام باتوں سے پاک ومبرا ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے مطیع وفرمانبردار شیعہ سے ہمارے علوم ومطالب واقوال سمجھ کر قبول کرتے ہیں، پس وہ گمراہ ہوگئے اور

دوسروں کو بھی انھوں نے منحرف کردیا ہمارے کمزور شیعوں پر ان افراد کا ضرر اور نقصان امام حسینؑ و اصحاب امام حسینؑ پر لشکر یزید کے نقصان اور ضرر پہنچانے سے زیادہ ہے کیوں کہ ایسے افراد ان کی روح کو بھی تاراج کرتے ہیں اور ان کے اموال کو بھی غارت کرتے ہیں۔

اور اگر یہ گروہ نامی مذہب علماء سوء کا ہے جو بظاہر خود کو ہمارا دوست اور ہمارے دشمنوں کا دشمن شمار کرتے ہیں اور ہمارے ضعیف شیعوں کے دلوں میں شک وشبہ ڈال کر ان کو گمراہ کرتے ہیں اور مقصد حق تک پہنچنے سے مانع ہوتے ہیں البتہ خداوند عالم ان عوام میں ہر ایک کے قلب کو دیکھتا ہے اگر ان کا مقصد صرف اپنے دین کی حفاظت اور اپنے ولی کی تعظیم ہے تو ایسے عوام کو ظاہر فریب کار کافر کے ہاتھوں میں نہیں جانے دیتا بلکہ خدا ایک مومن کو ان کیلئے آمادہ کرتا ہے جو اس کو راہ صواب سے آگاہ کرتا ہے پھر خدا بھی ان کو اس کی توفیق دیتا ہے پھر اس عمل سے اس کیلئے دنیا وآخرت کی خیر وخوبی جمع کردیتا ہے اور جس نے اس کو گمراہ کیا ہے اس کیلئے دنیا کی لعنت وآخرت کا عذاب گھیرے ہیں پھر امامؑ نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے شریر علماء سب کو مجھ سے گمراہ کرتے ہیں اور ہماری طرف آنے والی راہ کو قطع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے ناموں کو ہمارے مخالفین سے موسوم کرتے ہیں اور ان کو ہمارے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور ان پر درود پڑھتے ہیں حالانکہ ان کیلئے لعنت زیادہ مناسب ہے اور ہم پر لعنت کرتے ہیں درانحالیکہ ہم خداوند کریم کے کرامات وبزرگوں سے لبریز وغرق ہیں اور خداوند عالم اور ملائکہ کی صلوات کے سبب ہم ان کی صلوات سے بے نیاز ومستغنی ہیں۔

پھر امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ایک شخص نے امیر المومنین علیؑ سے پوچھا کہ ائمہ ہدیٰ اور چراغ ہدایت کے بعد بہترین مخلوق خدا کون ہیں؟

امام علیؑ نے فرمایا: علماء اگر وہ صلح پسند ہوں۔

پھر اس نے پوچھا: ابلیس نمرود، فرعون کے بعد اور وہ گروہ جو آپ کے ناموں سے اپنے کو موسوم کرتے ہیں ان کے بعد بدترین مخلوق خدا کون ہیں؟

امام علیؑ: علماء اگر فتنہ وفساد برپا کرنے ہیں اور یہ باطل کو ظاہر کرتے ہیں اور حقائق کو چھپاتے ہیں۔ انھیں کیلئے خدانے فرمایا ہے: یہ لوگ جن پر خدا اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں، سوائے ان کے جنھوں نے توبہ کی

(سورہ بقرہ، آیت ۱۶۰/۱۵۹)

اسناد گذشتہ سے یوسف ابن محمد ابن زیاد اور علی ابن محمد ابن سیار سے نقل ہے کہ ان دونوں نے کہا:

امام حسن عسکریؑ پدر امام قائم سے ہم نے عرض کیا ہمارے ایک گروہ کا ماننا ہے کہ ہاروت وماروت دو فرشتے تھے کہ جب بنی آدم کے گناہ بہت ہو گئے تو ملائکہ نے ان دونوں کو چنا اور خدا نے ان دونوں فرشتوں کو تیسرے فرشتہ کے ساتھ زمین میں بھیجا وہ دونوں زہرہ کے عاشق ہو گئے اور اس سے زنا کا ارادہ کیا اور دونوں نے شراب پیا اور آدم کشی کی اور خدا نے ان پر شہر بابل میں عذاب نازل کیا، جادوگران سے جادو سیکھتے، خدا نے اس عورت ستارہ زہرہ کی صورت میں مسخ کردیا؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ایسی باتوں سے خدا کی پناہ، بیشک تمام فرشتگان الٰہی لطف خدا سے معصوم اور کفر و اعمال زشت سے محفوظ ہیں، خدا نے خود ان کے بارے میں فرمایا: وہ حکم خدا سے سرپیچی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں (سورہ تحریم، آیت ۶)

پھر فرمایا: اسی خدا کیلئے زمین وآسمان کی کل کائنات ہے اور جو افراد (ملائکہ) اس کی بارگاہ میں ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے اکڑ کر انکار کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، دن رات اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی کا بھی شکار نہیں ہوتے ہیں (سورہ انبیاء، آیت ۱۹/۲۰) مزید فرمایا بلکہ وہ سب (فرشتے) اس کے مکرم بندے ہیں جو کسی بات پر اس پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے احکام پر برابر عمل کرتے ہیں وہ ان کے سامنے اور پس پشت کی تمام باتوں کو جانتے ہیں اور فرشتے کسی کی شفارش بھی نہیں کرسکتے مگر یہ کہ خدا اس کو پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے برابر لرزتے رہتے ہیں (سورہ انبیاء، آیت ۲۷/۲۸) ان کے کہنے کے مطابق خدا نے ملائکہ کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے اور وہ دنیا میں انبیاء وائمہ کے مانند ہیں، کیا انبیاء وائمہ سے قتل، زنا اور شرب خمر (جیسے افعال قبیح) انجام پاسکتے ہیں؟

پھر امام عسکریؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے دنیا کو بغیر کسی انسانی نبی یا امام سے خالی نہیں چھوڑا ہے؟

کیا خدا نے نہیں فرمایا: اے رسول! ہم نے تم سے پہلے (مخلوق کی طرف) کسی کو نہیں بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے اور وہ آبادیوں میں ہی رہتے۔

(سورہ یوسف، آیت ۱۰۹) اس نے خود ہی بتایا کہ ہم نے زمین پر کسی فرشتہ کو امام وحاکم بنا کر نہیں بھیجا، انھیں صرف اپنے پیغمبروں کیطرف بھیجا ہے۔

ان دونوں راویوں نے کہا کہ ہم نے امام حسن عسکریؑ سے عرض کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابلیس ملک و فرشتہ نہیں تھا؟

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ تو جن تھا، کیا تم دونوں نے یہ آیت نہیں سنی کہ اللہ نے فرمایا: (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کا سجدہ کرو۔ پس انھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو جن میں سے تھا (سورہ کہف، آیت ۵۰) اس نے خود خبر دیا کہ وہ جنات میں سے تھا۔

پھر خدا نے فرمایا: ہم نے اجنہ کو اس سے پہلے جلانے والی بغیر دھوئیں کی اور نفوذ کرنے والی آگ سے پیدا کیا (سورہ حجر، آیت ۲۷)

پھر امام عسکریؑ نے فرمایا: مجھ سے میرے بابا نے اور ان سے ہمارے آباء و اجداد نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ نے ہم گروہ کا انتخاب کیا اور انبیاء کا انتخاب کیا اور ملائکہ مقربین کو منتخب کیا یہ انتخاب اس علم کے ساتھ تھا کہ وہ ایسا کوئی بھی عمل نہیں کریں گے، جس کے سبب وہ اس کی ولایت سے خارج ہو جائیں اور اس کی حفاظت سے جدا ہو جائیں اور اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو عذاب و سزا کے مستحق ہیں ان دونوں نے کہا ہم نے امام سے عرض کیا کہ حضرت علیؑ سے ہم تک روایت نقل ہوئی ہے کہ جب رسول خدا امام علیؑ کی امامت کا اعلان کیا تو نے ان کی ولایت ہزاروں فرشتے والے ہزاروں گروہ پر پیش کی لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا اسی سبب سے پروردگار نے ان کو مینڈھکوں میں مسخ کر دیا۔

امام عسکریؑ نے فرمایا: خدا کی پناہ یہ لوگ ہم پر جھوٹ و افتراء باندھتے ہیں۔ فرشتے اور رسول سارے انبیاء الٰہی کی مانند مخلوق کیلئے ہیں کیا ان سے کفر ہو سکتا؟ دونوں نے کہا نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: ملائکہ ایسے ہی ہیں بیشک ملائکہ کی شان و عظمت عظیم اور ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔

اسناد گذشتہ کے ساتھ انھیں دو نفر ابی یعقوب و ابوالحسن نے نقل ہے کہ ایک مرتبہ ہم دونوں امام عسکریؑ پدر امام قائمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا (مولا) ایک شیعہ بھائی میرے پاس آیا وہ عامہ کی جہالت کا شکار ہو گیا ہے، وہ اس کو مسئلہ امامت میں آزماتے ہیں اور قسم کھلاتے ہیں، وہ کیا کرے کہ ان سے نجات پائے؟

صحابی: میں نے اس سے کہا وہ کیا کہتے ہیں؟

اس نے کہا کہ وہ پوچھتے ہیں کیا تم فلاں ابوبکر کو بعد از رسول اللہ ﷺ امام مانتے ہو؟ میرے پاس سوائے ہاں کہنے کے کوئی چارہ نہ تھا ورنہ وہ مجھ کو بہت مارتے ہیں، جب ہاں کہتا ہوں تو خدا کی قسم کھلاتے ہیں، میں بھی ہاں کہہ دیتا ہوں مگر اس سے میری مراد وہ نعم ہوتی ہے جس کی جمع انعام ہے جو اونٹ، گائے اور بکری کیلئے بولا جاتا ہے۔

صحابی: میں نے کہا اگر وہ واللہ کیلئے کہیں تو بجائے واللہ کے صرف ولی کہو یعنی میں نے اس کام سے صرف نظر کی کیوں کہ وہ اس کے پیچھے نہیں جائیں گے اور تیری جان بچ جائے گی۔ وہ مجھ سے صاف صاف کہنے کو کہیں تو کیا کروں؟

صحابی: میں نے کہا کہ اللہ کے اوپر زیر لگانے کے بجائے اس کو پیش کے ساتھ پڑھو کیوں زیر نہ کہنے سے قسم شمار نہیں ہوگی، اس کے بعد مومن دوست چلا گیا، کچھ دن بعد میرے پاس آیا اور کہا جیسا آپ نے کہا تھا میں نے وقت قسم ویسا ہی کیا۔

امام عسکریؑ نے صحابی سے فرمایا: تو ویسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے (خیر و نیکی کی طرف ہدایت کرنے والا اس نیکی کے کرنے والے کی مانند ہے) اور تقیہ کرنے والے ہمارے شیعوں اور دوستوں کی تعداد کے برابر خدا نے تمہارے دوست کو تقیہ کے سبب نیکیاں تحریر کی ہیں اور تقیہ ترک کرنے والوں کے برابر بھی اسے نیکیاں دی ہیں اس تقیہ کی کمترین نیکی یہ ہے کہ اگر سو سال کے گناہ کے ساتھ بھی تقیہ کیا جائے تو وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تم کو بھی رہنمائی و ہدایت کی وجہ سے اس کے برابر نیکی و ثواب دیا جائے گا۔

اسناد گذشتہ امام عسکریؑ سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے بھائیوں کے حقوق سب سے زیادہ پہچاننے والا اور حقوق کی ادائیگی میں سب سے زیادہ کوشش کرنے والا خدا کے نزدیک سب سے بڑی شان والا اور سب سے بڑے مرتبہ والا ہے اور جو بھی دنیا میں اپنے بھائیوں کے سامنے تواضع کرے وہ نزد خدا صدیقین اور امام علیؑ کے شیعوں میں سے ہوگا۔

ایک روز امیر المومنینؑ کے برادران مومن میں سے دو باپ بیٹے کے پاس آئے، امام نے کھڑے ہو کر دونوں کا استقبال کیا اور بطور احترام دونوں کو صدر مجلس میں جگہ دی اور کھانا حاضر کرنے کا حکم دیا پھر ان دونوں نے رات کا کھانا کھایا اور قنبر غلام مولا طشت، لوٹا، لکڑی اور تولیہ لائے اور چاہا کہ اس شخص کا ہاتھ دھلائیں، امام اپنی جگہ سے اٹھے اور لوٹا لیا تا کہ خود اپنے دوست کا ہاتھ دھلائیں، یہ دیکھ کر اس شخص مومن بیقرار ہو کر مٹی پر لوٹنے لگا اور کہا یا امیر

المومنینؑ! خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے اور آپ میرے ہاتھوں پر پانی ڈال رہے ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور اپنے ہاتھوں کو دھوؤ کیوں کہ خداوند دیکھ رہا ہے درانحالیکہ ایک بھائی جو تجھ پر کوئی امتیاز و فضیلت نہیں رکھتا وہ تیری خدمت کر رہا ہے اور خدا اس خدمت کے ذریعہ دنیا کے لوگوں کی تعداد کے دس گنا برابر اور وہ جس منطقہ و ملک میں رہتا ہے وہاں کے لوگوں کی تعداد دس گنا برابر اس کیلئے جنت کے خادموں کی تعداد قرار دے گا۔

پھر وہ مومن بیٹھ گیا اور امیر المومنینؑ نے فرمایا: تجھے جسے تو خوب پہچانتا ہے اور اسی سے میرا احترام کرتا ہے، تیرے تواضع کی قسم اللہ کیلئے کہ اسی کے سبب خدا نے دونوں کو جزا دی اور میری مدح کی اور جو میں نے تمہاری خدمت کی اس کے عوض خدا نے تم کو شرف بخشا، میری خواہش ہے کہ جب میں تمہارا ہاتھ دھلاؤں تو تم ویسے ہی ہاتھ دھونا جیسے قنبر تمہارے ہاتھ پر پانی گرا رہا ہو، اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ جب امام علیؑ ہاتھ دھلا کر فارغ ہوئے تو آپ نے لوٹا محمد ابن حنیفہ کو دیا اور فرمایا اے میرے لال! اگر اس کا بیٹا تنہا میرے پاس آتا تو میں ہی اس کے ہاتھ پر پانی ڈالتا لیکن جب باپ بیٹے دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں تو خدا دونوں کے ساتھ مساوی برتاؤ کرنے کو منع کیا بلکہ باپ باپ کا ہاتھ دھلائے اور بیٹا بیٹے کا ہاتھ دھلائیں پس محمد ابن حنیفہ نے بیٹے کا ہاتھ دھلایا۔

پھر امام عسکریؑ نے فرمایا: جو بھی اس خصلت و عادت میں امام علیؑ کی پیروی کرے وہ ایک حقیقی شیعہ ہے۔

امام حجۃ ابن الحسن صاحب الزمان عج کا احتجاج

سعد ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں ایک بہت سخت گیر عقیدہ والے ناصبی کے چنگل میں پھنس گیا ایک مرتبہ مناظرہ ختم ہونے کے بعد اس نے نہ مجھ سے کہا کہ تجھ پر اور تیرے دوستوں پر افسوس تم رافضی لوگ مہاجرین اور انصار پر طعن تشنیع کرتے ہو اور ان کی رسول خدا سے محبت کے منکر ہو۔ صدیق وہ شخص ہے جو اسلام لانے میں سب پر سبقت رکھتا ہو کیا تم کو خبر نہیں کی رسول خدا ابوبکر کو غار میں صرف اس لئے ساتھ لے گئے کہ جو خوف ان کو اپنے لئے تھا وہی ان کیلئے بھی تھا اور یہ بھی کہ وہ جانتے تھے کہ یہی ان کی امت کے خلیفہ ہوں گے انہوں نے چاہا کہ اس طرح میری بھی جان بچ جائے اور ان کی بھی جان بچ جائے تا کہ ان کے بعد دین کے حالات خراب اور بے نظمی نہ پیدا ہو جائے، اسلام منظم رہے اور امام علی کو اپنے بستر پر اس لئے سلا دیا کی ان کو علم تھا کہ اگر گروہ قتل بھی کر دیئے گئے دین میں کوئی خلل نہیں پڑے گا کیوں کہ صحابہ کے درمیان ان کا جانشین موجود ہے کسی بھی جہت سے ان کے قتل کی کوئی پرواہ نہیں۔

سعد کہتے ہیں میں نے اس کے کئی جواب دیئے مگر مسکت نہ بن سکا۔

پھر ناصبی نے کہا: اے رافضیو! تمہارا اعتقاد ہے کہ کہ خلیفہ اول دوم دونوں منافق تھے اور اس کے اثبات میں واقعہ عقبہ (تبوک) سے استدلال کرتے ہو۔

پھر اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ وہ دونوں رغبت و شوق سے اسلام لائے تھے یا جبر و اکراہ سے؟

میں نے جواب سے پرہیز کیا اور اپنے دل میں سوچا کہ اگر کہوں کہ رغبت و شوق سے اسلام لائے تو ان دونوں کا منافق ہونا ممکن نہیں ہے، اور اگر کہوں کہ وہ با جبر و اکراہ اسلام لائے تو اس وقت اسلام قدرت مند نہیں ہوا تھا کہ کوئی زور و زبردستی ہوتی۔ پس بغیر کچھ جواب دیئے ہوئے اس شخص کے پاس سے واپس ہو گیا، قریب تھا کہ غصہ کی وجہ سے میرا جگر پارہ پارہ ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے قلم اٹھایا اور ایک بڑا سا خط لکھنا شروع کیا جس میں چالیس سے زیادہ مشکل اور دقیق سوال لکھے جن کے جواب سے میں جاہل تھا اور ارادہ کیا کہ اس کے جواب اپنے مولا امام حسن عسکریؑ کے صحابی احمد بن اسحاق سے پوچھوں گا جو قم میں رہتے تھے۔ میں ان کے پاس گیا وہ کہیں چلے گئے تھے، میں بھی ان کی پیچھے تلاش میں نکل پڑا، ایک جگہ ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے اپنا حال بتایا۔

انھوں نے مجھ سے کہا میرے ساتھ سامرہ چلو تا کہ وہ مسائل امام حسن عسکریؑ سے پوچھیں؟

ہم دونوں سامرہ گئے اور مولا کے دروازہ پر پہنچے اور دخول کی اجازت مانگی، اجازت مل گئی، امام کے گھر بیت الشرف میں داخل ہو گئے۔ احمد بن اسحاق کے پاس چمڑہ کی ایک تھیلی تھی جسے وہ عبای طبری میں چھپائے تھے اور اس میں تقریباً ایک سو ساٹھ درہم و دینار تھے اور ہر تھیلی کو اس کے مالک نے مہر بند کیا تھا۔ جب ہم داخل ہوئے اور ہماری نگاہ ان پر پڑی ان کا چہرہ بدر کامل کیطرح چمک رہا تھا اور ان کے زانو پر ایک بچہ تھا جو خوبصورتی میں مشتری کی مانند تھا، جو قیمتی و گرانبہا نگینوں اور جواہرات سے مزین تھا کہ جسے بصرہ کے ایک سردار نے آپ کو ہدیہ کیا تھا اور امام عسکریؑ کے ہاتھ میں ایک قلم تھا جس سے آپ کچھ لکھ رہے تھے اور جب بھی آپ لکھنا چاہتے بچہ ہاتھ پکڑ لیتا امامؑ اس انار طلا کو دور پھینکتے تا کہ بچہ اس کے پیچھے جائے اور آپ کتابت کا کام انجام دے سکیں۔

پھر احمد بن اسحاق نے اپنی عبای طبری ہٹائی اور مہر بند تھیلیاں امام عسکریؑ کے سامنے رکھ دیں، امام نے بچہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ اپنے شیعوں اور دوستوں کے مہر کو توڑ دو۔

نجس ہدایا و اموال کی جانب دراز کرنا جائز ہے؟ پھر فرمایا اے فرزند اسحاق! تھیلیوں کی اشیاء کو نکالو تا کہ میں ان سے حلال و حرام کو جدا کر دوں، جب پہلی تھیلی نکالی تو بچہ نے کہا کہ یہ مال قم کے فلاں شخص کا ۶۲ دینار جس میں ۴۵ دینار ایک بکی ہوئی سنگلاخ زمین کی قیمت ہے جو اسے باپ کی طرف سے بطور میراث ملی تھی اور چودہ دینار سات جامہ کپڑوں کی قیمت ہے اور تین دینار دو کانوں کا کرایہ ہے۔

ہمارے مولا حسن عسکریؑ نے فرمایا: جان پدر فرزند عزیز! بالکل درست بتایا، اب یہ بتاؤ کہ ان میں حرام کون سا ہے۔

بچہ نے کہا: ایک سکہ دینار رازی کہ فلاں سال کا ہے اس کا نصف نقش مٹ چکا ہے، تین ٹکڑے آملی سونا ہے جس کا وزن ڈیڑھ دانق ہے اس کیسہ میں ہے اس میں اتنا مقدار میں مال حرام ہے۔ اس کے حرام کا سبب یہ ہے کہ اس کیسہ مالک نے فلاں سال فلاں مہینہ میں اپنے ایک دھاگہ بننے والے پڑوسی کو سوا چار من دھاگہ دیا تا کہ وہ اس کو بنے بہت دن ہو گیا۔ یہاں تک ایک چور چرا لے گیا اس نے مالک کو چوری کی خبر دی لیکن اس نے قبول نہیں کیا کہ یہ دینار اور یہ آملی سونا ٹکڑا اسی کی قیمت ہے۔ جب احمد نے تھیلی کو کھولا تو دینار و آملی سونا بچہ کے کہنے کے مطابق ہی پایا پھر اس کے بعد دوسرا کیسہ کھولا۔

اس بچہ نے کہا: یہ تھیلی شہر قم کے محلہ فلاں شخص کی ہے اس کے پچاس دینار سکہ ہیں وہ ہمارے ہاتھ لگانے کے لائق نہیں ہیں۔

ابن اسحاق نے پوچھا کیوں؟

بچے نے کہا: اس لئے کہ یہ طلائی سکے اس گیہوں کی قیمت ہے جو خود اس کے اور بعض کسانوں کے متعلق ہے لیکن اس نے اپنا حصہ مکمل پیمانہ سے ناپ کر لیا اور کسانوں کو ناقص پیمانہ سے دیا۔

اس وقت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: پسر جان تم نے بالکل سچ کہا۔

پھر بچہ نے اضافہ کیا اے فرزند اسحاق! ان تھیلیوں کو اٹھا لو اور ان کے مالکوں کو واپس کر دینا اور ہماری طرف سے ان صاحبان اموال کو ان کے اموال واپس کرنے کی سفارش کر دینا کیوں کہ ہم کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر کہا: اس ضعیفہ عوت کا جامہ لاؤ۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں وہ لباس کو جامہ دانی میں بھول گیا تھا جب کہ احمد وہ لباس لینے گیا۔

ہمارے مولا حسن عسکریؑ نے فرمایا: اے سعد تم کس لئے آئے ہو؟

میں نے کہا: احمد بن اسحاق نے آپ کی زیارت کی تشویق کی۔

امامؑ نے فرمایا: تم اپنے طے شدہ سوالات مجھ سے پوچھ لو؟

میں نے کہا: وہ سب ابھی اپنی جگہ رہ گئے۔

امامؑ نے فرمایا: وہ سب میرے نور چشم سے پوچھ لو اور آپ نے اشارہ کیا بچہ کیطرف۔

میں نے کہا: اے ہمارے مولا کے فرزند! ہم تک نقل ہوا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی ازواج کے طلاق کی مسؤلیت مولا امیر المومنین علیؑ کو دی تھی۔ یہاں تک کہ وہ روز جمل مولا نے روز جمل عائشہ کے پاس پیغام بھیجا اور فرمایا کہ آپ نے اس فریب و نیرنگ سے اسلام کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہے اور جہالت کے سبب اپنی اولاد کو جنگ کے دہانہ پر کھڑا کر دیا ہے اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں آپ کو طلاق دیدوں گا۔

اے مولا! اس طلاق کا مفہوم کیا ہے، جس کا حق رسول اللہ ﷺ نے امیر المومنینؑ کے حوالہ کیا تھا؟

امام مہدیؑ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ نے ازواج پیغمبر کو بلند و بالا مقام عنایت کیا اور انھیں ام المومنین کے لقب سے شرف بخشا پس رسول اسلام ﷺ نے فرمایا: اے ابو الحسنؑ! یہ شرف ان کیلئے اسی وقت تک ہے جب تک وہ

اطاعت خدا پر باقی رہیں جب بھی ان میں سے کوئی تمہارے خلاف خروج کر کے حکم خدا سے سرپیچی کرے اسے زوجیت سے طلاق دیدینا اور ام المومنین کا شرف اتار لینا۔

راوی: میں نے کہا مولا! اس فاحشہ مبینہ سے کیا مراد ہے کہ جس کے ارتکاب کے بعد شوہر کو حق ہے کہ زمانہ عدت ہی میں اپنی عورت کو گھر سے باہر کردے؟

مولا مہدی علیہ السلام: اس سے مراد فاحشہ مساحقہ (یعنی عورت کا عورت کے ذریعہ جنسی خواہشات مٹانا) ہے نہ کہ زنا کیوں کہ ارتکاب زنا سے اس پر حد جاری ہوگی، جو شخص اس سے عقد کرنا چاہتا ہے اسے اجرائے حد کی خاطر ازدواج سے نہیں روکا جاسکتا اور اگر کوئی عورت مساحقہ کی مرتکب ہو اسے سنگسار کرنا چاہئے اور سنگسار ہونا بہت بڑی ذلت ہے اور خدا نے جسے سنگسار کا حکم ہے اسے ذلیل کردیا ہے، کسی کیلئے بھی اس سے مقاربت درست نہیں ہے۔

راوی: میں نے پوچھا: اے فرزند رسول خدا! خدا کے اس قول کے بارے میں بتائیے کہ اس نے موسیٰ سے کہا: (اے موسیٰ اپنی جوتیوں کو اتارو کہ تم وادی مقدس میں طوئی میں ہو) وہ نعلین کس جنس سے بنی تھی کیوں کہ فریقین کے فقہاء کا ماننا ہے کہ وہ مردار کی کھال سے تھی؟

مولا مہدی علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی ایسے کہے اس نے حضرت موسیٰ پر افترا پردازی کی اور نبوت میں ان کو جاہل فرض کیا، کیوں کہ یہ مطلب دو حال سے خالی نہیں ہے، جناب موسیٰ کی نماز یا اس میں جائز تھی یا نہیں تھی، اگر جائز تھی تو اس جگہ پر اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں تھا جیسے نماز کس لباس میں پڑھنا جائز ہے اور کس لباس میں جائز نہیں اور جو کفر ہے۔

راوی: میں نے کہا میرے مولا اس کی تاویل بیان فرمائیں؟

امام مہدی علیہ السلام: جس وقت جناب موسیٰ وادی مقدس میں تھے۔ انھوں نے کہا: خدایا! میں ۔ نے اپنی محبت تیرے لئے خالص بنایا ہے اور اپنے قلب کو تیرے علاوہ سے خالی کردیا ہے درانحالیکہ وہ اپنے اہل وعیال سے خوب محبت رکھتے تھے تو پھر خدا نے کہا "فَاخلَع نَعلَیکَ" کی اگر ہمارے لئے تمہاری محبت خالص ہے اور اپنے دل کو میرے علاوہ کی میل و رغبت سے دھو چکے ہو تو اپنے دل سے اپنے اہل وعیال کی محبت کو نکال دو۔

راوی: میں نے کہا: مولا! مجھے آیت "کھیعص" کی تاویل سے باخبر کیجئے

امام مہدی علیہ السلام: یہ حروف غیب کی خبروں سے ہے، خدا نے اپنے نبی جناب زکریا کو اس غیب کی خبر دی تھی پھر ان

کے بعد اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کیلئے نقل کیا۔ اس کا واقعہ یوں ہے، جناب زکریا نے خدا سے دعا کی مجھے پنجتن کے نام بتادیجئے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور ان کو سکھایا۔

جناب زکریا جب حضرات محمد، علی، فاطمہ، حسن، کا نام بتاتے، غم دور ہوجاتا ان کی مصیبت زائل ہوجاتی لیکن جب نام حسین کا ذکر کرتے تو آنسوؤں سے آنکھ ڈبڈبا جاتی اور سانس رکنے لگتی۔

ایک دن انھوں نے عرض کیا: بارالہا: کیوں جب میں ان چار ناموں کا ذکر کرتا ہوں تو دل کو تسلی ہوتی ہے اور غم و اندوہ دور ہوجاتا ہے لیکن صرف یاد حسین علیہ السلام سے آنسو رواں ہوجاتے ہیں اور نالے بلند ہوجاتے ہیں۔

اس طرح خدا نے حسین علیہ السلام کے واقعہ سے ان کو خبر کیا اور فرمایا: حرف کاف سے کربلا کا نام ہے حرف ہاء سے عترت رسول کی ہلاکت مراد ہے، حرف یاء سے یزید ملعون جس نے حسین علیہ السلام پر ظلم کیا مراد ہے، حرف عین سے ان کی عطش مراد ہے اور حرف صاد سے ان کا صبر مراد ہے۔

حضرت زکریا صرف اتنی باتیں سن کر تین دن تک اپنے عبادت گاہ سے باہر نہیں آئے اور سب کو اندر سے منع کردیا اور مسلسل گریہ کرتے رہے اور فریاد کرتے رہے ان کا نوحہ یہ تھا:

خدایا! کیا اپنی مخلوق کی بہترین فرد کو اس کی اولاد کی مصیبت میں غم زدہ کرے گا؟ خدایا! کیا اتنی بڑی مصیبت اس گھر پر نازل کرے گا؟

خدایا! کیا یہ مصیبت علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام پر نازل ہوگی؟ خدایا! کیا اس مصیبت کے درد و غم ان دونوں پر نازل کرے گا؟

پھر انھوں نے عرض کیا: خدایا! مجھے ایک فرزند عطا کر، تاکہ بڑھاپے میں اس سے میری آنکھیں روشن ہوں پھر مجھے اس کا فریفتہ بنادے پھر اس وقت اس کے ذریعہ مجھے اس طرح غم زدہ و غمگین کر جس طرح تو نے اپنے حبیب محمد کو ان کے بیٹے حسین کی وجہ سے دردمند و غمگین بنایا۔

پس خدا نے حضرت زکریا کو حضرت یحیٰ عطا کیا اور ان سے جناب زکریا کو غمگین کیا اور امام حسین علیہ السلام کی مانند ان کا حمل بھی چھ مہینہ تھا۔

راوی: میرے مولا! کس چیز نے لوگوں کو اپنے لئے امام منتخب کرنے سے روکا ہے؟ (کس وجہ لوگ اپنے لئے امام کا انتخاب نہیں کرسکتے)

امام مہدی علیہ السلام: مصلح کا انتخاب یا مفسد کا؟

راوی: امام مصلح

امام علیہ السلام: کیا ان اماموں کے انتخاب مفسد کا انتخاب ہو جانا درست و ممکن نہیں ہے جب کہ کسی کو کسی کے اندر کی خبر نہیں کہ وہ مصلح ہے مفسد؟

راوی: ہاں امکان ہے۔

امام مہدی علیہ السلام: بس علت و سبب یہی ہے۔ کیا دوسری علت بیان کروں تا کہ تیری عقل قبول کرلے؟

راوی: ہاں، مولا

امام مہدی علیہ السلام: خدا نے اپنے پیغمبروں کا انتخاب کیا۔ ان پر کتاب نازل فرمائی، وحی و عصمت کے ذریعہ ان کی تائید کی تا کہ وہ امت کے پیشوا ہوں یہ بتاؤ کہ یہ کیسے لوگ تھے؟ جناب موسیٰ و عیسیٰ امت کے رہبر تھے انھیں عقل کامل اور مکمل علم حاصل تھا کیا امکان ہے کہ یہ لوگ مومن کی جگہ پر منافق کا انتخاب کرلیں؟

راوی: نہیں، ممکن نہیں ہے۔

امام مہدی علیہ السلام: جناب موسیٰ کلیم اللہ ہیں جو کامل عقل و علم اور وحی الٰہی کے مالک ہیں۔ انھوں نے اپنی قوم کے درمیان اشراف اور سرداران لشکر میں سے ستر افراد کا اپنے پروردگار کے وقت معینہ کیلئے منتخب کیا، انھیں ان کے ایمان و اخلاص میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا پھر بھی انھوں نے منافقوں کا انتخاب کیا۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر اشخاص کا ہماری وعدہ گاہ کیلئے انتخاب کیا (سورہ اعراف، آیت/۱۵۵)

ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ موسیٰ کے منتخب شدہ فاسد اور افسد تھے نہ کہ اصلح (صالح ترین) حالانکہ وہ ان لوگوں کو صالح ترین سمجھتے تھے۔ یہیں سے ہم نے جان لیا انتخاب صرف اس کیلئے جو لوگوں کے سینوں اور ضمیروں کے اندر چھپے ہوئے ان کے رازوں کا جاننے والا ہو، مہاجرین و انصار کے انتخاب کی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا جبکہ خدا کے برگزیدہ پیغمبر بجائے صالح افراد کے فاسد افراد کا انتخاب کرتے ہوں۔

پھر میرے مولا نے فرمایا: اے سعد! جس نے تمہارے سامنے دعویٰ کیا (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے برگزیدہ شخص کو اپنے ساتھ غار میں لے کر گئے کیوں کہ ان کو جس طرح اپنی جان کا خوف تھا اسی طرح اس کی جان کا بھی خوف تھا اور ان کو علم تھا کہ یہی ان کے خلیفہ و جانشین ہوں گے اور دوسروں سے چھپانا بھی نہیں تھا اور امام علی علیہ السلام کو

اپنے بستر پر سلا دیا کیوں کہ جانتے تھے کہ جو خلل ابوبکر کے قتل سے ہوگا وہ قتل امام علی علیہ السلام سے نہیں ہوگا اور جو شخص امام علی علیہ السلام کا جانشین ہوگا وہ درمیان صحابہ موجود ہے۔ تم نے اس کے دعویٰ کو اس طرح سے رد کیوں نہیں کیا کہ کیا تم اس کے معتقد نہیں ہو کہ رسول خدا نے فرمایا: میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اور یہ تیس سال خلفاء راشدین ابوبکر، عمر و عثمان، علی کی مدت عمر ہے کیوں کہ تمہارے اعتقاد کی بناء پر یہ لوگ پیغمبر اسلام کے خلیفہ ہیں، اس کے بعد تمہارے مخالف کے پاس سوائے ہاں کہنے کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔

اگر مطلب یہ ہے کہ ابوبکر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے خلیفہ ہیں تو ان کے بعد تین خلیفہ بھی ان کی امت کے خلیفہ ہیں اور کیوں صرف ایک خلیفہ کو غار میں لے گئے اور ان تین کو نہیں لے گئے؟ ایک کو لے جا کر تین کو چھوڑ کر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذلیل کیا کیوں کہ حق یہی تھا کہ جو برتاؤ ابوبکر کے ساتھ کیا ان تین کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرتے، اس سلوک سے ان کے حقوق کا ناچیز و بے قیمت شمار کیا اور ان سے اپنی محبت و مہربانی کو ترک کر دیا، اس کے بعد جو کچھ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھا کہ بر بناء خلافت ان کے ساتھ بھی وہی کریں جو انھوں نے ابوبکر کے ساتھ کیا یعنی سب کو اپنے ساتھ غار میں لے جانا چاہئے تھا۔

تیرے مخالف کے اس سوال کا جواب کہ کیا وہ دونوں میل و رغبت سے اسلام لائے یا زور زبردستی سے؟ تو نے کیوں نہیں جواب دیا کہ وہ از روئے طمع و لالچ اسلام لائے تھے کیوں دونوں کا یہودیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا اور انھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور ان کے عرب کے تسلط اور ان کے بارے میں توریت اور گذشتہ آسمانی کتابوں کی پیشگوئی کو سنا تھا اور اس سے واقف تھے اور یہودیوں نے خود کہا تھا کہ وہ عرب پر اسی طرح غالب ہوگا جس طرح بخت نصر بنی اسرائیل پر مسلط تھا سوائے اس کے کہ محمد عربی دعوائے نبوت کرتے ہیں اور وہ نبوت سے محروم تھا، اس وجہ سے جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے تو وہ ان کے پاس دوڑے اور ان کی شہادتین میں مدد کی اور لالچ یہ تھی کہ جب ان کے امور محکم و مستقر ہو جائیں اور ان کا خیال راحت ہو جائے اور حکومت میں استحکام ہو جائے تو دونوں کو کسی شہر کی حکومت مل جائے گی لیکن جب نشانہ خطا ہو گیا اور تیر جا کر پتھر پر لگا تو اپنے جیسوں کے ساتھ عقبہ کی رات کو جا کر کھڑے ہو گئے اور آخری سرے پر پہنچ گئے تا کہ رسول خدا کے اونٹ کو اوپر سے نیچے گرا دیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ نے آپ کو ان کے فریب سے محفوظ رکھا اور وہ آگے کچھ نہ کر سکے، ان دونوں کی حالت طلحہ و زبیر کی تھی کہ وہ دونوں امام علی علیہ السلام کے پاس گئے اور دونوں نے کسی شہر کی ولایت و

حکومت کی لالچ میں ان سے بیعت کی لیکن جب نشانہ پتھر پر لگا اور حکومت سے ناامید ہوگئے تو بیعت توڑ کر آنحضرت پر سورش وبلوہ کردیا اور ان کا آخری انجام وہی ہوا جو ہر بیعت شکن کا آخری انجام ہوتا ہے۔

پھر ہمارے مولا امام عسکری اپنی نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ہمراہ حضرت قائم بھی بلند ہوگئے اور میں بھی ان دونوں بزرگوار کے پاس سے باہر نکل آیا اور احمد بن اسحاق کو تلاش کرنے لگا ناگاہ وہ باچشم گریاں میرے سامنے آگئے، میں نے ان سے کہا:

کیوں دیر کردیا اور کس چیز نے آپ کو گریاں کردیا؟ وہ امام کے پاس گئے اور ہنستے ہوئے اور محمد وآل محمد پر صلوات پڑھتے واپس آئے۔

راوی: میں نے کہا کیا ہوا؟

احمد نے کہا کہ میں نے اس لباس کو اپنے امامؑ کے دونوں قدموں کے نیچے پھیلا ہوا دیکھا امامؑ اس پر نماز پڑھ رہے ہیں۔

سعد کہتے ہیں کہ ان باتوں پر ہم نے خدا کی حمد وثنا کی اور اس دن کے بعد چندین مرتبہ ہم اپنے مولا امام عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن ہم نے اس بچہ کو ان کے پاس نہیں دیکھا۔ ہاں جب خدا حافظی کا دن آیا تو میں اور احمد بن اسحاق اور ہمارے شہر کے کچھ بزرگ مولا عسکریؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ احمد ابن اسحاق نے امامؑ کے سامنے کھڑے ہوکر کہا۔

اے فرزند رسول خداؐ! ہماری کوچ اور ہمارے سفر کا وقت آپہنچا ہے، زحمت بہت زیادہ ہوئی، ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے جد بزرگوار محمد عربیؐ اور آپ کے بابا علی مرتضیٰؑ اور آپ کی مادر گرامی فاطمہ زہرا سیدۃ نساء العالمینؑ پر اور جوانان جنت کے دونوں سردار پر اور آپ کے بابا و چچا اور ان دونوں کے بعد تمام ائمہ طاہرین پر اور آپ پر اور آپ کے فرزند ارجمند پر اپنا درود ورحمت نازل کرے، ہم امیدوار ہیں کہ خدا آپ کو برتری عنایت کرے اور آپ کے دشمنوں کو سرنگوں کرے اور اس ملاقات کو آخری ملاقات قرار نہ دے۔

سعد کہتے ہیں کہ جب احمد نے یہ جملات کہے تو امامؑ نے اتنا کہا کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پھر فرمایا:

اے فرزند اسحاق! اپنی دعا میں تکلف نہ کرو کیوں کہ اسی سفر میں خدا سے ملاقات کروگے۔ یہ بات سن کر احمد بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو کہا کہ آپ کو خدا اور آپ کے جد کی حرمت کا واسطہ مجھے

ایک پارچہ عطا کریں تاکہ میں اسے اپنا کفن بناؤں۔

امامؑ اپنا ہاتھ بساط (بچھا ہوا بستر) کے نیچے لے گئے اور تیرہ درہم باہر نکالا اور فرمایا:

اس کو لے لو اس کو اپنے غیر کیلئے خرچ نہ کرنا کہ اپنی خواہش وتمنا کو ہاتھ سے جانے نہ دو (تمہاری تمنا پوری ہوگی) اور خداوند عالم نیکو کاروں کی جزا کو ضائع نہیں کرتا۔

سعد نے کہا: جب ہم وہاں سے نکلے تین فرسخ شہر حلوان باقی تھا کہ احمد کو بخار آیا اور بیماری شدید ہوگئی ہے کہ احمد زندگی سے مایوس ہوگئے، جب شہر حلوان پہنچ کر ہم ایک کاروان سرا میں ٹھہرے، احمد نے وہاں مقیم اپنے ایک ہم شہری کو بلایا پھر کہا، آج رات تم سب میرے پاس سے باہر چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو، ہم سب نکل آئے اور وہ ایک اپنے اپنے حجرہ میں چلا گیا۔

سعد کہتے ہیں کہ صبح کے قریب فکر مند جب میں بیدار ہوا اور دونوں آنکھوں کو کھولا، ناگاہ میں نے دیکھا کہ امام عسکریؑ کا خادم مع کافور موجود ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ خدا تم کو اس مصیبت پر جزائے خیر دے اور تمہاری مصیبت کا بہترین جبران کرے، ہم تمہارے دوست کے غسل وکفن سے فارغ ہو چکے ہیں اور اس کے دفن کا انتظام کرو کیوں کہ اس کا مقام ومرتبہ تمہارے سید وسردار کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بلند وبالا تھا پھر وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے، ہم بھی روتے ہوئے ان کے سرہانے پہنچے اور ان کے حق کو ادا کیا اور دفن سے فارغ ہوئے خدا ان پر اپنی رحمت نازل کرے۔

شیخ مورد اطمینان ابو عمرو عمری بیان کرتے ہیں کہ ابو غانم قزوینی اور ایک شیعہ گروہ کے درمیان خلف کے بارے میں نزاع ہوگیا، ابو غانم نے کہا کہ ابو محمد امام عسکریؑ کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کا کوئی جانشین نہیں ہے پھر ان لوگوں نے اس بارے میں امام زمانہؑ نے اس طرح تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: خدا ہم کو اور تم کو تمام فتنوں سے سلامت رکھے اور ہم کو اور تم کو روح یقین عطا فرمائے۔ ہم کو اور تم کو بروں سے پناہ دے، دین کے بارے میں تمہارے ایک گروہ کے شک کرنے کا سبب تمہارے لئے بن گیا ہمارے لئے نہیں، ہم کو تمہارے بارے میں ناخوشی ہوئی نہ کہ اپنے بارے میں، کیوں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے اس کے علاوہ ہم کو کسی کی ضرورت نہیں ہے اور حق بھی ہمارے ساتھ ہے اور تنہائی اور دوسروں کا ترک کردینا ہم کو خوف زدہ نہیں کرتا، ہم اپنے پروردگار کی مخلوق اور اس کے پروردہ اور اس کے مرہون منت ہیں اور لوگ ہمارے

پروردہ اور ہمارے تربیت یافتہ ہیں۔

اے لوگو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم شک و تردید میں گرفتار ہو گئے ہو، اور حیرت و تعجب میں پڑ گئے ہو، کیا تم لوگوں نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے صاحبان ایمان خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی (سورہ نساء، آیت/۵۹)

ہماری احادیث و روایات اور کیا اپنے گذشتہ و باقی ائمہ کے بارے میں واقع ہونے والے حالات کی احادیث و روایات سے تم نہیں جان سکے؟ کیا تم نے نہیں دیکھا خدائے تعالیٰ نے آدم سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک تمہارے لئے بہت سی پناہ گاہ قرار دی تا کہ تم ان میں پناہ لے سکو اور بہت سی علامت و نشانی بنائی تا کہ تم راستہ پا سکو؟ جب کوئی نشانی غائب ہوئی تو دوسری علامت و نشانی ظاہر ہو گئی۔ جب ایک ستارہ غروب ہوا تو دوسرا ستارہ طلوع ہو گیا، جب خدا نے ان کی روح کو قبض کیا تو تم نے یہ مان لیا کہ اب خدا نے اپنے دین کو باطل کر دیا اور اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کے رابطہ و واسطہ کو قطع کر دیا نہ کبھی ایسا تھا اور نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ قیامت آ جائے اور خدا کا امر ظاہر ہو جائے حالانکہ وہ لوگ ناراض ہیں یا ناخوش ہیں، بیشک امام عسکریؑ سعادت و نیک بختی کے ساتھ آباء و اجداد کے راستہ پر چلتے ہوئے گذر گئے اور ہمارے درمیان ان کی وصیت و علم موجود ہے اور خلف اور جوان کا جانشین ہے وہ انہیں سے ہے، سوائے ستمگار گنہگار شخص کے دوسرا شخص اس بارے میں ہم سے منازعہ نہیں کرے گا اور ہمارے علاوہ جانشینی و خلف کا کوئی دعویٰ بھی نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ کافر و منکر (خدا) ہوگا، اگر امر خدا کے مغلوب ہونے اور خدا کا راز آشکا ہونے کا لحاظ و پاس نہ ہوتا تو ہمارا حق تمہارے اوپر ایسے ظاہر ہوتا کہ تمہاری عقلیں حیران ہو جاتیں اور تمہارا شک دور ہو جاتا ہے لیکن مشیت خدا ہو کر رہے گی اور جو کچھ لوح محفوظ میں مرقوم ہے وہ محقق ہو کر رہے گا، پس تم بھی خدا سے ڈرو اور تسلیم ہو کر امور کو ہمارے حوالہ کر دو، ہر خیر و خوبی ہم سے ہی لوگوں تک پہنچتی ہے، جو تم سے پوشیدہ ہے اسے جاننے کیلئے اصرار نہ کرو، داہنے اور بائیں مائل نہ ہو، وہ روشنی کی اساس پر ہماری محبت کے ساتھ اپنی منزل مقصود کو ہماری سمت قرار دو، جو کچھ نصیحت و خیر خواہی تمہارے لئے تھی میں نے تم سے بیان کر دیا اور خود خداوند عالم ہمارے اور تمہارے اوپر گواہ ہے، اگر میں تم سے محبت نہ رکھتا اور تمہاری صلاح کا خیال نہ ہوتا اور رحم و شفقت کی جہت تم پر نہ ہوتی تو تم سے گفتگو و کلام کرنا چھوڑ دیتا، فعلاً ہم اور تم ایک ظالم تخت مزاج کے ساتھ اختلاف کے بارے میں ایک دوسرے کے مخاطب ہیں جو گمراہ ہوگا اور جو اپنے ہوی و ہوس کا پیرو اور اپنے پروردگار

کا مخالف ہے اور اپنے سے غیر متعلق چیز کا دعویٰ کرتا ہے اور ظالم غاصب ہے اور اس کے حق کا منکر ہے جس کی اطاعت خدا کی طرف سے واجب کی گئی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر گرامی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں عنقریب جاہل اپنے عمل کو چھوڑ دے گا اور عنقریب کافر جان لے گا کہ بہترین انجام کس کیلئے ہے۔ میں امیدوار ہوں کہ خدا اپنی رحمت کے ذریعہ ہم کو اور تم کو تمام آفات و امراض اور تمام خطرات و برائیوں سے محفوظ فرمائے کیوں کہ صرف وہی ان امور کا سرپرست اور مشیت و مصلحت پر قادر ہے اور ہمارا اور تمہارا ولی و حافظ ہے اور تمام اوصیاء و مومنین پر خدا کا سلام اور اس کی رحمت و برکت ہو اور محمد و آل محمد پر خدا کا سلام و درود ہو۔

سعد ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ احمد بن اسحاق اشعری نے کہا کہ ایک شیعہ میرے پاس آیا اور کہا کہ جعفر ابن امام علی نقی (جعفر کذاب) نے مجھے ایک خط میں تحریر کیا کہ میں امام ہوں اور دعویٰ کیا ہے کہ اپنے باپ کے بعد میں ہی امام ہوں، حلال و حرام کا علم اور تمام مورد احتیاج کا علم اور تمام کے تمام علم میرے پاس ہیں۔

احمد ابن اسحاق نے کہا: میں نے وہ خط پڑھا اور ناحیہ مقدسہ صاحب امر کے پاس اس بارے میں ایک مکتوب لکھا اور اس کے درمیان جعفر کذاب کی تحریر رکھ کر ارسال کر دیا پھر ناحیہ مقدسہ حضرت کی جانب سے کچھ اس طرح جواب آیا۔ بھیجا ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: خدا تم کو زندہ و پائندہ رکھے، تمہارا بھیجا ہوا خط مجھ کو مل گیا، اس کے تمام مضمون سے اور بہت سے الفاظ کے اختلاف بہت کچھ غلطیوں سے مطلع ہوا، اگر تم اس کو دقت نظر سے پڑھتے تو تم بھی میری طرح کچھ باتوں کو سمجھ لیتے، خدائے وحدہ لاشریک اور موجودات کی پرورش کرنے والے کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے نیکی و خوبی ہمارے لئے قرار دی اور ہمیں فضائل سے نوازا ہے۔ اللہ ہمیشہ حق کو کامل کرتا ہے اور باطل کو نیست و نابود کرتا ہے۔ اب جو میں کہہ رہا ہوں خدا اس پر گواہ ہے اور قیامت میں بھی جس میں کوئی شک نہیں جب ہم سب خدا کی بارگاہ میں جمع ہوں گے اور ہمارے اختلاف کے بارے میں اس نے سوال کیا تو وہ میری صدق گفتار اور سچائی کی گواہی دے گا۔

جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے جعفر کذاب کو تم اور اس پر جس کو اس نے خط لکھا اور کسی مخلوق پر امام مفترض الطاعۃ قرار نہیں دیا اور اس کی اطاعت و عہد و پیمان کسی پر لازم نہیں کی۔ میں بہت جلد تمہارے لئے کچھ

باتیں واضح کروں گا انشاءاللہ تم اسی پر اکتفا کرو۔

اے احمد ابن اسحاق! خدا تم پر رحمت نازل کرے، خداوند عالم نے اپنے بندوں کو عبث نہیں خلق کیا اور مقصد اور بخت کو بیکار نہیں رکھا ہے بلکہ ان کو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ان کو آنکھ، کان، دل وفکر عطا کی ہے پھر پیغمبروں کو خدا کے وعدوں کی بشارت دینے اور اس کی نافرمانی سے ڈرانے کیلئے ان کی جانب بھیجا تا کہ ان کو اس کی اطاعت پر وادار کریں اور اس کی معصیت سے روکیں اور میں ان سے جو خدا کے امر اور اپنے دین کو نہیں جانتے انھیں سمجھائیں (ان میں سے امر خدا اور دین نہ جاننے والوں کی کو بتائیں) پھر اس نے فضل اور آشکار دلائل اور روشن براہین اور نشانیوں کی ان پیغمبروں پر کتابیں نازل کیں اور فرشتوں کو ان کی طرف بھیجا تا کہ وہ فرشتے خدا اور اس کے پیغمبروں کے درمیان واسطہ اور پیغام لے جانے والے ہوں۔

ایک کو اپنا خلیل ودوست بنایا اور اس کیلئے آگ گلزار کر دیا، دوسرے کو اپنا مخاطب بنایا اور اس سے کلام کیا اور اس کے عصا کو واضح اژدہا بنا دیا، ایک حکم خدا سے مردہ کو زندہ کرتے اور اسی کے اذن سے بہروں اور برص والے مریض کو شفا دیتے، ایک کو پرندوں کی بولی کا علم کیا اور تمام چیزوں پر حکومت عطا کی۔

پھر محمد عربی کو تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعہ اپنی تمام نعمتوں کو بندوں پر تمام کیا اور انھیں پر نبوت کا خاتمہ کیا، انھیں تمام انسانوں کیلئے مبعوث کیا، ان کی راستگوئی سے اپنی آیات وعلامات کو ظاہر کر دیا پھر ان کی پسندیدہ اور نیک بخت حالت میں ان کی روح قبض کر لی، پھر خدا نے منصب خلافت ان کے بھائی اور ان کے وارث وجانشین کے درمیان ان کے بھائیوں اور ان کے چچازاد بھائیوں اور ان کے دوسرے رشتہ داروں کے درمیان واضح فرق رکھا تا کہ اس کے واسطہ سے افراد عادی کے مقابلہ میں خدا کی حجت کو اور راہنما کے مقابلہ میں راہرو کو پہنچانا جائے کیوں کہ خدا نے امام اور اپنی حجت کو گناہوں کے ارتکاب سے بچاتا ہے اور عیوب کو دور رکھا ہے اور گندگیوں سے پاکیزہ رکھا ہے اور شک وشبہات سے منزہ کیا ہے اور ان کو اپنے علم کا خزینہ دار اپنی حکمت کا امین و اپنے راز کا محل ومقام قرار دیا ہے اور دلائل سے ان کی تائید کی ہے، اگر اس کے علاوہ ہو تو تمام لوگ یکساں ومساوی ہیں اور ہر ایک امر الٰہی اور خدائی منصب کا دعویدار ہو جاتا اور پھر حق کا باطل سے اور عالم کا جاہل سے امتیاز ہو پاتا۔

اس مفسد باطل جعفر کذاب نے دعوائے امامت کر کے خدا پر جھوٹ کا بہتان لگایا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ اپنے اندر کس چیز کو دیکھ رہا ہے؟ اگر وہ احکام دین کے علم وفہم کی امید رکھتا ہے تو خدا کی قسم! وہ حلال کو حرام سے تشخیص نہیں

دے سکتا اور خطا وصواب میں فرق نہیں کر سکتا، اگر اپنے علم پر نازاں ہے تو وہ حق کو باطل سے جدا کرنے کی اور محکم کو متشابہ سے تشخیص دینے کی قدرت نہیں رکھتا یہاں تک کہ اسے حدود آداب ونماز اور وقت نماز کی بھی اطلاع نہیں ہے، اگر اسے اپنے تقوی وپرہیزگاری پر اطمینان ہے تو خدا کے اوامر ونواہی سے مشہور اثبات ہیں، اگر اس کا دعویٰ معجزہ کی بنیاد پر ہے تو اپنے معجزہ کو ظاہر کر لے، اگر کوئی حجت ہے تو اسے قائم کر لے اور اگر کوئی دلیل ہے تو اسے پیش کر لے۔

خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ (حم: یہ خدائے عزیز وحکیم کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کو حق کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ پیدا کیا اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ان باتوں سے کنارہ کش ہو گئے جن سے انھیں ڈرایا گیا ہے) تو آپ کہہ دیں کہ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنھیں خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو ذرا مجھے بھی دکھلاؤ کہ انھیں نے زمین میں کیا پیدا کیا یا ان کی آسمان میں کیا شرکت ہے پھر اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا کوئی بقیہ ہمارے سامنے پیش کرو اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی آواز کا جواب نہیں دے سکتے اور ان کی آواز کی طرف سے غافل بھی ہیں اور جب سارے لوگ قیامت میں محشور ہوں گے تو یہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے لگیں گے۔ (سورہ احقاف ۱،۲،۳،۴،۵،۶)

اے احمد ابن اسحاق! خدا تمہاری توفیقات میں اضافہ کرے، جو کچھ میں نے کہا اس زور گو جعفر کذاب سے پوچھو اور اس طرح سے امتحان کرو اور اس سے قرآن کی آیت کی تفسیر کرنے کو کہو یا اس سے ایک واجب نماز کے بارے میں سوال کرو کہ وہ اس کے آداب وواجبات کو بیان کرے، تا کہ تم اس کے حال وقدر کو جان لو اور اس کے نقائص وعیوب تم پر آشکار ہو جائیں، اس کا حساب وکتاب خدا کے ذمہ ہے۔

خدا حق کی اس کے اہل کیلئے حفاظت کرے اور اسے اس کی جگہ پر قرار دے، اس کے علاوہ خداوند عالم نے امامت حسن وحسین کے علاوہ کسی دو بھائیوں کو نہیں دی ہے، جب بھی ہم کو بات کرنے کی خدا کیطرف سے اجازت ہو اس وقت حق ظاہر ہو جائے گا اور باطل مٹ جائے گا اور تمہارے درمیان سے شک وتردید بھی برطرف ہو جائے گا اور میں خدا کی طرف اس کی کفایت اور اس کی صنعت کی زیبائی اور اس کی ولایت میں راغب ہوں اور اسی کا مشتاق ہوں" حَسبُنَا اللّٰهُ وَنِعمَ الوَكِيل وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّد" اسحاق ابن یعقوب کہتے ہیں کہ میں نے نائب دوم جناب محمد ابن عثمان سے درخواست کی کہ میرا خط جو کچھ مشکل مسائل پر مشتمل ہے

اسے ناحیہ مقدسہ (امام زمانہ عج) کو تقدیم کردیں، اس کے بعد میرے سوال کے جواب میں امام مہدیؑ کی تحریر کچھ اس طرح کے مضمون کے ساتھ مجھ تک پہنچی:

خداوند عالم تمہاری ہدایت کرے اور اعتقاد حق پر ثابت رکھے، تم نے پوچھا تھا کہ ہمارے خاندان اور عموزادگان کا ایک گروہ میرے وجود کا منکر ہے۔

یہ بات جان لو کہ خدا کے درمیان اور کوئی قرابت و رشتہ نہیں ہے، جو میرے وجود کا منکر ہو وہ مجھ سے نہیں ہے اور جس راہ پر وہ چلتا ہے وہ حضرت نوح کے بیٹے کی راہ ہے

اور میرے چچا جعفر اور ان کی اولاد نے میری نسبت جو راستہ اختیار کیا ہے وہ حضرت یوسف کے بھائیوں کا راستہ ہے۔

فقاع (آب جو) کا پینا حرام ہے لیکن شلماب میں کوئی اشکال نہیں ہے، تم اپنے اموال جو ہمارے پاس پہنچاتے ہو ہم اسے تمہارے گناہوں سے پاک ہونے کیلئے قبول کر لیتے ہیں لہذا جو پہنچانا چاہے پہنچائے جو نہیں چاہتا وہ روک لے اور جو خدا نے ہم کو دیا ہے وہ تمہارے دینے سے بہتر ہے۔

ظہور فرج خداوند عالم کی مرضی پر ہے اور اس کا وقت معین کرنے والے دروغگو ہیں۔

جس کا اعتقاد ہے کہ امام حسین قتل نہیں ہوئے اس کا عقیدہ کفر اور حقیقت کی تکذیب ہے اور ضلالت و گمراہی ہے۔

اور حوادث واقعہ، ان کے حل کیلئے ہمارے راویان احادیث سے مراجعہ کرو کہ وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں خدا کی حجت ہوں اور محمد ابن عثمان عمری خدا اس سے اور ان کے والد سے پہلے سے راضی و خوش ہے کیوں کہ وہ میری مورد اطمینان فرد اور ان کا خط میرا خط ہے۔

اور محمد ابن علی ابن مہزیار اہوازی، بہت جلد خداوند عالم اس کے قلب کی اصلاح کردے گا اور اس سے شک کو برطرف کردے گا۔ جو کچھ بھیجا ہے، ہم اس کو اس وقت قبول کرتے ہیں جب وہ حرام سے پاک و پاکیزہ ہو اور گانے والی عورت کی قیمت اور اس کا پیسہ حرام ہے۔

اور محمد ابن شاذان ابن نعیم: وہ ہمارے شیعوں میں سے ایک شیعہ ہے۔

اور ابوالخطاب محمد ابن ابوزینب اجدع اور اس کے اصحاب ملعون ہیں، ان کے معتقدین کی ہمنشینی نہ کرو، میں

ان سے بیزار ہوں اور ہمارے آباء واجداد بھی ان سے بیزار ہیں اور جو لوگ ہمارے اموال کو لیتے ہیں، اگر ان میں سے اپنے لئے کچھ لیتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں گویا انھوں نے آگ کھائی ہے۔

اور خمس ہمارے شیعوں کیلئے مباح ہے اور ان کیلئے ہمارے ظہور کے وقت تک حلال ہے تا کہ اس کے سبب ان کی ولادت پاک رہے اور نجس نہ ہو۔

اور جو لوگ ہمارے پاس اموال بھیج کر پشیمان ہوئے اور انھوں نے دین خدا میں شک کیا پس جو بھی چاہے ہم ان کے دیئے اموال کو واپس کردیں گے ہم اپنے بارے میں شک کرنے والے لوگوں کی بخشش کے محتاج و نیازمند نہیں ہیں۔

اور ہماری غیبت کی علت، خداوند فرماتا ہے: اے صاحبان ایمان! ان چیزوں کے بارے میں نہ پوچھو کہ اگر تمہاری خاطر ظاہر ہو جائے تو تمہیں بری لگے (سورہ مائدہ، آیت ر۱۰۱) ہمارے آباء واجداد میں سے ہر ایک کی گردن پر باغی و سرکش بادشاہ وقت نے بیعت کا سوال رکھا لیکن جب میں ظہور کروں گا تو میری گردن پر کسی بھی سرکش و باغی بادشاہ وقت کی بیعت کا سوال نہیں ہوگا۔

لوگ میری غیبت سے کیسے مستفید ہوتے ہیں، یہ آفتاب کے مانند ہیں جب وہ بادلوں کے پیچھے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح ستارے اہل آسمان کیلئے امان ہیں اسی طرح میں بھی زمین پر لوگوں کیلئے امان ہوں۔ جن امور کے بارے میں سوال لازم نہیں ہے ان کے سوال کے دروازوں کو بند کردو اور جس کے تم مکلف نہ ہو اس کے جاننے کیلئے اپنے کو زحمت میں مت ڈالو اور ہمارے جلدی ظہور ہونے کیلئے زیادہ دعا کرو کیوں کہ تعجیل فرج کی دعا کرنا خود فرج و کشادگی ہے۔

اے اسحاق ابن یعقوب! تم پر اور راہ حق کی پیروی کرنے والو پر میرا سلام، علی بن احمد دلال قمی کہتے ہیں کہ شیعوں کے ایک گروہ کے درمیان اختلاف ہو گیا کچھ لوگوں نے کہا کہ خلقت و روزی اور پیدا کرنا خدا سے مختص ہے اور اجسام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ دوسرا گروہ قائل تھا کہ خدا نے ان امور پر ائمہ کو قادر بنایا ہے اور خلقت و روزی ان کو تفویض کردی ہے، خلاصہ اس بارے میں بہت شدید اختلاف پیدا ہو گیا، ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ ابو جعفر محمد ابن عثمان کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کرو اور ان سے پوچھو تا کہ اس بارے میں حق ظاہر ہو جائے کیوں کہ وہی صاحب امر کی راہ و طریق ہیں، اس بات پر سب نے رضامندی ظاہر کی لہذا ایک تحریر

لکھ کران کے پاس ارسال کی گئی، اس بارے میں ناحیہ مقدسہ امام زمان عج کی جانب سے ایک توقیع صادر ہوئی جو کچھ اس طرح سے تھی۔

بیشک خدا وہی ہے جس نے اجسام کو پیدا کیا ہے اور روزی کو تقسیم کیا ہے کیوں کہ وہ نہ جسم ہے اور نہ کسی جسم میں حلول ہے اور اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے اور وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اور ائمہ معصومین علیہم السلام اللہ سے پیدا کرنے کا سوال کرتے ہیں تو اللہ پیدا کر دیتا ہے اور اس سے زرق و روزی کا سوال کرتے ہیں تو اللہ روزی پہنچا دیتا ہے، یہ سب ان کی درخواست کی قبولیت اور ان کے حق کی بلندی و بزرگی کے لحاظ سے ہے۔

شیخ ابن بابویہ نے محمد ابن ابراہیم طالقانی سے نقل کیا ہے کہ طالقانی نے کہا: میں ایک گروہ جن میں علی ابن عیسی قصری بھی تھے، کے ساتھ شیخ اور ابو القاسم حسین ابن روح کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، انھوں نے کہا جو چاہو پوچھو۔

مرد مومن: یہ بتایئے کہ کیا امام حسین ابن علی علیہما السلام خدا کے ولی تھے؟

ابن روح: ہاں

مرد مومن: کیا ان کا قاتل خدا کا دشمن نہیں تھا؟

ابن روح: ہاں

مرد مومن کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالی اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر دے؟

ابن روح: میرے جواب کو خوب کان لگا کر سنو: اے جان لو کہ نہ اللہ تعالی مشاہدہ عینی کے ساتھ لوگوں سے خطاب کرتا ہے اور نہ تو بالمشافہ ان سے بات چیت کرتا ہے بلکہ خداوند عالم صنف انسان ہی کیلئے رسولوں کو مبعوث کرتا ہے کہ وہ بھی انھیں کیطرح بشر ہیں اگر خدا رسولوں کو ان کی صنف و صورت کے علاوہ میں بھیجتا تو لوگ ان سے بھاگتے اور ان کی باتوں کو قبول نہ کرتے اور جب پیغمبر ان کے پاس آئے جو انھیں کی جنس سے تھے کھانا کھانے اور بازاروں میں چلتے تو ان لوگوں نے کہا تم بھی ہماری طرح بشر ہو ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے مگر تم ایسا معجزہ پیش کرو جس کے مثل لانے سے ہم عاجز ہوں اسی وقت ہم جان لیں گے کہ تم کو اس سے مخصوص کیا گیا ہے کہ جس کے انجام دینے کی ہم قدرت نہیں رکھتے، اس وقت خداوند نے ان پیغمبروں کیلئے وہ معجزہ دیا کہ مخلوق اس کے انجام

دینے سے عاجز و مجبور تھی۔

ان پیغمبروں میں سے ایک نبی قوم کو ڈرانے اور عذر و بہانہ کے برطرف ہونے کے بعد معجزہ طوفان لایا اور تمام سرکش و طاغی غرق ہوئے اور دوسرے کو آگ میں ڈال دیا اور آگ ان کیلئے ٹھنڈی و سلامتی بن گئی، دوسرے کیلئے پہاڑ سے ناقہ باہر آیا اور اس کے پستان سے دودھ جاری ہوا، دوسرے کیلئے دریا کو شگافتہ کیا اور پتھروں سے چشمہ جاری کیا اور اس کے خشک عصا کو اژدہا بنا دیا کہ جس نے ان کے جادو کو نگل لیا اور ایک دوسرے کی خاطر معجزہ شق القمر ہوا اور اونٹ و بھیڑیے وغیرہ جیسے چار پایوں نے اس سے گفتگو کی۔

جب ان پیغمبروں نے یہ سب کام کئے اور ان کی امت کے لوگ ان کاموں سے عاجز رہے اور ان جیسے کام نہ کر سکے تو خدائے تعالی نے ان کو ہر حال میں غالب و قاہر ہی رکھا اور ان کی آزمائش اور ان کا امتحان نہ کرتا تو لوگ خدا کی جگہ پر انھیں کی پرستش کرنے لگتے، بلا و مصیبت و امتحان کے مقابلہ میں ان کے صبر کی فضیلت نہ پہچانی جاتی لیکن اللہ تعالی ان منازل میں ان کے احوال کو لوگوں کے احوال کی طرح قرار دیا تا کہ بلا و مصیبت کے وقت صابر اور وقت عافیت اور دشمن پر کامیابی کے وقت شاکر اور ہر حال میں متواضع و خاضع رہیں نہ کہ مغرور و متکبر اور خدا نے ایسا ہی کیا تا کہ بندوں کو جان لیں کہ پیغمبروں کا بھی خدا ہے جو ان کا خالق و مدبر ہے اور اسی خدا کی عبادت کریں اور اس کے رسولوں کی اطاعت کریں اور ان لوگوں پر خدا کی حجت ثابت و تمام ہو جائے جو ان کیلئے حد سے گذر گئے اور ان کیلئے دعوائے ربوبیت کرتے ہیں یا ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور ان کا عصیان و مخالفت کرتے ہیں اور انبیاء و رسولوں کے دستورات و تعلیمات کا انکار کرتے ہیں (تا کہ اگر وہ گمراہی سے) ہلاک ہوں تو واضح حجت سے ہلاک ہوں اور اگر (ہدایت سے) زندہ رہیں تو روشن حجت سے زندہ رہیں) (سورہ انفال آیت ۴۲)

محمد ابن ابرہیم ابن اسحاق کہتے ہیں کہ دوسرے روز میں حسین ابن روح کے پاس واپس گیا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ جو کچھ کل انھوں نے کہا شاید اپنی طرف سے کہہ دیا ہو؟ میں اسی فکر میں تھا کہ شیخ نے کلام کی ابتدا کرتے ہوئے کہا اے محمد ابن ابرہیم! میں آسمان سے زمین پر گر جاؤں اور پرندے مجھے اٹھا لے جائیں یا طوفان مجھ کو گہرے درہ میں ڈال دے یہ سب کچھ زیادہ پسند ہے اس سے کہ دین خدا میں اپنی رائے یا اپنا نظریہ پیش کروں یا اپنی طرف سے کوئی بات کہوں بلکہ اصل حضرت حجت ہیں اور انھیں سے سنا ہوا ہے۔

توقیعات میں سے ایک وہ توقیع ہے جو حضرت صاحب الزمان کی جانب سے غالیوں کی زد میں آئی ہے جسے

آپ نے محمد ابن علی ابن ہلال کرخی کے خط کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔

اے محمد ابن علی! خداوند عالم ان تمام چیزوں سے بہت بزرگ و برتر ہے، وہ پاک و منزہ ہے اور لائق حمد وثنا ہے، ہم ہرگز نہ اس کے علم میں شریک ہیں نہ اس کی قدرت وتوانائی میں بلکہ اس کے علاوہ کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا جیسا کہ اس نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا ہے: اے رسول کہہ دیجئے سوائے خدا کے آسمان وزمین میں سے کوئی بھی غیب کی خبر نہیں رکھتا (سورہ نمل، آیت/۶۵)

میں اور میرے تمام اولین کے آباء واجداد حضرت آدم، نوح، ابراہیم وموسیٰ اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء اور آخرین میں محمد رسول اللہ ﷺ اور امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان دونوں کے علاوہ تمام گذشتہ ائمہ میری عمر کے آخر تک اور دنیا کے ختم ہونے تک ہم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور رہیں گے، کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کیلئے زندگی کی تنگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا بھی محشور کریں گے وہ کہے گا کہ تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا جب میں دنیا میں صاحب بصارت تھا، ارشاد ہوگا کہ اسی طرح ہماری آیات تیرے پاس آئیں اور تو نے انھیں بھلا دیا تو آج تو بھی نظر انداز کر دیا جائے گا (سورہ طہٰ، آیت/۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶)

اے محمد ابن علی! ہمارے جاہل اور احمق شیعوں نے اور اس گروہ جن کا دین وایمان پر مگس کے برابر بھی نہیں ہے ہم کو آزار و تکلیف دیا ہے، میں خدائے وحدہ لاشریک کو گواہ بناتا ہوں اور صرف وہی شہادت کافی ہے اور اس کے رسول محمد عربی اور تمام ملائکہ وانبیاء واولیاء کو بھی گواہ بناتا ہوں۔

اور میں تم کو اور اس خط کے تمام سننے والوں کو بھی گواہ بناتا ہوں کہ میں خدا اور اس کے رسول کے سامنے ان تمام لوگوں سے بیزاری وبرأت کرتا ہوں جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں یا خدا کے ملک میں شریک ہیں اور ہمارا مرتبہ ومقام خدا کے مقرر کردہ مقام کے علاوہ ہے اور جس کیلئے ہمیں اس نے خلق کیا ہے یا ہمارے بارے میں اس نے اس چیز سے تجاوز کیا، جس کو ابتدائے خط میں بیان کر دیا ہے۔

میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں جس سے اظہار برأت کرتا ہوں بیشک خداوند اور ملائکہ اور تمام انبیاء واولیاء بھی اس سے بیزار ہیں اور میں اس توقیع کو تمہاری گردن اور اس کے سننے والوں کی گردن پر بطور امانت رکھ رہا ہوں

کہ ہمارے شیعوں اور محبوں میں سے کسی ایک سے بھی اس کو نہیں چھپاؤ گے تاکہ یہ مطالب تمام شیعوں اور محبوں پر آشکار ہو جائیں شاید خداوند ان کا جبران کر دے اور وہ دین حق کیطرف پلٹ جائیں اور جس راہ کی انتہا کو نہیں جانتے اور پہنچ بھی نہیں سکتے اس سے باز آ جائیں، پس جو بھی میرے خط کو پڑھے اور سمجھے پھر میرے امر ونہی پر عمل نہ کرے وہ خدا اور اس کے صالحین بندوں کی لعنت کا مستحق ہے۔

ہمارے اصحاب نے نقل کیا ہے کہ حسن ابن محمد شریعی پہلے امام ہادیؑ کا صحابی تھا پھر امام عسکریؑ کا صحابی ہوا، ان کے بعد اسی نے سب سے پہلے اس مقام ومنزلت کا دعویٰ کیا جو مولا صاحب الزمان عج کیطرف سے نیابت کیلئے قرار دیا اور اس کے لائق بھی نہیں تھا، اسی طرح سے محمد ابن نصیر نمیری پہلے امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں تھا پھر اس نے بعد وفات امام حسن عسکریؑ، امام صاحب الزمانؑ کی نیابت کا دعویٰ کیا اور اس کے الحاد وغلو اور عقیدہ تناسخ کی وجہ سے خداوند نے اس کو رسوا وذلیل کیا۔ جس کو معاذ اللہ اس کے خدا اور امام ہادیؑ نے بھیجا ہے اور محارم سے نکاح کو جائز ومباح جانتا تھا۔

انھیں افراد میں سے ایک احمد ابن ہلال کرخی بھی ہے، وہ من جملہ اصحاب امام ہادیؑ میں تھا پھر اس کا عقیدہ تبدیل ہو گیا اور ابو جعفر محمد ابن عثمان کی نیابت کا منکر ہو گیا۔ اس حرکت کی وجہ سے امام زمانہؑ کی طرف سے دوسرے لوگوں کی طرح اس کیلئے بھی لعن وبرأت پرمبنی توقیع صادر ہوئی۔

اسی طرح ابو طاہر محمد ابن ہلال، حسین ابن منصور حلاج اور محمد اور محمد ابن علی شلمغانی ہیں، ان سب پر لعنت و برأت کے ساتھ حسین بن روح کے ہاتھوں اس مضمون کی توقیع صادر ہوئی۔

اے حسین ابن روح! خداوند تمہاری عمر طولانی کرے اور تمام خوبیاں پہنچائے اور تمہارا انجام بخیر کامل فرمائے، جن کی دیانت پر تم کو اطمینان ہو اور اپنے دینی بھائی میں سے جس کی نیت پر بھروسہ ہو اعلان کردو کہ محمد ابن علی شلمغانی کے عذاب میں خدا نے جلدی کی ہے اور اب اس کو مہلت نہیں دے گا کیوں کہ وہ دین اسلام سے برگشتہ ہو گیا ہے اور اس سے جدا ہو کر ملحد وکافر ہو گیا اور ان چیزوں کا دعویٰ کیا جو انکار خدا کا سبب ہے خدا قسم اس نے بہتان باندھا جھوٹ بولا اور بہت بڑا گناہ کیا، جو لوگ خدا سے منحرف ہو گئے وہ سخت گمراہ اور رحمت خدا سے دور ہو گئے ہیں اور صاف خسارہ میں پڑ گئے۔

ہم اللہ اس کے رسول کی طرف سے اس سے بیزاری کرتے ہوئے اس پر لعنت کرتے ہیں اور ظاہر وباطن،

پنہاں و آشکار، ہر وقت اور ہر حال میں اس کی پیروی کرنے والوں پر بھی خدا کی لعنت ہو اور اس پر بھی جو ہماری اس توقیع کے بعد بھی اس کی دوستی پر ثابت قدم رہے، لوگوں کو اس موضوع سے مطلع کرو۔ خدا تم کو دوست رکھے اور ہم اس سے ویسے ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے گذشتہ اس کے مثل لوگوں سے کرتے رہے ہیں جیسے شریعی، نمیری، ہلالی و بلالی اور ان کے علاوہ پہلے اور بعد کے۔ ہم خدا کی سنت کو دوست رکھتے اور نیک شمار کرتے ہیں، اسی پر اعتماد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، وہی ہمارے لئے تمام امور میں کافی اور بہترین پشت پناہ ہے۔

زمانہ غیبت کے ممدوح سفراء

سب سے پہلے سفیر شیخ مورد اعتماد ابو عمرو عثمان ابن سعید عمری ہیں۔ پہلے امام ہادی علیہ السلام کی جانب سے منصوب ہوئے پھر ان کے فرزند امام عسکری علیہ السلام نے منصوب کیا، ان دونوں حضرات کی حیات تک ان کے امور کے متولی رہے پھر امام صاحب الزمان علیہ السلام کے امور پر مامور رہے۔ تمام توقیعات اور مسائل کے جواب انھیں کے توسط سے صادر ہوئے۔

وقت وفات ان کے فرزند ابو جعفر محمد ابن عثمان جانشین ہوئے اور اپنے باپ کی تمام مسئولیت کو جاری رکھا۔ ان کی وفات کے بعد ابو القاسم حسین ابن روح نوبختی نے ان ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ ان کی وفات کے بعد ابو الحسن علی ابن محمد سمری ان کے قائم مقام ہوئے۔ نیابت کا منصب صرف خود مولا صاحب الزمان علیہ السلام کی نص صریح اور نائب سابق کی تصدیق سے انجام پاتا اور تمام شیعہ اس کی بات صرف اس معجزہ کے انجام دینے سے قبول کرتے جو ان کے ذریعہ مولا صاحب الزمان علیہ السلام سے جاری ہوتا جو اس کی راست اور صدق گفتاری و سچائی اور اس کے باب امام ہونے پر دلالت کرتا پس جب ابو الحسن سمری آخرین نائب کی موت کا وقت ہوا اور وقت وفات آ گیا، لوگوں نے ان سے پوچھا، آپ کس کے بارے میں وصیت کرتے ہیں؟ پس انھوں نے ان کو ایک توقیع دی جو کچھ اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: اے محمد ابن علی سمری! خداوند تمہارے غم میں تمہارے بھائیوں کو اجر عظیم عنایت کرے کہ تم چھ روز میں وفات پا جاؤ گے۔ لہذا تم مرنے کی خاطر تیار ہو جاؤ اور اپنی وفات کے بعد کیلئے کسی کو بھی اپنا قائم مقام نہ بنانا کہ اب غیبت تامہ شروع ہو چکی ہے اور ظہور نہیں ہے مگر اذن خدا کے بعد ہوگا اور وہ ظہور طولانی مدت اور قلوب کی قساوت اور زمین کے ظلم ستم سے پر ہونے کے بعد ہوگا۔

عنقریب ہمارے شیعوں کے پاس ہمارے مشاہدے و دیدار کا دعویٰ کرنے والے آئیں گے، آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی خروج سفیانی اور صیحۂ آسمانی سے قبل دیدار و زیارت کرے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے "لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم"

اس کے بعد ان لوگوں نے اس توقیع کو نسخ کرنا چاہا اور وہاں سے چلے گئے اور جب چھٹا دن آیا وہ ان کے پاس

واپس آئے تو ان کو حالت احتضار میں پایا، ایک شخص نے پوچھا آپ کا وصی کون ہے؟

حضرت سمری نے کہا یہ خدا کا امر ہے وہ اس کو پہنچانے والا ہے اور وفات پا گئے۔ یہی آخری جملہ تھا جو ان سے سنا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور انھوں نے اس کو راضی کیا۔

مسائل فقہ وغیرہ کے بارے میں امام زمان عج کے فرمودات ''توقیعات''

محمد ابن یعقوب کلینی نے حدیث مرفوع میں نقل کیا ہے کہ زہری نے کہا کہ میں نے مشاہدہ صاحب امر کیلئے بہت جستجو کی اور اس میں قابل ذکر ثروت بھی خرچ کی، آخر میں نائب حجت جناب عمری کے پاس گیا ان کی خدمت کرنے لگا اور ان سے بہت نزدیک ہو گیا پھر میں نے ان سے صاحب امر کے پاس سوال کیا۔

انھوں نے کہا ان تک پہنچنا ممکن نہیں ہے پھر میں نے ان سے عاجزانہ اپنے خواہش کی تکرار کی، انھوں نے بھی کہا کہ ٹھیک ہے کل صبح لوگوں سے پہلے ہی میرے پاس آ جانا۔

میں نے بھی دوسرے دن اپنے وعدہ کو پورا کیا اور دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت و خوشبودار جوان کے ساتھ میرے سامنے چلے آ رہے ہیں، ان کی آستین میں تاجروں کی مانند کوئی چیز تھی میں نے ان کو دیکھتے دیکھتے عمری کے قریب ہو گیا، ان کے اشارہ سے اس جوان کی جانب متوجہ ہوا اور جو کچھ میں نے ان سے پوچھا وہ انھوں نے جواب دیا پھر چلتے ہوئے دولت سرا میں داخل ہو گئے وہ بھی ایسا گھر جو بالکل قابل اعتناء نہیں تھا۔

حضرت عمری نے کہا اگر کوئی اور سوال ہو تو پوچھ لو دوبارہ ان کو نہیں دیکھو گے۔

میں آگے بڑھا کہ پوچھوں لیکن انھوں نے نہیں سنا اور گھر میں چلے گئے اور ان جملات کے علاوہ کچھ اور نہیں فرمایا۔

ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو نماز میں اتنی تاخیر کر دے کہ آسمان ستاروں سے پُر ہو جائے۔

ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو نماز صبح میں اتنی دیر کر دے کہ آسمان کے تمام ستارے ڈوب جائیں۔ اتنا کہا اور گھر میں داخل ہو گئے۔

محمد ابن جعفر اسدی کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب الزمان علیہ السلام سے جو مسائل پوچھے تھے محمد ابن عثمان کے ذریعہ سے اس کے جواب مجھے اس طرح سے مرقوم موصول ہوئے۔ تم نے وقت طلوع آفتاب و غروب آفتاب نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا ہے؟ اگر مقصد ایسا ہو کہ آفتاب شیطان کی دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے

اور وہیں غروب ہوتا ہے جیسا کہ لوگ کہتے تو نماز سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے جو شیطان کی ناک کو زمین پر رگڑتا ہو، پس نماز پڑھکر شیطان کی ناک کو زمین پر رگڑ دو۔

سوال: اگر کوئی شخص سی ملکیت کو ہمیں دے یا وقف کر دے اور اس کا مالک ضرورت مند ہو تو وہ اپنی ملکیت میں تصرف کر سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وقف شدہ ملکیت متولی کے سپرد نہ کی گئی ہو تو صاحب ملکیت کو اختیار ہے کہ اپنی ملکیت واپس لے لے اور وقف کو باطل کر دے لیکن اگر وقف شدہ ملکیت متولی کے سپر ہو گئی ہے تو مالک حق تصرف نہیں رکھتا خواہ اس کا محتاج ہو خواہ اس سے بے نیاز ہو۔

تم نے ان اشخاص کے بارے میں پوچھا جن کے ہاتھ میں ہمارے اموال ہیں اور وہ ہماری اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرتے ہیں اور اپنے لئے اس سے استفادہ کرنا حلال سمجھتے ہیں؟

جو بھی ایسا کام کرے وہ ملعون ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(میری عترت کے نزدیک جو بھی حرام ہے اب کوئی بھی اسے حلال سمجھے وہ ہر پیغمبر کی زبان میں ملعون ہے، پس جو بھی ہمارے حق کو ضائع کرے وہ ستمگار شمار ہوگا اور اس پر خدا کی لعنت ہوگی، جیسا کہ خود خداوند کا ارشاد ہے: آگاہ ہو جاؤ ظالمین پر اللہ کی لعنت ہے (سورہ ہود، آیت ۱۸)

تم نے پوچھا کہ اگر ختنہ کرنے کے بعد دوبارہ کھال آ جائے تو کیا دوبارہ ختنہ کرنا واجب ہے؟

ہاں: واجب ہے کہ وہ کھال کاٹی جائے کیوں کہ غیر ختنہ شدہ مرد کے پیشاب سے زمین چالیس روز نالہ و فریاد کرتی ہے۔

تمہارا سوال کہ اگر ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے آگ، تصویر یا چراغ ہے اس کی نماز صحیح ہے یا نہیں؟ تم سے پہلے بھی لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے، جواب یہ ہے کہ اگر نماز گذار بت پرستوں اور آتش پرستوں کی اولاد میں سے نہیں ہے تو جائز ہے لیکن اگر وہ ان کی اولاد میں سے ہو تو اس کے لئے نماز جائز نہیں ہے۔

تمہارا سوال کہ ہمارے لئے چند مزرعہ تمہاری طرف سے وقف کیا گیا تو کیا جائز ہے کہ کوئی شخص اس میں کھیتی کرے اور پیداوار میں سے اپنا خرچ نکال کر بقیہ ہماری خدمت میں بھیج دے اور اس عمل سے ثواب و تقرب حاصل کرے؟

جواب یہ ہے کہ کسی کو بھی دوسرے کے مال میں بغیر اجازت کے تصرف کرنے کا حق نہیں ہے تو پھر ہمارے مال میں کوئی کیسے تصرف کر سکتا ہے؟ جو بھی ہماری اجازت کے بغیر یہ کام کرے اور جو اس پر حرام تھا حلال سمجھ لیا اور جو بھی ہماری اجازت کے بغیر ہمارے اموال سے کچھ کھائے تو گویا اپنے دل میں وہ آگ ڈال رہا ہے اور بہت جلدی جہنم میں گرے گا۔

تمہارا سوال کہ کسی نے کوئی زمین ہمارے لئے وقف کی اور اسے کسی سرپرست کے حوالہ کر دیا کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اس میں کھیتی کرے اس کی آمدنی سے اپنا خرچ نکال کر باقی ہمارے پاس بھیج دے؟ ہاں یہ کام اس کیلئے درست ہے جسے زمین کے مالک نے متولی بنایا لیکن دوسروں کیلئے جائز نہیں ہے۔ تمہارے سوال کا کوئی راہ گیر پھل دار موقوفہ درختوں کے پاس سے گذرتا ہے اور ان کو کچھ کھالیتا ہے کیا جائز نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے مگر لے جانا حرام ہے۔

یہ بھی ابا الحسن محمد ابن جعفر اسدی نے بیان کیا کہ شیخ ابو الجعفر عمری کے جانب سے بغیر کوئی سوال کے یہ توقیع صادر ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ خداوند عالم اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت اس شخص پر ہے جو ہمارے مال کا ایک درہم بھی حلال شمار کرے۔

اسدی کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ توقیع اس کے لیے ہے جو ناحیہ مقدسہ کے اموال کا درہم اپنے لئے حلال سمجھتا ہے نہ کہ اس کیلئے جو وہ اموال کھاتا ہے لیکن اسے اپنے اوپر حلال نہیں سمجھتا اور اپنے سے میں نے کہا یہ اس شخص کے بارے میں جو حرام کو حلال شمار کرتے ہیں اور اس باب میں دوسروں پر امام کو برتری کیا ہے؟

وہ کہتے ہے کی اس خدا کی قسم جس نے محمد عربی کو پیغمبر و بشیر بنا کر بھیجا دوبارہ جب اس توقیع پر میری نگاہ پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرے دل میں خطور کی بنا پر اس میں تبدیلی ہے اور وہ ایسے لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: خداوند عالم اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت اس شخص پر ہو جو ہمارے مال کا ایک درہم بھی حرام کھائے۔

شیخ صدوق ابن بابویہ کہتے ہیں کہ جس روایت میں نقل ہوا ہے کہ جو شخص ماہ مبارک رمضان کا کوئی روزہ عمداً توڑ

دے تو اس کی گردن پر تین کفارہ ہوں گے میں یہ فتویٰ اس کیلئے دیتا ہوں کہ جس نے روزہ کو حرام جماع یا حرام غذا سے توڑا ہو اور اس فتویٰ کا مدرک ابوالحسین اسدی کی وہ روایت ہے جو محمد ابن عثمان کی جانب سے ان تک پہنچی اور یہ اس میں موجود ہے۔

عبداللہ بن جعفر حمیری کہتے ہیں کہ ایک توقیع مبارک محمد ابن عثمان عمری کو ان کے باپ کی موت کی تسلیت و تعزیت میں صادر ہوئی ایک حصہ میں یہ تھا "انا للّٰہ و انا الیہ راجعو ن" ہم سب اس کے حکم پر تسلیم اور اس کے فیصلہ پر راضی ہیں، تمہارے باپ نے اچھی و نیک زندگی گزاری اور پسندیدہ و عمدہ موت پائی، اللہ نے ان پر رحمت نازل کی اور اسے اپنے اولیاء و دوستوں سے ملحق فرمایا، وہ ہمیشہ اس کے اولیاء کے امر و حکم میں کوشاں رہے اور جو شے موجب تقرب خدا ہو اس کی کوشش میں رہے، خدا ان کے چہرہ کو شاد کرے اور ان کی لغزش سے حفاظت کرکے توقیع کے دوسرے حصہ میں اس طرح لکھا تھا۔

کہ اللہ تمہارے ثواب کو زیادہ کرے، اور اس کو تمہارے لئے نیک بنائے، تم سوگوار اور ہم بھی سوگوار ہوئے، ان کی جدائی نے تم کو پریشان کیا اور ہم کو بھی پریشان کیا، میں امیدوار ہوں کہ خداوند شاد و خرم رکھے اور ان کی کمال سعادت و نیکی بختی یہ تھی کہ اللہ نے ان کو تمہارا جیسا بیٹا عطا کیا جو ان کا قائم مقام ہو اور ان کیلئے طلب رحمت کرے اور میں کہتا ہوں الحمد اللہ کیوں کہ پاک و پاکیزہ نفوس اپنی منزل میں ہیں اور جو کچھ اللہ نے تمہارے بارے میں اور تمہارے پاس قرار دیا اس میں ہیں، خداوند تمہاری مدد کرے اور تم کو طاقت ور بنائے۔ تمہارا پشت پناہ رہے اور تم کو توفیق دے اور تمہارا اولی، محافظ، اور رعایت کرنے والا اور کفایت کرنے والا رہے۔

محمد ابن جعفر عبداللہ حمیدی نے مولا صاحب الزمانؑ سے خط لکھ کر فقہی مسائل پوچھے۔

نامہ حمیری:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ خداوند آپ کی عمر طولانی کرے اور آپ کی عزت و تائید اور آپ کو ہمیشہ سعادت و سلامتی میں رکھے، آپ پر اپنی نعمتوں کی زیادتی کرے، آپ پر اپنے احسان اور بہترین عطیات و فضل کا اضافہ کرے اور مجھے آپ پر آنے والی مصیبتوں میں آپ کا فدیہ قرار دے۔ لوگ درجات عالیہ تک پہنچنے کے مشتاق ہیں، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ جسے قبول کرلیں وہ قبول ہے اور جسے اپنے سے دور کریں وہ پست و کم مایہ ہے۔ بدبخت وہ

ہے جو آپ کا نکالا ہوا ہو، میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ خداوند آپ کی تائید فرمائے ہمارے شہر میں ایک گروہ ہے جو سب کے سب شہرت و شخصیت میں برابر ہیں اور ہر ایک اپنی منزلت کو لازم سمجھتا ہے، کچھ روز قبل آپ صاحب الزمان کی توقیع ان کے پاس پہنچی آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم لوگ م س (نام ہے) کی مدد کرو۔

اور اس توقیع میں علی ابن محمد ابن حسین ابن ملک بادو کہ جو مرحوم (ص) کے داماد تھے کا نام ان ناموں کے درمیان نہیں تھا وہ اس وجہ سے بہت غمزدہ ہوا اور مجھ سے خواہش کی اس کی حالت آپ (امام زمانہؑ، عج) کی خدمت میں پیش کروں کہ اگر توقیع میں میرا نام کسی سرزدہ گناہ کی وجہ سے نہیں ہے میں جان لوں تاکہ اس گناہ سے توبہ کروں اگر کسی اور وجہ سے ہے تو مجھے بتائیں تاکہ میری تسکین خاطر ہو جائے۔

توقیع: ہم نے فقط ان افراد کا جواب دیا، جنھوں نے ہم سے خط و کتابت کی تھی۔

خط: خدا آپ کی عزت میں اضافہ فرمائے، آپ نے مجھے اپنے فضل و کرم کی عادت ڈالی ہے جو صرف آپ سے مخصوص ہے، مجھ پر اپنا لطف جاری رکھئے آپ کے پاس فقہاء ہیں میرے کچھ مورد نیاز سوال ہیں آپ میری خاطر ان سے بیان فرمادیں کہ امام ہادیؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ لوگوں نے ان سے پوچھا اگر کسی امام جماعت کو حالت نماز میں موت آجائے تو ماموین کیا کریں؟

امامؑ نے جواب دیا اسے پیچھے کھینچ لیں گے اور ایک ماموم اس کی جگہ کھڑا ہو کر نماز تمام کرے گا اور جس نے اسے مس کیا ہے وہ غسل مس میت کرے گا۔

توقیع: جس نے جسم کو کھینچا ہے وہ صرف اپنے ہاتھ کو دھوئے گا اگر وقت موت تک ایسا کوئی حادثہ نہ ہوا ہو جس سے نماز قطع ہو جاتی ہے تو نماز کو تمام کرے۔

اور امام ہادی نقیؑ سے روایت ہے کہ جو مردہ کے گرم جسم کو مس کرے وہ صرف اپنے ہاتھوں کو دھوئے گا اگر جسم ٹھنڈا ہو گیا ہو تو غسل میت بھی کرے اور اس حالت میں امام جماعت کا جسم گرم ہوگا اور جیسا کہا گیا ہے عمل کیا جائے گا۔

سوال: اگر وہ شخص میت کے جسم کو اپنے لباس سے اس طرح کھینچے کہ بدن مس نہ ہو تو اس پر غسل کیسے واجب ہوگا۔

توقیع: اس صورت میں صرف ہاتھ دھونا واجب ہے۔

نماز جعفر طیار کے بارے میں سوال: اگر اس نماز کے قیام یا قعود یا رکوع یا سجود کی تسبیحات کی ادائیگی میں کسی سے بھول ہو جائے اور اسی نماز کی دوسری حالت میں اسے یاد آ جائے تو کیا اس کا اسی حالت میں اعادہ کرے جب یاد آ جائے یا نماز کو تمام کرے؟

توقیع: ان حالتوں میں جب بھی بھول ہو جائے جب بھی یاد آ جائے اسی وقت اس کو بجالائے۔

سوال: ایک عورت کا شوہر انتقال کر چکا ہے (عدۂ وفات کے سبب) کیا وہ اپنے شوہر کی تشییع جنازہ کیلئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

توقیع: ان مراسم کی ادائیگی کیلئے نکل سکتی ہے۔

سوال: کیا یہ عورت عدۂ وفات کے درمیان اپنے شوہر کی زیارت قبر کی خاطر جا سکتی ہے؟

توقیع: اپنے شوہر کی زیارت قبر کیلئے جائے لیکن رات کو کہیں قیام نہ کرے۔

سوال: کیا اس کیلئے حق لازم کے ادا کرنے کیلئے گھر سے نکلنا جائز ہے یا جب تک عدہ ختم نہ ہو جائے باہر نہ نکلے؟

توقیع: اگر حق کا مسئلہ ہے تو جائے اور ادا کرے اور اگر کوئی حاجت ہو اور انجام دینے والا کوئی دوسرا نہ ہو تو گھر سے نکل کر ادا کر سکتی ہے لیکن کہیں شب باشی نہ کرے۔

سوال: واجب نمازوں اور اس کے علاوہ میں قرآنی سورتوں کی قرأت کے ثواب کے بارے میں امام ہادیؑ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ جس نے اپنی نماز میں سورۂ قدر نہیں پڑھا اس کی نماز کیسے قبول ہے؟ دوسری روایت جس نماز میں سورۂ توحید نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے۔

دوسری روایت: جو شخص نماز فریضہ میں سورہ ہمزہ کی تلاوت کرے اسے تمام دنیا کے برابر ثواب ملے گا کیا دونوں مذکورہ روایات کے دونوں کو چھوڑ کر سورہ ہمزہ کا پڑھنا جائز ہے جبکہ بغیر سورۂ قدر و توحید کے کوئی نماز مقبول ہے نہ مکمل؟

توقیع: سوروں کے ثواب وہی ہیں جو مروی ہیں اور جب اس ثواب والے سورہ کو ترک کر دیا جائے اور سورۂ قدر و توحید کی فضیلت کے سبب اس کی جگہ پر دونوں میں سے کسی ایک کو پڑھا جائے تو اسے پڑھتے ہوئے سورہ کا بھی ثواب ملے گا اور متروکہ سورہ کا بھی ثواب ملے گا اور نماز میں ان دونوں سوروں کے علاوہ بھی پڑھنا جائز ہے اور

نماز بھی تمام ہے لیکن اس نے فضیلت واستحباب کو ترک کر دیا ہے۔

سوال: وداع ماہ رمضان کب ہے؟ اس بارے میں ہمارے ساتھیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آخری رات میں دعاء وداع ماہ رمضان پڑھی جائے، بعض کہتے ہیں کہ آخری دن جب ماہ شوال کا چاند دیکھا جائے؟

توقیع: اعمال ماہ رمضان اس کی راتوں کو انجام دیا جاتا ہے اور دعائے وداع ماہ رمضان شب آخر میں پڑھی جائے گی اگر مہینہ میں کمی کا خوف ہو (۲۹ دن ہوں گے) تو اس کی دو رات تلاوت کی جائے۔

سوال: آیات قرآنی (بیشک یہ قرآن ایک معزز رسول کا بیان ہے) کیا رسول سے مراد محمد ﷺ رسول خدا ہیں؟ (وہ صاحب قوت ہے اور عرش کی بارگاہ کا مکین ہے) اس آیت میں ذی قوۃ صاحب قوت سے کیا منظور ہے؟ (وہ وہاں قابل اطاعت اور پھر امانت دار ہے) اس اطاعت سے مراد کیا ہے وہ کہاں ہیں؟

* (سورہ تکویر، آیت ۱۹/ ۲۰، ۲۱)

اس مسئلہ کا کوئی جواب نہیں آیا۔

خط کا حصہ: خدا آپ کی عزت کو دوام بخشے، آپ کے ایک مورد وثوق ایک فقیہ نے مجھ سے ان مسائل کے بارے میں پوچھا میں نے اس کا خوب جواب دیا اور ساتھ ساتھ علی ابن محمد ابن حسین ابن ملک کے بارے میں آپ کے بتائے ہوئے مطالب کی بھی تشریح کی اور اس کو مطمئن کر دیا اور کہا کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا حساب کرو۔ مہربانی فرما کر میرے اور تمام برادران کیلئے دنیا و آخرت کی خاطر ایک جامع دعا بیان فرمائیں کہ جس کے ذریعہ انشاء اللہ ہم ثواب حاصل کریں۔

توقیع: خداوند عالم تمہارے اور تمہارے بھائیوں کیلئے دنیا و آخرت کی نیکی و بھلائی فراہم فرمائے۔

مثل نامہ اول:

محمد ابن عبداللہ حمیری کا دوسرا خط مولا صاحب الزمان عج کے نام۔

خدا آپ کی عزت کو دوام بخشے، میرے خط پر ایک نظر فرمائیں اور اس کو آسان بنا کر لطف فرمائیں تا کہ آپ کے دوسرے احسان و کرم کے ساتھ اسے بھی اپنے اوپر زیادہ کروں۔

میں اس وقت محتاج ہوں کہ آپ میری خاطر ایک فقیہ سے سوال کیجئے کہ اگر نمازی تشہد اول سے تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو کیا اس پر تکبیر کہنا واجب ہے؟ کیوں کہ ہمارے بعض اصحاب کا قول ہے کہ تکبیر کہنا واجب ہے یا صرف ''**بحول اللہ وقوتہ اقوم واقعد**'' کہنا کافی ہے۔

جواب: اس مورد میں دو حدیث موجود ہے۔ ایک حدیث یہ ہے کہ جب نماز کی ایک حالت سے (قیام سے قعود یا اس کے برعکس) دوسری حالت میں جائے تو تکبیر کہنا چاہئے۔ دوسری یہ ہے کہ جب نمازی دوسرے سجدہ سے اپنا سر بلند کرے اور تکبیر کہے اور پھر بیٹھے اور اس کے بعد کھڑا ہو جائے اس قیام میں بیٹھنے کے بعد اس پر کوئی تکبیر نہیں ہے اسی طرح تشہد اور ہے۔ جو اسی طریقہ پر جاری ہوگا۔ اس مورد میں جس حدیث پر عمل کرو درست ہے۔

سوال: کیا ناپے کی انگوٹھی میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

نمازی کے لئے اس میں نماز مکروہ ہے یہ مطلق حکم بھی ہے اور عمل مکروہ ہے۔

سوال: ایک شخص نے قربانی کا ایک جانور ایک مرد غائب کیلئے خریدا تا کہ میدان منیٰ میں لے کر اسے نحر کرے لیکن وقت ذبح منیٰ میں شخص غائب کا نام فراموش کر گیا اور اس کو نحر کر دیا اس کے بعد یاد آیا یہ قربانی اس شخص کی طرف سے کافی ہوگی یا نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں ہے، وہ قربانی اس شخص کیطرف کافی ہے۔

سوال: ہمارے قریب کپڑا بنانے والے مجوسی ہیں جو مردار کھاتے ہیں غسل جنابت نہیں کرتے اور ہمارے لئے کپڑا بناتے ہیں کیا اس لباس کو دھونے سے پہلے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اس میں نماز ادا کرنے میں کوئی عیب نہیں۔

سوال: ایک شخص تاریکی میں نماز شب پڑھ رہا ہے اور جب وہ سجدہ کرتا ہے تو غلط اور اپنی پیشانی کو قالین یا چمڑہ پر رکھ دیتا ہے جب سر اٹھاتا ہے تو سجدہ گاہ کو پاتا ہے آیا وہ سجدہ کا اعادہ کرے یا نہیں؟

جواب: جب تک مکمل بیٹھا نہیں ہے سر اٹھا کر تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: محرم نے حالت احرام میں سایہ بان کو ہٹا دیا، کیا ہودج کی لکڑیاں اور اس کے بقیہ چیزوں کو بھی ہٹانا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ان سب کے نہ ہٹانے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

سوال: محرم بارش سے اپنے کپڑوں اور سامانوں کو بچانے کیلئے محمل میں اپنے سر پر چھتری لگاتے ہیں کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواب: اگر یہ عمل راستہ میں محمل کے اندر انجام دے تو ایک قربانی کرنا چاہئے۔

سوال: ایک شخص نیابت میں حج بجالا رہا ہے احرام باندھتے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا واجب ہے کہ وہ ایک قربانی اپنی جانب سے کرے اور دوسرے نائب کی طرف؟ یا صرف ایک کافی ہے؟

جواب: ایک قربانی کافی ہے، ورنہ کوئی حرج نہیں۔

سوال: مرد کیلئے ریشم کے کپڑوں میں احرام باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں، قوم صالحین نے احرام اسی طرح باندھا۔

سوال: کیا کسی کیلئے ایسے جوتے میں نماز پڑھنا جائز ہے، جس میں نوک نہ ہو مگر وہ کعبین کو نہ چھپاتا ہو؟

جواب: جائز ہے ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی آستین یا اس کے شلوار میں لوہے کا چاقو یا کنجی ہے کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ایک شخص سفر حج میں اہل سنت کے قافلہ کے ہمراہ ہے وہ مسلخ (میقات) سے احرام نہیں باندھتے اور وہ شخص اپنے کو ظاہر کرنے سے ڈرتا بھی ہے تو کیا اس کیلئے میقات سے تاخیر کر کے ان کے ساتھ احرام باندھنا جائز ہے یا جائز نہیں کہ وہ احرام اپنے میقات سے باندھے؟

جواب: اپنے میقات سے احرام باندھ لے اور اپنا لباس پہن لے اور دل میں تلبیہ کہہ لے جب ان کے میقات پہنچے تو اس کا اظہار کرے۔

سوال: جس جوتے کا چمڑہ وقت دباغت بدبودار ہو جائے کیا اس کا پہننا جائز ہے کیوں کہ بعض اصحاب کا کہنا ہے اس کا پہننا مکروہ و ناپسند ہے؟

جواب: جائز ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

سوال: دربارۂ متولی وقف: متولی اپنے اختیار کے تمام اموال کو حلال سمجھتا ہے اور ان کے مصرف میں کوئی پرہیز نہیں کرتا کبھی میں اس کے گاؤں جاؤں یا اس کے گھر جاؤں وہاں غذا تیار ہو مجھے کھانے کیلئے بلایا جائے، اگر میں

نہ کھاؤں تو وہ اس کے سبب دشمنی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ہماری غذا کھانا حلال نہیں سمجھتا، دراین صورت میں اس کی غذا کھا سکتا ہوں اور بعد میں اتنی ہی مقدار صدقہ دیدوں؟ اور کتنا صدقہ دوں؟ اگر یہ متولی دوسرے کو ہدیہ دے اور میں حاضر ہوں اور مجھ سے بھی کچھ لینے کو کہے میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ متولی وقف کے اموال لینے سے کوئی پرہیز نہیں کرتا، اگر ان میں کچھ لے لوں تو کیا کروں؟

جواب: اگر اس شخص کے پاس اس کے علاوہ بھی ذرائع آمدنی ہو تو کھانا کھا سکتے ہو اور ہدیہ لے سکتے ہوں ورنہ جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص حق پرست ہے متعہ کا معتقد بھی ہے اور رجعت کا بھی قائل ہے اس کے علاوہ اس کے ایک بیوی ہے جو اس کے تمام امور میں موافق مددگار ہے، ہاں اس شخص نے اپنی بیوی سے عہد کیا ہے کہ اس کے رہتے ہوئے دوسرے سے نہ عقد کرے گا اور نہ متعہ اور نہ کنیز لے گا اس عہد کو انیس سال ہو گئے اور اپنے عہد پر باقی بھی ہے لیکن کبھی کبھی مہینوں گھر سے باہر رہتا ہے اور متعہ بھی نہیں کرتا اور اس کی خواہش بھی نہیں کرتا لیکن وہ دیکھ رہا ہے کہ اس عمل سے اس کے ساتھی، بھائی، بیٹے، غلام و وکیل اور دوسرے افراد اس کو پست نگاہ سے دیکھتے ہیں پھر بھی وہ اپنی زوجہ کی محبت اور اپنے اور اس کے نفس کی پاکیزگی کی وجہ سے اپنے عہد و پیان پر باقی رہنا چاہتا ہے نہ کہ متعہ حرام جانتا ہے، اس کے ترک کرنے سے اس پر کوئی گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس کیلئے مستحب ہے کہ متعہ کر کے اطاعت خدا انجام دے تا کہ معصیت کا عہد و حلف اس سے زائل ہو جائے چاہے ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

محمد ابن عبداللہ حمیری کے دوسرے خط کے سوالات کے جوابات جو انھوں نے مولا صاحب الزمان کی خدمت میں ۳۰۷ھ میں لکھا تھا۔

سوال: محرم نے اپنے افراد (لجام یا لنگی) کو پیچھے سے مضبوط کیا اور لمبا کر کے اپنی گردن پر ڈالا اور اس کے دونوں طرف کو ان کی جانب سے اوپر لایا اور کمر میں ایک ساتھ جمع کر کے باندھ دیا اور دوسرے دونوں طرف کو دونوں پیروں کے درمیان سے نکال کر ران کی طرف اوپر لے گیا اور اس کے دونوں طرف کو ران کی مفصل سے محکم کیا اور وہ اس شلوار کے مشابہ ہے جو تمام اعضاء کو چھپاتی ہے کیوں کہ ہم ازار کو پہلے پہنتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنے اونٹ پر سوار ہوتا ہے وہ جگہ آشکار و نمایاں ہو جاتی ہے یہ عمل ستر و پوشش کیلئے ہے کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواب امام زمانہ: جائز ہے کہ محرم جیسے چاہے ازار و لنگی باندھے بس شرط یہ ہے کہ قینچی لگانے سے اور سوئی کے استعمال کرنے سے لنگی کی صورت میں تغییر نہ ہو جائے کہ اسے لنگی نہ کہا جائے اور سوئی کا استعمال کر سکتا ہے مگر اس سے لنگی سیل نہیں سکتا اور اس کے ذریعہ بعض حصہ سے بعض حصہ کو محکم نہ کرے اور جب اس سے ناف اور اپنی دونوں رانوں کو چھپا لے تو اس کے دامن کو اوپر اٹھالے کیوں کہ ناف اور زانوں کا چھپنا اجماع اور سنت میں سے ہے اور ہمارا پسندیدہ ہے کہ محرم معمول کے مطابق احرام باندھے۔

سوال: کیا محرم کیلئے جائز ہے کہ ازار (لنگی) کے اوپر کوئی دوسرا ٹکڑا باندھے تا کہ وہ مضبوط رہے؟

جواب امام عصر عج: محرم کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ لنگی کسی دوسری چیز سے باندھے خواہ کوئی ٹکڑا ہو خواہ دوسری شے۔

سوال: کیا نماز میں (اِنّی وَجَّهتُ وَجهِی لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ حَنِیفاً مُسلِماً) کے ساتھ (علی مِلَّةِ اِبرَاهِیمَ وَ دِینِ مُحَمَّد) کہنا جائز ہے؟ کیوں کہ ہمارے بعض اصحاب کا قول ہے کہ جس نے علی دین محمد کہا اس نے بدعت کیا کیوں کہ ہم نے نماز کی کتابوں میں ایسی کوئی حدیث نہیں پائی ہے سوائے ایک حدیث کے جو قاسم ابن محمد نے اپنے جد حسن ابن راشد سے کتاب الصلوۃ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے حسن ابن راشد سے فرمایا تم نماز میں توجہ کیسے کرتے ہو؟ اس نے کہا حنیفا مسلماً تک کہتا ہوں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تم اس طرح پڑھا کرو "وجهت وجهی للذی فطر السماوات و الارض علی ملة ابراهیم ودین محمد و منهاج علی علی ابن ابیطالب والاهتمام بآل محمد حنیفا مسلما وما انا من المشرکین"

جواب امام عصر: نماز میں اس کا پڑھنا واجبی امر نہیں ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس طرح پڑھنا سنت موکد ہے:

"وجهت وجهی للذی فطر السماوات و الارض حنیفا مسلما علی ملة ابراهیم ودین محمد وهدی امیر المومنین وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذالک امرت وانا من المسلمین، اللّهم اجعلنی من المسلمین

واعوذ بـالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم" اس کے بعد سورہ حمد پڑھو۔

وہ فقیہ (امام زمانہ عج) جس کے علم میں کوئی شک نہیں ہے فرماتا ہے کہ دین برائے محمد ہے اور ہدایت امام علیؑ کیطرف سے ہے کیوں کہ ہدایت اس کی نسل میں تا روز قیامت ہے پس جو ایسا ہوگا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو شک کرے اس کے پاس دین نہیں اور ہدایت کے بعد گمراہی سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

سوال: کیا نماز میں قنوت کے بعد اپنے ہاتھوں کو صورت وسینہ پر پھیرنا جائز ہے (یہ ایک حدیث کے سبب ہے کہ بیشک خداوند تعالیٰ اس سے بزرگ وبرتر ہے کہ اپنے بندوں کو خالی ہاتھ واپس کردے بلکہ وہ اسے اپنی رحمت سے پر کرتا ہے) یا جائز نہیں ہے؟ بیشک ہمارے بعض اصحاب قائل ہیں کہ یہ ایک نماز کا ایک عمل ہے؟

جواب امام زمانہ عج: نماز فریضہ میں اپنے ہاتھوں کو اپنے صورت وسینہ پر پھرنا جائز نہیں ہے، اور جس چیز پر عمل کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ جب نماز فریضہ کے قنوت میں ہاتھ اٹھائے اور دعا سے فارغ ہوجائے تو دونوں ہتھیلیوں کو آرام سے سینہ کے برابر سے گھٹنوں تک لائے اور تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، وہ حدیث صحیح ہے مگر وہ حکم نماز نوافل شب وروز کیلئے ہے نہ کہ فرائض میں اور اس پر عمل کرنا افضل ہے۔

سوال: نماز واجب کے بعد سجدۂ شکر کا کیا حکم ہے بعض اصحاب بدعت کے قائل ہیں، کیا نماز واجب کے بعد اس کا بجالانا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اس کو نماز مغرب میں نافلہ مغرب کے بعد انجام دیں یا اس سے قبل؟

جواب امام زمانہ عج: سجدۂ شکر واجب ترین والازم ترین آداب وسنت میں سے ہے، جو اس کے بدعت کا معتقد ہو وہ دین خدا میں اختراع وبدعت کے ارتکاب کا ارادہ رکھتا ہے۔

اور روایت مذکورہ کہ سجدہ شکر مغرب کی تین رکعت کے بعد یا نافلۂ مغرب کی چار رکعت کے بعد اختلاف ہے، تو جان لینا چاہئے کہ نماز واجب کے بعد نوافل کے اوپر دعا وتسبیح کی فضیلت ایسی ہے جیسی کہ نمازوں کی نوافل پر ہے، پس سجدہ اور کچھ دعائیں وتسبیح واجب نماز کے بعد بہتر وافضل ہے۔ اگرچہ بعد نوافل بھی جائز ہے۔

سوال: ہمارے برادر دینی کے پاس ایک زرخیز زمین ہے اس کے پہلو میں ایک بنجر زمین بھی ہے جس میں بادشاہ کا حصہ ہے اور ہمارے بھائی اس میں زراعت کرتے ہیں لیکن اس سے بادشاہ کے کام کرنے والے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے اور وہ اس زمین کی تمام پیداوار سے تعرض کرتے ہیں، اور وہ زمین خراب ہونے کی وجہ سے

کوئی قیمت نہیں رکھتی وہ زمین تقریباً بیس سال سے بنجر ہوگئی ہے اور بادشاہ ان زمینوں کو نہ بیچنے دیتا ہے اور نہ کرایہ پر دینے دیتا ہے کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ زرخیز زمین اس سے قبل بادشاہ کیلئے وقف مقبوضہ ہے لہذا اس کی خرید وفروخت صرف بادشاہ ہی سے ہوسکتی ہے اور وہ صحیح راستہ ہے، اور اس نے خود حفاظت ومصلحت اور زمینوں کو آباد کرنے کا یہ قانون وضع کیا ہے چونکہ بادشاہ کی مردہ وبنجر زمین کو اس زرخیز وپُرآب زمین کی برکت سے رونق ملتی ہے اور خرید وفروش کے سبب بادشاہ والوں کی طمع ولالچ کو ٹھیس پہنچتی ہے، اگر یہ عمل جائز نہیں ہے تو آپ جو فرمائیں میں وہی کرتا ہوں؟

جواب امام زمانہؑ: ایک مرد نے ایک عورت کو خارج از رحم (کوئی بچہ پیدا نہ ہو) اپنے لئے حلال کیا اور بچہ ہونے سے ڈرایا بھی لیکن وہ عورت اتفاقاً صاحب فرزند ہوگئی پہلے تو اس نے اس بچہ کو قبول نہیں کیا لیکن شک وتردید کے ساتھ بعد میں قبول کرلیا اور بچہ اور ماں کے مخارج کو پورا کرتا رہا یہاں تک کہ ماں کا انتقال ہوگیا پھر بھی بچے کے مخارج دیتا رہا مگر اس کی نگاہ میں بچہ مشکوک ہی رہا اور اسے اپنے سے الگ ہی رکھا اگر آپ فرمائیں کہ اسے بچہ کو اپنی اولاد کے ساتھ رکھنا چاہئے تو وہ ویسا ہی کرے اور اگر حکم دیں کہ کچھ مال اسے دے کر اس کے حق سے برطرف ہوجائے تو وہ وہی کام کرے؟

جواب امام زمانہؑ عج: حلیت زن کس انداز سے ہے اس کے لحاظ سے حکم مختلف ہے، دوبارہ وضاحت کے ساتھ لکھو تا کہ بخواست خدا بچہ کے بارے میں جواب جان سکو۔

امامؑ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے اس طرح جواب دیا۔

خداوند عالم خود جس کا اہل ہے اس کو معاف فرمائے: یہ سب خود ان کی خدا کی جانب توجہ اور ان کے مرحوم باپ کے حالت کی رعایت اور ان کی ہم سے قربت کی وجہوں سے ہے، ہم ان کی پاک نیت جاننے کے بعد ان سے راضی وخوشنود ہوگئے، اور ان کے تخاطب سے ہم آگاہ ہوئے کہ جس چیز نے ان کو خدا سے نزدیکی وتقرب بخشا ہے وہ خدا کی خوشنودی اور رسول اور اس کے اولیاء کی رضایت ہے جس کا ہم نے آغاز کیا ہے، ہم خدا سے اس کے واسطہ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کی نیک وعمدہ آرزؤں کو برلائے اور ان کے دینی ودنیوی امور کی اپنی پسند ومصلحت سے اصلاح کرے، وہی قادر وقوی ولی وسرپرست ہے۔

محمد بن عبداللہ حمیری نے ایک دوسرا خط ۳۰۸ھ میں مولا صاحب الزمانؑ کو چند دوسرے مسائل کے ساتھ اس

انداز سے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ خداوند تعالی آپ کی عمر طولانی فرمائے، آپ کی عزت وکرامت اور سعادت وسلامتی کو دوام بخشے اور آپ پر اپنی نعمتوں کو کمال تک پہنچائے، اپنے عمدہ احسان وبخشش اور انعام وفضل وہبہ اور اپنی بہترین تقسیم کو اپنے آپ پر زیادہ کرے، اور ہر حادثہ میں مجھے آپ پر قربان کرے۔

سوال: ہمارے یہاں بہت سے بوڑھے وکمزور مرد وعورتیں ہیں جو تیس سال سے زیادہ کے عرصہ سے ماہ رجب میں روزہ رکھتے ہیں اور اسے ماہ شعبان ورمضان سے متصل کر دیتے ہیں، ایک راوی صحابی نے حدیث نقل کرتے ہوئے کہا کہ ان کے روزے معصیت ہیں؟

جواب امام عصر عج: فقیہ فرماتا ہے: رجب میں پندرہ روز روزہ رکھے پھر سلسلہ قطع کر دے سوائے اس کے کہ اس درمیان تین روزے اپنے قضا کی نیت سے رکھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ (بیشک قضا روزوں کیلئے بہترین مہینہ رجب کا مہینہ ہے)

سوال: ایک شخص درحال سفر محمل میں بیٹھا ہوا ہے اور راستہ میں قد آدم کے برابر برف جمی ہوئی ہے وہ پریشان ہے کہ اگر اترے تو برف میں دھنس جائے گا وہ اپنی جگہ پر ہے اور برف کی کثرت وشدت کی وجہ نیچے پیر بھی نہیں رکھ سکتا، کیا اس حال میں محمل کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے؟ مدت سے ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، کیا ہم کو بھی اعادہ کرنا چاہئے؟

جواب امام عصر عج: ضرورت وسختی کے وقت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: ایک نمازی جماعت میں اس وقت پہنچتا ہے کہ امام رکوع میں ہے اور وہ رکوع میں اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور اسے اپنی ایک رکعت حساب کرتا ہے لیکن ایک صحابی معتقد ہے کہ جب تک کوئی رکوع کی تکبیر امام سے نہ سنے اسے ایک رکعت شمار نہیں کر سکتا؟

جواب امام عصر عج: اگر رکوع میں ایک تسبیح کے برابر بھی امام سے ملحق ہو جائے ایک رکعت شمار کرے گا چاہے تکبیر رکوع نہ سنا ہو۔

سوال: ایک شخص نے نماز ظہر پڑھی اور نماز عصر شروع کر دی۔ جب عصر کی دو رکعت پڑھ چکا تو یقین پیدا ہوا کہ اس نے ظہر کی دو رکعت پڑھی ہے وہ کیا کرے؟

جواب امام عصر: اگر دونوں نماز کے درمیان حدث صادر ہو جو مبطل نماز ہے تو دونوں کا اعادہ کرے ورنہ اسی باقی دو رکعت نماز کو بقیہ نماز ظہر کی نیت سے پورا کرلے اور اس کے بعد نماز عصر پڑھے۔

سوال: کیا اہل بہشت کے درمیان تولد وتناسل واقع ہوگا؟

جواب امام عصر عج: بہشت میں نہ حمل ہوگا، نہ ولادت، نہ حیض، نہ نفاس، نہ کوئی مشقت طفولیت، جیسا کہ خداوند فرماتا ہے کہ بہشت میں ہر وہ شے ہے جس کی دل خواہش وآرزو کریں اور آنکھیں دیکھنے سے لذت پائیں، جب مومن فرزند کی خواہش کرے گا خدا بغیر حمل وولادت وغیرہ کے اس کی خواہش کے مطابق پیدا کر دے گا جس طرح اس نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔

سوال: ایک مرد نے ایک عورت سے عقد موقت (متعہ) کیا ابھی کچھ دن باقی ہیں اور مرد نے وہ ایام عورت کو معاف کر دیا حالانکہ مدت بخشنے سے تین روز قبل عورت حائضہ ہوئی ایسی حالت میں اس پاکیزگی کے بعد دوسرے مرد سے متعہ کر سکتی ہے؟ یا مزید دوسرے حیض سے پاک ہونے کے بعد متعہ کرنا چاہئے؟

جواب امام عصر عج: اس کے علاوہ دوسرے حیض سے پاک ہو لے تب عقد کرے گی کہ اس عدہ کا کمترین وقت ایک مکمل حیض سے پاک ہونا ہے۔

سوال: کیا مبروص ومجذوم ومفلوج کی شہادت وگواہی قابل قبول ہے؟ کیوں کہ ہم تک حدیث پہنچی ہے کہ افراد معلول وافراد سالم پر مقدم نہیں ہو سکتے؟

جواب امام عصر عج: اگر بیماریاں پیدائشی ہوں تو مقبول نہیں ہے ورنہ قابل قبول ہے۔

سوال: آدمی کیلئے اپنی زوجہ کی بیٹی سے عقد کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب امام عصر عج: اگر اس مرد کے گھر میں پلی بڑھی ہو تو جائز نہیں ہے، اگر ایسا نہ ہو اور اس کی ماں بھی اس کے حبالۂ عقد میں نہ ہو تو اس بارے میں جواز کی حدیث مروی ہے۔

سوال: کیا جائز ہے کہ عورت کی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کرے اور پھر اس کے بعد اس کی نانی سے شادی کرے؟

جواب امام عصر عج: اس بارے میں منع وحرام ہے۔

سوال: ایک شخص دوسرے سے ایک ہزار درہم طلب کرتا ہے اور شاہد عدل بھی پیش کرتا ہے، دوسرے حوالہ میں پانچ سو درہم کا طالب ہے اس میں شاہد عادل رکھتا ہے، ایک اور حوالہ میں تین سو درہم کا دعویٰ کرتا ہے اس کیلئے بھی

گواہ رکھتا ہے، قرضدار کہتا ہے کہ یہ سب حوالہ اسی ایک ہزار درہم میں داخل ہیں اور قرض خواہ منکر ہے، اس صورت میں وہی ایک ہزار درہم ایک مرتبہ دے یا جس مقدار میں شاہد موجود ہے اسے ادا کرنا چاہئے؟ اور اس میں حوالہ میں استثناء نہیں ہے اور ہر ایک جداگانہ حوالہ ہے

جواب امام عصرؑ: قرضدار سے ایک ہزار درہم جو بلاشبہ ہے لیا جائے گا اور قرض خواہ باقی کیلئے قسم کھائے گا ورنہ اس کو حق نہیں ملے گا۔

سوال: خاک شفا کو میت کے ساتھ اس کی قبر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب امام عصرعج: اسے میت کے ساتھ اس کی قبر میں رکھا جائے اس سے حنوط کیا جائے۔

سوال: روایت از طرف امام صادقؑ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل کے کفن پر لکھوایا تھا (اسماعیل گواہی دیتا ہے اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں) کیا ہمارے لئے بھی جائز ہے کہ ہم بھی اس جملہ کو خاک شفا یا دوسری شے سے لکھوائیں؟

جواب امام عصرعج: ہاں، جائز ہے۔

سوال: کیا خاک شفا کی تسبیح بنانا جائز ہے اور کیا اس میں کوئی فضیلت ہے؟

جواب امام عصرعج: ایسا ہی کرو کیوں کہ اس سے بہتر وبرتر کوئی تسبیح نہیں ہے، اس کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ کوئی تسبیح پڑھنا بھول جائے اور تسبیح کو حرکت دیتا رہے تو بھی اس کیلئے ثواب تسبیح لکھا جائے گا۔

سوال: خاک شفا کی سجدہ گاہ پر سجدہ ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی فضیلت ہے؟

جواب امام عصرعج: جائز ہے اور اس میں فضیلت بھی ہے۔

سوال: ایک مرد مومن قبر ائمہ معصومین کی زیارت کرتا ہے کیا جائز ہے کہ وہ قبر پر سجدہ کرے؟ یا قبر کو قبلہ نماز قرار دے؟ یا سرہانے یا پائنتیں نماز پڑھے؟ یا قبر کا پیچھا کر کے نماز پڑھے؟

جواب امام عصرعج: قبر پر سجدہ کرنا کسی بھی واجب یا نافلہ، یا زیارت میں جائز نہیں ہے اور جس پر عمل کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ داہنے رخسار کو قبر پر رکھے، اسے قبلہ قرار نہیں دے سکتے، نماز نہ قبر کے سامنے جائز ہے نہ اس کے داہنے اور نہ بائیں کیوں کہ نہ امام معصوم پر مقدم ہو سکتے ہیں نہ اس کے مساوی۔

سوال: کیا نمازی کیلئے نماز فریضہ یا نافلہ کی حالت میں اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھ کر پھراتے رہنا جائز ہے؟

جواب امام عصرعج: اگر سہو وغلطی کا خوف ہے تو جائز ہے۔

سوال: بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب امام عصرعج: جائز ہے، والحمدللہ رب العالمین۔

سوال: از طرف حضرت فقیہؑ اوقاف کے فروش کے بارے میں سوال ہوا ہے (اگر وقف افراد پر ہو اور اعیان اعقاب مال وقف شدہ وموقوف علیہ افراد) موجود ہوں اور افراد بیچنے پر راضی ہوں تو یہ بیع اصلح ہے اور اسے بیچ سکتے ہیں؟ اگر سب راضی نہ ہوں تو کیا ان میں بعض افراد فروخت کر سکتے ہیں یا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ سب راضی نہ ہوں؟ وقف غیر قابل فروش کے بارے میں بیان فرمائیں؟

جواب امام عصرعج: امام مسلمین پر وقف شدہ اشیاء قابل فروش نہیں ہے، اگر مسلمانوں کے ایک گروہ پر وقف ہو تو ہر ایک کو بیچنے کا حق ہے چاہے وہ متفرق ہو کر بیچیں یا متحد ہو کر بیچیں۔

سوال: کیا محرم زیر بغل اور پسینہ کی بدبو کیلئے کوئی مادہ اور خوشبو کی خاطر تو تیار رکھ سکتا ہے۔

جواب امام عصرعج: ہاں جائز ہے۔

سوال: ایک نابینا نے بینائی کے وقت ایک گواہی دی پھر بینائی ختم ہو گئی اور نابینا ہو گیا اور اب اپنی تحریر نہ دیکھ سکتا ہے نہ پڑھ سکتا ہے نہ پہچان سکتا ہے ایسے شخص کی گواہی قابل قبول ہے یا نہیں؟ اور اگر اسے اپنی گواہی یاد ہو تو کیا دوبارہ گواہی دینا جائز ہے؟

جواب امام عصرعج: اگر اسے گواہی وزمانہ یاد ہو تو اس کی گواہی قبول ہے۔

سوال: ایک شخص نے ایک زرخیز زمین یا کوئی چوپایہ وقف کیا اور بعض وکلاء وقف کی خود گواہی دیتا ہے پھر وکیل کا انتقال ہو جاتا ہے یا اس کے امور دگرگوں ہو جاتے ہیں اور دوسرا متولی بن جاتا ہے۔ کیا جائز ہے کہ یہ شخص وکیل گذشتہ کے جانشین کیلئے گواہی دے جبکہ اصل وقف ایک نفر ہی کیلئے ہے؟

جواب امام عصرعج: اس کے علاوہ جائز نہیں کیوں کہ وکیل کیلئے گواہی کو نہیں بیان کیا گیا ہے صرف مالک کیلئے گواہی کا ثبوت ہے حالانکہ فرمان خدا ہے کہ گواہی کو خدا کیلئے قائم کرو۔

سوال: نماز کی آخری دو رکعت کے بارے میں روایات بہت ہیں، کچھ بیان کرتی ہیں کہ صرف سورہ حمد پڑھنا افضل ہے کچھ صرف تسبیح کو افضل کہتی ہیں، ان دونوں میں سے کس کو فضیلت ہے تاکہ اسی پر عمل کریں؟

جواب امام عصرعج: ان دونوں رکعت میں سورۂ حمد کی قرأت تسبیح کو منسوخ کردیا ہے کیوں کہ امام ہادیؑ سے روایت منقول ہے کہ بغیر سورۂ حمد کے ہر نماز ناقص وناتمام ہے سوائے بیماروں اور اس کثیر السہو کیلئے جو سہو کے سبب نماز کا خوف رکھتا ہے۔

سوال: ہمارے یہاں مشہور ہے کہ اخروٹ کا شیرہ درد حلق اور گرفتگی آواز کیلئے مفید ہے لوگوں کے درمیان اس کا طریقہ استعمال اس طرح ہے کہ نیم پختہ تازہ اخروٹ لیں اور اس کو کوٹ کوٹ کر نرم کرلیں اور اس کا پانی نچوڑیں، صاف کریں، اور اتنا پکائیں کہ آدھا ہو جائے پھر نیچے اتار کر ۲۴ گھنٹہ رکھ دیں پھر اس کا چھٹا حصہ اس میں شہد ڈالیں اور آگ پر رکھ کر دھیمی آنچ میں پکائیں اور اوپر کے کف (سفیدی) کو نکالتے جائیں اور پھر نصف نصف مثقال نوشادر وزاج پانی خوب ملالیں اور شیرہ اس میں ڈال دیں اور اس کے برابر زعفران مسحوق بھی اس میں ڈالیں اور سب کو جوش دیں اور اوپر سے سفیدی نکالتے جائیں یہاں تک مثل شہد کے قوام ہو جائے اس کے بعد آگ سے اتار کر ٹھنڈا کریں اور اس کو پئیں، اس کا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب امام عصرعج: اگر اس کی زیادہ مقدار مست آور ہو اور حالت میں تبدیلی کردے تو اس کی کم وزیادہ ہر مقدار حرام ہے لیکن اگر اس سے کچھ اثر مستی نہ ہو تو حلال ہے۔

سوال: اگر کسی کو کوئی حاجت پیش آجائے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں متردد ہو اس کے بعد دو انگوٹھی لے ان میں سے ایک پر ہاں (افعل) تحریر کرے اور دوسرے پر نہیں (لاتفعل) پھر کئی مرتبہ خدا سے طلب خیر کرے پھر ان میں سے ایک نکالے اور اسی پر عمل کرے یہ طریقہ جائز ہے کہ نہیں؟ اس کا عامل وتارک استخارہ شرعی موافق ہے یا کوئی دوسری قسم ہے؟

جواب امام عصرعج: حضرت امام ہادیؑ نے جو طریقہ بتایا صرف وہی استخارہ رقعہ ونماز ہے؟

سوال: نماز جعفر طیار کس وقت افضل ہے؟ کیا اس میں قنوت ہے؟ اگر ہے تو کس رکعت میں ہے؟

جواب امام عصرعج: افضل اوقات روز جمعہ وقت ظہر ہے پھر رات ودن میں کسی وقت بجالانا جائز ہے، قنوت دو مرتبہ، دوسری رکعت میں قبل از رکوع اور چوتھی رکعت میں قبل از رکوع۔

سوال: ایک شخص نے اپنے اموال میں سے کچھ اپنے ایک برادر ایمانی کو دینے کیلئے نکالا اس نے اپنے ایک رشتہ دار کو محتاج پایا کیا اس کیلئے درست ہے کہ وہ اپنی نیت کو بدل کر بجائے برادر ایمانی کے اپنے محتاج قرابتدار کو

دیدے؟

جواب امام عصرعج: وہ مال ان دونوں میں سے اسے دے جو اس کے مذہب وعقیدہ سے نزدیک تر ہو، امام ہادیؑ نے فرمایا ہے کہ خداوند صدقہ قبول نہیں کرتا جبکہ کوئی رشتہ داروں میں محتاج ہو اگر کوئی اس حدیث پر عمل کرنا چاہے تو وہ رشتہ دار اور برادر ایمانی دونوں میں تقسیم کردے تاکہ دونوں فضیلت وثواب حاصل کرلے۔

سوال: ہمارے اصحاب نے مسئلہ مہر زن کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کچھ کا قول ہے کہ اگر وہ عورت پر داخل ہو جائے تو اس کا مہر ساقط ہے اور اس کی گردن پر کچھ نہیں، بعض کا قول ہے کہ وہ دنیا وآخرت میں لازم ہے یہ کیسے ہے؟ کیا چیز اس میں واجب ہے؟

جواب امام عصرعج: اگر مرد نے مہر کو سند کی صورت میں بطور قرض تحریر دیا ہے تو دنیا وآخرت میں لازم وواجب ہے اور اگر سند میں صرف مہر کا ذکر کیا ہے (بدون قرض) تو وہ داخل ہوگا مہر ساقط ہو جائے گی اور اگر کوئی سند نہیں ہے صرف عورت پر داخل ہونے سے باقی مہر ساقط ہوگی۔

سوال: روایت ہے کہ ایک شخص نے امام عسکریؑ سے پوچھا کہ کیا خرگوش کے بال والے کپڑے کہ جس کے کنارہ میں خرگوش کی کھال لگی ہو جائز ہے انھوں نے فرمایا: ہاں اس کی معارض حدیث بھی ہے کہ جائز نہیں ہے؟ پس ہم کس پر عمل کریں؟

جواب امام عصرعج: انھوں نے خرگوش کے بال وکھال دونوں کے لباس سے منع کیا ہے لیکن اگر صرف بال ہو وہ تمام حلال ہے۔ اور ایک عالم نے امام صادقؑ کے اس قول کے بارے میں پوچھا کہ جو لباس لومڑی وخرگوش کی کھال سے بنا ہو اس میں نماز نہ پڑھی جائے اور نہ اس جیسے لباس میں، امامؑ نے فرمایا: ان کی نگاہ میں صرف کھال تھی۔

سوال: اصفہان میں ایک لباس عنابیہ ہے جسے مختلف رنگ اور ابریشم سے بنایا جاتا ہے اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب امام عصرعج: سوائے روئی وکتان کے بنے ہوئے لباس کسی نماز میں جائز نہیں ہے۔

سوال: نماز جعفر طیار سفر میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں جائز ہے۔

سوال: اگر کسی کو تسبیحات حضرت زہراؑ میں سہو ہو جائے اور چونتیس مرتبہ سے زیادہ اللہ اکبر کہے، کیا وہ صرف چونتیس بار تک واپس ہو یا ابتدا سے دوبارہ پڑھے؟ اور اگر تسبیحات کو (٦٧) تک پڑھ ڈالے آیا وہ (٦٦) تک واپس آئے یا اسے دوبارہ ابتدا کرے؟ اس مورد میں کیا جائز ہے؟

جواب امام عصر عج: اللہ اکبر کی غلطی میں ۳۳ تک واپس ہو، اور اگر سبحان اللہ کہنے کی غلطی کرے اور ٦٧ سے بھی تجاوز کر جائے تو ٦٦ تک واپس ہو اور اسی پر بنا رکھے، اور اگر الحمد للہ میں تجاوز کرے ۱۰۰ تک پہنچ جائے تو اس میں کوئی عیب و حرج نہیں ہے۔

محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر حمیری نے کہا کہ مسائل اور سوالات کے بعد ناحیہ مقدسہ سے توقیع اس طرح صادر ہوئی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: تم نہ امر خدا کے بارے میں غور و فکر کرتے ہو، نہ اس کے اولیاء سے قبول کرتے ہو یہ حکمت بالغہ ہے پس ایمان نہ لانے والوں کو ڈرانا کیا فائدہ دے گا ہم پر سلام ہو اور خدا کے بندگان صالح پر سلام ہو، جب تم خدا اور ہماری جانب توجہ کرنا چاہو تو جیسے خدا نے فرمایا ہے ویسے تم بھی کہو "سَلامٌ عَلی آلِ یاسِین" زیارت آل یاسین اور اس کے بعد دعائی زیارت (صفحہ ٦۴۳ سے ص ٦۴۹ تک)

آخر ماہ صفر ۴۱۵ھ کو ناحیہ مقدسہ امام زمانہ عج کی جانب سے شیخ مفید محمد ابن نعمان قدس اللہ روحہ کے نام ایک توقیع صادر ہوئی، حامل نامہ نے کہا کہ وہ خط اس علاقہ سے لایا جو حجاز سے متصل ہے اور توقیع کا مضمون یہ ہے:

یہ خط برادر ایمانی، دوست رشید ابو عبد اللہ محمد ابن محمد ابن نعمان شیخ مفید دام اللہ اعزہ کے نام ہے اور ان عہدوں میں سے ہے جو ودیعت کیا گیا اور بندگان خدا سے لیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اے دوست مخلص! تم پر سلام ہو کہ تم علم و یقین کے ساتھ ہم پر اعتقاد رکھنے میں امتیاز و خصوصیت رکھتے ہو، ہم تمہارے وجود کا اس خدائے بزرگ کے سامنے شکر کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں، اور اس لازوال سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا و مولا پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد طاہرین پر رحمت نازل فرمائے اور نصرت حق کیلئے تمہاری توفیقات میں دوام بخشے اور سچائی کے ساتھ ہماری طرف سے جو باتیں کرتے ہو اس کی جزا و پاداش میں اضافہ فرمائے میں تم کو خبر دے رہا ہوں کہ ہمیں اجازت دی گئی ہے تم کو اپنی خط و کتابت کے شرف، بزرگی کے فخر سے نوازیں اور تمہارا وظیفہ ہے کہ ہم جو کچھ تم کو تحریر کر رہے ہیں اسے

اپنے قریبی ہمارے دوستوں تک پہنچا دو، خداوند انھیں اپنی اطاعت کی وجہ سے عزیز رکھے اور اپنے حفظ و عنایات کے ساتھ ان کی مشکلات کو برطرف کرے۔ خداوند عالم دین سے نکل جانے والے دشمنوں پر اپنی امداد و نصرت سے تم کو کامیاب فرمائے اور اپنے معتقدین تک (ہمارا پیغام) پہنچانے کیلئے وہ طرز و طریقہ اختیار کرو جو انشاء اللہ میں لکھ رہا ہوں۔

اگر چہ ہم ایسی جگہ سکونت پذیر ہیں جو ستمگروں کی سکونت سے دور ہے، اور یہ بھی اس سبب سے ہے کہ جب تک دنیا کی حکومت فاسقوں کے اختیار میں ہے خداوند عالم نے ہماری اور ہمارے شیعوں کی صلاح و فلاح اسی میں دیکھی لیکن در عین حال تمہارے حالات و اوضاع سے ہم کاملاً آگاہ ہیں اور ان میں سے کچھ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں رہیں، ہم اپنے شیعوں سے ہونے والی لغزشوں سے غافل نہیں ہیں، ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو ان بعض برے کاموں کی طرف مائل ہیں جن سے گذشتہ نیک لوگ احتراز کرتے تھے اور جو عہد و پیمان خدا کی جانب توجہ رکھنے اور گناہوں سے دور رہنے کی خاطر ان سے لیا گیا تھا انھوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے گویا وہ جانتے ہی نہیں، ہم تمہارے حال کی رعایت میں کوتاہی نہیں کرتے اور تمہاری یاد سے غافل نہیں ہوتے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر طرف سے مصائب تم کو گھیر لیتے اور تمہارے دشمن کو جڑ سے اکھیڑ دیتے، اللہ سے ڈرو اور ہم پر اعتماد کرو اور اپنی طرف آنے والے فتنوں و امتحانات کی ہم سے چارہ جوئی کرو، جو امتحان و آزمائش تمہارے لئے ظاہر ہو جائے تو اگر موت کا وقت آ گیا ہے وہ اسی میں نابود ہو جاتا ہے اور جس نے اپنی آرزو کو پا لیا وہ اس گرداب سے سلامت نکل گیا، وہ آزمائش و امتحان ہماری اطاعت و نافرمانی کے مقابلہ میں ہماری حرکت کی علامت اور تمہارا امتیاز ہے، اور خداوند اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے مشرکین کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

تقیہ سے اپنے کو دشمنوں سے بچاؤ، آتش جاہلیت کے جلانے سے پرہیز کرو، جن لوگوں نے اس فتنہ سے پناہ گاہ میں پناہ نہ لی اور اس کی سرزنش کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق راستہ کا انتخاب کیا۔ اس سال ماہ جمادی الاولی میں آنے والے حادثات سے تم کو عبرت لینا چاہئے اور جو کچھ اس کے بعد رونما ہو اس سے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔

عنقریب تمہاری خاطر آسمان سے ایسی واضح علامت ظاہر ہوگی اور ویسے ہی زمین سے بھی آشکار ہوگی جو لوگوں کو محزون و دہشت زدہ کر دے گی، اس وقت عراق پر وہ لوگ مسلط ہو جائیں گے جو اسلام سے خارج ہو گئے

ہیں اوران کے سبب اہل عراق معاشی تنگی میں گرفتار ہو جائیں گے پھران اشرار میں سے ایک کے مرنے سے یہ رنج ومصیبت ختم ہو جائیں گی اوراس کے مرنے سے خیراندیش پرہیزگار خوش ہو جائیں گے اورتمام دنیا کے عازمین حج اپنی آرزوؤں کو پالیں گے اورحج کیلئے جائیں گے۔

تم میں سے ہر شخص کواس چیز پر عمل کرنا چاہئے جو ہماری دوستی سے تم کو قریب کردے اور ہراس شے سے پرہیز کرنا چاہئے جو ہماری ناراضگی سے قریب کردے، کیوں کہ خداوند عالم انسان کو اچانک اپنی جانب لے جاتا ہے کہ اس وقت توبہ فائدہ نہ دے گا اورگناہوں پر پشیمانی ہمارے عذاب سے نجات نہیں دے گی خداتم کو رشد وہدایت الہام کرتا ہے اوراپنے لطف سے اپنی رحمت کی تم کو توفیق دیتا ہے۔

مولا صاحب الزمان عج کے دست مبارک کا لکھا ہوا نسخہ توقیع:

یہ ہمارا خط تمہارے لئے ہے اے بھائی، دوست، اے ہماری محبت میں مخلص، اے ہمارے پاک یاور ووفادار، خداوند عالم جس کی آنکھ نہیں سوتی وہ تمہاری حفاظت کرے اوراچھی طرح محفوظ رکھے؟ خط کی تحریر کوکسی پر ظاہر نہ کرنا اورکسی کو نہ دکھانا اوراس کے مضامین سے اسے آگاہ کرنا جس سے تم مطمئن ہو، ان کے گروہ سے۔ بخواست خدا اس پر عمل کرنے کی سفارش کرو، اورمحمد اوران کی آل طاہرین پر اللہ رحمت نازل کرے۔

دوسرا خط روز پنجشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۴۱۲ھ کو ناحیہ مقدسہ کی جانب سے ان تک پہنچا، میں نے اسے اس راہ کے رابط عبداللہ جن پر حق کا الہام ہوا جس کی دلیل سے تحریر کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: تم پر سلام ہو اے حق کی مدد کرنے والے، اے کلمۂ صدق وصداقت کے ذریعہ اس کی جانب دعوت دینے والے، ہم باہم اس خدا کی حمد وثنا کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ہمارا اور ہمارے آباء اولین کا پروردگار، ہم اس سے اپنے نبی وآقا، مولا محمد خاتم النبیین اوران کی آل پاک پر صلوات ودرود کا سوال کرتے ہیں۔

امابعد! ہم نے تمہاری مناجات پر نظر ڈالی، خدا نے جس سبب سے اپنے اولیاء کو بخشا اسی سے تمہاری حفاظت کرے، اوراپنے دشمنوں کے مکروفریب سے بچائے، ہماری حاجات جو ایمان کی بلندیوں پر قائم ہے برلائے، غیر معروف گھنے جنگلوں سے گذر کر تمہارے پاس آئیں گے، ہم نے اس صحرا میں پناہ لی جو ایمان سے خالی تھا اور مختصر مدت میں اس ہموار زمین پر ہمارا نزول ہو جائے، بہت جلد ہماری طرف سے تم کو خبر ملے گی کہ اوضاع وحالات کو

ہمارے لئے تجدید کردیا گیا ہے تا کہ تم سمجھ سکتے ہو کہ اعمال وکردار کے ساتھ ہمارے تقرب کی راہ وروش کیا ہے، خدا اپنی رحمت کے ساتھ تم کو موفق فرمائے، پس تم ایسے رہو کہ خداوند نہ سونے والی آنکھوں سے تمہاری حفاظت کرے، تم اپنے کوان کے مقابلہ کیلئے آمادہ کرو کہ اس میں ایک ایسی جماعت ہلاک ہوئی جس نے اہل باطل کو ڈرانے کیلئے باطل کی کھیتی کی اوران کی نابودی سے اہل ایمان کے دل شادوخرم ہوئے اور مجرمین محزون ومغموم ہوئے۔

اس شر سے ہمارا نقل وانتقال اس حرم میں ایک حادثہ ہے جو اس منافق مذموم کی رجس وکثافت سے جو خون ناحق بہاتا ہے اور عمداً اہل ایمان کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اوران پر ظلم وستم کرکے اپنے مقصد کو نہیں پاتا کیوں کہ ہم ان دعاؤں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں، جو زمین وآسمان کے بادشاہ (خدا) سے پوشیدہ نہیں ہے اسی سے ہمارے دوستوں کے قلوب کو مطمئن ہونا چاہئے اور مکمل ہم پر اعتماد کرنا چاہئے، اگرچہ یہ حادثہ دردناک ان کو وحشت زدہ کردے، اورانجام خدائے سبحان کی بہترین صنعت کے ساتھ ان کیلئے پسندیدہ ہو جائے گا بشرطیکہ گناہوں سے پرہیز کریں۔

اے ہماری راہ میں ظالموں سے مقابلہ کرنے والے مخلص دوست ہم تم سے عہد وپیمان کرتے ہیں، اورجس طرح خداوند عالم نے اپنے گذشتہ اولیاء وصالحین کی مدد کی اسی طرح سے اپنی مدد سے تمہاری تائید کرے کیوں کہ جو بھی خدا کیلئے اپنے دینی بھائی کے حال کی رعایات کرے اور حقوق الٰہی اس کے مستحقین کو ادا کرے وہ شخص آنے والے امتحان ومصیبت اور مشکل رنج وزحمت سے امان میں رہے گا اور جو بھی عاریت دی ہوئی نعمت میں ان لوگوں سے بخل کرے جن سے صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے، ایسا شخص دنیا وآخرت میں گھاٹے میں رہے گا اگر ہمارے شیعہ جن کو خدا اپنی اطاعت کی توفیق دے، دل سے اپنے عہد کے وفا پر جمع ہو جائیں تو ملاقات کی سعادت میں تاخیر نہیں ہوتی اور ہمارے دیدار کی سعادت ان کو بہت جلد نصیب ہو جاتی اور یہ سب ہماری کامل معرفت اور ہماری نسبت صداقت وحقیقت کی بنیاد پر بھی ہے، اور ہمیں ان سے کوئی بھی چیز روکنے والی نہیں ہے سوائے ان کی خبروں کے جو ہمیں ناپسند ہیں اور ناراض کرتی ہیں اور جس کا ہم ان سے انتظار نہیں کرتے، صرف خدا سے مدد مانگنا چاہئے وہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین نگہبان وپشت پناہ ہے۔ "اللّٰھم صلّ علی سیّدنا البشیر النذیر محمد وآلہ الطاھرین"

ابتدائے ماہ شوال ۴۱۲ھ میں یہ توقیع تحریر ہوئی۔

دست مبارک ناحیہ مقدسہ کا نسخہ توقیع: یہ ہمارا خط تمہاری جانب ہے، اے دوست الہام شدۂ حق تعالیٰ! یہ ہمارے قابل اطمینان و مؤثق فرد کا لکھا ہوا خط ہے، پس اسے سب سے پوشیدہ رکھو اس کو لپیٹ لو اور ایک نسخہ تیار کر لو تا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک کے دیکھ لینے سے خداوند عالم ان سب کو ہماری دعا و برکت میں شامل فرمائے، اس کی امانتداری سے مطمئن بخواست خدا پہنچادو۔

"والحمد لله والصلوة على سيدنا محمد وآله الطاهرين"

شیخ مفید کا احتجاج

ابوعبداللہ محمد ابن محمد ابن نعمان شیخ مفید علیہ الرحمۃ کا احتجاج:

اس واقعہ کو شیخ ابوعلی حسن ابن معمر نے ماہ شوال ۴۲۳ھ میں شیخ مفید سے نقل کیا ہے کہ شیخ مفید نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ سے گذر رہا ہوں اور بہت سے لوگ جمع ہیں، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک شخص موعظہ کر رہا ہے لوگ اسی کے گرد جمع ہیں، میں نے کہا: وہ کون شخص ہے؟

لوگوں نے کہا: عمر ابن خطاب ہیں۔

میں آگے بڑھا اور مجمع کو چیرتے ہوئے بالکل آگے پہنچ گیا، دیکھا کہ لوگوں سے ایک شخص گفتگو کر رہا ہے مگر میں اس کی بات نہیں سمجھ سکا، میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: (ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) وہ دو آدمی تھے اور ان میں دوسرے رسول تھے جب وہ دونوں غار میں تھے (سورہ توبہ، آیت ۴۰) یہ آیت کس طرح سے ابوبکر کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے؟

ابن خطاب: چھ طریقہ سے فضیلت بتائی ہے۔

اول: خدا نے اپنے پیغمبر کو یاد کیا اور ان کے ساتھ ابوبکر کو بھی یاد کیا اور انھیں رسول کا دوسرا قرار دیا (ثانی اثنین)

دوم: وصف بیان کیا کہ ہر دو ایک جگہ تھے اور ایک دوسرے سے الفت رکھتے تھے (اذهما فى الغار)

سوم: ان کو پیغمبر سے نسبت دی کہ وہ ان کے ساتھ تھے تا کہ ان کو پیغمبر ہم مرتبہ ہونے کا مقتضی ہے (اذ يقول لصاحبه)

چہارم: اللہ نے اپنے رسول کی ان سے محبت و شفقت کی خبر دی ہے جب وہ رسول کے ساتھ تھے اور فرمایا: (لا تحزن)

پنجم: اور اس کا اظہار کیا کہ یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے اور دونوں کا مددگار ہے اور دونوں کا دفاع کرنے والا ہے اور فرمایا: (ان الله معنا)

ششم: اور ابوبکر پر سکینہ نازل کرنے کی خبر دی کیوں کہ رسول خدا کبھی بھی سکینہ سے جدا نہیں رہے (فانزل الله

سکینۃ علیہ) آیت میں یہ وہ چھ مقام ہیں جو ابوبکر کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں جس کی نہ تم رد کر سکتے ہو نہ کوئی دوسرا۔

شیخ مفید نے کہا کہ میں نے ان سے کہا کہ تم نے اپنے رفیق کی فضیلت میں بطور دلیل وحجت اپنی بات کو خوب اچھی طرح بیان کیا اور میں خدا کی مدد سے تیری تمام دلیلوں کو اڑاؤں گا جیسے تیز وتند آندھیوں میں ریت اڑتی ہیں۔

تیری پہلی بات کہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور ابوبکر کو ان کا دوسرا قرار دیا، اس میں کوئی فضیلت ظاہر نہیں ہوتی کیوں کہ خدا نے صرف تعداد کو بیان کیا ہے، مجھے اپنی جان کی قسم: وہ دونوں باہم تھے، ہم جانتے ہیں کہ ایک مومن ایک کافر باہم دونوں ہوتے ہیں ایک مومن ایک مومن بھی باہم ہوتے ہیں یا ایک کافر اور ایک کافر بھی دونوں باہم ہوتے ہیں، پس صرف عدد کے ساتھ یاد کرنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

تمہاری دوسری بات کہ ان دونوں کے ایک جگہ اجتماع کی توصیف کی ہے: پہلے کیطرح یہاں بھی تعداد وعدد میں اجتماع کو بیان کیا ہے کیوں کہ ایک ہی مقام پر مومن وکافر جمع ہوتے ہیں جیسے کہ مومنین وکافرین کا باہم اجتماع ہوتا ہے، نیز مسجد نبوی غار سے افضل ہے وہاں مومن، منافق اور کافر باہم ہوتے اسی بارے میں خدا نے فرمایا: اے رسول کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ تمہارے پاس گروہ گروہ دائیں سے بائیں سے دوڑے چلے آتے ہیں (سورۂ معارج، آیت ۳۶/۳۵) نیز جناب نوح کی کشتی میں پیغمبر وشیطان اور حیوانات بھی تھے لہذا تمہارے فضیلت کے دعوے پر ایک جگہ جمع ہونا کوئی وجہ فضیلت نہیں ہے اور تیری دونوں فضیلت کا دعویٰ باطل ہے۔

تمہاری تیسری بات: ابوبکر کو رسول کی صحبت اور ان کا ہمدم ہونا نصیب ہوا یہ بات ان دونوں سے بھی کمزور ہے کیوں کہ مؤمن وکافر کے درمیان بھی صحبت وہمدمی ہو سکتی ہے، اس پر قول خدا دلیل ہے: (قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ) اس کا ساتھی جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کیا تو اس خدا کا منکر ہے جس نے پہلے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل ٹھیک آدمی بنایا (سورہ کہف، آیت ۳۶/)

صاحب وہمدم عاقل وحیوان کیلئے بھی بولا جاتا ہے اس کی دلیل کلام عرب میں موجود ہے کہ انھیں کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے کہ ان لوگوں نے حمار (گدھے) کو بھی صاحب کہا ہے۔ شعر کا ترجمہ: گدھا گدھے کے ساتھ بار بردار ہے جب تو اس کے ساتھ تنہا ہو تو کتنا برا ساتھی ہے بے جان کو بھی زندہ موجود کے ساتھ صاحب کا نام دیا گیا ہے، مثلا شاعر نے شمشیر کے بارے میں کہا:

میں ہندوستان دیکھنے گیا وہاں کی واپسی میں میرا ہمدم ومیرا ساتھی غیر جان تھا۔

بے زبان ساتھی سے اس کا مقصد تلوار ہے چونکہ ہمراہی وہمدم وساتھی مومن وکافر، عاقل وحیوان، جانور وبے جان کو بھی کہا جاتا ہے لہذا یہ تمہارے رفیق کی فضیلت پر کوئی دلیل نہیں بن سکتے۔

تمہاری چوتھی بات کہ لاتحزن (غم نہ کرو) یہ خود ان کیلئے وبال ہے اور ان کی خطا کی دلیل، کیوں کہ غم واندوہ سے منع کیا گیا کہ ایسا نہ کرو! اور صیغہ نہی کا استعمال ہے، یہ محزون ومغموم ہونا یا اطاعت تھی یا معصیت، اگر اطاعت ہوتی تو پیغمبر اطاعت سے منع نہ کرتے بلکہ اس کا حکم دیتے، اگر گناہ ہوگا تو اس سے منع کرنا درست ہوگا اور کوئی آیت اور دلیل ایسی نہیں ہے کہ ابوبکر نے اسے مان لیا ہو اور غم واندوہ سے کنارہ کشی کر لی ہو۔

تمہاری پانچویں بات کہ (ان اللہ معنا) حقیقت میں رسول نے بتایا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ میری مدد کرے گا اور اپنے لئے لفظ جمع کا استعمال کیا جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہے کہ (ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا حزن وغم آپ کے بھائی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کیلئے ہے کہ ان کا کیا ہوگا (وہ بستر پیغمبر پر سوئے ہوئے ہیں) رسول نے جواب دیا کہ بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے یعنی میرے اور میرے بھائی علی کے ساتھ۔

تمہاری چھٹیں بات کہ (ابوبکر پر سکینہ نازل ہوا) یہ خلاف قرآن ہے کیوں کہ خدا نے سکینہ اس پر نازل کیا جس کی لشکر سے تائید کی اور (انزل السکینۃ) کے بعد فرمایا:

(وَاَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا) ایسا لشکر جس کو تم نے نہیں دیکھا لہذا اگر ابوبکر پر سکینہ نازل کیا ہے تو خدا کے لشکر سے اس کی تائید ہونی چاہئے اور یہ بات رسول اکرم کو ان کے مقام ومنصب رسالت سے خارج کر دے گا۔ اس جگہ اگر یہ بات تم نے اپنے رفیق کیلئے نہ کہی ہوتی تو ان کیلئے بہتر ہوتا کیوں کہ خدا نے قرآن میں اپنے رسول پر نزول سکینہ کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے کہ مومنین ان کے ہمراہ تھے او اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مومنین کو بھی اس فضیلت میں شریک کیا ہے ایک مقام پر فرمایا: اللہ نے اپنا سکینہ وآرام اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل کیا اور پرہیزگاری کی باتیں ان کے ساتھ رکھیں (سورہ فتح، آیت ۲۶/)

دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل کیا اور ایسا لشکر نازل کیا کہ تم اس کو نہیں دیکھتے (سورہ توبہ، آیت ۲۶/) جب آنحضرت نماز میں تھے تو خدا نے سکینہ ان کیلئے مخصوص کر کے فرمایا: خدا نے

سکینہ ان پر نازل کیا، اگر ان کے ہمراہ کوئی مومن ہوتا تو اسے بھی شریک کرتا جیسا کہ پہلے خدا نے مومنوں کو شریک کیا ہے کیوں کہ وہ ان کے ساتھ تھے، نزول سکینہ سے ابوبکر کا خارج ہوجانا ان کے ایمان سے خارج ہوجانے پر دلیل ہے۔

شیخ مفیدؒ نے کہا کہ عمر ابن خطاب میرے جواب سے حیران رہ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے اور لوگ منتشر ہوگئے۔ میں بھی خواب سے بیدار ہوگیا۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا احتجاج

ابوالعلاء معرّیٰ کے مرموزانہ سوالات کے جواب میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا احتجاج:

ابوالعلاء معرّیٰ سید مرتضیٰ کے پاس آیا اور کہا: اے سید! کل کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

سید: دربارۂ جزء تمہارا نظریہ کیا ہے؟

معرّی: دربارۂ شعریٰ آپ کیا کہتے ہیں؟

سید دربارۂ تدویر تم کیا کہتے ہو؟

معرّیٰ: عدم انتہا کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

سید: دربارۂ تحیز و ناعورہ (چرخ) تمہارا کیا خیال ہے؟

معرّیٰ: سات کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟

سید: سات پر زائد بری (خشکی کا نمو کرنے والا) کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟

معرّیٰ: چار کے بارے میں آپ کیا خیال ہے؟

سید: ایک اور دو کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

معرّیٰ: دربارۂ مؤثر آپ کا کیا کہنا ہے؟

سید: دربارۂ مؤثرات تمہارا کیا کہنا ہے؟

معرّیٰ: دونحس چیز کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

سید: دوسعد چیز کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے؟

ان کے جوابات کو سن کر ابوالعلاء معرّیٰ مبہوت ہوگیا۔

راوی کہتا ہے کہ سید مرتضیٰؒ نے اس سے کہا: جان لے کہ ملحد کافر ظالم ہے۔

معرّیٰ: یہ آپ نے کہاں سے اخذ کیا؟

سید: اس آیت سے: اے میرے بیٹے! خدا کا شریک قرار نہ دو کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے (سورہ لقمان، آیت ۱۳) اس بات کو سن کر ابوالعلاء اٹھ کر چلا گیا سید نے کہا: وہ غائب ہوگیا اب دکھائی نہیں پڑے گا۔ ایک شخص

نے سید مرتضیٰ سے ان رموز و اشارات کی شرح کی درخواست کی سید نے فرمایا:

اس نے مجھ سے دربارۂ کل سوال کیا، اس کے اعتقاد میں کل قدیم ہے، اس سے اس کا مقصد ایک عالم بنام (عالم کبیر) تھا اس کے بارے میں اس نے میرا نظریہ پوچھا اور اس کی مراد قدیم ہے۔

پس میں نے اس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ دربارۂ جزء تمہارا نظریہ کیا ہے؟

کیوں کہ اس کے نزدیک جزء ظاہر ہوا تھا اور وہ عالم کبیر سے پیدا ہوا ہے اور اس کے نزدیک یہ جزء وہی عالم صغیر ہے۔

اور اس سوال سے میری مراد یہ تھی کہ اگر اس عالم (صغیر) کا ظاہر ہونا ثابت ہو جائے تو یہ جواب وہی ہے اس عالم کے ظاہر ہونے سے اس عالم کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہوگا کیوں کہ اس کے نظریہ کی بنیاد پر یہ عالم اسی عالم کبیر کی جنس سے ہے، اور شئی واحد کی ایک مقدار قدیم ہو اور ایک مقدار جدید، ایسا نہیں ہوتا، پس وہ میرے اس سوال پر ساکت ہو گیا۔

شعر کے بارے میں: اس کا مقصد تھا کہ یہ ستارہ جو شعر میں ذکر ہوا کواکب سیارگان میں سے نہیں ہے۔

میں نے اس سے پوچھا دربارۂ تدویر تمہارا نظریہ کیا ہے؟ میں سمجھانا چاہتا تھا کہ بیشک (فلک) گردش میں ہے لہٰذا یہ شعر کوئی ضرر اس کے بارے میں نہیں پہنچاتا ہے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ عالم ختم ہونے والا نہیں ہے۔ پس میں نے کہا کہ تحیز و تدویر یعنی گردش افلاک میرے نزدیک درست ہے یہ دونوں عالم کے ختم ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

سال کے بارے میں: اس کی مراد سات ستارہ سیارگان تھی کیوں کہ ان کے نزدیک ان کے کچھ احکام ہیں، پس میں نے کہا تمہارا قول باطل ہے کیوں کہ اس کا مدار زائد بری ہے کہ جس میں تحکم و زور گوئی ہے کہ اس کے بارے میں وہ حکم لگاتے ہیں کہ وہ حکم ان سات کواکب سیارات سے نہیں ہے جو وہ مانتے ہیں، زہرہ، مشتری، مریخ، عطارد، خورشید، چاند، زحل۔

چار کے بارے میں: اس سے اس کی مراد طبائع تھیں۔

میں نے اس کا جواب دیا کہ طبیعت واحدۂ ناریہ کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے کہ اس سے ایک جاندار پیدا ہوتا ہے کہ جس کی کھال لوگوں کے ہاتھوں کو بدبودار بنا دیتی ہے پھر اس کھال کو آگ میں ڈال دیتے ہیں کہ اس کی

بدبو اور اس کو پیدا کرنے والا مادہ جل جاتا ہے اور صحیح و سالم کھال باقی رہ جاتی ہے کیوں کہ خدا نے جانداروں کو آتشی مزاج خلق کیا ہے اور آگ، آگ کو نہیں جلاتی، یہ بات بعید ہے کہ خداوند عالم نے بہت سے کیڑوں کو برف سے بھی پیدا کیا ہے جو طبیعت واحد پر ہیں اور دریا کا پانی بھی دو مزاج رکھتا ہے کہ اس سے مچھلیاں، مینڈک، سانپ، کچھوا وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

ابوالعلاء کے نزدیک حیات و زندگی صرف چار طبائع سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ میری یہ باتیں اس کے عقیدہ کو باطل کرنے والی ہیں۔

مؤثر ہونے کے بارے میں: اس سے اس کا مقصد ستارۂ زحل تھا۔

میں نے اس سے کہا مؤثرات کے بارے میں تمہارا اعتقاد ہے اس سے میری مراد یہ تھی کہ اگر وہ کہتا ہے کہ حادث و قدیم سب مؤثرات ہیں تو میں کہتا کہ پھر مؤثر قدیم کیسے امر حادث میں مؤثر ہوگا؟

دو نحس کے بارے میں: اس کی مراد وہ دو سیارے ہیں کہ جب دونوں کا اجتماع ہوتا ہے تو سعد و خوش بختی چلی جاتی ہے۔

میں نے اس سے کہا: دو سعد کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ جب دونوں کا اجتماع ہوتا ہے تو نحوست ختم ہو جاتی ہے، اس حکم کو خدا نے باطل قرار دیا ہے تاکہ دیکھنے والے جان لیں احکام مسخرات سے تعلق نہیں رکھتے کیوں کہ ہر شاہد گواہی دیتا ہے کہ جب شہد اور شکر کو مخلوط کر دیا جائے تو اس کے معجون سے کبھی بھی دو تلخ و کڑوے میوے نہیں حاصل ہوں گے اسی طرح اگر ان کو مخلوط کر دیا جائے تو ان سے شہد و شکر نہیں حاصل ہو سکتی۔ یہ اس عقیدہ کے بطلان کی دلیل ہے۔

میرا قول کہ ہر ملحد کافر ظالم ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ ہر مشرک ظالم ہے کیوں کہ لغت میں اس طرح مستعمل ہے کہ ملحد وہ شخص ہے جس نے مسائل دین سے عدول اور اس میں کوتاہی کی ہو اور ملحد وہ ہے جس نے ظلم کیا ہو، معری نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا اور پھر مجھ سے دلیل کا سوال کیا تو میں نے اس آیت کی تلاوت کی کہ "یا بنی لا تشرک باللّٰہ"

کہا گیا ہے کہ معری عراق سے نکلتے وقت سید مرتضیٰ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

ترجمہ: اے پوچھنے والے! تم مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہا ہے تو جان لے وہ ہر عیب و برائی سے

خالی ہے۔

اگر تو اس کے پاس جائے تو تمام لوگوں کو ایک شخص میں، سارے زمانہ کو ایک ساعت میں اور ساری زمین کو ایک ہی گھر میں پائے گا۔

سید مرتضیٰؒ کا احتجاج

ائمہ معصومینؑ کے رسول اکرم ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء اور مخلوق پر افضل اور مقدم ہونے پر سید مرتضیٰؒ کا احتجاج:

بطور رسالہ بنام رسالہ باہرہ در فضیلت عترہ طاہرہ سید مرتضیٰؒ کہتے ہیں کہ عترت رسول اکرم ائمہ معصومین کے تمام لوگوں پر فضیلت و مقدم ہونے کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ خدا نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ ان کی معرفت و شناخت خدائے تعالیٰ کی معرفت کی مانند ہے کیوں کہ ان کا پہچاننا ہی ایمان و اسلام ہے، اور ان سے جاہل رہنا اور ان کے بارے میں شک و تردید کرنا خدا سے جاہل رہنے اور اس کے بارے میں شک کرنے کیطرح ہے کیوں کہ اس سے جہالت اور تردید کی انتہا کفر اور ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، اور یہ منزلت سوائے رسول اکرم ﷺ کسی بشر و انسان کو حاصل نہیں، آنحضرت کے بعد (یہ منزلت) امیر المومنین علیؑ اور ان کے تمام فرزند ائمہ معصومینؑ کیلئے ہے کیوں کہ انبیاء گذشتہ کی آدم سے عیسیٰ تک کی نبوت کی معرفت ہمارے اوپر واجب نہیں ہے، اور ان کی کوئی بھی تکلیف شرعی ہم سے متعلق نہیں ہے، اور چونکہ قرآن میں کچھ انبیاء کے نام انبیاء گذشتہ کے عنوان سے مذکور ہوئے ہیں اور ہم نے ان کو پہچان لیا یہ صرف کتاب خدا کی تصدیق کیلئے تھا اور نہ ان کی وجوب معرفت کیلئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور کوئی بھی تکلیف شرعی ہم سے متعلق نہیں، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے دعویٰ کے ثبوت و دلائل بیان کریں۔

ائمہ معصومینؑ کی امامت کی معرفت ایمان ہے اور عدم معرفت کفر اور خروج ایمان ہے اس کیلئے بہت سے دلائل ہیں، اس کے بارے میں بغیر کسی اختلاف کے شیعہ امامیہ کا اجماع حجت ہے کیوں کہ اس معصوم حجت خدا کا قول دلالت ہے ہر عقل و فکر ہر زمانہ میں جس کے وجود پر دلالت کرتی ہے، اور اس کیلئے ہم نے اپنی کتابوں میں بہت سے مقامات پر دلیل پیش کی ہے اور اس کے مکمل جوابات اپنی کتاب جوابات المسائل التبانیات اور نصرۃ ما انفردت بہ الشیعۃ الامامیہ من المسائل الفقیہ میں بطور مخصوص بیان کیا ہے کیوں کہ یہ کتاب اسی اصل دین کی بیان صحت پر مبنی ہے۔

شیعہ امامیہ کے اجماع کے ساتھ ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ ان معصومین کی معرفت کے وجوب پر پوری امت

اسلامیہ کا اجماع ہو۔

اس کا سبب یہ ہے کہ تمام شافعی مذہب کا عقیدہ ہے کہ واجب نمازوں کے آخری تشہد میں صلوات پڑھنا واجب ہے اور نماز کا ایک رکن ہے اس میں کسی طرح کی کوئی خلل یا نقص سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور اکثر اس کے قائل ہیں کہ تشہد میں رسول اسلام ﷺ کی طرح ان کی آل پاک پر بھی صلوات پڑھنا واجب ولازم ہے اور نماز کی تکمیل اسی پر موقوف ہے۔

کچھ معتقد ہیں کہ آل رسول پر صلوات پڑھنا ایک مستحب عمل ہے نہ کہ واجب، قول اول کی بناء پر نمازی کیلئے ان کی معرفت واجب ہے کیوں کہ ان پر صلوات پڑھنا اس کیلئے واجب ہے اور ان پر صلوات معرفت کی فرع ہے اور جو اس کو مستحب سمجھتا ہے اس کے نزدیک بھی عبادت ہے چاہے مستحب ہی ہو، اور احکام تعبدی جس کا مقتضی ہے بغیر معرفت وشناخت کے اس کا کمال تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

شافعی مذہب کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو تشہد میں محمد وآل محمد پر صلوات کے استحباب کا منکر ہو، کیا اب بھی ان حضرات کی افضلیت وبزرگی میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے اور ان کا ذکر نماز میں واجب ہے، شیعوں کے اکثر گروہ اور تمام شافعی مذہب کے نزدک ان پر صلوات نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کیا ایسی فضیلت سوائے ان حضرت کے کسی بھی مخلوق کیلئے پائی جاتی ہے یا ان سے آگے بڑھتی ہے؟

جملہ موارد استدل قدر ومرتبہ کو ہر نفس وجان میں بٹھا دیا ہے، یہ گروہ مختلف عقائد ومذاہب رکھتے ہوئے بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آل محمد کی تعظیم وتکریم وبزرگی اجماعی ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا کیوں کہ ان کی اکثریت ان حضرات کے قبور کی زیارت کرتے ہیں اور گوشہ وکنار عالم سے ان کے مشاہدہ مشرفہ ومدافن مکرمہ کا قصد کرتے ہیں، وہ اور اس راہ میں کثیر اموال اور زیادہ عمر صرف کرتے ہیں۔

اسی طرح سے ایک بڑی تعداد (جس کا شمار نہیں ہو سکتا) نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل نیشاپور اور دوسرے شہروں کے محبان آل محمد امام رضاؑ کی زیارت کی خاطر شہر طوس کیلئے اپنے شہروں سے اتنے بڑے بڑے کاروان لے کر جاتے ہیں جس کی مثال سوائے حج بیت اللہ کے کہیں نہیں ملتی، اسی سبب سے اہل خراسان کو دین وخدا سے منحرف و منصرف مشہور کر دیا گیا، اور یہ سخت دلوں کی تسخیر اور اس کز ورامت کی الفت ومحبت سوائے خارق عادت اور معجزہ اور امور مالوف سے جداگانہ ایک امر کے اور کچھ بھی نہیں، ورنہ ان حضرت سے دور رہنے والے مخالفین کو کون سی شے ان

کی جانب کھینچ کر لاتی ہے؟ اور سرگرم عمل ان کی طرف جاتے ہیں اور ان مشاہدہ مشرفہ میں خداوند تعالی سے رزق وروزی وحلال مشکلات کے طلبگار ہوتے ہیں، اور وہاں کی برکات سے طلب حاجت ودفع بلیات کرتے ہیں، اور ظاہری احوال نہ اس کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ کسی شے کا اقتضا کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے احتیاج رکھتے ہیں، ورنہ وہ لوگ یہ اعمال اپنے اعتقاد کے اعتبار سے کرتے، درانحالیکہ ان کی اکثریت امام رضاؑ کی امامت اور اطاعت کو فرض سمجھتا ہے اور وہ بھی دیانت میں ان کے موافق ومساعد ہیں، اور ان اعمال کا اغراض دنیا کیلئے ہونا محال ہے کیوں کہ اس گروہ کے علاوہ دوسروں کے پاس دنیا موجود اور ان کے پاس مفقود ہے اور ان کا یہ عمل نہ تقیہ کے سبب ہے نہ سالم ومحفوظ رہنے کیلئے کیوں کہ تقیہ ان کی وجہ سے ہوتا ہے وہ خود نہیں کرتے ان کو نہ کوئی خوف ہے نہ ان پر کوئی حاکم، خوف وڈر ان کی وجہ سے ہے، لہذا سوائے دعوت دین کے کچھ باقی نہیں رہتا اور ان کی غرض بھی یہی ہوتی ہے اور یہ بھی عجیب ونادر امر ہے کہ ان جیسوں میں سوائے مشیت خدا کے کچھ نفوذ نہیں کرتا اور اس قادر قہار کی قدرت کے جو ہر مشکل کو دور کرتا ہے اور سب اس کے فرمان ومشیت کے سامنے سر تعظیم خم کرتے ہیں۔

جو ان حضرات معصومینؑ کی اس خصوصیت وامتیاز کو نہ جانے یا نہ مانے یا آنکھ بند کر لے حالانکہ دیکھ رہا ہے یہ درست نہیں ہے اور پھر کہے کہ غیر شیعوں کا ان کی تعظیم کرنا اس طرح نہیں ہے کہ تم ان کو بزرگ وبرتر سمجھو اور اس پر ناز کرو اور اس کو خارق عادت اور خارج از مسائل طبیعی سمجھو بلکہ وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ حضرات عترت رسول اللہ ﷺ ہیں لہذا جو رسول خدا کو بزرگ وبرتر مانتا ہے وہ ناچار ان کے اہل بیت وعترت کی بھی تعظیم وتکریم کرے گا اور زہد وتقوی، عفت وعلم کا بھی عترت کے ساتھ اضافہ ہے جو ان کی جلالت وکرامت اور بزرگی میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات معصومینؑ کے علاوہ دوسرے افراد بھی ہیں جو ان کے حسب ونسب اور قرابت رسول میں تمہاری بیان کردہ صفات میں ان حضرات کے ساتھ شریک وبرابر ہیں، اور ان میں سے ہر ایک عبادات ظاہری، زہد، بہترین علامتیں اور صفات حسنہ جیسی خصوصیات رکھتا ہے، چاہے وہ ان کے بابا کی اولاد ہوں چاہے ان کے چچا عباس ان تمام باتوں کے باوجود ان کی بزرگی اور ان کے قبروں کی زیارت اور ان کو شفیع بنانے کے بارے میں کوئی اجماع نہیں ہے، اور نہ ہی بلیات وبیماریوں کے دفع کیلئے ان سے درخواست کرنے کے بارے میں، میں نے اس طرح کے امور کیلئے کوئی زیارت گاہ نہیں دیکھی، اس کے علاوہ ان میں سے کون ہے جو ان

حضرات باقر، صادق، کاظم اور رضاؑ کی عظمت و جلالت تک پہنچ سکتا ہے عترت رسول کے صالح اور زاہد کا ایک گروہ وہ ہے کہ امت کا ایک طبقہ ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اور دوسرا اس سے اعراض کرتا ہے، صالح و زاہد کا یہ گروہ بھی ان کی جلالت و عظمت کو نہیں پا سکتا کہ جس کو میں نے ابتدا میں بیان کیا۔

اگر اس مطلب کی تفصیل سے لوگوں کی جانکاری کا مجھے علم نہ ہوتا تو میں یقیناً اس کی تفسیر و تشریح بیان کرتا، اور جو میں نے کنایات اور اشارات بیان کئے ہیں وہاں ناموں کو ذکر کرتا، اسی بناء پر ہم نے عترت رسول کے ہر مقدم و معظم کے درمیان نظر ڈالی تا کہ یہ جان لیا جائے کہ جو ہم نے ذکر کیا وہ واضح ترین و روشن حق ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ سب کا سب باطل و معیوب ہے۔

یہ بات بالضرورۃ معلوم ہے کہ حضرات امام باقرؑ و امام صادقؑ اور ان دو امام کے بعد ان کی اولاد کے تمام ائمہ دیانت و عقیدہ اور حلال و حرام کے بیان کرنے میں مذہب امامیہ کے مخالفین کے خلاف ہی رہے، اگر ان بیانات و مطالب کے موارد میں شک و شبہ ہو لیکن کسی منصف شخص کو اس میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ لوگ مختلف فرقوں کے عقیدہ و مذہب پر نہیں تھے کہ جو فرقے ان حضرات کی تعظیم و تکریم پر متفق القول تھے اور ان کے واسطے سے خداوند عالم سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ اس کے ہوتے ہوئے کیا ہماری مذکورہ باتوں میں کوئی شک و تردید باقی رہ جاتا ہے؟

اور یہ مطلب بھی بدیہی طور پر معلوم ہے کہ اس زمانہ میں شیعہ امامیہ کے بزرگان و مشائخ امام باقرؑ و امام صادقؑ کے اصحاب و خواص میں سے تھے اور ان کے تمام عقائد انھیں حضرات معصومین کے کسب فیض سے تھے اور وہ انھیں سے متمسک تھے، اور وہ اپنے تمام عقائد دین ان حضرات کے سامنے پیش کرتے اب یا تو وہ ان کی تصدیق و تصحیح کرتی یا رد و باطل کر دیتے اور وہ اپنا سب کچھ انھیں سے حاصل کرتے۔

چنانچہ وہ حضرات جس سے راضی نہ ہوتے اور اقرار نہ کرتے ان کے مذاہب و اعتقادات کی شدت و سختی کے ساتھ رد و باطل کرتے اور ان سے اظہار برأت و بیزاری کر کے ان کو چھوڑ دیتے اور اپنے اور ان کے درمیان ہر طرح کی ملاقات نشست و برخاست، تعلقات و ہمدردی، مدح و ثنا کی نفی کرتے اور ان سب کی سرزنش و مذمت اور بیزاری اور عداوت میں بدل دیتے۔

. حضرات ائمہؑ ان مذاہب و اعتقاد سے راضی و خوش تھے اور انھوں نے ہماری خاطر بیان کیا اور ان کی

وضاحت بھی کی، اگر اس کیلئے صرف یہی ایک دلیل ہوتی تو بھی کافی و مستغنی ہوتی۔

ایک عاقل آدمی ان باتوں سے کیسے خوش ہوتا ہے یا اسے دین کے مسائل میں کیسے جائز سمجھتا ہے کہ اپنے حق پر دوسروں کو باطل پر جانے پھر بھی دوسروں کے دینی معاملات میں انھیں بزرگ و عظیم مانتے ہوئے بے انتہا تعظیم و تکریم کرے، کیا ایسا کوئی ایک مسئلہ بھی سامنے آیا ہے؟ یا ان پر کوئی سنت و رسم موجود ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام شیعہ امامیہ اہل بیت رسولؐ کے مخالفین کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتے اور دیانت کے جادہ و طریق کے اور ولایت کے روشن راستہ کے منحرفین کی طرف کچھ التفات نہیں کرتے۔

ذرہ برابر ان کی مدح و تعظیم بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ بہت زیادہ تعریف و تکریم کریں بلکہ ان سے اظہار بیزاری کر کے دشمنی کرتے ہیں، اور ان کے امور مطلب کو واضح کر دیتا اور خواب غفلت سے بیدار ہوتا کہ خداوند عالم نے اس جماعت کیلئے معجزہ و خارق عادت امور قرار دیا ہے اور طبیعتوں و جبلتوں کو بدل دیا ہے تا کہ ان کی منزلت و مرتبت اور بزرگی بحسن و خوبی بیان فرمائے، اور یہ فضیلت دوسری تمام فضیلتوں اور خصوصیتوں سے بلند و زیادہ ہے اور یہی مطلب روشن دلیل اور بلند و بالاترین میزان کے بیان میں کفایت کرے گا۔

مؤلف کتاب: میں نے سید مرتضیٰؒ کی باتوں پر اس کتاب کو اختتام تک پہنچا دیا۔

والحمد لله رب العالمين والصلوة وعلى خير خلقه محمد وآله الطيبين الطاهرين المعصومين و حسبنا الله و نعم الوكيل.

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴ راپریل ۲۰۰۷ء بروز سہ شنبہ

اشفاق حسین امام جمعہ کانودر گجرات ہندوستان